سلسلہ مطبوعات امام ابن باز تعلیمی ورفاہی سوسائٹی (۵)

جھارکھنڈ میں صدائے حق بلند کرنے والے اہل حق کی سنہری داستان

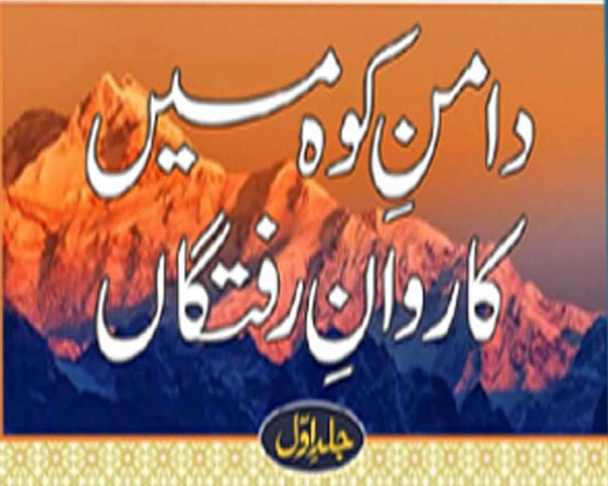

دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں

جلد اول

تالیف
ابو عدنان اشفاق سجاد سلفی
[illegible]

باہتمام
محمد کلیم انور محمد سعید تیمی مدنی
مدرس جامعہ امام ابن باز اسلامیہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر
امام ابن باز تعلیمی ورفاہی سینٹر
مدل چوک ستلا، کانڈیہ، گریڈیہ، جھارکھنڈ (انڈیا)

دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں
امام ابن باز تعلیمی ورفاہی سینٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں

جلد اول

تالیف

اشفاق سجاد سلفی

فاضل جامعہ سلفیہ، بنارس

استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

اهتمام

محمد کلیم انور تیمی مدنی

مدیر جامعہ امام ابن باز اسلامیہ، جھارکھنڈ

ناشر

جامعہ امام ابن باز اسلامیہ

مدنی چوک، ستلا، گانڈے، گریڈیہہ، جھارکھنڈ (انڈیا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

(استاذِ حدیث، جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار)

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وبعد:

تذکرہ نویسی اور سوانح نگاری ایک قدیم علمی وتاریخی فن ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ کی تذکرہ نویسی سے ہوتی ہے۔ آپ کے اقوال واعمال کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا کام تو آپ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا، البتہ حیاتِ مبارکہ پر مشتمل واقعات وحادثات اور مہمات وغزوات کو کتابی صورت میں جمع کرنے کا عمل پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں شروع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ پر اولین کتابیں، اگرچہ "**کتاب المغازی**" کے عنوان سے لکھی گئیں، لیکن ان کے مشمولات کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتابیں غزوات وسرایا کے ساتھ ساتھ مکمل حیاتِ نبوی پر مشتمل ہیں، جسے بعد کے زمانہ میں "سیرتِ نبویہ" کا نام دیا گیا۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مغازی نویس یا تذکرہ نگار تابعین کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند معروف نام یہ ہیں، عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ)، عبیداللہ بن کعب بن مالک الانصاری (م ۹۷ھ)، عامر بن شراحیل شعبی (م ۱۰۳ھ)، وہب بن منبہ (م ۱۱۴ھ)، امام زہری (م ۱۲۴ھ)، موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ)، محمد بن اسحاق (م ۱۵۰ھ)، معمر بن راشد (م ۱۵۲ھ)، اور ولید بن مسلم (م ۱۹۵ھ)۔ ان میں سے عروہ بن زبیر کی تالیف سیرت کی سب سے اولین کتاب "مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے دور حاضر میں منظر عام پر آ گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے عروہ بن زبیر کی اس کتاب کو متعدد کتبِ حدیث وتفسیر سے ان کی روایات کی بنیاد پر جمع کر دیا ہے، جسے "ادارہ ثقافتِ اسلامیہ"، لاہور نے کتابی شکل میں "مغازی رسول اللہ" کے نام سے محمد سعید الرحمٰن علوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ عروہ بن زبیر کے علاوہ مذکورہ تمام اکابرین نے بھی اپنی اپنی کتابوں کو "مغازی" کے عنوان سے ترتیب دیا ہے۔ گویا دوسری صدی کے اختتام تک تذکرہ اور سوانح حیات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے ''سیرت'' کی اصطلاح وضع نہیں ہوئی تھی، جو آج عام طور پر علمی و تاریخی شخصیات کی سوانح حیات کے لئے بھی مستعمل ہے۔''سیرت'' کی اصطلاح سب سے پہلے تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں اس وقت مستعمل ہوئی، جب عبدالملک بن ہشام معروف بابن ہشام (م ۲۱۸ھ) نے محمد بن اسحاق (م ۱۵۰ھ) کی کتاب ''**المبدأ والمبعث والمغازی**'' کی تلخیص وتہذیب کے بعد اس کو ''**السیرۃ النبویۃ**'' کا نام دیا، جو آج سیرت ابن ہشام کے نام سے معروف ومتداول ہے، اور سیرتِ نبوی کا ایک اہم ماخذ تصور کی جاتی ہے۔

تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک ''سیرت'' کی اصطلاح سیرتِ نبویہ کے لئے ہی رائج رہی۔ دیگر افراد واشخاص جیسے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی سوانح حیات کے لئے لفظ ''تاریخ'' کا استعمال کیا جاتا تھا، اس کی سب سے اہم مثال امام ابوزرعہ دمشقی (م ۲۸۲ھ) کی کتاب ''**سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتاریخ الخلفاء الراشدین**'' ہے، لیکن جلد ہی یہ تفریق ختم ہوگئی، اور چوتھی صدی ہجری سے خلفاء راشدین، ازواجِ مطہرات اور عام صحابہ کے لئے ''سیرت'' کا استعمال ہونے لگا۔ امام ابوذر عبد بن احمد الہروی (م ۴۳۴ھ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عام صحابہ کرام کے حالاتِ زندگی پر مشتمل کتاب کو ''**سیرۃ النبی وأصحابہ**'' کا نام دیا۔ اسی طرح امام کلاعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب کا نام ''**الاکتفاء فی سیرۃ المصطفیٰ والثلاثۃ الخلفاء**'' رکھا، اور نویں صدی ہجری میں یحیٰی بن المرتضٰی (م ۸۴۰ھ) نے عشرہ مبشرہ اور آلِ بیت کے حالاتِ زندگی پر مشتمل کتاب کو بھی سیرت میں شامل کیا اور اپنی کتاب کا نام ''**الجواھر الدرر فی سیرۃ سیدالبشر وأصحابہ العشرۃ الغرر وعشرتہ المنتخبین الزھر**'' رکھا، اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا، حتیٰ کہ عام علماء ودعاۃ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل کتاب کو بھی سیرت کا نام دے دیا گیا، جیسے ''سیرتِ ثنائی'' وغیرہ۔

حیاتِ نبوی پر مشتمل حالات وواقعات سے تذکرہ نگاری اور سیرت نویسی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ بلا انقطاع ہر دور میں جاری رہا، اور آج بھی تاریخ، تذکرہ، سیرت اور سوانح کے نام سے جاری ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی تاریخی تسلسل نے مورخینِ اسلام کی وہ جماعت پیدا کی، جس نے ہر دور میں اسلامی تاریخ، محدثین، فقہاء اور علماء ودعاۃ کی زندگی سے متعلق تمام جزئیات کو پوری امانت داری کے ساتھ درج کر کے امت کے سامنے ایک عظیم علمی وثقافتی سرمایہ فراہم کردیا، اسماء الرجال اور احوال الرواۃ کے نام سے جو عظیم علمی سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے، دنیا کے کسی مذہب اور مذہبی تاریخ میں اس کی مثال ناپید ہے۔

مورخین اسلام نے عام طور پر اپنی تالیفات میں زمانی مناسبت اور واقعاتی ترتیب کا لحاظ کیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے خاتم الانبیاء تک کی اسلامی تاریخ مرتب کرنے والے یا دورِ جاہلیت سے اپنے دور تک کی تاریخ مرتب کرنے والے بیشتر مولفین نے اسی زمانی مناسبت پر مبنی منہجِ تالیف کو اختیار کیا ہے۔ اول الذکر طرزِ تالیف کی سب سے معروف ومعتبر کتاب ابن اسحاق کی **"کتاب المبدأ والمبعث والمغازی"** ہے، جب کہ ثانی الذکر منہج کی کتابیں بہت زیادہ ہیں، چند نمائندہ کتابوں میں امام طبری کی **"تاریخ الرسل والملوک"**، مسعودی کی **"مروج الذھب"**، امام ذہبی کی **"تاریخ الاسلام"**، امام ابن کثیر کی **"البدایة والنھایة"**، ابن خلدون کی "تاریخ"، ابن اثیر کی **"الکامل فی التاریخ"**، ابن جوزی کی **"المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم"**، اور ابن شاکر کتبی کی **"عیون التاریخ"** قابلِ ذکر ہیں۔

زمانی مناسبت پر مبنی منہجِ تالیف کے ساتھ ساتھ مکانی مناسبت پر مبنی تاریخ نگاری کا رجحان بھی کافی قدیم ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں زندگی گزارنے والے ائمہ کرام، محدثین، فقہاء اور علماء ودعاۃ کے حالاتِ زندگی پر مبنی کتابیں ہر دور میں لکھی گئیں۔ حرمین کے علاوہ کوفہ، بصرہ، مصر، اور دمشق سے متعلق علماء ومحدثین کی الگ الگ کتابیں موجود ہیں۔ محمد بن احمد الفاسی (م۸۳۲ھ) کی کتاب **"العقد الثمین فی تاریخ البلد الأمین"** اور امام سخاوی (م۹۰۲ھ) کی کتاب **"التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة"** میں حرمین کی تاریخ کے ساتھ وہاں کے علماء کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ حرمین کے علاوہ دیگر معروف شہروں کے علماء کی تاریخ میں حافظ ابن عساکر (م۵۷۱ھ) کی **"تاریخ مدینة دمشق"**، اور خطیب بغدادی کی "تاریخ بغداد" نہایت علمی اور تاریخی کتابیں ہیں، جن میں اس شہر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلق رکھنے والے محدثین، ائمہ دین اور دیگر اہل علم کی خدمات کو نہایت علمی انداز میں مرتب کیا ہے۔

زمان ومکان کی مناسبت سے اردو زبان میں تذکرہ، سیرت اور سوانح کی کتابیں اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ایک مستقل تالیف میں بھی ان کا احاطہ مشکل ہے۔ برصغیر میں ایسی کتابیں عام طور پر مسلکی نقطہ نگاہ سے لکھی گئی ہیں۔ حنفی اور بریلوی مکتبِ فکر میں اس فن کی کتابیں کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں، اور شاید علماء سے غلو کی حد تک عقیدت واحترام اس کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ جماعتِ اہل حدیث میں ایسے مولفین کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں ہے، لیکن متاخرین اہل علم میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کا نام بہت اہم ہے، جنہوں نے علماءِ اہلِ حدیث کے رفتگان اور موجودگان کی خدمات پر قابلِ ستائش علمی وثقافتی سرمایہ جمع کردیا ہے، جس کے لئے وہ پوری جماعت کی طرف سے دعا اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

بلاشبہ دعوت دین کی راہ میں ہمہ جہت کوششوں کو ایک جگہ اکٹھا کردینا، اور آنے والی نسلوں تک اس کو منتقل کرنا، ایک بہت بڑی علمی خدمت ہے، بالخصوص موجودہ حالات میں نئی نسل کو اس سے آگاہ کرنا، اور ان کو اپنے علمی وثقافتی ورثہ سے جوڑنا بہت ضروری ہے، تاکہ اس کی روشنی میں وہ اپنا لائحہ عمل طے کرسکیں، اور اپنے اسلاف کی کوششوں سے استفادہ کرسکیں۔ شیخ اشفاق سجاد سلفی/حفظہ اللہ نے زیر مطالعہ کتاب میں جو کچھ جمع کیا ہے، اسی نقطہ نگاہ سے ہمیں اس کو دیکھنا چاہئے، اور اسی اعتبار سے اس کی قدر ہونی چاہئے۔ کتاب کے بعض مباحث کو میں نے پڑھا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ معلومات کو یکجا کرنے اور ان کو مرتب کرنے میں علمی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ تقسیم بہار کے بعد نو تشکیل صوبہ جھارکھنڈ کے تناظر میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد علمی کام ہے، اور مولف عزیز اس کے لئے یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں،

فجزاه الله أحسن الجزاء وجعل عمله خالصاً لوجهه۔

کتبہ

ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

استاذِ حدیث، جامعہ امام ابن تیمیہ

۱۹/فروری ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلماتِ مسرت ودعاء

حضرت مولانا عبدالرشید شائقی

(سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على النبي الكريم، أما بعد:

مجھے بہت زیادہ مسرت وشادمانی حاصل ہورہی ہے کہ ہمارے تلمیذِ عزیز اشفاق سجاد سلفی رسلمہ اللہ نے ''دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں'' کے نام سے ایک تاریخی کتاب ترتیب دی ہے، جو جامعہ امام ابن باز اسلامیہ سے ہمارے ایک دوسرے تلمیذ گرامی قدر مولانا محمد کلیم انور تیمی کے زیرِ اہتمام بہت جلد چھپنے جارہی ہے۔اس کتاب کو تاریخِ اہلِ حدیث، جھارکھنڈ کی دستاویز کی حیثیت حاصل ہوگی، اور یہاں کی تاریخ کا بہت بڑا مرجع بنے گی، ان شاء اللہ!

جھارکھنڈ میں بہت سے علماء پیدا ہوئے، مگر اس نوع کا کام کسی نے نہیں کیا، اور نہیں معلوم علاقے کے لئے آئندہ کچھ کریں گے بھی یا نہیں۔ ہمارے عزیز نے کم سے کم جماعتِ اہلِ حدیث، جھارکھنڈ کا لحاظ کیا اور اپنی جماعت کے علماء کی، سابق علماء کی، عصرِ حاضر کے علماء کی اور جھارکھنڈ میں تبلیغی وتدریسی خدمات انجام دے چکے علماء کی حیات وکارنامے سے آنے والی نسلوں کو متعارف کرانے کے لئے ایک بنیاد فراہم کی۔ لکھنے کا کام کرنے کے لئے ایک راستہ ہموار کیا۔ ایک رہنمائی فراہم کی۔ یہ بہت بڑی کوشش، قابلِ ستائش کارنامہ اور بڑی نیکی کا کام ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ ہمارے عزیز کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، ان کی کتاب کو قبولِ عام بخشے اور مشعلِ راہ بنائے، آمین!

دعاگو

عبدالرشید شائقی

سابق امیر صوبائی جمعیتِ اہلِ حدیث، جھارکھنڈ

۲۸ر دسمبر ۲۰۱۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

شیخ احمد مجتبیٰ مدنی

(شیخ الحدیث، جامعہ ابی ہریرۃ اسلامیہ، لال گوپال گنج)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين، و بعد:

عزیزم/شیخ اشفاق سجاد سلفی کا تاریخِ علمائے اہلِ حدیث، جھارکھنڈ پر مشتمل دوسرا رسالہ (اردو میں) زیرِ طبع ہے، اس سے پہلے عزیزم موصوف کا اس موضوع پر عربی میں ایک رسالہ طبع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے، جس کا نام ہے: "**رجال من التاريخ وأعمالهم في ولاية جاركند**"۔ یہ رسالہ عام قارئین سے عموماً اور علمائے جھارکھنڈ سے خصوصاً دادِ تحسین حاصل کرچکا ہے۔

چوں کہ ہندوستان کی عام زبان اردو ہے، اس لئے احباب کا تقاضا ہوا کہ اس رسالہ کو اردو کا جامہ پہنایا جائے، اس تقاضے کو دیکھتے ہوئے عزیزم موصوف نے اسے اردو قالب میں ڈھالنے کے بجائے اسی موضوع پر "**دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں**" کے نام سے زیرِنظر رسالہ ہی ترتیب دے دیا، جو خاصا ضخیم ہے۔

جس طرح عام مقررین ومقالہ نگار حضرات عقائد کے موضوع پر بولتے یا لکھتے وقت تمہید حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کے واقعے سے شروع کرتے ہیں، اسی طرح ہم اس موضوع کی تمہید ہم دونوں کے استاذِ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری (رحمہ اللہ) کے اس خیال سے شروع کرتے ہیں کہ مرحوم کی خواہش تھی کہ ہندوستان کے ہر گوشے میں موجود علمائے اہل حدیث کی سوانح اور کارنامے مرتب کئے جائیں، اس پر انہوں نے طلبہ سے (سند فراغت کے) مقالے لکھ لکھا کر کام بھی شروع کردیا تھا، تو مرحوم کی خواہش کی تکمیل میں ان کا یہ خاص شاگردِ رشید (شیخ اشفاق سجاد سلفی) بھی سرگرداں ہیں، اللہ انہیں اس کا جزائے خیر دے۔ **اللهم زد فزد!**

جیسا کہ قرآن نے سوانح نگاری کے مقصد کو ارشادِ ربانی: (**وفي قصصهم عبرة لأولي**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الألباب) سے واضح کیا ہے۔ ہمارے ان مرحومین علمائے جھارکھنڈ سے بھی آنے والی نسلیں سبق لے کر خود کو اور اپنے آل واولاد اور سماج کو ان کے نقشِ قدم پر چلانے کی کوشش کریں گے ان شاءاللہ۔ اس راہ میں ان کا تعاون کرنے کے سلسلے میں عزیزم موصوف کا یہ کارخیر بہت بڑا محرک ثابت ہوگا، ان شاءاللہ،

جزاه الله فی الدارین خیرا!

اور عزیزم شیخ محمد کلیم انور مدنی اور ان کے ادارے کا اس کارخیر کے تعاون (طباعت) پر اگر شکریہ نہ ادا کیا جائے تو بہت بڑی ناشکری ہوگی، اللہ انہیں جزائے خیر دے اور ان کے ادارے کو دن دونی رات چوگنی ترقی سے نوازے، آمین!!

خیر خواہ

احمد مجتبیٰ بن نذیر عالم مدنی

شیخ الحدیث، جامعہ ابی ہریرۃ اسلامیہ

لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی

۷رفروری ۲۰۱۹ء، جمعرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھلیں گے رمزِ لوح کے کہ اب قلم ہے سامنے

مولانا محمد خالد فیضی

(مدیر صفا فاؤنڈیشن، چھاتا پتھر)

بسم الله الرحمن الرحيم،نحمده ونصلى على رسوله الكريم، أما بعد:

شیخ سعدی نے کہا:

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت یادگار

تذکرہ نگاری ایک ایسا موضوع ہے، جس پر اہلِ قلم کی طرف سے افراط وتفریط کا سرزد ہوجانا بعید نہیں ہے۔لوگ بہک جاتے ہیں۔تذکرہ نگاری وتذکرہ نویسی کو ہر زبان میں ایک فن اور صنف سخن کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔زبان وادب کا یہ ایک باب ہے۔بہت سے لوگوں نے تذکرہ نگاری کی۔اس پر خامہ فرسائی کرنے والے بہت اچھے لوگ بھی ہیں۔اس لئے یہ ایک قابلِ تعریف کام ہے۔خود قرآن کریم نے کہا ہے:"**وذكرهم بأيام الله**" (ابراہیم:۵)۔اس لئے تذکرہ نویسی بہتر چیز ہے۔اس پر حق اور حقانیت کا استعمال ہونا چاہئے۔اس میں صحافتی دیانت داری پائی جانی چاہئے۔کسی کو بے جا بڑھانا اور گھٹانا نہیں چاہئے۔

تذکرہ نویسی کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو فردوسی کی 'شاہنامہ' نظر سے گزرتی ہے، جس میں انہوں نے ایران کی، بہادری کی، اور واقعات کی تذکرہ نگاری کی ہے۔رامائن اور مہابھارت میں بھی تذکرہ نگاری اور تاریخ ہے۔چاہے وہ اساطیری ہو، چاہے دساتیری ہو۔

عزیزم راشفاق سجاد سلفی سلمہ اللہ نے جو موضوع اختیار کیا ہے، وہ بہت ہی بہتر اور لائق تحسین ہے۔مجھے قوی امید ہے کہ انہوں نے اس میں وسیع الظرف ہو کر معلومات قلمبند کیا ہوگا، اور واقعات نگاری میں کسی بھی طرح سے تنگ نظری اور تعصب سے کام نہیں لیا ہوگا۔یہ کام کھلے ذہن اور وسیع قلب ونظر سے انجام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جانا چاہیے!۔

اس میں زیادہ بات کیا کی جائے۔ ہندوستان کی تاریخ دیکھتے ہیں تو تذکرہ ہی گزرا ہے۔ ان تذکروں میں لاکھ ان دیکھی کرنے کے باوجود تاریخِ وہابیت کو کوئی فراموش نہیں کر سکا، اور ہندوستان کی آزادی کی تاریخ اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی ہے، جب تک کہ وہابی تحریک کا ذکر نہ آ جائے۔ یہ بات کہتے ہوئے مجھے غیروں سے زیادہ اپنے بھائیوں سے شکایت وگلہ ہے کہ جہاں بہت ساری باتیں تحریر کیں۔ بہتوں کا تذکرہ کیا اور خوب کیا، مگر اس علاقے کو تاریخ وتذکرہ نگاروں نے بالکل نظر انداز کر دیا، حالانکہ تحریکِ مجاہدین کے تین مستقروں (دہلی، پٹنہ اور دلاپور) میں سے ایک مستقر 'دلاپور، اسلام پور'، جھارکھند تھا۔ سارے مورخین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ غلام رسول مہر، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا نذیر احمد املوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہم میں سے ہر ایک نے مانا ہے اور لکھا ہے کہ یہاں کے لوگوں کی جانی و مالی حصہ داریاں اور قربانیاں بے تحاشا رہی ہیں، اور بغیر تسلیم کیے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

دلاپور کے جامعہ شمس الہدیٰ میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم آئے اور درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، جیسے مولانا عبدالحنان دلاپوری اور مولانا احمد اللہ رحمانی وغیرہ، مگر نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے یہاں کی تاریخ جمع کرنے اور لکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟، ورنہ آج ہمارے پاس بہت کچھ موجود ہوتا اور ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

دوسرے خطوں کے اہلِ حدیثوں کی تاریخ تحریر میں موجود ہے، لیکن یہاں کی تاریخ کو روشن کرنے کی ضرورت ہے، اور کوئی باہر کا فرزند اس کو نہیں کر سکتا ہے۔ جھارکھنڈ ہی کا کوئی فرزند کر سکتا ہے۔ عزیزم / اشفاق سجاد سلمہ اللہ نے بہت اچھا کیا کہ اس مضمون کو اختیار کیا اور آگے بڑھ رہے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں میرا دلاپور جانا ہوا، وہاں میں نے آج بھی مجاہدین کی یادگاریں دیکھیں۔ اُن کے قائم کردہ سسٹم پر آج بھی عمل ہوتا نظر آتا ہے۔ جامعہ شمس الہدیٰ کو اُن لوگوں نے چندے جمع کرنے کا مرکز بنایا تھا، آج بھی لوگ دور دراز سے اس مرکز میں چندے پہنچا دیتے ہیں، جب کہ جگہ جگہ حریف مدارس کھل چکے ہیں۔ وہاں کے اہل علم کو فارسی آمیز گفتگو کرتے ہوئے پایا۔ فارسی کا زیادہ استعمال مجاہدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادی کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ اس علاقے کے ہمارے لوگ بھی کرتے تھے۔ اب نہ فارسی رہی اور نہ مجاہدین رہے، پھر بھی کچھ روایت رہ گئی ہے۔

اس مرکز سے شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ایک قابل ذکر تلمیذ مولانا عبدالرحیم امبھاوی بیربھومی رحمہ اللہ کا رابطہ اور تعلق تھا۔ واضح رہے کہ تحریک مجاہدین میں دلالپور کے مرکز میں اس علاقے کے لوگوں کو شامل کیا جاتا تھا، پھر اُن کو پٹنہ کے مرکز کے راستے سے دہلی بھیج دیا جاتا تھا، جہاں شیخ الکل ذہنی واخلاقی وغیرہ تطہیر و تربیت کرتے تھے، اور پھر آگے بھیج دیتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم صاحبِ ثروت وحیثیت آدمی تھے، مگر میاں صاحب کی تربیت کا اثر تھا کہ انہوں نے تبلیغ وتعلیم اور مکاتب ومساجد کے قیام کو اپنا مشغلہ حیات بنایا۔ اُس زمانے میں سنتھال پرگنہ کا ایک کورٹ 'سیوڑی' میں تھا، جہاں سے اُن کا گھر قریب تھا، اسی کورٹ میں آتے جاتے جامتاڑا اور مدھوپور کے علاقے کے کسی فرد سے ملاقات ہوئی ہوگی اور پھر انہوں نے اس علاقے میں آنا جانا شروع کیا اور اپنے تلامذہ (منشی نورالدین نندومہاشے، شفیع اللہ کٹھڈابر، عبدالعزیز پوکھریا، مولوی عباس پوکھریا وغیرہم) اور اپنے ہم نشینوں ومتعلقین (حاجی عبدالغفار پرنانگر، حاجی محمد عالم بروٹانڑ، حاجی امیرالدین چمپاپور، مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری) کے ساتھ مل کر اس علاقے میں جو کام کیا وہ بہت عظیم ہے۔

اس تاریخ کو واقعاتی طور پر مربوط کرنا اور دکھلانا کہ یہ واقعی ہماری تاریخ ہے۔ یہ ہمارے اسلاف کرام نے انجام دیا۔ یہ ان کی باقیات صالحات ہیں۔ بہت بڑا اور قابل صد افتخار کام ہے۔ عزیزم نے مجھ سے بار بار ذکر کیا ہے اور سنایا ہے کہ وہ اس نوع کا کام کرتے رہتے ہیں، جس پر ہمیں مسرت ہوتی ہے، اور خوشی ہے کہ انہوں نے قدم بڑھایا اور قلم اٹھایا۔ اللہ کرے عزیزم کے کام کو بہتر سے بہتر کردے، اس کو ان کے اعمالِ صالحہ میں ثبت فرمائے اور اس کو دنیا وآخرت میں سرخ روئی کا ذریعہ بنائے، آمین!

محمد خالد فیضی

مدیر صفا فاؤنڈیشن، چھاتاپتھر

۱۵ر فروری ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلمہ تھنیت وتبریک ودعائے آفرین

مولانا نعمت اللہ عمری ═══ جھوم پورہ اڈیشہ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

یہ بڑی خوشی ومسرت اور تحسین وآفرین کا مقام ہے کہ اہلِ حدیثانِ ہند کی نمائندہ اور عظیم الشان درس گاہِ کتاب وسنت اور محافظ ومنادِ منہجِ سلف جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس (یوپی) کے لائق وفائق فارغ التحصیل اور ہونہار فاضلِ نوجوان، اور اسی منہج ومعیار کی مشہور درس گاہ جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، مشرقی چمپارن، بہار کے کامیاب استاذ، نوخیز ریاستی خطہ جھارکھنڈ میں عمل بالکتاب والسنۃ اور تحریکِ اہلِ حدیث کے تاریخ نگار اور علاقہ سنتھال پرگنہ (چھوٹا ناگپور) کے ہردل عزیز ناظمِ اجلاس واجتماعات، اور دل پذیر مقرر وموقر خطیب شیخ اشفاق سجاد سلفی رحفظہ اللہ وزادہ بسطۃً فی العلم والاخلاص کے گوہر بار قلم سے مرتب شدہ تصنیف "دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں" نامی کتابِ مستطاب بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے جمع وترتیب اور تحریر وتسوید کے جملہ مراحل سے گزر کر زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر اربابِ ذوق کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کی تمام راہیں آسان فرمائے، آمین!!

اس کتاب کی افادیت واہمیت، خصوصیات وامتیازات، جامعیت واحاطگی، اپنے مطلوبہ مواد کی فراہمی، اور تاریخی میراث کی تلاش وجستجو میں اوراق گردانی، سنگلاخ وادیوں اور بیابانوں میں عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور چمن بندی، دامنِ کوہ میں آسودہ خاک، گم شدہ اور گمنام ہو چکے اسلافِ کرام اور علمی، فکری اور جماعتی شخصیات کی خاکہ نگاری، حیاتِ دوام بخشی اور تذکرہ نگاری کا اندازہ، اس کی دستاویزی حیثیت اور مشعلِ راہ کا علم تو قارئین کو کتاب پڑھنے اور اس کا گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد ہی ہوگا۔ البتہ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عزیز مکرم کی یہ فرہادی کاوش، جوئے شیر لانے جیسی غیر مسبوق پیش کش ہے۔ موصوف نے اپنے خونِ جگر سے نہ صرف دشت وصحرا میں پھول کھلائے ہیں، اور بنجر زمینوں کو گلزار بنایا ہے، بلکہ علاقے کی کتابِ زندگانی کی عبارتوں کو حقیقت کے آئینے میں سنوار کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے، اور اس قرض کو چکایا ہے، جو ایک طویل زمانے سے صوبہ جھارکھنڈ کی جماعتی خدمات وتاریخ کے سر پر عائد اور واجب الادا تھا، جس کے لئے وہ بجا طور پر سبھی اہل علموں، جماعتی حلقوں، اساتذہ اور ہم عصروں کی طرف سے صمیمِ قلب سے تشکر وامتنان اور مبارکباد کے مستحق ہیں، **جزاه الله عنا وعن سائر المسلمين أحسن الجزاء!!**

نیز اس خوش آئند موقع پر ''جمعیۃ الامام ابن باز''، اس کی درس گاہ ''جامعہ امام ابن باز اسلامیہ''، اور اس کے جمیع احباب ومحسنین شکریے کے قابل ہیں، جو اِس تاریخی کارنامہ، دستاویزی پیش کش اور بیش قیمتی تحفہ منظرِ عام پر لانے میں محنتِ شاقہ اور پیہم جدوجہد میں شریک وسہیم رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے!

اخیر میں ہماری قوی امید ہے کہ اس کتاب کا اس کے شایانِ شان استقبال کیا جائے گا، اردو حلقے میں اس کی سراہنا اور پذیرائی ہوگی، اس سے جماعتی شعور کو جلا ملے گی، عام قارئین اور جماعتی تحقیقی کام کرنے والے شائقین سب کے لئے یکساں مفید ہوگی، اور قبولِ عام وخاص حاصل ہوگا، ان شاء اللہ العزیز!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على النبي وسلم۔

خیر اندیش

نعمت اللہ عمری

امام وخطیب جامع مسجد اہلِ حدیث

جھوم پورہ، اڈیشہ

یکم فروری ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغامِ مسرت

مولانا محمد کلیم انور تیمی مدنی

(مدیر جامعہ امام ابن باز اسلامیہ، گریڈیہہ)

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی رسوله الأمین، أما بعد:

مقامِ مسرت ہے کہ عزیزم/اشفاق سجاد سلفی (رکن مجلس تنفیذی، جامعہ امام ابن باز اسلامیہ) نے نقوشِ پائے رفتہ کو یکجا اور مرتب کر کے ''دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں'' کے نام سے ایک نادر، غیر مسبوق علمی تحفہ اہلِ ذوق اور اصحابِ علم وادب کی خدمت میں پیش کیا، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

جھارکھنڈ کی عظمتِ رفتہ کی تلاش وجستجو کوئی آسان کام نہیں۔ یہاں پُرانے چراغوں کی کوئی کمی نہیں رہی ہے، مگر ضبطِ تحریر میں نہیں ہے۔ اس لئے علمی دنیا بہت کم واقف ہے۔ جمع وتدوین اور ترتیب کا کام سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' کے ذریعہ انجام پا رہا ہے، جو آپ حضرات کی دعا وتعاون کا محتاج ہے۔

جماعتِ اہل حدیث اور اس کی جہدِ مسلسل کی تاریخ یہاں بہت پُرانی ہے۔ تحریکِ شہیدین سے شروع ہو کر دو صدیوں کو محیط ہے، اور ہمارے اسلاف اور ہم یوں ہی یہاں گزرتے نہ رہے، بلکہ برصغیر میں پیدا ہونے والے تمام ہی انقلابات میں ہماری جدوجہد اور مالی وجانی قربانیاں شامل ہیں۔ تحریکِ شہیدین سے لے کر آزادیِ ہند تک ہمارے جسموں سے ٹپکنے والے خون کے قطرات یہاں کے شجر وحجر اور ذرے ذرے پر آج بھی تر وتازہ ہیں، اور ہماری قربانیوں کے چشم دید گواہ ہیں۔

میں عزیزم کو یہاں کی تاریخ اور اسلاف وعلماء کے تذکروں پر مشتمل اس مبسوط کتاب کی تالیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور جامعہ امام ابن باز اسلامیہ کے شعبہ نشر واشاعت سے فخریہ شائع کرتا ہوں۔

امید کہ جامعہ کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی قبولیت وپذیرائی حاصل ہوگی!

محمد کلیم انور تیمی مدنی

مدیر جامعہ امام ابن باز اسلامیہ

۱۸/فروری ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیشِ گفتار

شیخ عبداللہ محمد سلیمان مدنی

(رئیس جامعہ امام ابن باز اسلامیہ، جھارکھنڈ)

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلاة والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین، وعلی آله الطیبین، وأصحابه الطاهرین، أما بعد:

جامعہ محمدیہ، ڈابھا کینڈ کے ہمارے شاگردِ عزیز مولانا اشفاق سجاد سلفی (استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، بہار) کوئی محتاجِ تعارف نہیں۔ انہوں نے اپنی کم عمری میں علمی صلاحیت ولیاقت، تصنیف وتدریس، صحافت وتقریر، اور نظامت وتحریر سے اپنے ہم عصروں میں جو نام پیدا کیا ہے، وہ بہت کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ یہ سب اِن کی اپنی محنت ولگن کا ثمرہ ہے۔ کچھ دنوں پہلے اِن کی عربی میں ایک کتاب "رجال من التاریخ وأعمالهم فی ولایة جارکند" چھپ کر منظر عام پر آئی اور میں چنئی (مدراس) میں کام کرنے کے دوران اسے وہاں لے کر گیا، تو ہمارے ساتھ کام کرنے والے بڑے بڑے عربی داں لوگ اسے پڑھ کر حیران وششدر رہ گئے۔

اب اِن کی اسی طرح حیرت واستعجاب میں ڈالنے والی ایک دوسری کتاب **"دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں"** منظر عام پر آ رہی ہے۔ یہ ان کی ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔ آدمی اس نوع کا کام کرنے کے لئے سوچتا رہ جاتا ہے، عمر گزر جاتی ہے، مگر کر نہیں پاتا۔

مرتب نے اس کتاب میں بڑی دقت سے کام لیا ہے، اور علاقے میں جماعت کی جو بھی خدمات ہیں، اُن کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے۔ اِن کے اس کام کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا، اور امید یہی ہے کہ جماعتِ اہلِ حدیث، جھارکھنڈ کی پوری تاریخ جمع کی جائے گی، جو کئی جلدوں میں مدون ہو کر ہمارے سامنے آئے گی۔ اس کتاب میں دو فصلیں ہیں، پہلی فصل میں اُن علماء کا تذکرہ ہے، جو یہیں کے ہیں، اور انہوں نے بے تحاشا خدمات انجام دیں، اور پھر وفات پا گئے۔ اسی طرح اس فصل میں اُن علماء کو بھی شامل کیا گیا ہے، جو یہاں آئے اور یہیں کے بعض شہروں یا گاؤں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آباد ہو گئے اور پوری زندگی یہیں کی خدمت میں لگا دی۔ یہ اس علاقہ کی ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ یہاں باہر کی بڑی بڑی شخصیتوں کو بلایا گیا اور یہاں کے لوگ (علماء وعوام) اُن سے مستفید ہوئے اور ان سے رہنمائی حاصل کی۔ اس قسم کے علماء نے اس علاقہ کو بڑا فیض پہنچایا۔

اور دوسری فصل میں اُن علماء ودعاۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو تبلیغی مشن اور دعوتی مقصد سے یہاں آئے۔ ان اکابرینِ کرام کے دعوتی دوروں کا بڑا فائدہ اور اثر ہوا۔ لوگوں کو اپنے دین وشریعت سے واقفیت ہوئی۔ اسی کے نتیجے میں یہاں کے لوگوں نے پڑھا لکھا اور عالم وفاضل بن کر آئے۔ ابھی اس علاقے میں علماء کی جو کثیر تعداد نظر آتی ہے، یہ جلسوں کا اثر ہے۔ علماء ودعاۃ کی تقریروں کو سن کر لوگوں کے دلوں میں یہ عزم جواں ہوا کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں گے، جوانہی علماء کی طرح اسٹیج شیئر کریں گے، لوگوں کو خطاب کریں گے، اور علاقہ وباہر ہر جگہ تقریر کریں گے۔ اس فصل میں انہی اثر ڈالنے والے علماء ودعاۃ کی اس علاقے میں صرف کی گئی جہود ومساعی اور ان کے اثرات کو دکھلایا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت کا اندازہ تب ہوگا، جب چھپ کر منظر عام پر آئے گی اور لوگ اسے پڑھیں گے۔

کتاب جامعہ امام ابن باز اسلامیہ، گریڈیہہ سے شائع ہو رہی ہے۔ اس حقیقت سے اہلِ علم واقف ہیں کہ برصغیر ہندوستان میں موجود سلفی مدارس وجامعات میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس، جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار، جامعہ اسلامیہ سنابل، نئی دہلی، اور جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں ایسے تعلیمی وتصنیفی مراکز ہیں، جہاں سے تصنیف وتالیف اور اشاعتِ کتب کا کام خوب ہوا ہے۔ ان اداروں کا شمار یقیناً ہندوستان کے بڑے اداروں میں ہوتا ہے۔ جامعہ امام ابن باز اسلامیہ کا شمار نہ تو اِن اداروں میں ابھی کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اِن اداروں کی عمر کا ہے، مگر تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' کے اجراء وکامیاب اشاعت، پچیس (۲۵) دینی وعلمی اور فکری ودعوتی کتابوں کی طباعت ومفت تقسیم، نوع بنوع رفاہی کاموں کی تنفیذ، اور اللہ کے گھر، مساجد کی بناء وتعمیر کے باب میں جو کارہائے نمایاں انجام دیا ہے، اس کو دیکھ کر جامعہ کو اور اس کے مدیر مکرم فضیلۃ الشیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی / حفظہ اللہ کو داد دینی پڑتی ہے اور تحسین وتعریف اور ستائش پر قلم وزبان مجبور ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری رات میں چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

اس جواں سال مردِ مجاہد اور قوم وملت اور ملک وجماعت کی تعمیر وترقی کی خاطر ہمیشہ سرگرداں رہنے والے اس بے لوث خادم کو یقیناً علماء وعوام کی حمایت وتعاون کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کا دامے درمے قدمے سخنے تعاون کریں، ان کی ہر موڑ پر حوصلہ افزائی کریں، ان کی خدمات اور جہود ومساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں، اور انہیں ہر نوع کی اعانتوں کی یقین دہانی کراتے ہوئے انہیں نیک مشوروں سے نوازیں اور زبانِ حال وقال سے کہیں:

دریا میں کود، معرکہ آرا ہو موج سے
گوہر کی گر ہو آرزو، ساحل نشیں نہ بن

اللہ تعالیٰ کتاب کو نفع بخش بنائے، مرتب کو مزید اس نوع کا کام کرنے کی توانائی عطا کرے، اور ناشر کو اجر جزیل سے نوازے، آمین!!

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

از

عبداللہ محمد سلیمان مدنی

رئیس جامعہ امام ابن باز اسلامیہ

گریڈیہہ، جھارکھنڈ

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۸ء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گوشہائے چشمِ التفات

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين رائد البشرية وقائدهم ومعلمهم أجمعين أرسله الله رحمة للعالمين ليخرجهم من الظلمات الى النور، وعلى من والاه واهتدى بهديه الى يوم الدين، أما بعد:

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

''دامنِ کوہ'' سے مراد ''جھارکھنڈ'' ہے۔ مغل حکمرانوں کے دورِ اقتدار میں اس خطہ کو اسی دامنِ کوہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جھارکھنڈ، قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر سے مالا مال ایک نیا صوبہ ہے۔ یہاں صرف ہندو مسلم، سکھ عیسائی ہی آباد نہیں ہیں، بلکہ یہاں جین، پارسی اور آدی واسی قبائل بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی اپنی اپنی تہذیب وتمدن ہے۔ ان سب کے آپسی میل جول اور رہن سہن جھارکھنڈ کو ایک نیا رنگ وروپ عطا کرتا ہے۔ مسلمانوں کی آبادی یہاں اچھی خاصی ہے۔ یہ لوگ مختلف جماعتوں میں منقسم اور کئی ایک مکاتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں جماعتِ اہل حدیث ایک نمایاں اور تاریخی حیثیت کی حامل جماعت ہے۔ اس جماعت کے علمی ودعوتی، تحقیقی وتصنیفی، سیاسی ودینی، فکری وادبی، خطابتی وصحافتی اور رفاہی وانسانی خدمات وکارنامے دوسو سالوں پر محیط، کثیر اور بے حد اہم ہیں۔

صرف جماعتِ مجاہدین کی دعوتی واصلاحی خدمات کو جمع کر کے ترتیب دے دی جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا تیار ہو جائے گا۔ مفسر قرآن علامہ عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ نے اس علاقے میں پچاس سالوں کے پس وپیش دینی واصلاحی تقریریں کی ہیں۔ ان کے تذکرہ میں مولانا محمد خالد فیضی نے لکھا ہے کہ ''وہ اپنی تقریروں میں بار بار مجاہدین بالاکوٹ، مستقر دلال پور اور صادقپور کی باتیں کرتے، کہا کرتے، مجاہدین نے اس علاقے میں اتنی تبلیغ کی ہے، اتنی تقریر کی ہے، کہ اگر سب کو تحریری صورت میں جمع کر دیا جائے تو دنیا کی عظیم لائبریری بن جائے، جو امریکن لائبریری سے بھی عظیم تر ہو۔ جھارکھنڈ جو مغل عہد اقتدار میں دامن کوہ سے معروف تھا، پہاڑی خطہ ہے۔ جگہ جگہ پہاڑی سلسلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔جنگلوں کا علاقہ تھا اب شہری ضرورتوں کی وجہ سے جنگل اجڑ رہے ہیں۔ پھر بھی کل رقبہ کا ۲۷/ فیصد ابھی بھی جنگلوں سے بھرا ہوا ہے۔فرنگی استعمار نے جب تحریک شہیدین کے استیصال کی تگ ودو کی، قتل وغارت گری، قید وبند، جلاوطنی، نظر بندی و پھانسی کی سزاؤں کا سلسلہ شروع کیا اور دار وگیر سے مجاہدین کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا، تو مجاہدین اس ریاست کے بیشتر خطوں میں روپوش ہو گئے، اور مشن کے تسلسل کو آگے بڑھایا، مولانا ان مجاہدین کی کوششوں کو اپنی تقریر میں دہراتے۔ بسا اوقات ان کا تذکرہ کرتے ہوئے جذباتی اور گلوگیر ہو جاتے"۔

تاریخ اہل حدیث، جھارکھنڈ سے واقفیت ودلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہاں کی جماعت اہل حدیث کا سرا بلا واسطہ جماعتِ مجاہدین کے روحِ رواں علامہ ہند شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ علامہ شاہ محمد اسماعیل دہلوی نے اپنے سفر حج کے دوران کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنے کے لئے جن علاقوں کا طوفانی دورہ کیا تھا اور جہاں کے لوگوں نے ان کی مخلصانہ دعوت سے متاثر ہو کر تقلید جامد اور شرک وبدعت سے توبہ کی تھی، ان میں جھارکھنڈ کا علاقہ بھی ہے۔ یہاں کے لوگوں نے اُن کا تحریکِ جہاد ودعوت کو کامیاب بنانے کی راہ میں جسم وجان اور مال وجائداد سے ساتھ دیا تھا۔

تحریک شہیدین سے وابستہ علماء اور امیر سید احمد بریلوی اور علامہ شاہ محمد اسماعیل دہلوی کی شہادت ۲۴/ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کے میدان میں ہو جانے کے بعد جہاد ودعوت کو منظّم کرنے والوں میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی (متوفی ۱۸۵۴ء) اور مولانا عنایت علی عظیم آبادی (متوفی ۱۸۵۸ء) کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مولانا عنایت علی نے تنظیمی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے دوران ایک بار تبلیغ اور جہاد کے لئے فنڈ کی فراہمی کے مقصد عظیم کے تحت پٹنہ سے کولکاتہ تک کا لمبا سفر کیا، اس سفر کے دوران انہوں نے کئی مقامات پر اقامت اختیار کی، جن میں جھارکھنڈ بھی ہے، اور جب وہ کولکاتہ سے پٹنہ واپس ہوئے تو انہوں نے جھارکھنڈ میں کتاب وسنت کی تعلیم اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت کو عام کرنے کے لئے مولانا احمد اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاں عظیم آبادی کو ارسال فرمایا، جنہوں نے اپنے عمل وحرکت کا مرکز دلالپور کو بنایا اور یہیں سے کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنا، لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارنا اور مجاہدین کے لئے مال وجائداد اکٹھا کرنا اور پھر سرحد بھیجنے کا فریضہ ایک مدت مدید تک انجام دیا۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے جھارکھنڈ میں دعوت وتعلیم اور دعوت وارشاد اور افراد سازی کا جو کارنامہ انجام دیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ وہ ایک ایک گاؤں میں مہینوں تک قیام کرتے تھے۔ لوگوں کو پڑھا کر امامت وخطابت اور امارت کے لائق بناتے تھے، پھر انہیں دعوت وتعلیم، وعظ وارشاد اور تحریک مجاہدین کے لئے افرادی ومالی اعانتوں کی فراہمی کی ذمہ داری سونپ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے مختلف موقعوں سے اپنے بھائی مولانا عنایت علی کو اس علاقے میں اپنے مشن کی تبلیغ، ترسیل اور تکمیل کے لئے بھیجا۔ ۱۸۴۰ء میں اپنے ہم درس مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی (ثم دلالپوری) کو بھیجا، جنہوں نے جھارکھنڈ ہی میں سکونت اختیار کر لی اور مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی کی ایک صاحب زادی سے شادی کر لی، جن کے بطن سے مولانا عبدالمنان دلالپوری اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان دلالپوری جیسے ذی استعداد اور قابل علماء ودعاۃ پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی کے ہاتھوں تحریک مجاہدین کے ایک اہم رکن جناب ابراہیم منڈل کے ساتھ مل کر جماعت اہل حدیث کی اولین اقامتی درس گاہ "جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ"، دلالپور کو ۱۸۷۸ء میں قائم کیا۔ یہ ادارہ اس علاقہ میں تعلیم ودعوت اور جماعت مجاہدین کا مرکز بنا۔

مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی ثم دلالپوری اور ان کے خلفاء، رفقاء اور معاونین جیسے ابراہیم منڈل، دینو منڈل، مولوی امیرالدین، جی او میاں، ضمیر میاں اور سبحانی میاں وغیرہم اپنے مشن وکار کی خاطر پیدل چلتے تھے، اور جھارکھنڈ کے علاقہ راج محل، دمکا، دیوگھر، جامتاڑا، گریڈیہہ، جنوب مشرق میں کولکاتہ، بردوان وبیر بھوم، اور شمال مشرق میں راج شاہی اور ڈھاکہ تک کا سفر دشوار گزار گھاٹیوں، بے آب وگیاہ صحراؤں، برف پوش کوہساروں، وحشت ناک غاروں، بڑے اور گھنے جنگلوں اور آسمان کی بلندی کو چھوتے پہاڑوں سے گزر کر کیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھارکھنڈ میں جماعتِ مجاہدین کے متوسلین واراکین اور دعاۃ ومبلغین کے بعد جن نابغہ روزگار اور مہتم بالشان شخصیتوں کے ذریعہ بہت زیادہ کام ہوا، اور جن کی خدمات واعمال کے اثرات ونقوش بہت زیادہ محسوس کیئے جاتے ہیں، ان میں شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ صفِ اول پر نظر آتے ہیں۔ مناظرہ مرشد آباد، جو تاریخ اہل حدیث کا سب سے بڑا مناظرہ تسلیم کیا جاتا ہے، اس کا انعقاد ۱۸۸۸ء میں مرشد آباد میں ہوا تھا، جس میں چالیس پچاس ہزار کا مجمع اکٹھا ہوا تھا، اس مناظرہ کے مناظر شیخ الکل کے کبار تلامذہ کرام تھے، جیسے علامہ ابو محمد ابراہیم آروی، علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی، علامہ حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا محمد سعید بنارسی، اور مولانا محمد صاحب منگلپوری رحمہم اللہ۔ اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ اس میں شرکت کرنے والی عوام کی نہ صرف بڑی تعداد نے مسلکِ اہل حدیث کو حق مان کر قبول کرلیا، بلکہ بنگال وجھارکھنڈ کی بستیاں در بستیاں اہل حدیث ہوگئیں۔ اس علاقے میں گشتی پروگرام شروع ہوگیا اور اس کے طفیل میں ایک عظیم ادارہ ''جامعہ اصلاح المومنین''، برہیٹ جماعت کو ملا۔

ایک دوسرا مناظرہ دیوگھر کی بستی ''بروٹانڑ'' میں تلمیذ شیخ الکل کے شاگرد مولانا عبدالعزیز روانوی اعظمی (ثم مدھوپوری) اور مصلح علاقہ مولانا وحافظ محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی (بانی مدرسہ دارالفلاح، ٹرمنڈا وٹوپاٹانڑ) کے درمیان ہوا تھا، اس مناظرہ کے حکم عظیم داعی ومبلغ وتلمیذ شیخ الکل مولانا عبدالرحیم امبھاوی بیربھومی تھے۔ مناظرہ ایک ہفتہ کے پس وپیش چلا۔ بالاخیر تلمیذ شیخ الکل کو فتح حاصل ہوئی، اور فریق مخالف مولانا وحافظ ابوالفلاح طے شدہ شرط کے مطابق مجلسِ مناظرہ ہی میں اہل حدیث ہونے کا اعلان کردیا۔ اس مناظرہ کا بھی اس علاقہ میں بہت زیادہ اثر ہوا۔ تفصیل ابوالفلاح صاحب کی حیات واعمال اور نقوش کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں!

تلمیذ شیخ الکل مولانا عبدالرحیم امبھاوری کی دعوتی جولان گاہ مغربی بنگال سے سنتھال پرگنہ اور چھوٹا ناگپور کا علاقہ تھی۔ وہ جگہ جگہ اپنے تلامذہ تیار کرتے۔ گاؤں گاؤں میں مساجد تعمیر کراتے۔ بعض جگہ اپنے اخراجات پر مدرسہ قائم کرکے اپنی جیب خاص سے چلاتے تھے، جس کی ایک زندہ مثال مدرسہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامع العلوم، پوکھریا، جامتاڑا ہے۔ بقول صاحبِ ''دبستانِ نذیریہ'': ''مولانا عبدالرحیم بیربھومی اور مولانا عبدالعزیز روانوی اعظمی نے عرصہ تک جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع میں بے مثال دعوتی وتبلیغی خدمات انجام دیں''۔ [حوالہ مذکور: ۱/۴۰۵]

شیخ الکل کے تلامذہ میں علامہ ابو محمد ابراہیم آروی، علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی، علامہ ثناء اللہ امرتسری، علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالنور دربھنگوی، مولانا عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری اور مولانا علی حسن گیلانی اس علاقے میں دعوتی اغراض ومقاصد سے ہمیشہ آتے رہے۔ بلکہ آخر ذکر مولانا عبدالعزیز اور مولانا علی حسن نے جھارکھنڈ کے شہر ''مدھوپور'' کو اپنی جائے سکونت بنالی اور پوری زندگی اس علاقے کی آبیاری کرکے یہیں آخری سانس لی اور یہیں مدفون ہوئے۔

اس علاقے کو اپنے خونِ جگر اور ذہن ودماغ سے سینچنے والوں میں ایک اہم نام امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا آتا ہے، جنہوں نے رانچی شہر میں چار سال (۱۹۱۶ تا ۱۹۲۰) نظر بندی کی زندگی گزاری تھی۔ اس بیچ انہوں نے بڑے بڑے خواب دیکھے تھے اور ملک گیر پیمانے پر مسلمانوں کے لئے ایک جامع لائحہ عمل تیار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، یہاں کی مٹی کو انہوں نے سرسبز وشاداب اور دعوت وتعلیم کے لئے زرخیز بتلایا تھا، اور یہاں کام کرنے کے لئے بابصیرت لوگوں کو ابھارا تھا، اور خود بھی کام کرکے رانچی علاقہ کو روشن کردیا تھا۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی: ''رانچی ایک ایسا مقام تھا، جہاں مسلمانوں کی ذلت ونکبت انتہاء کو پہنچ گئی تھی، جہالت، حرب عقائد اور باہمی خانہ جنگی نے ان کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا، عیسائی مشنریوں کا جال اس کے پورے طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا، مسلمانوں کا دینی احساس بالکل مردہ ہوگیا تھا، کوئی عالم دین موجود نہیں تھا جو اسلام کا بھولا ہوا سبق ان کو یاد دلاتا، ہر طرف تاریکی تھی، کہیں روشنی کی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی۔

ظلمات بعضها فوق بعض

اذا أخرج يده لم يكد يراها

کہ مولانا ابوالکلام کلکتہ سے لاکر یہاں نظر بند کردیئے گئے اور یکایک ان کے پرتوِ فیض اور نورِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہدایت سے یہ سارا خطہ چمک اٹھا، وہاں اسلامی انجمن بھی بن گئی، ایک مدرسہ اسلامیہ کی بنیادیں بھی استوار ہو گئیں، مشاہیر علمائے ہندوستان کے مواعظ حسنہ کے جلوے بھی نظر آنے لگے، مسلمانوں کے جسدِ مردہ میں زندگی پیدا ہو گئی کہ علم کا ایک کعبہ یہ بھی اپنے ہاتھوں سے اس سرزمین پر تعمیر کریں گے، جس سے علمائے دین نکلیں گے اور اس ظلمت کدہ کو اپنے نورِ ہدایت سے روشن ومنور کریں گے، جو مسجدیں بے چراغ، مصلیوں سے خالی اور اپنی ویرانی و بے رونقی پر مرثیہ خواں تھیں، ان میں اجالا آ گیا، اور وہ نمازیوں اور سجدہ گزاریوں سے آباد و پُر رونق ہو گئیں، جہاں کوئی اسلامی صحبت بھی میسر نہیں آ سکتی تھی اور جمعہ وعیدین کی نمازوں میں چند نفوس سے زیادہ آدمی نہیں ہوتے تھے، ان میں اتنا بڑا مجمع ہونے لگا کہ اس پر کوکب شاہی کا دھوکہ ہونے لگا''۔ [علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد: ۲۰۶]

جھارکھنڈ میں دعوت وتبلیغ، اصلاحِ معاشرہ، تعلیمی بیداری تحریک، شرک وبدعت کی بیخ کنی، تقلید شخصی، قبر پرستی، اور تعزیہ پرستی کے ازالہ وتردید، اور منکرینِ حدیث کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے جواب وابطال میں اجلاسوں کا کردار بڑا نمایاں رہا ہے، بلکہ دعوت واصلاح، وعظ وارشاد اور اصلاح معاشرہ کا ایک مستقل اور بامعنیٰ ذریعہ اجلاس کا اہتمام وانعقاد رہا ہے۔ اس سے علاقے میں دینی روح پروان چڑھی ہے اور مسلکی بیداری آئی ہے۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ، جو اس علاقے میں دسیوں بار جلسوں کو خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے تھے، اس علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں کے اثرات وبرکات اور فوائد وثمرات پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''بارہا دیکھا گیا ہے کہ ان جلسوں کے مواعظ سے متاثر ہو کر لوگوں نے سود خوری، شراب نوشی، نیز دیگر غیر شرعی اعمال سے توبہ کر لیا ہے۔ بیڑی، سگریٹ نوشی سے باز آ گئے ہیں''۔ [ترجمان، یکم جولائی ۱۹۶۶ء]

میں نے ارضِ جھارکھنڈ پر منعقد ہونے والے اُن مقررین کی ایک فہرست تیار کی، جو صوبہ جھارکھنڈ کے باہر سے تشریف لاتے رہے، تو اُن کے ناموں کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہو گئی، اُن میں علامہ ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا عبدالنور دربھنگوی، علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا محمد داؤد راز دہلوی، مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری، مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، حکیم عبیداللہ کشمیری،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطیبِ ہند مولانا محمد جونا گڑھی (صاحبِ محمدیات)، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، علامہ محمد رئیس ندوی، مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری، مولانا عبدالرشید خانجہانپوری، مولانا عبدالحمید رحمانی، مولانا عبدالخبیر صادقپوری، مولانا عبدالمبین منظر، شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری، شیخ الحدیث مولانا شمس الحق سلفی، مولانا عبدالخلاق ندوی، مولانا عبدالسلام رحمانی، مولانا عبدالسمیع جعفری، مولانا شعبان چترویدی، مولانا امراللہ عارف سراجی، اور مولانا بشیراللہ اعظمی وغیرہم رحمہم اللہ جیسے اساطینِ علوم وفنون، چیدہ چیدہ شخصیات اور نابغہ روزگار علمائے کرام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

جھارکھنڈ کی جماعتی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ ہمارے اسلاف وبزرگوں کی ایک بڑی تعداد نے دعوت وتعلیم، درس وتدریس، بحث وتحقیق، مباحثہ ومناظرہ، اور اصلاح وتبلیغ کے لئے جھارکھنڈ کو مرکز بنایا اور انہیں یہاں کے مخلصین کی طرف سے ایسی محبت ملی کہ اُن لوگوں نے یہاں ایک لمبی مدت تک کام کرنا مناسب سمجھا یا اُن لوگوں نے اسے چھوڑ کر جانا گوارہ ہی نہ کیا اور یہیں پر مستقل بود وباش اختیار کرلی، اور پوری زندگی گوناگوں خدمات انجام دے کر یہیں پر سپردِ خاک ہوئے۔ اس قسم کی شخصیات ورجال میں تلمیذ شیخ الکل مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری، تلمیذ شیخ الکل مولانا علی حسن گیلانی ثم مدھوپوری، مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی، مولانا حکیم عبدالغفار بہاری ثم مدھوپوری، (اور ایک لمبی مدت تک دعوتی وتدریسی فرائض انجام دینے والوں میں) علامہ مصلح الدین اعظمی، مولانا ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی، مولانا عابد حسن رحمانی، مولانا ابوالعرفان محمد عمر گونڈوی، اور قاری عبدالمنان اثری، شنکرنگری رحمہم اللہ لائقِ ذکر ہیں۔

ماضی میں اس علاقے کی دینی حالت ناگفتہ بہہ تھی۔ دعاۃ ومبلغین اور مدرسین ومعلمین کی شدید کمی کی بنیاد پر دعوت وتبلیغ اور تربیت وتعلیم کا کام منظّم ومنسق انداز میں نہ ہو پانے کی وجہ سے شرک وبدعت، کفر وضلالت، الحاد ولادینیت اور طرح طرح کی ہندوانہ رسم ورواج عام تھی۔ ہر گاؤں اور بستی میں ناچ گانے کی محفلیں سجتی تھیں۔ تعزیہ پرستی کی گرم بازاری تھی، اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ محرم میں حلوہ خوری کرلینا اور تعزیہ بنا کر اس کی پرستش کرلینا بہت بڑی عبادت اور نجات کا ذریعہ ہے۔ شادی بیاہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقعوں پر ہندوؤں کے یہاں ناچ گانے کی منعقد ہونے والی محفلوں کی طرح محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ شرک وبدعت کا عالم یہ تھا کہ مسلمان مرد وعورت غیر مسلموں کے تہواروں میں شامل ہوا کرتے تھے اور ان کے ساتھ مندروں میں بھی حاضری دیا کرتے تھے۔

ان دینی وعملی خرابیوں سے مسلم معاشرہ کو پاک صاف کرنے کے فرائض انجام دینے والے ہمارے جھارکھنڈ کے بزرگوں میں جن کے نام آتے ہیں، اُن میں مولانا عبدالمنان دلالپوری، مولانا عبدالحنان دلالپوری، مولانا منشی نورالدین نندومہاشے کٹھڈابری، مولانا عبدالحکیم لچھوڈیہہ، مبلغ سبحانی لچھوڈیہہ، جی او میاں نرائن پور، دیوگھر، ضمیر میاں، مولانا عبدالحق رحمانی بٹ بریا، خسرو میاں جیروا، مولانا محمد حاتم کروا، مولانا عبدالحی مدھوپوری، مولانا عبدالکبیر چترویدی، مولوی محمد خلیل بانی مدرسہ فیض عام چھاتاپتھر، مولانا عبداللطیف پوکھریا، مولانا محمد یوسف شمسی بانی جامعہ یوسفیہ اسلامیہ منکڈیہا، مولانا محمداسحاق گڈاوی، ابراہیم منڈل اسلامپوری، منشی عبدالکریم کسمہا برہیٹ، منشی فضل الحق، منشی نورمحمد، مولانا زین العابدین برہیٹ، مولانا یعقوب، مولانا محمدایوب، مولانا مقبول، مولانا عبدالحق رحمانی پاکوڑ، مولانا عبداللطیف اسلامپوری، مولانا عین الحق دلالپوری، مولانا شمس الھدیٰ عبداللہ پوری بانی جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور، مولانا معین الحق، مولانا ظل الرحمٰن، مولانا سجاد احمد، منشی اصغر، مولوی محمد حسین، منشی عبدالستار، مولوی معین الحق منڈل، مولانا عبدالغنی ڈوکاڈیہہ، اور منشی ضمیراللہ لوہنپوری رحمہم اللہ وغیرہم کے نام بطورخاص قابلِ ذکر ہیں۔

یہ اوراس نوع کے بہت سے رجال وشخصیات سرزمینِ جھارکھنڈ میں گزرے ہیں، جن کی خدمات وکارنامے کا ذکر تحریروں میں نہ ہونے کی وجہ سے گمنام ہیں۔ جھارکھنڈ جب بہار میں شامل تھا تو علمائے اہل حدیث بہار کے کاموں اور جھود ومساعی کو موضوع بنا کر اصحابِ قلم حضرات نے بہت کچھ لکھا ہے، لیکن نہیں معلوم اس علاقے کی خدمات کا تذکرہ اجمالاً یا تفصیلاً اُن تحریروں میں کیوں نہیں ملتا؟۔ بعض تحریروں میں ایک آدھ نام بھی نظر آتا ہے تو یہ واضح نہیں ہو پاتا کہ وہ کون اور کہاں کے ہیں! ۔ تحریکِ شہیدین کے متوسلین میں سے بعض کے کارناموں کی طرف ہلکا اشارہ ہنٹر کے حوالہ سے ''سرگزشتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجاہدین‘‘، ’’تواریخ عجیب‘‘، ’’ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک‘‘، اور ’’علمائے ہند کا شاندار ماضی‘‘ میں ملتا ہے۔بعض رپورٹیں اخبار اہل حدیث امرتسر اور اہل حدیث گزٹ، دہلی، اور ترجمان کی پرانی فائلوں میں ملتی ہیں، مگر ان کی فائلیں دستیاب ہو پانا بڑا مشکل ہے۔سب سے زیادہ تفصیل امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی رانچی نظر بندی اور ان کے یہاں کے اعمال وکارنامے کی ملتی ہے، وہ بھی ان کی خودنوشت ہے، اور بعد کے لوگوں نے لکھا بھی ہے تو ان ہی کی تحریروں سے استفادہ کر کے لکھا ہے۔جماعتِ اہل حدیث جھارکھنڈ اور اس کے اعمال وکارناموں کا ہلکا تذکرہ مولانا امراللہ عارف سراجی نے اپنی کتاب ’’منتخبات‘‘ میں کہیں منظوم اور کہیں منثور کلام میں کیا ہے۔بعض مدارس اہل حدیث کا تذکرہ استاذ محترم مولانا عزیزالرحمٰن سلفی نے اپنی کتاب ’’جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات‘‘ میں کیا ہے۔ان سب سے پہلے خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی نے ایک مقالہ اس علاقے کے متعلق لکھا تھا، جب وہ اس علاقے میں دعوتی دوروں میں آیا کرتے تھے، جو ترجمان، دہلی میں شائع ہوا تھا۔علاقے کے متعلق جدید تحریروں میں معروف عالم دین مفتی وشیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز حقانی کے ایک مقالہ مطبوع ماہنامہ ’’محدث‘‘، بنارس، مولانا شمس الحق سلفی کی کتاب ’’مولانا عبدالحنان دلالپوری: حیات وکارنامے‘‘، مولانا محمد سلطان عادل کی ’’مولانا محمد یاسین عادل ریاضی: حیات وخدمات‘‘، معروف صاحبِ قلم مولانا محمد خالد فیضی کے بعض مطبوع اور بعض غیر مطبوع مقالات اور ناچیز کے درجنوں مطبوع عربی واردو مقالات، اور کتابوں میں ”**رجال من التاريخ وأعمالهم في ولاية جاركند**“ (مطبوع)، ’’جھارکھنڈ میں میاں صاحب کے تلامذہ: خدمات واثرات‘‘ (مطبوع)، ’’تاریخ اہل حدیث چھوٹا ناگپور‘‘ (غیر مطبوع)، استاذِ محترم علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری: مئوناتھ سے پارس ناتھ تک‘‘ (غیر مطبوع) اور ’’مولانا شفاء اللہ فیضی ناظم صاحب: حیات اور کارنامے‘‘ (زیر طبع / بہ اشتراک مولانا محمد خالد فیضی) اور ’’مولانا محمد ادریس شمسی: حیات اور نقوش عمل‘‘ (غیر مطبوع) کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی طرف سے شائع کتاب ’’تذکرہ علمائے اہل حدیث‘‘ میں اس علاقے کی بعض شخصیات کا تعارف ہے، مگر واضح رہے کہ ان میں سے اکثر کے متعلق معلومات میری ہی فراہم کردہ ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”دبستان نذیریہ“ جلد اول کے اخیر میں جھارکھنڈ کی دو شخصیتوں کا تذکرہ ہے، جن کے متعلق معلومات کی جمع وترتیب میں میری تحریروں سے بہت حد تک مدد لی گئی ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی اور ہے کہ اب جب کہ جھارکھنڈ ایک مستقل صوبہ بن چکا ہے، اس کو موضوع بنا کر لکھا جائے اور خوب لکھا جائے، لکھنے سے ہی تاریخ بنتی ہے اور معلومات مدون ہوکر منظر عام پر آتی ہیں۔

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ہوا جب اس کے اُڑا لے گئی ورق اک ایک

جھارکھنڈ کی علمی وتہذیبی تاریخ اور جماعتِ اہل حدیث کی ہمہ جہت خدمات کو جاننے اور معلومات کو ضبطِ تحریر کر لینے سے دلچسپی میرے اندر زمانہ طالب علمی ہی میں پیدا ہوگئی تھی، اور اسی زمانے سے لوگوں سے معلوم کر کر کے کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ استاذِ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ نے اس چیز کو بھانپ لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علاقے کے متعلق امور کو موضوع بنا کر معلومات کو جمع کرنے کی جانب راغب فرمایا تھا۔ یوں تو میری تحریریں عربی واردو میں مختلف مجلّات میں شائع ہوتی رہیں، مگر بعض معلومات کو میں نے عربی کتاب کی شکل میں ترتیب دیا اور ”رجال من التاریخ وأعمالهم فی ولایة جارکند“ کے نام سے ۲۰۱۶ء میں شائع ہوکر منظر عام پر آئی، اور بہت جلد ہند و بیرون ہند میں پھیل گئی، علم دوست حضرات نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور ان کی طرف سے مبارکبادیوں اور دعاؤں کا سلسلہ چل پڑا، ہر جگہ سے مطالبات آنے لگے۔ جامعہ امام ابن باز اسلامیہ نے بھی برق رفتاری سے اہل علم وذوق کے ہاتھوں تک پہنچانے میں قابلِ فخر رول ادا کیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی دہلی میں منعقدہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس، جامعہ سلفیہ، بنارس کے اجلاسوں اور علاقہ وبیرونِ علاقہ کے چھوٹے بڑے اجتماعات اور جلسوں میں مفت تقسیم کیا۔ اس کے نتیجے میں برسوں لگنے والی مسافت گویا چند ہفتوں میں طے ہوگئی۔ یہ کتاب نہ صرف جماعت اہل حدیث جھارکھنڈ کی متنوع خدمات پر پہلی کتاب ہے، بلکہ پوری ریاست سے جماعتی سطح پر پہلی عربی کتاب بھی ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر بعض

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مخلصین نے اس کو اردو قالب میں ڈھالنے کا پیہم اصرار کیا، تو میں نے اس کا ترجمہ نہ کر کے تھوڑا اسے ہٹ کر اسلوب میں یہ کتاب لکھی، جس کا نام "**دامنِ کوہ میں کاروانِ رفتگاں**" رکھا۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے، اور ان شاء اللہ تا زندگی اس موضوع پر لکھتا رہوں گا، اور اس کی کئی جلدیں منظر عام پر آتی رہیں گی۔

ایک ارادہ اور ہے، وہ یہ کہ "تاریخِ اہل حدیث، جھارکھنڈ" کے نام سے ایک جامع کتاب لکھوں اور اس میں تحریکِ شہیدین کے دور سے حال تک کی پوری جماعتی تاریخ جمع کر دوں، معلومات کو جمع کرنا شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو بہت جلد ہدیہ قارئین کروں گا، ان شاء اللہ۔

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

ہماری حقیر کاوشوں کا یہ مجموعہ جھارکھند کے نوخیز ادارہ "جامعہ امام ابن باز اسلامیہ"، گریڈیہہ سے شائع ہونے جا رہا ہے، جس نے اپنے قیام کی قلیل مدت میں نہ صرف علاقے میں، بلکہ جھارکھنڈ اور ریاست کے باہر بھی اپنا نمایاں مقام بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید ترقی عطا فرمائے، آمین!!

خدا کرے سجی رہے یہ علم وفن کی انجمن — ہمیشہ ضَوفشاں رہے یہ آفتابِ فکروفن
کہ کر سکے عطا رضا سدا ہمارا یہ چمن — تلامذہ کو اسوۂ محمدی کا پیرہن

اپنی اس مخلصانہ کاوش کو محترم قارئین، اہلِ علم، اہلِ ذوق، اور نسلِ نو کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے میری زبان رب کریم کے شکر میں نغمہ سنج ہے، جس کی توفیق اور فضل وکرم سے یہ عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میرے شکریے کے مستحق ہیں محترم ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی (استاذِ حدیث، جامعہ امام ابن تیمیہ)، استاذِ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالرشید شائقی (سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ)، استاذِ محترم شیخ احمد مجتبیٰ مدنی (شیخ الحدیث، جامعہ ابی ہریرہ اسلامیہ)، استاذِ مکرم شیخ عبداللہ محمد سلیمان مدنی (رئیس جامعہ امام ابن باز اسلامیہ)، استاذِ مشفق شیخ محمد خالد فیضی (مدیر صفا فاؤنڈیشن، چھاتا پتھر) اور برادرِ کبیر شیخ نعمت اللہ عمری (امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث، جھوم پورہ) حفظہم اللہ ورعاہم، کہ اولِ ذکر نے اپنی تمام تر مشغولیات کے باوجود میری درخواست پر بڑی قیمتی اور مبسوط تقدیم تحریر فرمائی، ثانیِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر نے اپنے ایک شاگرد کی اس معمولی کاوش ومحنت کو دل کھول کر سراہا اور ڈھیر ساری دعاؤں پر مشتمل مختصر مگر جامع تحریر عنایت کی، ثالثِ ذکر نے میری خواہش پر ایک قیمتی تقریظ تحریر فرمائی اور سابق کی طرح اس بار بھی اپنے حوصلہ افزا کلمات سے نوازا، رابعِ ذکر نے کتاب کا بیش قیمت ''پیشِ گفتار'' لکھنے کی زحمت کی اور دعاؤں سے نوازا، خامسِ ذکر نے ''کھلیں گے رمز لوح کے کہ اب قلم ہے سامنے'' کے عنوان سے حرفِ تبریک لکھ کر کتاب کی معنویت میں اضافہ فرمایا اور اپنے اس شاگرد کی بھرپور حوصلہ افزائی کی، اور آخر ذکر نے کلماتِ تحسین وتشجیع لکھ کر میری جرأت وہمت کو توانائی بخشی۔ رب ذوالجلال ان تمام حضراتِ گرامی قدر کو جزائے خیر سے نوازے اور ان سبھوں کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے، آمین!

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں نوجوان رہبر وقائد، جامعہ امام ابن باز اسلامیہ کے جواں سال بانی وڈائرکٹر اور نئی نئی کتابوں کو شائع کر کے گھر گھر تک علم وشریعت اور معرفت کی روشنی پہنچانے کے پُرعزم خادمِ قوم وملت شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی/حفظہ اللہ کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا نہ کروں، جنہوں نے نہ صرف کتاب کی طباعت واشاعت کا اہتمام فرمایا، بلکہ وہ کثرتِ مشغولیات ومصروفیات اور وطن سے سات سمندر دور رہنے کے باوجود ابتداء سے تاحال کتاب کے متعلق ہر دن خبر لیتے رہے اور جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے پر برانگیختہ کرتے رہے۔ سچائی یہ ہے کہ اگر اُن کی توجہ شامل حال نہ ہوتی، تو شاید کتاب کو اِس شکل وصورت میں منظر عام پر لانے میں مزید کچھ ایام لگتے۔ اللہ تعالی انہیں حاسدوں کے حسد، بغیضوں کے بغض اور بدخواہوں کی بدخواہی سے محفوظ رکھے، اور قوم وملت اور نسلِ نو کی رہبری ورہنمائی کا اُن سے زیادہ سے زیادہ کام لے، آمین!

وصلی اللہ وسلم وبارک علی النبی الکریم!

اشفاق سجاد سلفی

فاضل جامعہ سلفیہ، بنارس

استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

۲۰/فروری ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

جھارکھنڈ کے اصحابِ علم وفضل

خدمات و کارنامے

زمانہ اب بھی نہیں جس کی سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

دریا میں کود، معرکہ آراء ہو موج سے
گوہر کی گر ہو آرزو، ساحل نشیں نہ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھارکھنڈ: مختصر تعارف

جھارکھنڈ، کثرتِ معدنیات سے مالا مال مشرقی ہندوستان کی بہار سے کٹ کر وجود میں آنے والی ایک ریاست ہے۔ یہ ۱۹۱۲ء تک ریاستِ مغربی بنگال کا ایک حصہ تھی۔ ۱۹۱۲ء سے ۱۵/نومبر ۲۰۰۰ء تک بہار کا حصہ رہی۔ اس کی سرحدیں مغرب میں اتر پردیش و چھتیس گڑھ، مشرق میں مغربی بنگال، شمال میں بہار، اور جنوب میں اڈیشہ سے ملتی ہیں۔ ۹۷/ہزار ۱۴۱۷/مربع کیلومیٹر (۳۰/ہزار ۸۷۷/مربع میل) پر پھیلی ریاستِ جھارکھنڈ کا دارالحکومت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد/رحمہ اللہ کی جلاوطنی ونظر بندی کا مسکن شہر ''رانچی'' ہے۔ جب کہ جمشید پور ریاست کا سب سے بڑا شہر ہے، جس کو مشہور پارسی صنعت کار جمشید جی نوشیروان جی ٹاٹا کے نام سے جوڑ کر ''ٹاٹا نگر'' بھی کہا جاتا ہے۔

جھارکھنڈ کے اضلاع کی تعداد چوبیس ہے۔ اور وہ یہ ہیں: پاکوڑ، صاحب گنج، گڈا، دمکا، جامتاڑا، دیوگھر، گریڈیہہ، دھنباد، بوکارو، ہزاری باغ، رام گڑھ، گملا، چترا، گڑھوا، کوڈرما، لاتہار، لوہردگا، پلامو، رانچی، کھونٹی، سیم ڈیگا، سرائے کیلا کھرسانواں، مغربی سنگھ بھوم، اور مشرقی سنگھ بھوم۔

جھارکھنڈ کی کل آبادی ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے حساب سے تین کروڑ، انتیس لاکھ، اٹھاسی ہزار، ایک سو، چونتیس نفوس پر مشتمل ہے، جس میں سے آدی واسی قبائل کی آبادی کا تناسب ستائیس فی صد، اور مسلمانوں کی آبادی کا تناسب چودہ فی صد ہے۔ کثیر اہل حدیث آبادی والے اضلاع پاکوڑ، صاحب گنج، گڈا، دمکا، جامتاڑا، دیوگھر اور گریڈیہہ ہیں۔ انھی اضلاع پر مشتمل علاقہ تحریکِ شہیدین کے متعلقین ومتوسلین کی ترکتازیوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔

جھارکھنڈ وہ ریاست ہے، جہاں سونا، چاندی، ابرک، کوئلہ وغیرہ کی کثرت ہے۔ اس ریاست کا وسیع وعریض خطہ ارض پہاڑی سلسلوں پر مشتمل اور جنگلات سے گھرا ہوا ہے۔ اس ریاست کا شمار اُن ریاستوں میں ہوتا ہے، جہاں آدی واسی قبائل (سنتھال، اراؤں، منڈا، ہو اور کول، بھومج، کھڑیا، کھڑوار، سوریہ پہاڑیا، مہلی، ٹوڈا، لوہرا، مال پہاڑیا، بیدیا، چک برائک، گونڈ، کورا، کرمالی، اشور، بنجارہ، بھیل، آؤنا گا، کھاسی، ودا، انڈمانی، قادر،) بڑی کثرت میں پائے جاتے ہیں۔ کسی زمانے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھارکھنڈ میں یہ لوگ ۷۰ رفی صد تھے، مگر اب صرف ۲۷ رفی صد ہی ہیں۔

جھارکھنڈ وہ ریاست ہے، جس کے ضلع وشہر ''دیوگھر'' میں ہندوؤں کے ''بابا ویدناتھ مندر'' ہے، جس کی زیارت وعبادت کے لئے ہر سال ساون کے مہینے میں ہندو لوگ لاکھوں لاکھ کی تعداد میں ملک وبیرونِ ملک سے آتے ہیں، اور سلطان گنج میں گنگا جل (پانی) لے کر پیدل دیوگھر پہنچتے ہیں، اور بابا کے مندر میں جل چڑھاتے ہیں، اور بابا کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ ساون میں ہر جگہ ''بول بم'' کے نعرے کی آواز کی گونج سنائی دیتی ہے۔

جھارکھنڈ کے ضلع گریڈیہہ میں ریاست کا سب سے بڑا ''پارس ناتھ'' نامی پہاڑ ہے، جس کے دامن میں گھنے جنگلوں کے بیچ میں ''مدھوبن'' نامی ایک بستی آباد ہے، جو جین دھرم والوں کا بہت بڑا عبادتی مرکز ہے۔ یہاں جینیوں کے کئی مندر ہیں۔ اُن کے پیشوا یہاں مادرزاد ننگے رہتے ہیں۔ جین دھرم کے پیروکار ملک اور بیرون ملک سے یہاں زیارت وتقرب کے لئے پہنچتے ہیں۔

ریاست میں کئی ایک انقلابی اور آزادیِ وطن کے ہیرو گزرے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کی ہر جگہ آزادیِ وطن کی چنگاریاں پھوٹنے لگی تھیں۔ جھارکھنڈ کا خطہ بھی اس سے الگ نہ تھا، بلکہ یہاں رہ رہ کر موقع بموقع انگریزوں کے خلاف بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں، جن میں روہینی (دیوگھر) نامی بستی کی بغاوت تاریخِ آزادی کی بغاوتوں میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی بغاوت نے ۱۸۵۷ء کی انگریز مخالف ملک گیر پیمانے کی تحریک کو جنم دیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جھارکھنڈ کے عظیم مردِ مجاہد شیخ بھیکھاری نے حصہ لیا تھا، جن کو ۶ رجنوری ۱۸۵۸ء کو چوٹو پالوگھاٹی پہاڑ پر انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ۷ رجنوری کو اسی جگہ پر فوجی عدالت لگا کر انگریز افسر میکڈونا نے شیخ بھیکھاری اور ان کے ساتھی ٹکیت امراؤں کو پھانسی کی سزا سنائی۔ ۸ رجنوری ۱۸۵۸ء کو ان دونوں کو چوٹو پہاڑی کے ایک برگد کے درخت سے لٹکا کر پھانسی دے دی گئی۔ وہ درخت آج بھی موجود اور سلامت ہے، اور ان دونوں کی شہادت کا گواہ ہے۔ ہر سال ''شہید دیوس'' کے موقع پر اس درخت کے پاس پروگرام منعقد ہوا کرتا ہے۔

اسی ریاست سے آدی واسیوں کے سب سے بڑے رہنما، قائد، مردِ مجاہد اور انقلابی انسان ''برسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منڈا'' کا تعلق تھا، جن کو انگریز نے سنگھ بھوم کے بارڈر پر ۳؍فروری ۱۹۰۰ء کو گرفتار کرلیا، انہیں بڑی نگرانی میں رانچی جیل میں رکھا گیا، مقدمہ ابھی زیرِ سماعت ہی تھا کہ وہ ۹؍جون ۱۹۰۰ء کو ہیضہ کا شکار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جھارکھنڈ کا ایک تاریخی مقام ''راج محل'' ہے۔ یہاں ایک تاریخی جگہ نیل کوٹھی ہے۔ اس کو ۲۴؍ستمبر ۱۷۹۶ء میں ایک انگریز نے نیل کی صنعت کے لئے بنایا تھا۔ نیل کپڑوں کو رنگنے کے کام آتا ہے۔ اس وقت راج محل پر برطانوی حکومت تھی۔ یہ گنگا کے مغربی کنارے پر واقع ایک تاریخی شہر ہے۔ اس کا رقبہ دامنِ کوہ کے آس پاس کا علاقہ ہے، جس کو راج محل کی پہاڑی بھی کہتے ہیں۔ یہ پہاڑی سلسلہ شمال میں صاحب گنج اور جنوب میں رام پور ہاٹ تک ۱۹۳؍کیلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ راج محل کا سابق نام ''آغا محل'' تھا۔ مان سنگھ نے ۱۵۹۲ء میں اڑیسہ پر حملہ سے واپسی پر اس کا نام ''راج محل'' رکھ دیا۔ ۹؍نومبر ۱۵۹۵ء کو مان سنگھ نے صوبہ بنگال کے نئے دارالحکومت کی بنیاد رکھی، اور اس کا نام بادشاہ اکبر کے نام پر ''اکبرنگر'' رکھا۔ یہاں ایک تاریخی جگہ سنگھی دالان ہے۔ سنگھی دالان شہر راج محل کے قلب میں واقع ہے۔ سنگھی دالان ہی اب محل کے باقیات میں سے ہے، جس کو مان سنگھ نے تعمیر کیا تھا۔ یہ محل سنگ مرمر کا بنا ہے، اور اس کی تعمیر ۱۵۸۰ء اور ۱۶۰۰ء کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ محل ریلوے اسٹیشن سے قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رانیاں جامع مسجد سے زیرِ زمین اس محل تک ۱۲؍کیلومیٹر کا سفر کر کے گنگا میں غسل کرنے آتی تھیں۔ لیکن اب ان سرنگوں کی حفاظت کرنے کی بجائے ان کو مکمل بند کر دیا گیا ہے۔ اب یہ جگہ ایک باغ میں منتقل کر دی گئی ہے۔ لیکن اب بھی سیاہ پتھر اور محل کے باقیات اس دور کی یاد دلاتے ہیں اور وقت کی تعمیری مہارت کا پتہ دیتے ہیں۔

راج محل ہی وہ مقام ہے، جہاں پر جماعت مجاہدین کے خلاف قائم پانچ سازش کے مقدمات میں سے چوتھا مقدمہ سازش اکتوبر ۱۸۷۰ء میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ مقدمہ جھارکھنڈ کے اسلام پور نامی گاؤں کے بزرگ ابراہیم منڈل پر قائم کیا گیا تھا۔ منڈل اس علاقے میں گاؤں کے چودھری یا سردار کو کہا جاتا تھا۔ ابراہیم منڈل پر مقدمہ دائر کیا گیا اور تمام دیگر ملزموں کی طرح انہیں بھی شہادت سے محروم رکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا اور صرف حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطیِ جائداد کی سزا ہوئی۔ یہ ۱۸۷۸ء میں لارڈلٹن کے حکم سے رہا کر دیئے گئے تھے۔

جھارکھنڈ ہندوستان کی وہ ریاست ہے، جس کا دورہ علامہ ہند شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی نے اپنے سفرِ حج سے پہلے کیا تھا۔ جماعت مجاہدین کے سرخیل مولانا ولایت علی عظیم آبادی، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، اور مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی نے اس علاقہ کو دعوت وارشاد کی جولان گاہ بنائی تھی۔ اسی علاقہ میں دعوت وتبلیغ اور جماعت مجاہدین کے لئے افراد ومال کی فراہمی کے لئے مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے اپنے رفیقِ درس مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی ثم دلا لپوری کو ۱۸۴۰ء میں بھیجا تھا، جنہوں نے نہ صرف جماعت کے مقصد کی تکمیل کی بلکہ اسی علاقہ کو اپنا مستقل مسکن بنالیا، اور مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی کی دخترِ نیک اختر سے شادی کی۔

اسی ریاست کے سر یہ سہرا جاتا ہے کہ جماعتی سطح پر دارالاقامہ والے اولین ادارہ کا قیام اسی ریاست کے گاؤں ''دلالپور'' میں ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں ''جامعہ شمس الھدیٰ السّلفیہ'' کے نام سے مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا، جس کے اولین پاسباں ان کے داماد مولانا عبدالرحمٰن عظیم آبادی اور مجاہد جماعت ابراہیم منڈل تھے۔ ۱۸۷۸ء سے ۱۸۴۰ء تک مولانا کا گھر ہی مطبخ ہوا کرتا تھا، اور باورچی کا کام ان کے گھر کی بہو بیٹیاں کیا کرتی تھیں۔

جھارکھنڈ کے متعلق مزید کچھ معلومات مقدمہ میں ملاحظہ کریں، اور پھر اندرون کتاب کے منتشر اوراق میں۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱)۔ مولانا احمد حسین ریاضی رحمہ اللہ

میں مقرِ عمل جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام میں تھا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ موبائل کی رینگ بجی، اٹھایا تو یہ اندوہناک خبر دی گئی کہ درجنوں علماء ودعاۃ کے استاذ، علاقہ کے قدیم باصلاحیت فارغ وفاضل، علاقہ کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن کی حیثیت رکھنے والی معروف شخصیت استاذ جلیل حضرت مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ کے استاذ ومربی، مدرسہ دارالفلاح، ٹوپا ٹانڑ وعابد نگر (ٹرمنڈا) کے قدیم استاذ اور مدرسۃ البنات آشاڈیہہ کے بانی ومعمار مولانا احمد حسین ریاضی کا ابھی ابھی انتقال ہوگیا۔ یہ خبر جھنجھوڑ دینے والی تھی، زبان سے باآواز بلند کلمات "إنا للہ وإنا الیہ راجعون" پڑھا اور مغفرت کی دعائیں کیں۔

مولانا احمد حسین بن اطہر حسین بن جوہری ریاضی رحمہ اللہ کی ولادت "لال چنڈیہہ"، جامتاڑا، جھارکھنڈ میں ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ جب مکتب جانے کے لائق ہوئے تو سرزمین ٹوپاٹانڑ کا رخ کیا، جہاں مشہور داعی وعالم حضرت مولانا وحافظ ابوالفلاح عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی (متوفی ۲۸/ دسمبر ۱۹۶۰ء) تعلیم وتربیت اور اصلاح امت کے فرائض انجام دے رہے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ قرب وجوار کی لگ بھگ تمام بستیوں میں سوائے ٹوپاٹانڑ کے کہیں اور تعلیم وتربیت کا کام انجام نہیں پا رہا تھا، چاہے جماعتی سطح پر ہو یا غیر جماعتی سطح پر، بلکہ اس وقت آج کی طرح مسلکی اختلافات کا وجود تو تھا ہی نہیں۔ یہاں انہوں نے قرآن کریم ناظرہ اور ابتدائی اردو کی کتابیں پڑھنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی، مدھوپور میں داخلہ لیا، اور وہاں کے اساتذہ سے اخذ علوم وفنون کیا۔ طلب علم کا سفر علماء کی حیات کا لازمی حصہ ہوا کرتا ہے، چنانچہ انہیں جب اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اب یہاں سے باہر یوپی کے کسی ادارہ میں جا کر تحصیل علم وفن کرنی چاہئے، تو انہوں نے سب سے پہلا علمی سفر "بانس بریلی" یوپی کا کیا، اور وہاں جا کر "مدرسہ مصباح العلوم" میں داخلہ لیا اور اس میں صرف ایک سال تعلیم حاصل کی، اور اس کے بعد وہیں پر قائم ایک دوسرے ادارہ "مدرسہ اشاعت العلوم" میں داخلہ لیا اور اس ادارہ میں بھی صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک سال تعلیم حاصل کی، جب سالانہ تعطیل ہوئی اور رمضان میں گھر آئے تو علاقے کے مشہور حنفی عالم (جو پہلے اہل حدیث تھے) مولانا قاری محمد ایوب مظاہری (متوفی ۱۷ر جنوری ۲۰۱۹ء) سے ملاقات ہوگئی۔ یہ صاحب جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور میں زیر تعلیم تھے، ان کے کہنے اور مشورہ پر ان ہی کے ساتھ سہارنپور چلے گئے اور جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اس ادارہ میں انہوں نے نہایت محنت ولگن کے ساتھ تین سالوں تک تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس وقت جو آدمی نحو کی معروف کتاب ''شرح جامی'' پڑھ لیتا تھا، تو وہ بڑا عالم متصور ہوتا تھا، کتاب واقعی مشکل ہے، مگر کون سی چیز محنت ولگن کے بعد آسان نہیں ہوتی۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو میں بھی داخل نصاب ہے، اتفاق سے میرا داخلہ جامعہ سلفیہ، بنارس سے قبل اسی ادارہ میں ہوا، اور عربی کی چوتھی جماعت میں، جس میں یہ کتاب اور منطق کی ''شرح التہذیب'' داخل نصاب تھی، پڑھنا شروع کیا، اول الذکر کتاب استاذ کبیر مولانا عبدالمعید قاسمی اور ثانی الذکر کتاب استاذ حبیب مولانا حماد الرحمٰن فیضی پڑھاتے تھے، دونوں بے حد قابل اور میدان تدریس کے ماہر اساتذہ ہیں۔ علاقے کے جملہ طلبہ کی نظر مجھ پر تھی کہ جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند میں بڑا اسٹوڈ کرتا تھا، ذرا یہاں ان دونوں کتابوں میں پاس ہوکر دکھائے، اللہ کے فضل وکرم سے ان دونوں کتابوں میں میرا ممتاز نمبر تھا۔ یہاں بتلانا یہ ہے کہ یہ اور اس نوع کی کتابیں ہر دور وزمانہ میں مشکل گردانی گئی ہیں۔ مولانا احمد حسین ریاضی رحمہ اللہ نے شرح جامی نامی کتاب جامعہ مظاہر علوم میں پڑھی تھی، اس اعتبار سے اس کے بعد تعلیم جاری نہ بھی رکھتے تو ایک بڑے عالم ہو ہی گئے تھے، مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور کے تیسرے سال کی سالانہ چھٹی گھر پر گذار رہے تھے کہ ایک روز علاقہ کے شاعر عالم دین مولانا محمد قاسم مخلص سے ملاقات ہوگئی، مولانا نے مولانا احمد حسین ریاضی سے کہا کہ جس ادارہ میں تم تحصیل علم وفن کررہے ہو، وہاں یہ سلسلہ جاری رکھنے پر اہل حدیثیت پر تمہارا قائم ودائم اور عامل رہنا بڑا مشکل ہوجائے گا۔ ایسا انہوں نے شاید اس لئے کہا ہوگا کہ مولانا قاری محمد ایوب مظاہری رحمہ اللہ جو اہل حدیث ماں باپ اور خاندان وگاؤں کے چشم وچراغ تھے، جامعہ مظاہر علوم میں پڑھنے کے سبب یا تو مکمل بدلے ہوئے ان کو نظر آئے ہوں گے یا اس وقت ان کے اندر تبدیلی دیکھے ہوں گے اور مستقبل بہتر نظر نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا ہوگا۔ مولانا احمد حسین ریاضی نے ان سے کہا تو پھر آپ بتائیں کہ میں کہاں تحصیل علم وفن کے لئے جاؤں؟، انہوں نے کہا کہ آپ سرزمین علم وعلماء، شہر فن وادباء، ومرکز درس واساتذہ اور مرجع خلق وطلباء مئوناتھ بھنجن چلے جایئے۔ چنانچہ رمضان کی تعطیل کے بعد علاقے کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ کے ساتھ مئو چلے گئے، اور چہار دانگ عالم مشہور ومعروف تعلیمی ودعوتی مرکز ''جامعہ اسلامیہ فیض عام'' میں داخلہ لیا، اور عربی کی چھٹی جماعت تک اس ادارہ میں بڑے بڑے علماء وفضلاء (مثلاً شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری، صاحب ''الرحیق المختوم'') کے ہم درس ہوکر اساطین علوم وفنون اساتذہ سے کسب فیض کیا، جن اساتذہ سے یہاں انہوں نے اخذ تعلیم وتربیت کیا، ان میں شیخ الحدیث علامہ شمس الحق سلفی بہاری، علامہ عبدالغفور بسکوہری، علامہ مصلح الدین اعظمی، علامہ ابو عبیدہ عبدالمعید بنارسی، شیخ عظیم اللہ مئوی اور شیخ حبیب الرحمٰن فیضی رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ اسلامیہ فیض عام میں عربی کی چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کی راجدھانی دہلی کا سفر کیا، اور وہاں پر قائم قدیم تعلیمی ادارہ ''جامعہ ریاض العلوم'' میں داخلہ لیا، اور یہاں باقی کے دو سالوں کی تعلیم مکمل کر کے سند فضیلت وفراغت حاصل کی، یہاں کے آپ کے قابل ذکر اساتذہ میں دو نام بے حد اہم ہیں، ایک درجنوں دعوتی وعلمی کتابوں کے مؤلف حضرت مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ اور دوسرے ماہنامہ مجلّہ ''اہل حدیث'' کے ایڈیٹر حضرت مولانا تقریظ احمد سہسوانی رحمہ اللہ۔

مروجہ تعلیم کی تحصیل اور سند فضیلت وفراغت حاصل کرنے کے بعد گھر واپس ہوئے اور دعوت وتعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ انہوں نے سب سے پہلے مغربی بنگال میں واقع بستی ''دومہانی'' سے دعوت وتعلیم کا آغاز کیا۔ یہاں ابھی آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ صرف دو سال گذارا تھا کہ جناب دیدار علی (پھل جھریا) نے آپ کو مدرسہ دار الفلاح، عابد نگر، ٹرمنڈا میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے بلالیا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ دومہانی سے ''کوریاڈ'' میں منعقد ایک عظیم الشان جلسہ (جس میں حضرت مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ مقرر خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے تھے) میں شرکت کی غرض سے گھر آئے تھے، اور جلسہ میں جناب دیدار علی صاحب سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے عابد نگر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے پیش کش کردی، آپ اس دعوت کو ٹھکرا نہ سکے اور علاقہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے دومہانی چھوڑ کر مدرسہ دارالفلاح چلے آئے۔ یہاں پر انہوں نے مکمل چار سالوں تک نہایت عرق ریزی اور جہد ومحنت کے ساتھ تدریسی ودعوتی کام کیا، اور اسی درمیان ۱۹۶۴ء میں آپ کو ٹیچنگ کی سرکاری سروس مل گئی، آپ کی پوسٹنگ ''گوبند پور'' ضلع ''دھنباد'' میں ہوئی۔ بحیثیت سرکاری ٹیچر تعلیمی فرائض انجام دے رہے تھے اور ابھی صرف تین سال گذرے تھے کہ آپ کو ٹریننگ کے لئے بھیج دیا گیا۔ ٹریننگ کرانے والے جو اساتذہ تھے، وہ سب کے سب متشدد غیر مسلم تھے، جن کا عملِ تدریس وتدریب مولانا کو بالکل نہ بھایا، اور جب حاضری بولواتا تو کہتا کہ ''حاضر'' کی جگہ ''وندے ماترم'' بولو۔ آپ چوں کہ اہل حدیث گھرانے کے چشم وچراغ تھے، مزید آپ نے جامعہ فیض عام اور جامعہ ریاض العلوم جیسے مراکز اہل حدیث سے تعلیم وتربیت پائی تھی، اس بناء پر بجائے ''وندے ماترم'' بولنے کے ملازمت کے پیشہ سے استعفیٰ دے دیا، اور سرکاری سروس چھوڑ کر گھر واپس آگئے۔ مدرسہ دارالفلاح، ٹوپاٹانڑ کے ذمہ داروں کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو طلب کیا اور دو سال تک یہاں تدریسی ودعوتی فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں مدرسہ دارالفلاح، عابد نگر، ٹرمنڈا میں تدریس ودعوت کی عظیم ذمہ داری ادا کرنے لگے۔ ۱۹۹۰ء کا زمانہ تھا، علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے ناظم وروح رواں قابل فخر شخصیت استاذ جلیل مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا احمد حسین ریاضی کے چوں کہ آپ محبوب شاگرد تھے اور مولانا نہایت مشفق استاذ۔ اس لئے انہوں نے ایک دن کہا کہ آپ کمزور ہوتے جارہے ہیں، اور سائیکل چلانا آپ کے لئے مشکل ہورہا ہے، کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ لال چنڈیہہ، جدوڈیہہ اور آشاڈیہہ کے اشتراک وتعاون سے ایک ''مدرسۃ البنات'' قائم کیا جائے، جہاں آپ تدریس وتعلیم کا کام شروع کردیں اور سفر کی صعوبت سے بچ جائیں۔ نیز ان بستیوں کی جو بچیاں جامعہ محمدیہ دور ہونے کی وجہ سے نہیں جاپاتیں، اور تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کا کام بھی ہوجاتا۔ ظاہر ہے استاذ محترم مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ کی بات بڑی معرکۃ الآراء تھی، چنانچہ مولانا احمد حسین ریاضی رحمہ اللہ نے اپنے تلمیذ خاص کے مشورہ پر ایک میٹنگ بلوائی اور اس میں ''مدرسۃ البنات''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قیام کی تجویز پاس ہوئی، اوراس طرح سے یہ مدرسہ ۱۶ر مئی ۱۹۹۰ء کو آشاڈیہہ میں قائم ہوا، جولال چنڈیہہ، آشاڈیہہ وجدوڈیہہ کا مشترکہ ادارہ ہے۔ اوراسی تاریخ سے مدرسہ دارالفلاح عابدنگر سے مستعفی ہوکر مدرسۃ البنات میں پڑھانا شروع کردیا، اور یہ سلسلہ آپ کی وفات پر بند ہوا۔ حیاتِ مستعار کے آخری دنوں میں آپ بیمار رہنے لگے تھے، پھربھی ملازمتِ تدریس وتعلیم سے سبکدوش نہ ہوئے، یہاں تک کہ قسام اجل کا بلاوا آگیا اور آپ یکم اکتوبر ۲۰۱۲ء مطابق ۱۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ بروز سوموار وفات کرگئے۔ تدفین دوسرے دن جدوڈیہہ قبرستان میں ساڑھے نو بجے صبح عمل میں آئی۔ جنازہ کی نماز مولانا حفاظت اللہ سلفی نے پڑھائی۔ جنازہ کی تشییع، نماز اور تدفین میں علماء ودعاۃ، اساتذہ وطلبہ اورعوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، حسنات کو قبول کرے، لغزشوں کو معاف کرے اور جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ مرحمت فرمائے، آمین!۔

میں مولانا احمد حسین ریاضی کی شخصیت سے پہلی مرتبہ اس وقت متعارف ہوا، جب میں بہت چھوٹا تھا، اورگاؤں کے ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' (ہرلا) میں قاعدہ بغدادی پڑھ رہا تھا، میری ایک بہن کی شادی لال چنڈیہہ میں ہوئی، اور بہنوئی جناب نجابت حسین صاحب جب بھی ہمارے گھر آتے تو کہتے کہ ہمارے گاؤں میں ایک فاضل پاس عالم ہے، جن کا نام احمد حسین ریاضی ہے۔ حقیقی بات تو یہ ہے کہ ان دنوں عالم وفاضل کا معنی حقیقی بالکل نہیں سمجھتا تھا، مگر مجھے ایسا ضرور لگتا تھا کہ ایسی سندوں کے حامل لوگ بڑے علماء کہلاتے ہوں گے۔ قریب سے اور بالکل قریب سے شناسائی اس وقت ہوئی، جب میں جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند میں دوسری جماعت کا طالب علم تھا، اس درجہ میں نحو میں داخلِ نصاب کتاب ''ہدایۃ النحو'' استاذ جلیل حضرت مولانا شفاء اللہ فیضی (ناظم جامعہ محمدیہ) رحمہ اللہ پڑھارہے تھے، کثرت مشغولیت کی بناء پر ششماہی امتحان کے سوالات بنانے کے لئے انہوں نے اپنے مشفق استاذ ماہرنحو مولانا احمد حسین ریاضی سے گذارش کی، جس کو انہوں نے نہ صرف قبول کیا، بلکہ کاپیوں کی تصحیح اور نمبرات کی تعیین بھی فرمائی، میں ستائس طلبہ میں واحد تھا، جس کو انہوں نے سو میں سو نمبرات دیئے تھے، اور جب جامعہ تشریف لائے، تو بلوا کر ملاقات کی اور روشن وکامیاب مستقبل کی دعائیں دیں۔ اس کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ جب میرا تقرر جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام جیسے عظیم اور عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی میں ہوگیا، تو ان کی خوشی کی انتہاء نہ تھی، حالانکہ بہتوں کو اس طرح کے مواقع منفی قول وعمل کا شکار بنا کر چھوڑتے ہیں۔ میں جب بھی جامعہ سے گھر جاتا اور ملاقات کے لئے پہنچتا تو بے حد خوش ہوتے اور پوچھتے کہ کون کون سی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ نیز بتلاتے کہ ماہنامہ مجلّہ ''طوبیٰ'' میں آپ کے شائع شدہ تمام مقالات میں پڑھتا ہوں، اور بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ناظم مرحوم استاذ جلیل حضرت مولانا شفاء اللہ فیضی/رحمہ اللہ پر شائع شدہ میرا عربی یا اردو کا جو بھی مقالہ ان کی نگاہ سے گذرتا تو بار بار پڑھ کر اپنے ہونہار شاگرد کے کارناموں کے ذکر پر مشتمل حروف سے لطف اندوز ہوتے۔ آپ اپنی ہر ملاقات میں مجھے کچھ ایسی تاریخی وجماعتی باتیں ضرور بتاتے، جو علاقہ کی تاریخ مرتب کرنے اور تحریر کا جامہ پہنانے کی راہ میں میرے لئے بے حد معاون ثابت ہوتیں۔ سکنڈ لاسٹ ملاقات آپ سے آشاڈیہہ، جدوڈیہہ ولال چنڈیہہ میں عزیز مکرم محفوظ عالم کے زیر انتظام ۱۷/اپریل ۲۰۱۲ء کو منعقد عظیم الشان اجلاس عام کے اسٹیج پر ہوئی۔ اس عظیم الشان اجلاس کی نظامت کی ذمہ داری میرے سر تھی اور مولانا کو اپنی ایک تحریر اجلاس کے اسٹیج سے پیش کرنا تھا، مگر نقاہت وکمزوری کے سبب آپ نے وہ تحریر مجھے دے دی، اور کہا کہ میری جانب سے آپ پڑھ دیں، میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی ایک ورقی تاریخی تحریر عوام کو پڑھ کر سنایا۔ وہ تحریر آج بھی میرے پاس موجود ہے، جس میں انہوں نے مدرسۃ البنات کے قیام کی مختصر تاریخ لکھی ہے، اور اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا شفاء اللہ فیضی/رحمہ اللہ کا جذبات سے پُر تفصیلی ذکر چھیڑا ہے۔

آپ سے میری آخری ملاقات وفات سے پہلے گزری عید کے بعد شوال کی کسی تاریخ کو ہوئی۔ آپ جدوڈیہہ موڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ آپ مجلّہ صدائے حق کے بہت بڑے مداح ومعتقد تھے۔ ہر سطر کو پڑھتے اور نیک دعائیں دیتے۔ اس میں شائع میرے مقالہ ''استاذ محترم مولانا محمد حنیف مدنی: کچھ یادیں کچھ باتیں'' پڑھ کر بے حد خوش تھے، اور کہا واقعی آپ نے ان کا تعارف کرایا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ''جدوڈیہہ'' بھی تشریف لا چکے ہیں۔ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بتایا کہ یہ بات مجھے معلوم تھی، یہی وجہ ہے کہ استاذ محترم مولانا شفاء اللہ فیضی ناظم صاحب/رحمہ اللہ پر میں نے عربی یا اردو میں جو بھی تحریر لکھی، اس میں اس بات کا ضرور ذکر کیا ہے۔

آپ نے لکھنے کا بہت زیادہ کام نہ کیا، اور نہ ہی اس طرح کے مواقع میسر ہوئے۔ البتہ آپ کے بڑی بڑی شخصیات سے خط وکتابت کے مراسم استوار تھے۔ مفکر جماعت، ادیب عصر اور نازش سلفیت استاذ مکرم علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری/رحمہ اللہ سے آپ ہمیشہ خط وکتابت کرتے تھے۔ آپ نے مجھے ایک ملاقات میں بتلایا تھا کہ میں نے ایک مقالہ ''حافظ ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی: حیات وخدمات'' لکھا، اور اسے طبع ونشر کے لئے مجلّہ ''رخت سفر'' میں بھیجا، مگر بدقسمتی یہ کہ وہ شائع نہ کیا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر اس کی رف کاپی ہو تو مجھے مرحمت فرمائیں، میں اس کی تبییض وتنقیح کرکے سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' میں شائع کروں گا۔ آپ نے الماری میں اور رہائش گاہ پر بہت ڈھونڈا مگر وہ تحریر نہ مل سکی۔

آپ کے اندر دعوت وتعلیم اور اصلاح امت کی تڑپ کس قدر پائی جاتی تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فراغت کے بعد سے وفات تک بیچ میں کوئی ایسا سال نہیں بچتا، جس میں آپ نے اشاعت دعوت وتعلیم کا فریضہ ادا نہ کیا ہو۔ جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کی تعمیر وترقی کے آپ بے حد خواہاں تھے، ناظم مرحوم کو ہمیشہ نیک صلاح ومشورہ دیتے رہتے تھے، اور ناظم صاحب کی وفات کے بعد جب ادارہ کا دعوتی وتعلیمی نظام متاثر ہوا، تو اصلاح حال کے لئے آپ بہت تڑپ رکھتے تھے، اس کا اندازہ آپ کے کسی خط کے جواب میں علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری/رحمہ اللہ کے جوابی خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

میں استاذ محترم علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری/رحمہ اللہ پر کوئی کام کررہا تھا، نیز اپنی عربی کتاب ''رجال من التاریخ وأعمالهم في ولاية جاركند'' میں ان کی حیات وخدمات شامل کرنے کی غرض سے مواد ومعلومات کی فراہمی کے لئے ان کا گھر گیا، تو انہوں نے محترم ازہری صاحب/رحمہ اللہ کا ایک خط بھی مجھے دیا، میں ذیل میں اس خط کو بعینہ نقل کرتا ہوں، تاکہ قارئین اس کے حرف حرف سے استفادہ کرسکیں، نیز علاقہ کی دعوتی وتعلیمی اصلاح وتعمیر اور جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند کی ترقی وعروج کی یہ حضرات کس قدر تڑپ رکھتے تھے، کا مکمل اندازہ کرسکیں۔ استاذ محترم ازہری/رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محترمی ومکرمی جناب مولانا احمد حسین ریاضی صاحب

استاذ مدرسۃ البنات، آشاڈیہہ، پوسٹ سندوری رحفظہ اللہ وتولاہ!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بخیر وعافیت ہوں گے، ۱۴؍مارچ ۲۰۰۱ء کا مکتوب گرامی موصول ہوا، اس کے لئے شکرگزار ہوں، آپ نے جس درد اور معاملہ فہمی کے ساتھ خط لکھا ہے، میں اس سے متاثر ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

یقیناً میری دلی خواہش ہے کہ جامعہ محمدیہ اور مدرسۃ الفلاح دونوں ایک منصوبہ کے تحت کام کریں، میں نے اس خواہش کا وہاں اظہار کیا تھا، اور مولانا جرجیس (پوکھریا) کو ایک مختصر خط آپ کے بعد بھیجا تھا، لیکن ان کا کوئی جواب نہ آیا، اس لئے میں نے خود کوئی اقدام مناسب نہ سمجھا، مسائل زیادہ ہیں، اس لئے جن سے چھٹکارا ملا ہو، اس کو غنیمت جانتا ہوں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ مدرسۃ البنات کے لئے آپ نے زمین وقف کی، اور اسی پر مدرسہ کا قیام ہوا، اب علاقہ کے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس پودے کی آبیاری کریں۔

میری یہ تمنا تو ضرور ہے کہ اس علاقہ میں کام کو بڑھایا جائے، اور آپ کا ادارہ بھی ترقی کرے، نیز آپ کے ذاتی مسائل بھی حل ہوں، لیکن عرض کروں کہ میں بھی مالک ومختار نہیں، لوگ مجھ سے کہتے ضرور ہیں، اور میں کوشش بھی کرتا ہوں، لیکن عام طور پر کامیابی نہیں ہوتی، باہر کا سفر بھی مجبوری سے بند کردیا ہے، اس لئے لوگوں سے براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ آپ کا مسئلہ میرے ذہن میں ہے، لیکن ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے، اور استطاعت کے مطابق کوشش کرتے رہیئے، اللہ کریم ہے۔ گھر کے لوگوں کو اور جماعت کے لوگوں کو سلام عرض ہے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مخلص

(ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری

۱۴؍اپریل ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسۃ البنات آشاڈیہہ میں معمولی تنخواہ پر ۱۹۹۰ء سے تاحین وفات جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کام کیا، اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، مدرسہ کے پاس کوئی مستقل زمین نہیں تھی، مگراس کا انتظام آپ نے کیسے فرمایا خود بیان کرتے ہیں: ''مدرسۃ البنات کی کوئی عمارت نہیں تھی، جاڑے کے موسم میں موضع جدوڈیہہ کی مسجد میں اور گرمیوں کے موسم میں ایک بڑے درخت کے سایہ میں تعلیم دیا کرتا تھا۔ جناب مولانا شفاء اللہ فیضی بار بار فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی عمارت لب سڑک ہوتی تو بہت بہتر ہوتا۔ میں نے ان کی باتوں کو سمجھا اوران کے گھر کے سامنے لب سڑک میری زمین تھی، ڈھائی کٹھہ زمین جامتاڑا کورٹ میں جاکر فی سبیل اللہ وقف کر دیا، اسی زمین پر مدرسہ کی عمارت کی تعمیر ہوئی ہے''۔

آپ بعض بستیوں کے مسائل بھی حل کیا کرتے تھے۔ جگوا ڈیہہ جامع مسجد کے سکریٹری مولانا عبداللہ محمد سلیمان مدنی تھے۔آپ کے اس دور میں جامع مسجد کی دو میٹنگوں کی صدارت آپ نے فرمائی تھی، پہلی میٹنگ ۲۴/جنوری ۱۹۹۹ء بروز اتوار منعقد ہوئی تھی، اورایک دوسری ۱۶/فروری ۲۰۰۳ء بروز اتوار۔

آج ہمیں غم ہے کہ سیکڑوں لوگوں کے قائدورہنما اور درجنوں علماء ودعاۃ کے مشرف ومربی اس دنیا سے دار بقاء کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا صحیح خلف پیدا فرمائے۔آپ کی شادی ''جیروا'' میں ظہیرا خاتون نامی نہایت دین دار عورت سے ہوئی تھی، جواس وقت باحیات ہیں، ان کے علاوہ آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے: اکمل حسین وافضل حسین، اور تین بیٹیاں: سعیدہ خاتون، علیمہ خاتون اور شمیمہ خاتون۔ نیز پوتے پوتیاں اور نواسے ونواسیاں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اللہ آپ کو جنت نصیب کرے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین!!

❁❁❁

(۲)۔ مولانا محمد ادریس شمسی/رحمہ اللہ

ارضِ جھارکھنڈ سے تعلق رکھنے والی علمی ودعوتی شخصیات ورجال میں ایک محترم نام مولانا محمد ادریس شمسی بن مولوی محمد حاتم/رحمہ اللہ کا ہے، جن کا انتقال ۳/مارچ ۲۰۱۸ء، بروز سنیچر، صبح ساڑھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چار بجے ہوگیا، اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون، مولانا ایک بے باک داعی، منجھے ہوئے مقرر، کامیاب مدرس اور فتنۂ انکار حدیث کے خلاف شمشیر بے نیام تھے۔

آپ ۲۱/جنوری ۱۹۴۴ء کو ایک تعلیم یافتہ گھروخاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد حاتم (۱۸۹۳ء-۱۹۷۳ء) ایک عالم دین تھے، ان کی کہیں سے باضابطہ تو فراغت نہیں ہوئی تھی، البتہ مولانا عبدالحی مدھوپوری سے گلستاں و بوستاں تک کی تعلیم حاصل کی تھی، اور اپنی محنت ولگن اور ذاتی مطالعہ سے اچھی صلاحیت اور علمی استعداد حاصل کرلی تھی۔ علاقے کے ایک اچھے مقرر مانے جاتے تھے۔ انہوں نے مختلف موقعوں پر کئی ایک جگہ دعوتی و تعلیمی خدمات سرانجام دی تھیں۔ ان کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ ''پھکبندی عیدگاہ'' جو ایک زمانے میں بیسیوں اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی گاؤں کی مشترکہ عیدگاہ ہوا کرتی تھی، میں اکیس سال تک عیدین کی امامت وخطابت کی عظیم ذمہ داری ادا کی تھی۔

مولانا محمد ادریس شمسی نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ، مدھوپور میں وسطانیہ سوم میں داخلہ لیا اور یہاں کے کبار اساتذہ سے پانچ سال تک دینی وعصری علوم کی تحصیل کی اور ۱۹۶۲ء میں فوقانیہ پاس کیا۔ اس کے بعد سیدھے پٹنہ کا رخ کیا اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں داخلہ لیا۔ اور اس سرکاری ادارہ میں لگ بھگ چار سال رہے اور ۱۹۶۶ء میں فراغت حاصل کی۔ اس زمانے میں شمس الہدیٰ کی تعلیم کا مستویٰ بڑا بلند تھا، تفسیر وحدیث کی تعلیم پر بہت زور دیا جاتا تھا، مولانا کے بقول ''مجھے فاضلِ حدیث کی ڈگری دی گئی''۔

مولانا کے اندر زمانہ طالب علمی ہی میں داعیانہ اوصاف پائے جانے لگے تھے۔ اس کا اندازہ ان کی بیان کردہ ایک رودادِ مناظرہ سے ہوتا ہے۔ مولانا کے بقول ''۱۹۶۵ء میں جب میں فاضل اول کا طالب علم تھا، کسی چھٹی میں گھر آیا ہوا تھا۔ ایک دن مولانا محمد یاسین عادل ریاضی میرے گھر آئے اور کہا کہ آج ''توما دہا'' (ضلع جامتاڑا) میں عیدین کی تکبیرات کے موضوع پر اہل حدیثوں اور بریلویوں کے درمیان مناظرہ ہے، جس میں آپ کو بھی شرکت کرنی ہے۔ یہ سن کر میں تیار ہوگیا اور اپنے والد محترم کے ساتھ جائے مناظرہ پہنچ گیا۔ مجلس مناظرہ توما دہا اسکول کے سامنے سجی تھی۔ لوگوں کا ایک بڑا مجمع تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک چارپائی پر بریلوی مناظر مولانا علیم الدین (چتناری) براجمان تھے، اور ایک دوسری چارپائی پر اہل حدیث عالم مولوی نیاز علی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ٹوپاٹانڑ سے مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم مخلص رحمہ اللہ دس بارہ آدمیوں کے ساتھ کتابوں کا ایک گٹھر لئے پہنچے۔ پھر دس منٹ بعد مولانا عبدالرشید شائقی (سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ وسابق شیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند) بھی تشریف لے آئے۔ مناظرہ کا آغاز ہوا اور لوگوں نے اہلحدیثوں کی طرف سے مجھے ہی گفتگو کی ابتداء کرنے کے لئے کہا، میں نے مولانا علیم الدین سے کہا کہ ہم اہل حدیث بارہ تکبیرات کے قائل ہیں، اور آپ چھ تکبیر کے، اس لئے آپ اپنے دعوہ اور قول کی دلیل پیش کریں اور ہم لوگ بارہ تکبیرات کی دلیل پیش کریں گے۔ یہ سن کر انہوں نے بریلویوں کی عام روش کے مطابق بجائے دلیل پیش کرنے کے بات کو الجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ صرف تکبیرات عیدین پر نہیں، بلکہ میں ان تمام مسئلوں پر مناظرہ کروں گا، جن میں ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، کیا آپ لوگ اس بات کے لئے تیار ہیں؟ مولانا عبدالرشید شائقی آگے بڑھے اور انہوں نے کہا، جی ہاں، ہم تمام مسئلوں میں آپ سے مباحثہ ومناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے اور دائیں بائیں جھانکنے لگے۔ ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی کہ مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی نے کہا، ''مولوی علیم الدین تم ہم اہل حدیثوں سے خاک مناظرہ کروگے؟ تمہارے جیسے مولوی ہمارے یہاں گھانس چھیلتا ہے!''۔ اس بات پر فریقین کے مابین ہاتھاپائی شروع ہوگئی، پھر میرے والد مولوی محمد حاتم رحمہ اللہ نے کہہ سن کر مجمع کو خاموش کیا۔ پھر بات آگے نہیں بڑھی اور مناظرہ ملتوی کردیا گیا''۔

مولانا محمد ادریس شمسی رحمہ اللہ نے زمانۂ طالب علمی کے داعیانہ کردار کو بحال رکھا اور مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے فراغت کرکے آتے ہی عملی زندگی کی شروعات کردی۔ سب سے پہلے مغربی بنگال کے ایک معروف قصبہ ''جمیاری بازار'' کی جامع مسجد میں امامت وخطابت سے دعوت وتعلیم کی ابتداء کی۔ یہاں چند ماہ کام کرنے کے بعد طبیعت کی عدم موزونیت کے سبب مستعفی ہوکر چلے آئے۔ اس کے بعد علاقے کے لوگوں کے اصرار اور کہنے پر اہل حدیثوں کے ہاتھوں سے قائم شدہ ادارہ ''ندوۃ الاصلاح''،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ نگر، پھکبندی سے منسلک ہوگئے اور درس وتدریس اور دعوت وتفہیم شروع کر دی۔ اسی اثناء میں انہوں نے پوبیا ٹیچرس ٹریننگ اسکول میں داخلہ کی کوشش کی اور کامیابی مل گئی۔ اس وجہ سے ندوۃ الاصلاح سے مستعفی ہوگئے اور اسکول میں جاکر داخلہ لے لیا۔ یہ ۶۸-۱۹۶۷ء کی بات ہے۔ دوسالہ ٹریننگ کورس کی تکمیل کے بعد ۱۹۷۱ء میں فائنل امتحان پاس کیا۔ اور ۱۹۷۲ء میں سرکاری ٹیچر کے پوسٹ پر نالا بلاک (ضلع جامتاڑا) کے گاؤں ''کاستہ'' میں بحالی ہوگئی۔ یہ حنفی گاؤں تھا اور تیس گھر کی آبادی تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی پھونس کی مسجد تھی، جس میں ایک حنفی مولوی امام تھے۔ مولانا جب یہاں رہنے لگے تو آہستہ آہستہ دعوت وتبلیغ کی شروعات کر دی۔ ایک دن جمعہ کا خطبہ دینے کا موقع ملا۔ مولانا پرجوش اور شعلہ بیاں خطیب تھے، اپنے خطبہ اور بیان سے لوگوں کے دل جیت لیا۔ لوگوں نے موجود امام کو تنخواہ دینے سے چھٹکارا پانے کی سوچ لی اور صرف تین وقت کھانا کھلانے پر آپ کو مسجد کا امام وخطیب مقرر کر لیا۔ اس زمانے میں علاقے میں مسلک ومشرب کی بہت زیادہ فیلنگ نہیں تھی۔ لوگ آپ جیسے غیور اہل حدیث عالم کے پیچھے نماز وجمعہ پڑھنے لگے۔ کانوں کان علاقے کے ایک حنفی عالم مولانا محمد طالب علی قاسمی کو خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک خط گاؤں والوں کو لکھ کر یہ کہہ کر ان کے خلاف ورغلانے کی کوشش کی کہ آپ لوگ ایک وہابی عالم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے ہیں، اس لئے آپ لوگوں کی نماز نہیں ہوتی۔ مولانا محمد ادریس نے گاؤں والوں کو بڑی حکمت ودانائی سے سمجھایا اور کہا کہ جس نے یہ بات کہی ہے، اسے بلا کر لائیے، میں ان سے مناظرہ اور بحث کروں گا۔ اگر میں ہار جاؤں گا تو امامت وخطابت چھوڑ دوں گا۔ گاؤں کے لوگوں نے مولوی طالب علی کو جاکر کہا تو وہ کسی بھی طور پر مباحثہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور اس طرح مولانا مسلک اہل حدیث کی حقانیت کو ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس گاؤں کے اکثر وبیشتر لوگ فوراً اہل حدیث ہوگئے، اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ آپ یہاں آٹھ سال رہے، اور ہمیشہ بحیثیت امام وخطیب وداعی کام کرتے رہے۔ دوبار سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اجلاس عام کرایا۔ پھونس کی مسجد کی جگہ گاؤں گاؤں گھوم گھوم کر چندہ کر کے پختہ مسجد اہل حدیث تعمیر کرائی، جو مولانا کے لئے اب صدقہ جاریہ بن گئی۔ ایک بڑا کام انہوں نے یہاں یہ بھی کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑکوں کو اہل حدیث مدارس و جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجنے پر گاؤں کے لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ محمد صابر نامی ایک طالب علم کا پہلے پہل مدرسہ فیض عام، چھاتا پتھر، دیوگھر میں داخلہ کرایا اور یہاں کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو میں داخلہ کرایا، جہاں سے فراغت حاصل کر کے وہ دعوت و تعلیم کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔

مولانا کا ۱۹۸۰ء میں یہاں سے تبادلہ ہو گیا اور ضلع دیوگھر کی مشہور اہل حدیث بستی ''برآباد'' چلے آئے، اور یہاں کے پرائمری اسکول میں پڑھانے لگے اور مسلسل چوبیس سال یہاں فریضۂ تدریس ادا کر کے یہیں سے ۲۰۰۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ جب آپ برآباد آئے تو یہاں کے لوگوں نے آپ کو عیدگاہ کا امام و خطیب مقرر کر لیا اور تاوفات امام و خطیب رہے۔ اس طرح برآباد کی عیدگاہ کی امامت و خطابت کی مدت سینتیس (۳۷) سالوں کو محیط ہے۔

برآباد سے پہلے آپ نے علاقے کی مشہور و معروف پھکبندی عیدگاہ میں بارہ سال تک امامت و خطابت فرمائی تھی۔ یہ عیدگاہ جیسا کہ گزرا بیسیوں اہل حدیث، بریلوی اور دیوبندی گاؤں کی مشترکہ عیدگاہ تھی۔ آپ کے والد مولوی حاتم اس کے امام و خطیب ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تو امامت و خطابت کے لائق نہیں رہ گئے۔ عیدالفطر کا موقع تھا، مکھیا عبداللطیف (بیہراپہری) اور مکھیا محمد یوسف (کیندواٹانڑ) نے انہیں عیدالفطر کی امامت کے لئے آگے بڑھایا اور عیدگاہ ہی میں یہ اعلان کر دیا کہ آج سے اس عیدگاہ کا امام و خطیب مولوی محمد حاتم کے فرزند ارجمند مولانا محمد ادریس شمسی ہوں گے۔ آپ نے اس کے بعد امامت و خطابت کا سلسلہ جاری رکھا، یہاں تک کہ ۱۹۸۰ء میں مستعفی ہو گئے۔ اس کی وجہ آپ کے الفاظ میں یہ تھی کہ ''جب مولانا نعیم الحق مظاہری فارغ ہو کر آئے تو انہوں نے بارہ اور چھ تکبیرات عیدین کا اختلافی مسئلہ کھڑا کر دیا، اور لوگوں کو میرے خلاف یہ کہہ کر ابھارنے لگے کہ عیدگاہ میں حنفیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے فقہ حنفی اور مسلک حنفی کے مطابق عیدین کی نماز میں صرف چھ تکبیریں ہونی چاہئے۔ جب یہ معاملہ طول پکڑا تو مولوی محمد اصغر رحمہ اللہ کی قیادت میں بحث و مناقشہ کی ایک مجلس پھکبندی مسجد کے سامنے منعقد ہوئی، جس میں اہل حدیث کی طرف سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد خالد فیضی، مولانا مسعود عالم فیضی، مولانا عبدالستار سلفی اور ناچیز نے شرکت کی اور احناف کی طرف سے مولانا نعیم الحق مظاہری، مولوی عبدالمعبود، مولوی محمد داؤد وغیرہم حاضر مجلس ہوئے۔ طرفین نے اپنے اپنے موقف کی حقانیت میں دلیلیں پیش کیں۔ مناقشہ میں احناف کی دلیلیں کمزور پڑ گئیں، تو مولانا نعیم الحق مظاہری کھڑے ہوئے اور یہ اعتراف کیا کہ واقعی ہماری دلیلوں کی اہل حدیثوں کی دلیلوں کے بالمقابل کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مگر چوں کہ عیدگاہ میں ہماری کثرت ہوتی ہے، اس لئے عیدین کی نمازیں چھ تکبیرات ہی کے ساتھ ہوں گی، مولانا محمد ادریس شمسی کو منظور ہے تو ہم لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ میں نے کھڑا ہو کر کہا کہ صحیح احادیث کے خلاف میں ہرگز عمل نہیں کروں گا، چاہے میں امام نہ رہوں، اور میں نے وہیں استعفیٰ دے دیا"۔

آپ کی عملی زندگی کا سب سے روشن وتابناک پہلو فتنہ انکارِ حدیث وتخفیفِ حدیث کے خلاف مردِ مجاہد بن کر اس کا مقابلہ کرنا، حدیث کا دفاع کرنا اور لوگوں کو اس فتنہ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ معلوم یہ فتنہ کس حد تک پھیل چکا ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ عبدالحمید نامی ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر کانکی نارا، کولکاتہ سے آزادئ ہند سے چند سال قبل مدھوپور آیا اور یہیں مقیم ہو گیا، یہ شخص منکر حدیث تھا۔ آزادئ ہند کے بعد اس کی پریکٹس کمزور ہوگئی تو وہ علاج سے زیادہ انکار حدیث کے فتنہ کی اشاعت وتبلیغ میں وقت دینے لگا، آہستہ آہستہ یہ فتنہ زور پکڑتا گیا اور مدھوپور سے نکل کر کئی بستیوں تک پہنچ گیا، جن میں سے ایک مولانا ادریس شمسی کی بستی "کروا" بھی ہے۔ "کرو" کو اگر مدھوپور شہر کے بعد فتنہ انکار حدیث کا دوسرا مرکز مان لیا جائے تو کوئی کلام نہیں ہوگا۔ یہ فتنہ اس گاؤں میں اول اول ۱۹۶۹ء میں پہنچا۔ اس کے مبلغ اول ڈاکٹر عبدالحمید اور اس کے چیلے جیسے مولانا محمد ہارون استاذ مدرسہ اسلامیہ، مدھوپور تھے۔ یہ دونوں باری باری اس گاؤں میں آتے تھے اور اس فتنہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ گاؤں کے کچھ لوگ ڈاکٹر عبدالحمید کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور انکار حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ چوں کہ یہ لوگ گاؤں کے اثر ورسوخ رکھنے والے حضرات تھے، اس لئے دوسرے لوگ بھی ان سے متاثر ہوتے گئے، اور ایک دن ایسا آیا کہ گاؤں کے اسی (۸۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فی صد لوگ منکر حدیث ہو گئے اور اپنے آپ کو ''اہل قرآن'' کہنے لگے۔ بقول مولانا وحافظ قطب الرحمٰن فیضی: ''سوائے ایک گھر کے پورا گاؤں منکر ہو گیا تھا، اور فتنہ انکار سے محفوظ وہ گھر مولانا محمد ادریس شمسی کا تھا'' ۔اگر مولانا نہ ہوتے تو آپ کا گھر بھی منکر ہو جاتا، اور اس طرح آپ کا گاؤں منکرین کا بہت بڑا مرکز ہو جاتا، مگر آپ اس فتنہ کے آگے سد سکندری بن کر کھڑے ہو گئے، اور بڑی محنت و کاوش سے اس کا ازالہ وتردید کرتے رہے۔ مولانا کا بیان ہے کہ ''۱۹۷۴ء کی بات ہے عیدالاضحیٰ کے موقع سے میں چھٹی پر گھر آیا تھا۔ اس سال عیدالاضحیٰ اور جمعہ ایک ہی دن پڑا تھا۔ ہمارے گاؤں کے بعض سرغنہ قسم کے منکرین حدیث جیسے ڈاکٹر محمد اقبال، مصطفیٰ کمال اور ڈاکٹر جنال وغیرہم نے ایک سازش یہ رچی تھی کہ عیدالاضحیٰ کے خطبہ سے قبل ڈاکٹر جنال ایک تقریر کرے گا اور اس میں حدیث کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرے گا اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے گا کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کریم ہی کافی ہے۔ طے شدہ امر کے مطابق ڈاکٹر محمد اقبال اور مصطفیٰ کمال نے ڈاکٹر جنال کے لئے تقریر کرنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اس کو اس کی اجازت یہ کہہ کر نہیں دی کہ یہ حدیث وسنت کے خلاف ہے۔ اس پر وہ لوگ ناراض ہوئے اور دوسرا مکر یہ کیا کہ تب آج مولانا محمد ادریس کو خطبۂ جمعہ نہیں دینے دیں گے، بلکہ مولوی عبدالحمید (منکر) خطبہ دے گا۔ مسجد کے موذن نے لگ بھگ گیارہ بجے دن مجھے اس کی اطلاع دی اور مجھے جمعہ پڑھانے کے لئے جانے سے اس نے منع کیا۔ میں نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا اور جمعہ پڑھانے چلا گیا۔ دیکھا کہ پہلی صف میں منکرین کے سرغنہ قسم کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی مولوی عبدالحمید کے بغل میں بیٹھ گیا۔ جب جمعہ کا وقت ہوا تو منکرین نے اسے ممبر پر چڑھنے کا اشارہ کیا، میں نے اسے یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ آپ نے کبھی خطبہ دیا ہے تو آج دیجئے، وہ اٹھنے والا ہی تھا، میری یہ بات سن کر بیٹھ گیا۔ اتنا ہی میں مصطفیٰ کمال اور ڈاکٹر محمد اقبال آئے اور مولوی عبدالحمید کو پکڑ کر ممبر پر بیٹھا دیا۔ جب وہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو میں بھی اس کے بغل میں کھڑا ہو گیا۔ وہ خطبہ پڑھنے لگا اور میں بھی پڑھنے لگا۔ اب کیا تھا، دونوں طرف سے ہاتھا پائی شروع ہو گئی۔ آدھا گھنٹہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ میں اپنے حامیوں کے ساتھ مسجد سے نکل گیا، ان لوگوں نے پیچھے سے ہم لوگوں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پتھراؤ کیا۔ میں نے گھر پہنچتے ہی سائیکل نکالی اور سیدھے نرائن پور پولیس اسٹیشن چلا گیا، اور بڑا بابو کو حقیقت حال اور واقعہ سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ مغرب سے قبل ہمارے گاؤں نہ پہنچیں گے تو لڑائی و جھگڑا اور خون خرابہ ہونے کا شدید امکان ہے۔ داروغہ فوراً چلنے کے لئے تیار ہوا، سائیکل تھانے ہی میں رکھوادی اور اپنی جیپ میں بیٹھالیا۔ ۵/ بجے شام کے قریب داروغہ کی گاڑی جب ہمارے گاؤں میں پہنچی تو سارے لوگ بھاگ گئے۔ ایک عبدالعزیز نامی شخص، جو سرپنچ تھا، پایا گیا۔ اس سے داروغہ نے جھگڑے کی وجہ معلوم کی تو اس نے بتایا کہ جمعہ کے خطبہ کا جھگڑا نہیں ہے، بلکہ قرآن اور حدیث کا جھگڑا ہے۔ ہم لوگ صرف قرآن کو مانتے ہیں، اور یہ مولانا محمد ادریس اس کے ساتھ حدیث کو بھی ماننے کے لئے کہتے ہیں۔ اس پر داروغہ نے دونوں گروپ کے لوگوں کو تھانے میں مدعو کیا۔ میں نے اپنے ساتھ گھر کے چند افراد اور مولوی محمد ریاست، مولوی عبدالمعبود اور مولانا نعیم الحق مظاہری کو لیا اور پوکھریا کے مولانا محمد جرجیس سلفی سے بھی تھانہ آنے کی درخواست کی۔ انہوں نے اپنے گاؤں میں اعلان کردیا کہ آپ لوگوں کو تھانہ چلنا ہے۔ لگ بھگ ایک سو آدمی پوکھریا سے بھی آگئے۔ وقت مقررہ پر داروغہ نے گفتگو کے لئے دونوں فریق سے دو دو آدمیوں کو مدعو کیا۔ منکرین کی طرف سے مولوی امین الرحمٰن مدھوپوری اور ڈاکٹر جنال آگے بڑھے اور ہماری طرف سے ایک میں خود اور دوسرے مولانا محمد جرجیس سلفی نے حصہ لیا۔ سب سے پہلے منکرین نے اپنی بات رکھی اور کہا کہ ہمارا دعوہ ہے کہ قرآن کافی ہے، حدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود قرآن کہتا ہے: ”**فبأی حدیث بعده یؤمنون**“ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں کی حقانیت کو بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ ہم کیوں کریں؟ ہم لوگوں نے اپنی طرف سے بات رکھتے ہوئے کہا کہ حضور! ان سے پوچھا جائے کہ رات دن میں یہ لوگ کتنے وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور کتنی رکعتیں؟۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ نماز تو پانچ وقت کی پڑھتے ہیں، مگر رکعات کی تعداد نہیں معلوم! میں نے کہا کہ سترہ رکعتیں پڑھتے ہو۔ اب بتاؤ کہ قرآن میں کہاں سترہ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے؟ یہ سن کر منکرین کے خیمے میں سناٹا چھا گیا۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے کہا کہ حضور! عدالت اور کورٹ میں ڈھیر سارے مسلم وکلا اور جج

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صاحبان ہیں، فیصلہ کے لئے انہیں دے دیجئے اگر وہ لوگ یہ فیصلہ سنادیں گے کہ صرف قرآن کو ماننا ہے، حدیث کو نہیں۔ تو میں مجرم ہوں گا، اور اگر دونوں ماننے کی بات کہیں گے تو یہ لوگ مجرم ہوں گے۔ یہ سن کر داروغہ نے یہ مقدمہ کورٹ کے حوالے کردیا۔

ادھر منکرین کو یہ معلوم ہوگیا کہ کورٹ میں فیصلہ منکرین کے خلاف جائے گا۔ اس لئے ان لوگوں نے صلح کرکے مقدمہ واپس لے لینے کی سوچی۔ دوسرے دن سارے منکرین مسجد میں جمع ہوئے اور مجھے بھی طلب کیا اور مجمع عام میں یہ کہا کہ آج سے مسجد کے آپ ہی امام وخطیب ہوں گے۔ اس لئے ایک صلح نامہ لکھ کر کورٹ سے مقدمہ کو واپس لے لیا جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اس طرح مجھے گاؤں کی مسجد کو منکرین کے قبضے سے محفوظ رکھنے میں بہت بڑی کامیابی ملی''۔

شیطان جب انسان کو بہکانے میں ایک راہ سے ناکام ہوتا ہے تو دوسرا راستہ اپناتا ہے۔ یہی کام مولانا کے گاؤں کے منکرین نے کیا۔ اب دوسرا فتنہ یہ کھڑا کردیا گیا کہ نمازیں، پانچ وقت کی نہیں ہیں، بلکہ صرف تین وقت کی نمازیں ہیں، اور دلیل بدایوں، یوپی سے منکرین کے نکلنے والے ایک مجلّہ ''بلاغ القرآن''، جو ڈاکٹر جنال اور بدرالدین نامی شخص کے یہاں آتا تھا، سے دینا شروع کیا کہ قرآن نے صرف تین وقت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے ''**أقم الصلاة لدلوك الشمس إلى غسق الليل وقرآن الفجر**'' اوراس طرح منکرین نے صرف تین اوقات کی نمازیں پڑھنا شروع کردیں۔ مولانا محمد ادریس شمسی نے اپنے خطبوں اور عام وقتوں میں اس کا بھی جواب دیا، اور جب یہ لوگ کمزور پڑنے لگے تو بدایوں سے مجلّہ کے ایڈیٹر کو خط لکھ کر بلایا، بدایوں سے چار آدمی آئے۔ مناظرہ کا اعلان ہوا۔ مجلس مناظرہ مسجد میں رکھی گئی۔ مولانا نے علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند میں اس کی اطلاع بھیجوائی، مگر وہاں سے کوئی نہیں پہنچا تو خود ہی اللہ کا نام لے کر مناظرہ کی مجلس میں بیٹھ گئے۔ مولانا کہتے ہیں کہ ''لوگوں سے مسجد کا صحن بھرا ہوا تھا۔ بدایوں سے آئے منکرین نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ قرآن کو مکمل مانتے ہیں یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اجمالی اعتبار سے قرآن مکمل ہے، تفصیلی حیثیت سے مکمل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے اجمال کی تفسیر وتشریح حدیث رسول ﷺ ہے۔ اگر آپ لوگ تفصیلی اعتبار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بھی قرآن کریم کو مکمل مانتے ہیں، تو میرے تین سوالوں کے جواب دیں، اول یہ کہ قرآن کریم میں آیا ہے: "**یأیها الذین آمنوا إذا نودی الصلاة من یوم الجمعة فاسعوا إلی ذکر الله...**" یہاں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارنے کا ذکر ہے۔تو بتائیں قرآن سے کن الفاظ سے پکارا جائے، جمعہ کا وقت کیا ہوگا، اور جمعہ کی نماز کتنی رکعت اور کیسے پڑھی جائے گی؟، دوسرا سوال یہ کہ قرآن کریم میں آیا ہے" **والفجر ولیال عشر والشفع والوتر**" یہاں رب کریم نے فجر، دس راتوں اور شفع ووتر کا تذکرہ کیا ہے۔سوال آپ لوگوں سے یہ ہے کہ بغیر حدیث سے مدد لئے صرف قرآن سے بتلائیں کہ دس راتوں سے مراد کون سی دس راتیں ہیں اور شفع ووتر کیا ہے؟۔اور تیسرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"**إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السماوات والأرض ومنها اربعة حرم**" ۔یہاں اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ان میں سے چار حرمت کے مہینے ہیں، تو آپ لوگ صرف قرآن سے بتلائیں کہ ان بارہ مہینوں کے نام کیا ہیں، اور حرمت کے چار مہینے کون کون سے ہیں؟۔میرے ان سوالوں میں سے کسی ایک کا بھی ان لوگوں سے جواب نہ بن پایا"

ابھی گفتگو جاری تھی کہ مولانا حفاظت اللہ سلفی اور ڈاکٹر نصیر الدین عمری حاضر مجلس ہوئے۔ان حضرات نے بھی بحث میں حصہ لیا اور مولانا حفاظت اللہ سلفی نے منکر مناظرین سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ عربی زبان میں گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟، ان لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔اس پر مولانا نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ لوگ عربی جانتے نہیں، اور قرآن کریم فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے، تو ان کا قرآن فہمی کا دعوہ نہایت غلط ہے، اور یہ لوگ شیطان ہیں، اور شیطان کی اتباع سے اللہ نے قرآن ہی میں منع فرمایا ہے:"**ولاتتبعوا خطوات الشیطان إنه لکم عدو مبین**" ۔یہ لوگ آپ لوگوں کے کھلے ہوئے دشمن ہیں، اور جہنم پہنچانے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔اس لئے ان لوگوں کی بات ماننے سے بچیں۔مولانا کے خطاب کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور بہت سے لوگوں نے پھر پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے فتنہ انکار کی مکمل سرکوبی کے لئے بڑے بڑوں کو اپنے گاؤں میں مدعو کیا اور جلسے کر کے ان سے حدیث کی عظمت ومقام اور تشریعی احکام میں اس کی حیثیت جیسے اہم موضوع پر تقریریں کرائیں اور انکار کے انجام سے باخبر کرایا۔ ابھی اوپر مذکور مناظرہ ہوئے چند ایام ہی گزرے تھے کہ مشہورِ زمانہ داعی ومناظر، مقرر ومبلغ حضرت علامہ عبیداللہ رحمانی کشمیری اور مولانا عبدالمنان اثری شنکرنگری، مولانا محمدادریس سمشی کے گاؤں ''کروا'' تشریف لائے۔ مولانا نے فوراً ایک جلسہ کا اعلان کیا۔ مسجد کے سامنے دونوں حضرات کی تقریریں ہوئیں۔ مولانا محمدادریس ان دونوں کی تقریروں کی حلاوت وشیرینی یوں بیان کرتے ہیں کہ ''ان حضرات کی منکرین حدیث کے خلاف، حجیت حدیث کے اثبات اور اس کے تشریعی مقام وحیثیت پر ایسی مدلل تقریریں ہوئیں کہ میں نے پوری زندگی ایسی تقریریں کبھی سنی ہی نہیں۔ حاضرین پر بڑا اثر ہوا اور منکرین میں بڑی تبدیلیاں آئیں''۔

اس کے علاوہ انہوں نے ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۸ء کے درمیانی سالوں میں مزید تین اصلاحی جلسے کرائے اور ان میں بحیثیت مقرر مفسر قرآن علامہ عبدالقیوم رحمانی، مولانا محمد شعبان چترویدی، مولانا عبدالمنان اثری شنکرنگری، اور مولانا عبدالکبیر چترویدی مدھوپوری وغیرہم کو مدعو کیا، جنہوں نے منکرین حدیث کے رد وحجیت حدیث کے اثبات پر تقریریں کیں۔

آپ نے انکارِ حدیث کے رد وابطال میں ۱۹۸۶ء میں ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا جس کی سرخی تھی ''ایمان کے لٹیروں سے ہوشیار رہیں!'' اس اشتہار کی لوگوں نے بڑی پذیرائی کی تھی، بالخصوص مولانا بشیراللہ اعظمی (سابق امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث، آسنسول) نے اپنے ان الفاظ میں حوصلہ افزائی کی تھی کہ ''یہ اشتہار منکرینِ حدیث کے خلاف کامیابی کا ایک اہم ذریعہ ہے''۔

مولانا جب عہدِ شباب پر تھے تو گاؤں میں چار قسم کے عقائد کے لوگ (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور منکرین حدیث) بود وباش رکھتے تھے۔ مولانا کی بے تحاشا محنتوں اور دعوتی کاوشوں کے بعد اس وقت اللہ کے فضل وکرم سے پورا گاؤں اہل حدیث ہے۔

مولانا نے گرچہ بحیثیت سرکاری ماسٹر سروس کی تھی، مگر آپ نے پوری زندگی ایک عالم دین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داعی اِلی اللہ کی حیثیت سے گزاری۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۲۰۰۴ء میں آپ ریٹائر ہوئے تو پنشن پر گزارا کرکے گھر بیٹھے بقیہ زندگی گزار سکتے تھے، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مغربی بنگال کے شہر ''آسنسول'' چلے گئے اور وہاں کی جامع مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ یہاں آپ نے چار سال گزارا۔ اس اثناء میں آسنسول اور اس کے مضافات میں خوب دعوت وتبلیغ کا کام کیا۔ مروجہ حلالہ کے خلاف فتوے جاری کیے اور لوگوں کو کتاب وسنت کی راہ پر لگایا۔ جب آپ وہاں چار سال گزار کر گھر واپس آگئے تو برآباد والوں نے آپ کو اپنے یہاں کی جامع مسجد اہل حدیث میں امام وخطیب مقرر کرلیا۔ جہاں سے آپ وفات تک منسلک رہے۔

آپ علاقے میں قائم تمام دینی وعلمی مدارس وجامعات سے قلبی لگاؤ اور بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے، بالخصوص ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو قائم ہونے والے علاقے کے مرکزی ادارہ ''جامعہ محمدیہ''، ڈابھاکیند سے، جس کے قیام واستحکام میں آپ نے پورے اخلاص وللّٰہیت سے ساتھ دیا تھا۔ اولاً جب جامعہ محمدیہ کے قیام کی تحریک لے کر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالرشید شائق گاؤں گاؤں میں میٹنگیں کررہے تھے اور مقصد کی تکمیل کے لئے لوگوں کی آراء اکٹھا اور راستہ ہموار کررہے تھے، تو جن علماء اور شخصیات نے ان کا بھرپور ساتھ دیا تھا اور قیام جامعہ کی تحریک کو کامیاب بنایا تھا، ان میں ایک معتبر نام آپ کا بھی ہے۔ حافظ قطب الرحمٰن فیضی کے بقول: ''ہم نے بعد میں آڈیو کیسیٹ میں مولانا کا وہ بیان سنا ہے، جو انہوں نے جامعہ کی بنیاد کے دن دیا تھا، اور جس میں وہ لوگوں سے ان الفاظ میں تعاون کی درخواست کررہے تھے کہ چار آنہ، آٹھ آنہ، ایک روپیہ، دو روپیہ سے جامعہ کا تعاون کیجئے!، اللہ تعالیٰ اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا''۔ ثانیاً جب اللہ جل شانہ کی توفیق سے جامعہ قائم ہوکر رواں دواں ہوگیا تو اس کی نشستوں میں شرکت کرتے، اور ذمہ داران جامعہ، اساتذہ اور ناظم اعلیٰ کے ساتھ اپنے تجربات اور آراء شیئر کرتے تھے۔ ترقیات کو دیکھ کر دلی مسرت کا اظہار کرتے، چندے دیتے اور اساتذہ وناظم صاحب کی تحسین فرماتے تھے۔ آپ سے جامعہ اور جامعہ کے اساتذہ وناظم صاحب کا کوئی اختلاف رہا اور نہ آپ کو ادارہ اور اس کے کسی فرد سے کوئی گلہ وشکوہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ایک منجھے ہوئے شعلہ بیان خطیب تھے۔قدرت کی طرف سے بلا کی آواز ملی تھی۔ کانسے کی طرح آواز نکلتی تھی۔ علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں میں آپ شرکت کرتے تھےاور بڑی پُر اثر تقریر کیا کرتے تھے۔آپ کے ساتھ کئی جلسوں میں حاضری کی سعادت مجھے حاصل ہوچکی ہے۔ ہمارے گاؤں (ہرلا) میں ۱۹۸۵ء میں ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا تھا،جس کی صدارت مصلح علاقہ داعی کبیر مولانا محمد زکریا فیضی نے فرمائی تھی،اور جس میں مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی،مولانا عبدالرشید خانجہانپوری،مولانا سید عبدالاول،مولانا عبدالرب گونڈوی،مولانا ذکراللہ ذاکرندوی وغیرہم نے شرکت کی تھی۔ اس میں مولانا محمد ادریس سمشی کا بھی نام تھا۔ ہم لوگ بہت چھوٹے تھے، پھر بھی اشتہار میں موجود تمام ناموں کو منہ زبانی یاد کرلیا تھا۔یہیں سے یعنی بچپن ہی سے آپ کے نام سے شناسائی حاصل ہوگئی تھی۔ پھر دوبارہ گاؤں کے چھوٹے جلسوں اورایک بار جمعہ میں آپ کو بچپن ہی میں سننے کا موقع ملا تھا۔آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔دورانِ خطاب علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم جیسی عبقری شخصیات کے حوالے دیا کرتے تھے۔

وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل ہماری عدم موجودگی میں میرے گھر آئے ہوئے تھے۔شاید مجھے کچھ کہنا چاہتے تھے،مگر میرے گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔۱۵رفروری ۲۰۱۸ء،اتوار کو مدرسہ فاطمہ للبنات پھکبندی میں سالانہ جلسہ تھا،جس میں میری بحیثیت ناظم جلسہ حاضری ہوئی تھی،اس میں مولانا کے صاحبزادے مولانا عبدالحسیب عالیاوی بھی آئے تھے،جب یہ گھر گئے تو مولانا نے جلسہ میں آنے والوں کی تفصیل پوچھی،اور جب یہ معلوم ہوا کہ میں بھی تھا،تو آپ کو بہت افسوس ہوا کہ وہ حاضر جلسہ نہیں ہوئے،ورنہ ملاقات ہوجاتی۔

آپ کی وفات سے ایک سال پہلے آپ کے گاؤں میں ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا تھا، جس کی صدارت کی ذمہ داری آپ کے سر اور نظامت کا فریضہ میرے سپرد تھا۔دونوں کے تال میل سے پروگرام اتنا کامیاب ہوا کہ اس کی حلاوت وشیرینی لوگ آج بھی محسوس کرتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ کی صدارت میں مجھے ایک بار برآباد میں خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔اس میں دو شخص،ایک میں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرا مدعو تھے، جو پورے خاندان کے ساتھ شریک ہوگئے تھے، اور فہرست میں میرا نام سب سے اخیر میں رکھوا دیا تھا۔ میں نے فہرست دیکھی تو اپنا نام یہ کہہ کر سکنڈ لاسٹ میں کرایا کہ حضرت کے پورے خاندان کو میں جھیلوں اور جب میری باری آئے تو وہ لوگ کوچ کر جائیں، ایسا نہ ہوگا، بلکہ میری تقریر بھی ان حضرات کو سننی پڑے گی۔ بہر حال جب میرا وقت قریب آیا تو مدعو ثانی میرے پاس آئے اور یہ گویا ہوئے کہ تقریریں لگ بھگ ہو چکی ہیں، اس لئے آپ مختصر ہی کریں!، ہمارے ممدوح مولانا محمد ادریس سمشی قریب ہی بیٹھے تھے، انہوں نے ان سے کہا، کیا کہہ رہے ہیں؟ مولوی اشفاق ایک گھنٹہ تقریر کرے گا، اگر آپ کو لگتا ہے کہ تقریریں لگ بھگ ہوگئی ہیں، تو آپ دو چار ہی منٹ بولئے گا۔ پھر میری باری آئی، میں نے ایک گھنٹہ تقریر کی، جس کو انہوں نے کافی سراہا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

چند سالوں پہلے جامعہ اسلامیہ یوسفیہ، منکڈ یہا کے زیر اہتمام ایک مناظرہ اہل حدیث اور احناف کے بیچ ہونا طے پایا تھا، جس کو حالات کی سنگینی کے پیش نظر منعقد کرنے کی اجازت تھانے سے نہیں ملی اور مناظرہ ٹل گیا، مگر جس تاریخ کو مناظرہ ہونا تھا، اسی تاریخ کو جامعہ کے وسیع وعریض کیمپس میں ایک شاندار اور تاریخی اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں بحیثیت مہمان مولانا وقاری محمد شوکت رام پوری (جو مناظر کی حیثیت سے آئے تھے) نے شرکت کی تھی، اس میں میں نے منہج اہل حدیث کے موضوع پر ایک خطاب کیا تھا، جس کو شاید بڑی مقبولیت ملی تھی، میرے خطاب کے بعد ہمارے ممدوح مولانا محمد ادریس سمشی کو خطاب کرنا تھا، آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد کہا کہ ہمارے عزیز مولوی اشفاق نے جو تقریر کی ہے، اس کے بعد مزید کسی دوسری تقریر کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ پھر آپ نے خطاب کیا۔ آپ کے حوصلہ افزا کلمات سے مجھے بڑی قوت ملی تھی۔

آپ نے ۲۰۰۵ء میں بلادِ حرمین کی زیارت اور خانہ کعبہ کا حج کیا تھا۔ آپ نے اپنے بچے اور بچیوں کو پڑھانے میں بڑی محنت کی۔ آپ کا منجھلا لڑکا (مولانا عبدالحسیب عالیاوی) عالم دین ہیں اور دعوت وتعلیم سے وابستہ ہیں۔

آپ کوئی بیمار نہیں تھے، بلکہ جمعہ کا خطبہ دینے کی غرض سے جمعہ پڑھنے گئے تھے، مگر ایک مہمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عالم کے آنے کی وجہ سے ان کو موقع دے دیا۔ رات عشاء کی نماز پڑھ کر آرام سے لیٹے تھے، دیر رات بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی اور صبح ساڑھے چار بجے انتقال کر گئے۔ نماز جنازہ اور تدفین چار بجے شام عمل میں آئی۔ نماز جنازہ آپ کے صاحب زادہ مولانا عبدالحسیب عالیاوی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں علاقے کے علماء، طلبہ اور رشتہ دار کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

آپ کی اہلیہ (محترمہ گل جہاں) کا انتقال ۲۰۰۸ء میں ہو گیا تھا۔ فی الحال آپ کے پسماندگان میں تین لڑکے (عبدالحفیظ، مولانا عبدالحسیب عالیاوی، عبدالواحد)، پانچ لڑکیاں (رابعہ خاتون، صالحہ خاتون، حسینہ خاتون، سائرہ خاتون، نجمہ خاتون) اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بشری لغزشیں معاف فرمائے، خدمات اور عبادتوں کو قبول کرے، پسماندگان کو صبر دے اور آپ کو جنت بریں میں داخل فرمائے، آمین!

❁❁❁

(۳)۔ تلمیذِ شیخ الکل مولانا محمد اسحاق گڈاوی رحمہ اللہ

مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ گڈا کے معروف اہل حدیث گاؤں ''نیماں'' کے رہنے والے تھے. آپ ایک جید عالم اور کامیاب داعی تھے. جب میاں صاحب کے یہاں سے کسبِ فیض کر کے علاقہ واپس آئے تو اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دی. مولانا عبدالعزیز حقانی (شیخ الحدیث جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ) کے بقول ''ہمارے اس علاقے میں مفتی عبدالکریم .... مولانا زین العابدین اور مولانا اسحاق ... وغیرہم نے خود تعلیم و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کے کام کئے اور وقتاً فوقتاً جماعتِ اہلحدیث کے چوٹی کے علمائے کرام کو مدعو کیا اور عام اجتماع میں اہلحدیث کا تعارف کرایا. امتدادِ زمانہ کی وجہ سے سبھوں کے اسماء ضبط کرنا دشوار ہے، البتہ امام المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی وغیرہم اس علاقے میں تشریف لا چکے ہیں'' [ماہنامہ محدث، بنارس، مارچ ۱۹۹۳ء، ص:۲۶]

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴)۔ مولانا اسد اللہ اثری رحمہ اللہ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج تمہاری،کل ہماری باری ہے

موت کے وقت کا حقیقی علم اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی کو نہیں۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے،جس پر ہم مسلمانوں کا ایمان ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم بعض موتوں پر اظہار افسوس تو ضرور کرتے ہیں،مگر یہ مان کر صبر کر جاتے ہیں،دل کو تسلی دے جاتے ہیں اور پھر سب بھول کر اپنے کام دھام میں لگ جاتے ہیں کہ حیات مستعار مرنے والے کی بس اتنے ہی دنوں کے لئے تھی،اور جب وقت پورا ہو گیا تو رب کریم وقسام اجل کا بلاوا آ گیا۔

اس پس منظر کی برادرم مولانا اسد اللہ اثری کی رحلت رہی،جن کا انتقال پر ملال ۹ر نومبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات، بوقت ۱۱ر بجے رات ہوا۔ٹھیک اسی تاریخ ورات میں ایک دوسرے نوجوان عالم ماموں مولانا وسیم انور سلفی کا بھی انتقال ہوا۔سوشل میڈیا کے اس دور میں دونوں کے انتقال کی خبر ساتھ ساتھ بجلی کی طرح پھیل گئی۔جو جہاں تھے،وہیں سے دونوں کے جنازے اور تدفین میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے۔مولانا اسد اللہ اثری کے جنازہ اور تدفین کے لئے جمعہ،۱۰ر نومبر ۲۰۱۷ء ساڑھے تین بجے شام کا وقت رکھا گیا تھا۔وقت ہوتے ہوتے تین بستیاں (جام جوری،سوجنا اور بدھی ڈیہہ) لوگوں کی بھیڑ سے بھر گئیں،اہل علم،اساتذہ،طلبائے علم اور عوام کی ایک بڑی تعداد نے جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔نماز جنازہ مولانا مرحوم کی وصیت کے مطابق مولانا محمد انور مدنی نے پڑھائی اور پرنم آنکھوں سے انہیں سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا اسد اللہ اثری کی پیدائش ضلع گریڈیہہ کی معروف اہل حدیث بستی ''جام جوری'' میں ۱۹۸۰ء کے پس وپیش میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ دارالعلوم میں حاصل کی اور پھر علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ،ڈابھا کیند میں داخلہ لیا،اور یہاں کے اساتذہ جیسے مولانا شفاء اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیضی ''ناظم صاحب''، مولانا عبدالستار اثری، مولانا محمد جرجیس سلفی، مولانا عبداللہ مدنی، مولانا عبدالعلیم مدنی، مولانا وقاری محمد یونس اثری، مولانا وقاری جمال الدین مظاہری، مولانا مسعود عالم فیضی وغیرہم سے عربی کی تیسری جماعت تک کی کتابیں پڑھیں۔آپ یہاں ہمارے معاصر، مگر جونیر تھے۔اس کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو میں داخلہ لیا اور غالبًا ساتویں جماعت تک یہاں پڑھا، مگر فراغت مئو ہی کے ایک دوسرے ادارے جامعہ اثریہ دارالحدیث سے ۲۰۰۰ء میں ہوئی، جہاں آپ نے صرف فضیلت کے آخری سال کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جامعہ فیض عام کے اساتذہ میں مولانا عبدالغنی فیضی، مولانا حماد الرحمٰن فیضی، مولانا زین العابدین فیضی، مولانا ابوالقاسم مدنی، شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی (سابق شیخ الجامعہ، جامعہ فیض عام)، مولانا عبدالحمید فیضی، اور جامعہ اثریہ کے اساتذہ میں مولانا محمد احمد اثری، شیخ اسعد اعظمی، مولانا عزیز الحق عمری، مولانا ابوسفیان مدنی، مولانا عبدالشکور اثری وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

جامعہ اثریہ سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد اور درس وتدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔آپ ایک اچھے مقرر تھے۔زمانہ طالب علمی ہی میں تقریری مسابقات میں حصہ لیتے تھے، اور قاری محمد حنیف کے لب ولہجہ میں تقریر کرنے کی کوشش کرتے تھے، بعد میں اپنی فطری آواز میں تقریر کرنے لگے تھے۔آپ کی خطابتی صلاحیت کو دیکھ کر گاؤں کے لوگوں نے جامع مسجد کا امام وخطیب منتخب کرلیا تھا، اوراس کے ساتھ ساتھ آپ گاؤں کے بچوں کو پڑھاتے بھی تھے۔

آپ کے ساتھ پانچ جلسوں میں میرا بھی اجتماع ہوا، ایک بار ماتھا سیر میں، دوبار سوجنا میں اور دو بار جام جوری میں، ایک بار بڑا اجلاس تھا، جس میں مولانا ابوالقاسم مدنی (استاذ جامعہ فیض عام مئو)، مولانا محمد جرجیس سراجی (اٹاوہ)، اور مولانا محمد ایوب سلفی (استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) نے شرکت کی تھی۔ سوجنا کے ایک جلسہ میں آپ ناظم اجلاس بھی تھے، مجھے دعوت خطاب دیتے ہوئے انہوں نے جو کلمات میری شان میں زبان سے ادا کئے تھے، ان کی حلاوت مجھے آج بھی محسوس ہوتی ہے۔میری وہ تقریر اور ان کے کلمات آج بھی میرے موبائل میں محفوظ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ایک ملنسار، متواضع اور سادگی پسند انسان تھے۔ تقریر کے لئے جس نے بھی بلایا، چلے گئے۔ یہ صرف میرا تاثر نہیں ہے بلکہ ہمارے بھائی مولانا نعمت اللہ عمری نے ان کی وفات کے بعد واٹس ایپ کے بعض گروپوں میں اپنا تاثر پوسٹ کیا، جس میں لکھا کہ ''عزیزی مولانا اسداللہ جماعتِ اہل حدیث کے دعوتی واصلاحی اجتماعات اور اسٹیج کے چمکتا دمکتا، نڈر اور بے باک مقرر، سنجیدہ خطیب، ہر خاص وعام کے ہر دل عزیز، بلبل علاقہ اور معروف ومقبول عالم دین تھے۔ ان کی رشتہ داری ناچیز کی پڑوسی اور مرکزی جماعتی بستی ''بٹ بریا'' میں رہنے کی وجہ سے اکثر وہاں کے اجتماعات اور جلسوں میں شریک وحاضر ہوکر اپنے علمی کمال ومہارت اور بیان وخطابت سے اہالیان بستی کو فیض پہنچاتے تھے۔ ناچیز کو بھی وہاں کے دسیوں اجتماعات میں موصوف کی معیت وموجودگی میں شریک ہونے، ان کے بیان سننے اور ان کے علم واخلاق، سنجیدگی اور وسعت قلب وذہن سے متاثر ہونے کا اتفاق ہوا ہے''۔

ان کے انہی اوصاف وکمالات کی وجہ سے گاؤں والے ان سے بے حد متاثر تھے، اور ان کی تقریر کا دم بھرتے نظر آتے تھے، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ استاذ محترم مولانا وقاری جمال الدین مظاہری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ گاؤں کے سب سے اچھے عالم تھے۔ گاؤں کو بھی ان کی بڑی ضرورت تھی، اور یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ کون جانتا تھا کہ ہمارے بھائی عین شباب ہی میں انتقال کر جائیں گے۔ ان کے بڑے بھائی کے بقول اسداللہ جب چھوٹے تھے تو والد محترم کا انتقال ہوگیا، ہم نے پرورش کی اور تعلیم دلاکر عالم بنایا کہ جب ہمارا انتقال ہوجائے تو ہمارا یہ عزیز بھائی ہماری نماز جنازہ پڑھائیں گے، مگر افسوس کہ بڑے بھائی کے کندھے پر چھوٹے بھائی کا جنازہ ہے۔

علاقہ اور گاؤں والوں کو ان کی ضرورت تھی، مگر اللہ کے فیصلے پر سب راضی ہیں۔ ہمارے یہ بھائی دین وملت کی خدمت کر رہے تھے کہ انہیں کینسر جیسا مہلک مرض لاحق ہوا، اور لاکھ علاج کے باوجود مرض ٹھیک نہیں ہوا۔ بیچ میں ایک بار روبہ صحت ہوگئے تھے، لوگوں کو یہ لگنے لگا تھا کہ اب بیماری ٹھیک ہوگئی ہے، مگر ٹھیک نہیں ہوئی تھی، بلکہ کچھ دنوں تک کچھ کام کرنے کے لئے مہلت دی گئی تھی، اور جب مہلت پوری ہوگئی تو سب کو چھوڑ کر چل دیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفات سے لگ بھگ اٹھارہ سال پہلے شہر پور نامی بستی میں ''روشن جہاں'' نامی خاتون سے شادی ہوئی تھی، جن کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے، جن میں دولڑکیاں (رقیہ خاتون وحسیبہ خاتون) اور دولڑکے (رئیس الاعظم ومحمد بشارت) ہیں۔ والد محمد سلیمان کا (جیسا کہ گزرا) بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا، والدہ ابھی باحیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بھائی اسد اللہ کی بشری لغزشوں کو درگزر کرے، ان کے اعمال وخدمات اور نیکیوں کو قبول فرمائے، جنت میں داخل کرے اور ان کے بال بچوں کی حفاظت فرمائے، آمین!!۔

(۵)۔ مولانا محمد ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ

مولانا محمد ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ موضع ٹوپاٹانڑ ضلع دمکا کے مشہور ومعروف عالم دین، عابد وزاہد اور داعی الی اللہ تھے۔ علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ میں مولانا کی شخصیت کافی مشہور ومعروف، ہر دلعزیز، مقبولِ عام اور مرجعِ خلائق تھی۔ دعوت وارشاد، تعلیم وتربیت، اصلاح معاشرہ اور شرک وبدعت وغیر شرعی اعمال وحرکات کی بیخ کنی کے میدان میں مولانا کی خدمات قابل قدر ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت غالباً ۱۹۲۶ء میں ٹوپاٹانڑ میں ہوئی۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا اور پڑھنے لکھنے کے لائق ہوئے تو سب سے پہلے اپنے والدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ پھر جب مکتب میں جانے کے لائق ہو گئے تو گاؤں کے مکتب میں آنے جانے لگے، اور مکتب ہی میں ابتدائی عربی، اردو اور فارسی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ مکتب کی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ اسلامیہ مدھوپور میں داخلہ لیا اور وہاں آپ نے عربی کی چوتھی جماعت تک کی تعلیم حاصل کی، اور وہاں کے اساتذہ ومعلمین سے اخذ واستفادہ کیا، پھر کچھ ایام آپ نے جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ، دلال پور کی پرفضا وعلمی ماحول میں گذارے اور وہاں مختلف علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ از ہر ہند دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کی اعلیٰ تعلیم و تربیت، علمی ماحول، دینی فضا، وہاں کے ماہرین اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ دہلی کا سفر کریں اور دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لے کر وہاں کے اساتذہ ومشائخ سے اکتساب فیض کریں۔ آپ نے اپنے اس شوق و ذوق اور رغبت کی تکمیل کے لئے دہلی کے لئے رخت سفر باندھ لیا، آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دہلی پہنچے، دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا اور طلب و تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

آپ دوارنِ سال کسی تعطیل کے موقع سے گھر آئے ہوئے تھے، اسی درمیان یہ خبر ملی کہ دہلی کے حالات خراب ہیں، ہندو مسلم فسادات بھڑک اٹھے ہیں، پھر اسی درمیان ہندو پاکستان کی تقسیم کا اندوہناک واقعہ پیش آ گیا، اس کے اثر سے دہلی کا یہ مشہور و معروف سلفی ادارہ اور مرکز علم و فن اجڑ گیا۔ لہٰذا آپ کی تعلیم کا سلسلہ بھی یہیں منقطع ہو گیا۔ آپ اس کے بعد عربی کی پانچویں جماعت سے آگے کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور کسی ادارہ میں دوبارہ داخلہ لے کر تکمیل تعلیم، اور سند فراغت حاصل کرنے کا موقع آپ کو نہ مل سکا۔

آپ ایک مخلص، باذوق اور متحرک عالم دین اور داعی إلی اللہ تھے، چونکہ آپ کو تکمیل تعلیم کا موقع نہ مل سکا تھا، اس وجہ سے آپ گہری علمی صلاحیتوں کے مالک تو نہ تھے، مگر آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ٹھوس اور مضبوط تھی، اچھے اور ماہر اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا تھا، مطالعہ کتب کے شوقین تھے، لہٰذا درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے لئے مطلوبہ صلاحیتیں آپ کے اندر موجود تھیں۔ آپ ایک اچھے مدرس اور کامیاب داعی تھے۔ مراجع اور مصادر کی کتابوں پر آپ کی نظر تھی، نصوص کتاب و سنت سے لگاؤ اور فقہی مسائل سے دلچسپی تھی۔

مولانا بلند اخلاق و کردار اور اعلیٰ صفات و خصائل کے حامل تھے، لوگوں سے ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے۔ بلند آواز سے بات کرتے ہوئے ان کو کبھی بھی نہیں دیکھا گیا، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ چھوٹوں پر شفقت کرنا، ان کی رہنمائی کرنا اور اگر کوئی طالب علم ہو تو اس سے نحوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصرفی سوالات کرنا اور پھر تحصیلِ علم وفن میں محنت وجفاکشی سے کام لینے کی نصیحت کرنا ان کی خاص عادت تھی۔ بڑوں کو صوم وصلاۃ کی تاکید کرنا باہم میل جول پیدا کرنا، آپسی انتشار واختلاف میں مبتلا ہونے سے بچے رہنے کی تاکید وتلقین کرنا، ان کا خاص وطیرہ تھا، ان کی شخصیت میں اساتذہ دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے اوصاف باتم پائے جاتے تھے، ظاہری وضع قطع میں فرشتہ صفت انسان لگتے تھے، جنت وجہنم کے موضوع پر وہ اکثر تقریریں کیا کرتے تھے، ان کی خشیت الٰہی اور تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ اکثر جنت وجہنم کا تذکرہ کرتے ہوئے زاروقطار رونے لگتے تھے، نماز پڑھاتے ہوئے جنت وجہنم والی آیات سے گذرتے ہوئے یہی کیفیات پیدا ہوجایا کرتی تھیں، پڑوسیوں، اپنے تلامذہ اور اپنے ہم عصر علماء ودعاۃ سے ان کے تعلقات دوستانہ ہوتے تھے۔

دراصل اخلاق وکردار کی بلندی پر فائز علماء ودعاۃ ہی دعوت وارشاد کے میدان میں کما حقہ کامیاب ہو پاتے ہیں، مولانا کے اخلاق وکردار کی بلندی ہی تھی کہ آپ نے اپنے کامیاب داعی اور مبلغ اسلام کا فریضہ ادا کیا اور اس راہ میں کامیاب ہوئے، اور بے شمار دلوں کو متاثر کیا۔

دارالحدیث رحمانیہ کے اجڑ جانے اور آپ کے تعلیمی سلسلہ منقطع ہوجانے کے بعد ۱۹۶۰ء تک آپ مختلف مقامات مثلاً موضع بگہا ڈابر، جمیاری، برآباد، اور گومانی وغیرہ کے مدارس ومکاتب میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر جب ۲۸/دسمبر ۱۹۶۰ء کو مولانا وحافظ عابد حسین گنگوہی کی وفات ہوگئی، تو مولانا کے حسب وصیت وارشاد آپ مدرسہ دارالفلاح (المعہد السّلفی) ٹوپا ٹانڑ ضلع جامتاڑا میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور تاحیات آپ اسی مدرسہ سے جڑے رہے اور تدریس ودعوت، تنظیم واصلاح امت اور تربیت نسل کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ دوران تدریس آپ سے بہت سارے لوگوں نے اخذ واستفادہ کیا، آپ کے تلامذہ میں جناب مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ، مولانا عبداللہ مدنی، مولانا نصیرالدین عمری، مولانا زین العابدین مفتاحی، مولانا شفیق احمد اثری اور مولانا خلیل الرحمٰن فیضی وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ آپ ایک اچھے اور فرض شناس مدرس تھے طلباء کے خیر خواہ اور ان پر شفیق ورحیم تھے۔ ان کی صحیح تعلیم وتربیت کا جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی دعوتی و تبلیغی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے، دارالحدیث رحمانیہ، دہلی سے واپسی کے بعد ہی سے آپ نے دعوت و تبلیغ، وعظ وارشاد، اصلاح امت اور قمع بدعات وخرافات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ اپنے علاقہ کی بستیوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے۔ مسلک سلف اور منہج محدثین کی اشاعت فرماتے، لوگوں کو بد عمل زندگی وفکری گمراہیوں سے نکال کر کتاب وسنت کی روشن شاہراہ پر گامزن کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خطابت کا بہت اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تقریریں بڑی دلچسپ، دلنشیں اور پیاری ہوتی تھیں۔ آپ عام فہم اور آسان اسلوب وطرز میں لوگوں کو خطاب فرماتے تھے۔ آپ کبھی کبھار لوگوں کو ان کی مادری زبان میں بھی خطاب کرتے اور بالکل واضح انداز میں ان کے سامنے کتاب وسنت کا درس دیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کی باتیں بڑی دلچسپی اور رغبت سے سنی جاتی تھیں۔ عوام الناس ٹوٹ کر آپ کی تقریریں سننے آتے تھے اور کتاب وسنت، آثار صحابہ، عبرت آموز تاریخی واقعات سے مزین آپ کی تقریریں سن کر اپنے ایمان ویقین کو تازہ کرتے، جنت وجہنم کی آپ ایسی منظر کشی کرتے کہ لوگوں کے دلوں میں جنت کا شوق اور جہنم کا خوف پیدا ہو جاتا تھا۔ لوگ نیکیوں اور خیرات وحسنات کے حریص اور بھلائیوں کی طرف راغب ہو جاتے۔ عورتوں کے لئے بھی آپ کی خصوصی مجلس لگتی آپ انہیں نصیحت کرتے، ان کی ذمہ داریوں سے انہیں آشنا کراتے اور اپنے فرائض منصبی کو اچھے ڈھنگ سے ادا کرنے کی انہیں ترغیب دیتے، ان کے درمیان موجود غیر شرعی اعمال وعادات، شرکیہ وکفریہ عقائد ونظریات کی تردید کرتے اور انہیں صحیح اسلامی عقیدہ وفکر سے آگاہ کرتے۔

آپ کو جلسوں میں بطور خاص بلایا جاتا اور آپ کے نام پر لوگوں کی بھیڑ لگتی ۱۹۶۰ء سے وفات تک آپ عیدگاہ اور جامع مسجد ٹوپاٹانڑ کے امام وخطیب رہے اور لوگوں کی دینی ودنیوی رہنمائی فرماتے رہے، آپ کی کوششوں سے ہزاروں لوگوں نے صحیح اسلامی عقیدہ سیکھا، دینی تعلیمات سے آشنا ہوئے اور اپنے اعمال وافعال کو درست کیا۔

آپ جس عیدگاہ کے امام وخطیب تھے، وہ داعئ کبیر مولانا وحافظ ابوالفلاح عابد حسین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنگوہی رحمہ اللہ کی قائم کردہ تھی۔ یہ وہ عیدگاہ ہے، جس کی عمر ڈیڑھ سوسال سے بھی زاید ہے۔ مولانا گنگوہی کے زمانہ سے مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ کی وفات کے قریبی زمانوں تک یہ عیدگاہ لگ بھگ تیس اہل حدیث بستیوں کی مشترکہ عیدگاہ تھی۔ پندرہ بیس کیلومیٹر کی دوری طے کرکے لوگ پیدل چل کرآتے تھے اور مولانا گنگوہی پھر مولانا ثناء اللہ صاحب کی تقریروں اور مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے تھے۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنے لوگوں کو آپ کی اقتداء میں صلاۃ عیدین ادا کرنے اور آپ کے خطابات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہوگا۔ نیز عقائد واعمال کے اندر سدھار لانے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس ہونے کے لمحات ملے ہوں گے۔

ضعیف العمری میں آپ بیمار ہوئے اور مہینوں بیمار رہے، علاج کے لئے آپ آسنسول ہاسپٹل میں داخل تھے کہ اسی دوران ۲۲/ جولائی ۲۰۰۰ء مطابق ۱۹/ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ بروز سنیچر اپنے مالک حقیقی سے جاملے، وہاں سے آپ کی نعش گھر لائی گئی اور آپ کو آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کے اعمال وحسنات کو قبول فرماکر اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے، آمین!!۔

❁❁❁

(٦)۔ استاذِ محترم قاری جمال الدین مظاہری رحمہ اللہ

استاذ محترم مولانا وقاری جمال الدین مظاہری رحمہ اللہ چھوٹا ناگپور (جھارکھنڈ) کے مشہور ومعروف عالمِ دین، جماعتِ اہل حدیث کے بے لوث خادم، علاقہ چھوٹا ناگپور کے مرکزی دینی وتعلیمی ادارہ "جامعہ محمدیہ" ڈابھاکیند کے قدیم استاذ اور سیکڑوں دعاۃ ومدرسین، مؤلفین وانشاء پرداز اور بانیانِ مراکزِ دعوت وتعلیم ومؤسسین کے مشرف ومربی تھے۔

استاذ محترم ظاہری ومعنوی اوصاف سے متصف ایک باکمال قاری ومجود قرآن کریم تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے سرکاری اسکول میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور میں داخلہ لیا اور غالباً ۱۹۶۳ء میں فراغت حاصل کی۔ علاقہ کے جن علمائے اہل حدیث نے جامعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مظاہر علوم، سہارنپور میں اکتساب علم وفیض کیا، وہ ہیں: مولانا وقاری محمد ایوب مظاہری (سابق صدر مدرس جامعہ حسینیہ، گریڈیہہ وقاضی شریعت شہر گریڈیہہ)، مولانا محمد طیب مظاہری (پنڈریا، گریڈیہہ)، مولانا وقاری چراغ الدین مظاہری (استاذ مدرسہ کاشف العلوم، الگ چواں، جامتاڑا)، ومولانا وقاری محمد جمال الدین مظاہری۔ ان علماء میں قاری محمد ایوب مظاہری وقاری چراغ الدین مظاہری اہلحدیثیت پر قائم نہ رہ سکے اور دیوبندی ہو گئے، اور مولانا محمد طیب مظاہری اور قاری محمد جمال الدین مظاہری رحمہ اللہ دیوبندیت سے متاثر نہیں ہوئے۔ آپ ایک دیوبندی ادارہ میں تحصیل علم وفن کرنے کے باوجود اہلحدیث رہے، اور مسلک اہلحدیث کی تبلیغ واشاعت زندگی بھر کرتے رہے۔

قاری محمد جمال الدین مظاہری رحمہ اللہ نے فراغت کے بعد مولانا وحافظ ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارہ "مدرسہ دارالفلاح"، ٹوپاٹانڑ میں ایک سال (۱۹۶۴ء میں) دعوتی وتدریسی خدمات انجام دیں۔ اس وقت وہاں کے ماہر استاذ شیخ عبدالرشید شائقی بھی تھے۔ ان دونوں حضرات نے ۱۹۶۴ء کے اخیر میں اس ادارہ کو چھوڑ دیا، اور سوجنا وجام جوری میں ایک دینی ادارہ بنام "دارالعلوم" ۱۹۶۵ء میں قائم کیا۔ یہ ادارہ اب تک کسی نہ کسی طرح چل رہا ہے۔ اس ادارہ کے انتظام وانصرام کے ساتھ ساتھ اس میں تیرہ (۱۳) سالوں تک تدریسی ودعوتی فریضہ ادا کیا، اور جب ۱۹۷۷ء میں علاقہ کا عظیم ادارہ "جامعہ محمدیہ"، ڈابھاکیند کھلا (جس کی تاسیس وتعمیر میں شیخ عبدالرشید شائقی کے ساتھ انہوں نے گراں قدر تعاون کیا تھا) تو وہاں منتقل ہو گئے اور تاحین وفات اس کے ایک بہترین استاذ ومبلغ کی حیثیت سے اپنی تدریسی ودعوتی خدمات کو پیش کیا۔ فراغت کے بعد تدریسی ودعوتی زندگی کی مدت چھیالیس (۴۶) سالوں کے پس وپیش پر مشتمل ہے۔ اس درمیان انہوں نے علاقہ چھوٹا ناگپور میں جو تعلیمی ودعوتی، اصلاحی وتدریسی خدمات انجام دی ہیں، اور علماء ودعاۃ شاگردوں کی ٹیم تیار کی ہے، اس کے تعارف کے لئے متعدد صفحات درکار ہیں۔

۱۹۸۸ء تک ہمارے گاؤں کے لوگ ٹوپاٹانڑ کی عیدگاہ میں عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے، بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنے گاؤں ہی میں عیدگاہ قائم کی جائے!، اور ۸۸ میں عیدگاہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم ہوگئی، اس وقت ہمارے گاؤں میں کوئی فارغ عالم نہیں تھے، اس لئے لوگوں کی رائے بنی کہ مولانا وقاری محمد جمال الدین مظاہری کو عیدین کا امام وخطیب مقرر کیا جائے، اور ایسا ہی ہوا، اور آپ نے ایک لمبے عرصے تک ہرلا بستی میں عیدین کی امامت وخطابت کی ذمہ داری ادا کی۔ جب مولانا ہود اشرف فیضی فارغ ہوکر آگئے، تب بھی آپ ہی امام وخطیب تھے، پھر گاؤں والوں نے فیصلہ کیا کہ گاؤں ہی میں فارغ عالم ہوگیا ہے، تو اب قاری صاحب سے کہہ کر مولانا ہود اشرف فیضی کو امام وخطیب مقرر کرلیا جائے اور ایسا ہی ہوا، جب آپ سے یہ بات کہی گئی تو آپ بے حد خوش ہوئے۔

اسی طرح آپ برابر ہرلا آیا جایا کرتے تھے۔ ہرلا والے آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، اور آپ بھی ہرلا والوں کو چاہتے تھے۔ آپ ہر مہینہ میں کم از کم ایک جمعہ کا خطبہ ضرور دیتے تھے۔ ہرلا میں کوئی بھی چھوٹی یا بڑی تقریب ہوتی، اس میں آپ ضرور مدعو ہوتے۔ ہرلا کے ہر جلسہ میں آپ کو مدعو کیا جاتا تھا، اور آپ تشریف لاکر تقریریں کیا کرتے تھے، بلکہ جامعہ محمدیہ کے قیام کے بعد لگ بھگ دس بارہ سالوں تک ہرلا کی بچیوں کے نکاح آپ ہی پڑھایا کرتے تھے۔ جامعہ محمدیہ کے لئے ہرلا والوں سے چندے لینے کی ذمہ داری صرف اور صرف آپ ہی کے سر ہوا کرتی تھی، آپ بلا جھجک تشریف لاتے تھے اور سبھوں کے نام رسید کاٹتے تھے۔ ہرلا کا ہر نوجوان جب باہر سے کما کر گھر آتا تھا تو اپنی بیوی بچوں کے لئے اخراجات مخصوص کرنے کی طرح قاری صاحب سے (جامعہ محمدیہ کی) رسید کٹانے کے لئے بھی ایک رقم خاص کر دیتا تھا، اور قاری صاحب سے خصوصی ملاقات کر کے رسید کٹواتا تھا۔ کبھی کبھی وہ نوجوانوں کے کام کی جگہوں پر تشریف لے جاتے تھے اور جامعہ کے چندے لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ محمدیہ کا دایاں ہاتھ ہرلا کو مانا جاتا تھا، اور باضابطہ اس کا برملا اعلان کیا جاتا تھا!۔

آپ کا انتقال ۱۹/نومبر ۲۰۱۰ء مطابق ۱۲/ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ جمعہ کی رات کو ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز ظہر آپ کو آپ کے آبائی قبرستان واقع ''سوجنا وجا مجوری'' میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ وتدفین میں علاقہ کے علماء ودعاۃ، طلبہ واساتذہ اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ جنازہ کی نماز علاقہ چھوٹا ناگپور کے قدیم داعی واستاذ، محترم قاری صاحب رحمہ اللہ کے رفیق وہم راز علامہ شیخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرشید شائقی (سابق استاذ وشیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند وسابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ) رحفظہ اللہ نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ استاذ محترم کی مغفرت فرمائے، ان کی بشری لغزشوں کو درگذر کرے، خدمات کو قبول فرمائے اور جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ عنایت کرے، آمین!!!۔

(۷)۔ مولانا محمد حاتم رحمہ اللہ

سنتھال پرگنہ وچھوٹا ناگپور (جھارکھنڈ) کو اپنی دعوت وتعلیم اور خدمت خلق سے مستفید کرنے والی اس علاقے کی عہد اول کی شخصیات ورجال میں ایک اہم نام مولانا محمد حاتم (والد محترم مولانا محمد ادریس شمسی) رحمہما اللہ کا ہے۔ آپ کی پیدائش ''کروا'' میں ۱۸۹۳ء میں ہوئی۔ اس زمانے میں اس علاقے میں کوئی ایک بھی تعلیمی ادارہ قائم نہیں تھا، پھر بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ بضابطہ کسی تعلیمی ادارے کے فارغ التحصیل تو نہ تھے، البتہ اس زمانے کے حساب سے اچھی تعلیم کے مالک تھے۔ اس زمانے میں مدھو پور کے محلّہ پتھر چپٹی میں ایک کامیاب اور باصلاحیت عالم مولانا عبدالحی رحمہ اللہ پائے جاتے تھے۔ ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فارسی کی پہلی سے فارسی کی چوتھی کتاب تک، اور پھر گلستاں وبوستاں تک کی تعلیم ان سے حاصل کی۔ اس زمانے میں گلستاں وبوستاں تک کی تعلیم حاصل کر لینے والے کو ایک بڑا عالم مانا جاتا تھا، اور چوں کہ اس زمانے میں ہندوستان میں فارسی پر کافی زور تھا۔ اس لئے بوستاں اور گلستاں تک کی پڑھائی لگ بھگ منتہی درجہ تک کی پڑھائی مانی جاتی تھی۔ مولانا محمد حاتم کو فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تھا۔ بقول مولانا محمد ادریس شمسی: ''والد محترم کو فارسی زبان پر اتنی دسترس حاصل ہو گئی تھی کہ میں نے ان کو اس زبان میں باضابطہ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا''۔

مولانا عبدالحی مدھو پوری سے اکتساب فیض کرنے کے بعد کہیں کا تعلیمی سفر نہ کیا اور اپنے علاقے میں رہ کر باضابطہ تدریس وتعلیم اور دعوت وتبلیغ کے فرائض کی انجام دہی سے منسلک ہو گئے۔ مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقات میں انہوں نے منکڈ یہا، چمپا پور، ٹونگوڈ یہہ، توما دہا، لال گڑھ، بریڈ یہہ، اور اخیر میں اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ گاؤں کے اسکول کے علاوہ جہاں بھی رہے، وہاں امامت وخطابت کی بھی ذمہ داریاں ادا کرتے تھے۔ جب اپنے گاؤں میں رہنے لگے تھے تو مسجد کے امام وخطیب آپ ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علاقے کے مشہور ومعروف مقررین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کا ایک نہایت اہم کارنامہ وخدمت یہ ہے کہ آپ نے پھکبندی عیدگاہ، جو اس زمانے میں بیسیوں اہل حدیث، بریلوی، اور حنفی گاؤں کی مشترکہ اور واحد عیدگاہ ہوا کرتی تھی، میں اکیس (۲۱) سال تک امامت وخطابت کی ذمہ داری ادا فرمائی۔ اور جب ۱۹۶۹ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور جس کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہوگئے اور امامت وخطابت کرنے کے لائق نہ رہ گئے تو آپ کے فرزندار جمند مولانا محمد ادریس شمسی رحمہ اللہ امام وخطیب مقرر ہوئے۔

۱۹۶۵ء میں 'توما دہا' میں ایک مناظرہ اہل حدیثوں اور بریلویوں کے درمیان ہوا تھا، (مناظرہ کی تفصیل مولانا محمد ادریس شمسی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیں!) بریلویوں کی طرف سے مولانا علیم الدین چتناروی وغیرہ مناظر تھے، اور اہل حدیثوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی، مولانا محمد قاسم مخلص، مولانا محمد یاسین عادل ریاضی، مولانا محمد ادریس شمسی، مولانا عبدالرشید شائق، مولانا نیاز علی، اور آپ (مولانا محمد حاتم) بھی تھے، اور جب مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ کی بات: ''مولوی علیم الدین! تمہارے جیسے مولوی ہم اہل حدیثوں کے یہاں گھانس چھیلتا ہے''، پر طرفین میں ہاتھاپائی شروع ہوگئی، تو مولانا محمد حاتم ہی نے دونوں فریق کو کہہ سن کر شانت کیا تھا۔

آپ کا انتقال ۱۹۷۳ء میں رمضان کے آخری عشرے میں ہوا۔ آپ 'کروا' کے اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہیں۔

آپ بڑے نیک، خاکسار، ملنسار، پارسا، تقویٰ شعار، اور تہجد گزار انسان تھے۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب کرے، آمین!!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۸)۔مولانا محمد سعود سلفی رحمہ اللہ

جھارکھنڈ کے ایک قابل فخر عالمِ دین، نئی نسل کے مخلص مربی، مدارس وجامعات کے کامیاب مدرس ومعلم، میدانِ دعوت وتعلیم کے اہم سپوت، نہایت متواضع وخاکسار انسان، تقویٰ وطہارت کے پیکر، منکرات ومبتدعاتِ زمانہ سے دور، منہجِ سلف پر گامزن اوراس کی آبیاری وآبپاشی کے لئے کوشاں داعی اور دینداری وخوفِ الٰہی سے متصف آدم زاد مولانا محمد سعود سلفی رحمہ اللہ تھے، جنھوں نے عالمِ شباب (پینتالیس سال کی عمر) میں داعی اجل کو لبیک کہا اوراس دارِفانی سے عالمِ جاودانی کوسدھار گئے۔

مولانا محمد سعود سلفی بن عبداللطیف بن عبدالعزیز جھارکھنڈ کے ضلع صاحب گنج کے گاؤں ''برہیٹ'' کے رہنے والے تھے۔اسی گاؤں میں آپ کی پیدائش ۱۵رمئی ۱۹۷۰ء کو ہوئی۔آپ نے تعلیم کی تحصیل کا آغاز صغرسنی ہی میں کردیا تھا اورسب سے پہلے اپنے والد گرامی مولانا عبداللطیف شمسی سے اپنے گھر پر پڑھا۔آپ کے والد جھارکھنڈ کے نہایت قدیم ادارہ ''جامعہ شمس الھدیٰ السّلفیہ''، دلالپور کے ممتاز فارغ اوران اکابر فضلاء میں سے تھے، جن کی صلاحیت وقابلیت اورصالحیت کا قائل زمانہ اوراہل زمانہ تھا۔ان کے ہم درس میں سے مولانا محمد زکریا شمسی (پرولیا، مغربی بنگال) اورمولانا چاند شمسی (پلاسبنا، صاحب گنج) بقیدِ حیات ہیں اور ماہرین علوم وفنون میں شمار ہوتے ہیں۔

مولانا محمد سعود نے اپنے والد بزرگوار سے پڑھنے کے بعد اپنے گاؤں میں قائم ادارہ ''جامعہ اصلاح المؤمنین'' میں داخلہ لیا اور وہاں کے کبار اساتذکرام سے کسب فیض کرنے کے بعد جماعت اہل ہند کے مرکزی ادارہ ''جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)''، بنارس میں داخلہ لیا اورفراغت حاصل کی۔ جامعہ میں زیر تعلیم رہنے کے زمانے میں اساتذہ کے محبوب نظر رہے، اورایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جامعہ میں زندگی گزاری۔دوران تعلیم آپ طلبائے جامعہ کے سالانہ میگزین ''المنار'' کے ایڈیٹر رہے۔

فراغت کے بعد اپنی عملی زندگی کی شروعات جامعہ ریاض العلوم، دہلی سے کی، پھر جامعہ اسلامیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنابل، نئی دہلی، مرکز السلام التعلیمی، پاکوڑ اور مدرسۃ البنات، پرسا، مغربی چمپارن، بہار میں بالترتیب دعوتی، تدریسی وتربیتی خدمات انجام دیں۔ آپ جہاں بھی رہے اپنی علمی صلاحیت ولیاقت اور محنت ولگن کا لوہا منوایا۔

آپ مدرسۃ البنات، پرسا میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے پیٹ میں درد شروع ہوا۔ علاج ہوا تو افاقہ ہوگیا، لیکن پھر کچھ گھنٹوں کے بعد درد ہونے لگا۔ آپ کو مغربی چمپارن کے صدر مقام ''بیتیا'' کے کسی اسپتال میں داخل کیا گیا، جہاں آپ کا الٹرا ساؤنڈ ہوا، جس سے پتہ چلا کہ ایک آنت پھٹ گئی ہے۔ اس انکشاف کے بعد آپ کو پٹنہ ریفر کر دیا گیا۔ پٹنہ میں ابھی آپریشن کی ابتدائی کارروائی چل رہی تھی کہ قسام اجل کا بلاوا آ گیا اور ۸/ مارچ ۲۰۱۶ء مطابق ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ بروز منگل انتقال کر گئے۔ آپ کی نعش آپ کے آبائی گاؤں پہنچائی گئی اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ ایک متواضع، خاکسار اور متقی وپرہیزگار انسان تھے۔ ایک بار آپ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار تشریف لائے تھے۔ مولانا دل محمد سلفی کے فلیٹ میں جانا تھا، مگر مین گیٹ پر پہنچتے ہی سامان گیٹ پر ہی رکھ دیا اور سیدھے مسجد تشریف لے گئے اور سفر میں چھوٹی ہوئی نمازیں ادا کیں اور پھر مولانا کے یہاں کا پتہ پوچھا اور ان کے یہاں گئے۔

آپ ایک فرض شناس اور محنتی انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جہاں جہاں بھی پڑھایا، وہاں کے لوگوں نے آپ کی تعریف وتحسین فرمائی۔ آپ کے انتقال پر جامعہ اسلامیہ سنابل،، نئی دہلی، جہاں آپ نے ایک زمانے تک تدریسی وتربیتی خدمات انجام دی تھیں، کے صدر مولانا محمد رحمانی نے ایک تعزیت نامہ لکھا، جس میں انہوں نے آپ کی عملی زندگی کا بڑا اچھا تعارف کرایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ''ایک مشفق اور کامیاب مدرس مولانا سعود سلفی کی اچانک وفات یقیناً باعث تکلیف ہے، وہ بڑے محنتی اور مخلص مدرس تھے، طلبہ کی تربیت اور اصلاح کے لئے بڑے حریص تھے، ان کا شریفانہ انداز اور سیدھا پن نیز طلبہ کی لاپرواہی پر ناراضگی کا مخصوص انداز آج بھی نگاہوں میں گردش کرتا ہے، تدریس میں طلبہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطمینان کے لئے ان کی طرح شاید ہی کوئی کوئی ان جیسی محنت سے کام لیتا رہا ہو، والدہ کی صحت کی خرابی اور دوسری بعض خاندانی مجبوریوں کی وجہ سے انہوں نے اگرچہ ''جامعہ اسلامیہ سنابل'' میں تدریس ترک کردی تھی، لیکن ان کی یادیں ایک مدت تک محسوس کی جاتی رہیں، جب بھی سنابلی اخوان کے ساتھ سنابل کے ماضی کی یادوں سے متعلق اور بالخصوص اساتذہ سے متعلق گفتگو کرتے تھے تو شیخ رحمہ اللہ کا تذکرہ اکثر آتا تھا، وقت کی پابندی، صلاۃ فجر وعصر کی اذان کے ساتھ ہی تمام طلبہ واساتذہ کو بیدار کرنے کی پابندی اور تدریسی فرائض کی انجام دہی کے لئے انتہائی محنت کے ساتھ اوقات کی تنظیم اور اس کے صحیح استعمال میں وہ اپنی نگاہیں جھکا کر چلنا اور علمی مسائل میں مدلل اور مضبوط نیز بسا اوقات منطقی گفتگو کرنا بھی ان کی ایک خوبی تھی، غربت اور سادگی ان کی خاصیت تھی، طلبہ ''اس طور سے'' کلمہ جو تقریباً ان کا تکیہ کلام تھا، کے ذریعے اور بھی بہت سی عادات کے ذریعے ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے ان باتوں کا کبھی نہ برا مانا اور نہ کبھی اپنی شرافت کا دامن چھوڑا، سنابل سے تدریس چھوڑنے کے بعد میری غالباً ان سے صرف ایک ہی ملاقات ہوسکی، مجھے بہت افسوس ہے کہ مجھے نہ ان کی بیماری کی کوئی خبر مل سکی اور نہ آخری ایام کی کہ میں بھی بالمشافہہ یا بالواسطہ ان کی کچھ خدمت کر پاتا۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!!''۔

آپ کے ایک دوسرے تلمیذ مولانا سعید الرحمٰن نور العین سنابلی لکھتے ہیں کہ ''استاذ محترم مولانا محمد سعود سلفی رحمہ اللہ کی شخصیت گوناگوں خصوصیت کی حامل تھی۔ آپ نہایت متواضع، خاکسار، اور نرم دل انسان تھے۔ آپ ہمیشہ اپنی نگاہیں پست رکھا کرتے تھے، تہجد کے پابند تھے۔ نمازوں کو ان کے اوقات پر قائم کیا کرتے تھے۔ سخت سردی، تیز بارش اور دھوپ کی شدت بھی استاذ موصوف کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں آڑے نہیں آتی تھی۔ وقت پر کلاس میں پہنچنا اور مشکل مباحث کو عام فہم بنا کر طلبہ کے سامنے پیش کرنا شیخ کی نمایاں خصوصیات میں سے تھیں۔ آپ ہم لوگوں کو ''صحیح مسلم'' پڑھاتے تھے۔ پڑھانے کے دوران جو اسلوب اختیار کرتے، وہ انتہائی دلکش ہوتا۔ مدارس میں حدیث کی کتابوں کا دور ہوتا ہے، جب کہ شیخ کا طریقہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ آپ نے بھی ''صحیح مسلم'' ختم کرائی، مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عشاء بعد، فجر بعد، عصر بعد کلاس کرا کے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے مشکل الفاظ کی تشریح کرتے، حدیث کے فوائد ومسائل کا استخراج کرتے اور حدیث کے مفہوم میں اگر محدثین کے کئی اقوال ہوتے تو آپ انہیں بھی ذکر کرتے، اور آپ کی کوشش ہوتی کہ طلبہ احادیث کا معنی ومفہوم مکمل طور سے سمجھ جائیں''۔

❁❁❁

(۹)۔استاذِ حبیب مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' رحمہ اللہ

استاذِ جلیلِ قدر مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' رحمہ اللہ کا انتقال ۷ رنومبر ۱۹۹۷ء کو ہوا۔ آپ کی وفات پر ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب تک میں نے آپ کی شخصیت کو موضوع بنا کر چار مقالات لکھے، ایک مقالہ ۲۰۰۰ء میں سرزمین نیپال سے شائع ہونے والے مؤقر مجلّہ ''نور توحید'' میں شائع کیا گیا، دوسرا مقالہ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے نقیب پندرہ روزہ ''ترجمان'' میں، تیسرا ''تذکرہ علمائے اہل حدیث'' نامی کتاب مطبوع مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند میں، اور چوتھا مقالہ عربی زبان میں مادر علمی جامعہ سلفیہ، بنارس کے ترجمان ''صوت الأمۃ'' میں استاذ مؤقر مفکر جماعت علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کے زمانے میں شائع ہوا۔ آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ آپ پر جتنا کچھ لکھا جائے، کم ہی ہوگا۔ ایک مقالہ میں نے آپ پر جامعہ امام ابن تیمیہ کے مجلّہ ''طوبیٰ'' میں لکھوایا، اور یہی مقالہ جمعیت ابن باز کے دینی وملی اور فکری ترجمان سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' میں شائع کیا گیا۔ میرے علم کی حد تک مذکورہ تحریروں کے علاوہ کوئی اور تحریر آپ کے کسی شاگرد کے قلم سے صفحاتِ قرطاس اور اوراق کتب ومجلّات پر نہیں آئی ہے، جب کہ آپ کی شاگردی اور شفقت وتربیت کے بلند وبانگ دعوے کرنے والے اصحابِ قلم شاگردان کی میرے خیال میں کوئی کمی نہیں۔

مولانا شفاء اللہ فیضی بن محمد سلطان بن عبدالعزیز بن جان محمد بن بودھو کی پیدائش سرزمین ''جدوڈیہہ'' میں ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔ آپ کا خاندان لکھنؤ کا رہنے والا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جب انگریزوں کی حکومت قائم تھی، ان دنوں آپ کے آباء واجداد لکھنؤ سے آکر ساحل بڑا کرندی پر آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بستی ''کمارڈیہہ'' (دھنباد) میں آباد ہو گئے۔ خاندان کے اندر جوں جوں وسعت و پھیلاؤ آتا گیا نئی نئی جگہوں میں لوگ آباد ہوتے گئے۔ مولانا محمد خالد فیضی رحفظہ اللہ کے بقول: ''اس زمانے میں آبادیاں کم تھیں، اور نئے آنے والے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی''۔ چنانچہ کمارڈیہہ سے یہ خاندان ضلع جامتاڑا کے چیروڈیہہ، بیرگاؤں اور شام پور میں آباد ہوا۔ پھر بودھو صاحب ''ڈابھا کیند'' میں آ کر آباد ہو گئے، اور تین مواضعات میں انہوں نے گھر و مکان اور زراعت و کاشت کاری کے لئے زمینیں خریدیں، ڈابھا کیند، پھل جھریا اور جدوڈیہہ میں۔ آج ان تینوں مواضعات میں اس خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ ''ناظم صاحب'' کے پردادا نے ان تینوں مواضعات میں سے ''جدوڈیہہ'' میں رہنا پسند کیا۔ جان محمد کے چار صاحبزادوں میں عبدالعزیز دوسرے صاحبزادے تھے۔ ان کے دو نرینہ اولاد میں ایک ناظم صاحب کے والد محمد سلطان صاحب ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے عطا کئے، ناظم صاحب مولانا شفاء اللہ فیضی، دوسرے لڑکے بچپن ہی میں وفات کر گئے، اور تیسرے جناب حبیب اللہ صاحب۔

ممدوح ناظم صاحب جب پیدا ہوئے تو گھر و خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ سے چھوٹے بڑے سب بڑی محبت و پیار کرتے تھے، اور آپ کی تربیت پر سب خصوصی دھیان و توجہ دیتے تھے۔ جب آپ چھ سات سال کے ہوئے تو مبلغ زماں، مصلح علاقہ، داعی بے مثال حافظ ابوالفلاح عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی رحمہ اللہ کے سرزمین ''ٹوپاٹانڑ'' میں قائم کردہ مدرسہ ''دارالفلاح'' میں داخل کرانے کی غرض سے آپ کے دادا عبدالعزیز صاحب خود لے کر گئے۔ اس زمانے میں اس ادارہ میں داعی لاجواب مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی (متوفی ۲۰۰۰ء) مولانا وقاری جمال الدین مظاہری (متوفی ۲۰۱۱ء)، مولانا احمد حسین ریاضی (متوفی ۲۰۱۲ء) رحمہم اللہ اور مولانا عبدالرشید شائقی (سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ و بانی جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند) حفظہ اللہ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان اساطین علوم وفنون اساتذہ سے مدرسہ دارالفلاح میں ۱۹۶۹ء تک قاعدہ بغدادی، ناظرہ قرآن اور ابتدائی اردو و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔

شروع ہی سے آپ کے اندر تعلیم و تربیت حاصل کرنے اور ایک اچھے انسان بن کر قوم و ملت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت کرنے کا جذبہ دکھ رہا تھا۔اس چیز کو آپ کے گھر والوں نے بھانپ لیا اور آپ کے اندر پڑھنے لکھنے کا بے پناہ ذوق وشوق اور دلچسپی کو دیکھا، تو آپ کا باہر کے کسی اچھے ادارہ میں داخلہ کرانے کا منصوبہ بنایا گیا۔اس سلسلے میں آپ کے مؤقر استاذ مولانا احمد حسین ریاضی رحمہ اللہ سے مشورہ کیا، تو انہوں نے مئو کے معروف ومشہور ادارہ ''جامعہ اسلامیہ فیض عام'' میں داخلہ کرانے کا مشورہ دیا۔اس وقت جامعہ اسلامیہ فیض عام نہایت قابل فخر ادارہ تھا، اور اس کے منتظم اعلیٰ معروف عالم دین مولانا محمد احمد ''ناظم صاحب'' رحمہ اللہ تھے۔مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' کے گھر والوں نے مولانا احمد حسین ریاضی سے کہا کہ آپ اپنے ساتھ لے کر مئو جائیں اور داخلہ کرادیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ لے کر گئے اور ۱۹۶۹ء میں آپ کا داخلہ اس ادارہ میں کرادیا۔۱۹۷۴ء میں آپ کو''بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کا امتحان فوقانیہ دینا تھا۔اس کے لئے آپ کو اپنے کچھ دیگر ساتھیوں کے ساتھ گھر آنا پڑا، واقعہ کچھ یوں تھا کہ جامعہ اسلامیہ فیض عام کو چھوڑنا پڑا۔اس کے بعد جامعہ سلفیہ، بنارس چلے گئے، اور جماعت اہل حدیث کے اس مرکزی ادارہ میں ۱۹۷۶ء تک وہاں کے کبار اساتذۂ کرام سے تحصیل علوم وفنون کی۔ جامعہ سلفیہ، بنارس میں جن اساتذۂ کبار سے کسب فیض کیا، ان میں ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، شیخ عبدالوحید رحمانی، شیخ ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی، شیخ شمس الحق سلفی بہاری (شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، بنارس)، شیخ محمد ادریس آزاد رحمانی، شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری، شیخ محمد رئیس ندوی، ماسٹر اکبر حسین اور شیخ عبدالسلام مدنی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں چوں کہ ابتداء ہی سے تعلیم پائی تھی، اس لئے اس ادارہ اور اس کے اساتذہ سے بے حد محبت تھی، اس محبت ولگاؤ نے انہیں دوبارہ اس ادارہ میں کھینچ لایا، اور جامعہ سلفیہ، بنارس چھوڑ کر دوبارہ جامعہ اسلامیہ فیض عام ۱۹۷۶ء میں تشریف لے گئے۔اور اسی ادارہ سے ۱۹۷۷ء میں سند فضیلت وفراغت حاصل کی۔اس ادارہ میں جن کبار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اکتساب علم وفیض کیا، ان میں شیخ محمد احمد ''ناظم صاحب''، قاری عبدالسبحان مئوی، قاری خلیل الرحمٰن، شیخ حبیب الرحمٰن فیضی، شیخ محمد حنیف مدنی، ماسٹر رفیع اللہ رحمہم اللہ اور شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ نثار احمد فیضی، اور منشی ذکاء اللہ، حفظہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد خالد فیضی نے آپ کی جامعہ فیض عام اور جامعہ سلفیہ، بنارس کی تعلیمی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "فیض عام، مئو میں اپنی کم آمیزی، کم گوئی اور عزلت نشینی کی بناء پر "صوفی صاحب" کے لقب سے ملقب کئے گئے۔ ان کی صفت خاص سے اساتذہ تک متاثر تھے، اور انہیں "صوفی صاحب" سے مخاطب کرتے تھے۔ پتہ نہیں کس مستجاب و مقبول گھڑی میں قاری نجم الحسن پرتاپ گڈھی نے آپ کو اول اول "صوفی" سے مخاطب کیا کہ یہ آپ کی ذات کا لازمہ بن کر رہ گیا، اور ہر اس جگہ پہونچ گیا، جہاں جہاں آپ پہونچے۔ جامعہ سلفیہ، بنارس میں ایک صاحب تھے عبدالجلیل بمبئی والے، نہایت چلبلے اور بڑے منچلے، طبیعت کی موزونیت کی خبر اللہ کو معلوم، مگر ہم نے انہیں بات بات میں تک بندی کرتے دیکھا ہے، وہ ناظم صاحب کو مخاطب کرتے اور کہتے: "صوفی جی صوفی جی کا کھیہو، صوفی جی صوفی کا کھیہو" اور صوفی جی سن کر سمٹ جاتے"۔ [مولانا شفاء اللہ فیضی، حیات اور کارنامے]

آپ کی جس سال فراغت ہوئی، ٹھیک اسی سال علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ کے مرکزی ادارہ مادر علمی "جامعہ محمدیہ" کے قیام کی تحریک چل رہی تھی، اس کے محرک تھے استاذ محترم شیخ عبدالرشید شائقی رحفظہ اللہ۔ اس ادارہ کے قیام کی تحریک ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو کامیاب ہوئی، جب اس تاریخ کو علاقہ کی جماعت اہل حدیث کی ایک عمومی نشست سرزمین 'سمر گڈھا'' میں منعقد ہوئی، جہاں اتفاق آراء سے "پھل جھریا" میں اس مرکزی ادارہ کے قیام کی تجویز پاس ہوگئی، اس کے فوراً بعد ادارہ پھل جھریا کی بجائے "ڈابھا کیند" میں قائم ہوا۔ قیام کے ابتدائی دنوں میں پڑھائی کا کام ڈابھا کیند کی جامع مسجد میں ہوا، اور بہت جلد تعمیری کام کی تکمیل کے بعد جامعہ محمدیہ کی جائے وقوع میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس ادارہ میں تعلیم و تربیت کے آغاز کے دن سے ہی جو اساتذہ اس کی خدمت کے لئے بحال ہوئے، ان میں استاذ گرامی قدر مولانا شفاء اللہ فیضی "ناظم صاحب" رحمہ اللہ بھی تھے۔ ادارہ کے اول ناظم مولانا عبدالرشید شائقی رحفظہ اللہ بنائے گئے، مگر انہوں نے اس عہدہ پر صرف ایک سال رہ کر استعفیٰ دے دیا، جس کے بعد مولانا شفاء اللہ فیضی "ناظم صاحب" اکتوبر ۱۹۷۸ء میں "ناظم" بنائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے،اس وقت سے تاحین وفات اس عہدہ پر فائز رہے۔البتہ ۱۹۹۴ء میں جب آپ سرطان کے مرض میں مبتلا ہوئے تو ۱۹۹۵ء میں آپ نے منصب نظامت سے استعفیٰ دے دیا، جسے عوام اور جامعہ کی مجلس نے بیک زبان مسترد کر دیا اور اسے منظور نہ کیا۔آپ نے سرطان کے مرض میں مبتلا رہ کر جامعہ محمدیہ کی خوب خدمت کی۔آپ کا علاج ومعالجہ چلتا رہا،مگر مرض سے افاقہ نہ ہوا،اور جب بیماری حد سے زیادہ بڑھنے لگی، تو آپ نے سوچا کہ اب اس عہدہ سے استعفیٰ دینے کی کیا ضرورت ہے اب تو میں دنیا ہی سے رخصت ہونے والا ہوں،مگر نہ معلوم کیوں آپ سے ستمبر ۱۹۹۷ء کی انتہائی کسی تاریخ کو جبراً استعفیٰ لے لیا گیا۔

آپ ایک کامیاب مدرس وداعی کے علاوہ ناجح اور بہترین منتظم تھے۔آپ کی نظامت کے دور میں جامعہ محمدیہ نے عروج وارتقاء کی منزلیں طے کیں۔یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں،آپ کی وفات کے بعد ادارہ کے اوپر جوادوار آئے، وہ اس کی واضح دلیل ہے۔آپ کا خواب تھا کہ جامعہ محمدیہ ترقی کرتے ہوئے ہندوستان کے صف اول کے مدارس وجامعات میں آجائے۔اس کے لئے آپ نے گھر بار چھوڑا اور اپنی زندگی جامعہ ہی کے لئے وقف کر دی،اور جب موت آئی،رب کا بلاوا آیا تو دفتر نظامت کی چوکی پر آخری سانس لی۔آپ نے جامعہ محمدیہ کو ترقی دینے کا جو خواب اپنے ذہن وقلب کے اندر سنوار رکھا تھا، اس کی توضیح کے لئے مولانا محمد خالد فیضی کی تحریر کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔مولانا لکھتے ہیں:''ایک بار پٹنہ جاتے ہوئے مجھ سے ملنے میرے اسکول واقع مدھوپور آئے،کافی افسردہ اور مایوس نظر آئے،میں نے پوچھا کیا بات ہے آج آپ کا موڈ صحیح نہیں ہے کیا؟ کہنے لگے کچھ بھی نہیں،اور نہیں تو بہت کچھ،کیا اس کی تشریح کر دوں؟،میں نے کہا بے شک،میں کلام عارفانہ سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا،مسکرائے پھر گویا ہوئے،بیماری مجھے جو بھی ہے اس کی فکر نہیں،بس ایک ہی فکر سوہان روح ہے،میں اپنے مقصد میں ناکام ہو چکا ہوں،سوچا تھا کہ ادارہ کو ملک کے چنیدہ جامعات کی صف میں کھڑا کر دوں،مگر مشیت کو شاید یہ منظور نہیں،یا شاید مجھ سے کرانا منظور نہیں،یہ کام کوئی دوسرا انجام دے گا یا نہیں مجھے نہیں معلوم،میں تو حسرت ناتمام لئے پابرکاب ہوں''۔[مولانا شفاء اللہ فیضی:حیات اور کارنامے]

قدیم اداروں میں''ناظم صاحب'' کی اصطلاح پہلے کی طرح آج بھی مروج ہے،مگر نام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بجائے اس سے خال خال ہی شخصیات متعارف ہو پاتی ہیں۔ میرے علم کی حد تک ہندوستان میں دو شخصیات ایسی ہیں، جن کو نام سے زیادہ ''ناظم صاحب'' سے لوگ جانتے اور پہچانتے تھے، اور ان کی وفات کے باوجود آج بھی جب مجرد ''ناظم صاحب'' بولا جاتا ہے، تو دونوں کے علاقوں میں وہی دونوں شخصیات مراد ہوتی ہیں۔ ایک جامعہ فیض عام، مئو کے ناظم مرحوم مولانا محمد احمد اور دوسرے ان کے تلمیذ خاص جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کے ناظم استاذ حبیب حضرت مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ۔ میں گاؤں کے مدرسہ اصلاح المسلمین میں زیر تعلیم تھا، اور بہت چھوٹا تھا، لوگ کہتے تھے کہ ''ناظم صاحب'' آرہے ہیں۔ اس زمانے میں آپ کو پہچانا ضرور، مگر محسوس نہ کرسکا، اور جب ۱۹۸۷ء میں میرا داخلہ جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند میں رابعہ ابتدائیہ (پہلی فارسی) میں ہوا، تو آپ کو قریب سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا موقع ملا۔ آپ ہم لوگوں کو اس کلاس میں عربی زبان کی کتاب ''منہاج العربیہ'' پڑھاتے تھے، پھر خامسہ ابتدائیہ میں پڑھایا، جماعت اولیٰ میں آپ نے انگریزی کی کتاب پڑھائی، جماعت ثانیہ میں ترجمہ قرآن اور جماعت ثالثہ میں ہدایۃ النحو۔ آپ ایک سخت استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مہربان و مشفق بھی تھے۔ پڑھائی کے معاملے میں اور سبق یاد نہ کرنے کی صورت میں نہایت سختی کرتے اور سخت پٹائی کرتے، مگر پٹائی کے بعد اس طالب کو بلاتے اور نہایت شفقت و پیار سے سمجھاتے۔ آپ مجھے بے حد مانتے تھے اور چاہتے تھے کہ میں ہمیشہ اسٹوڈ کروں، اگر کسی کتاب میں ایک آدھ نمبر کم آتا، تو آپ ناراض ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا کہ اچھا سے اچھا نمبر لاؤں، اور بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی ہوا۔ میری محنت و کاوش دیکھ کر ایک روز انہوں نے کہا کہ جب تم فارغ ہو جاؤ گے تو جامعہ میں تم کو استاذ رکھ لیا جائے گا۔ میری فراغت سے قبل ہی آپ کی وفات ہوگئی، ورنہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے حکم کا انکار نہیں کرسکتا تھا۔ آج بہت سے لوگ ناظم صاحب کا حوالہ دے کر ناظم یا استاذ ہونے کے امیدوار بنتے ہیں، مگر حقیقی بات یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے شدید اصرار کے باوجود نظامت کے عہدہ کو قبول نہ کیا۔ اور نہ کبھی اس کی خواہش و تمنا رہی، بس ایک ہی بات چاہتا ہوں کہ ادارہ اپنی سابق پوزیشن پر لوٹ آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جامعہ محمدیہ میں عربی کی تیسری جماعت مکمل کر چکا تھا، اور باہر جانے کا ارادہ بنا چکا تھا۔ محترم ناظم صاحب رمضان میں جامعہ کے چندہ کی غرض سے کولکاتہ گئے ہوئے تھے، وہاں ان کی ملاقات جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو کے سابق شیخ الجامعہ شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی سے ہوگئی، سلام وکلام کے بعد انہوں نے کہا میں اپنے ایک ہونہار شاگرد کو آپ کے یہاں بھیجوں گا، جس کا داخلہ آپ ضرور کرلیں گے، شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی کے آپ محبوب شاگرد تھے آپ کی بات کا انکار کیسے کر سکتے تھے، ہاں کہہ دیا۔ شوال المکرّم کی ابتدائی تاریخوں میں اپنے گاؤں کے معروف عالم دین مولانا ہوداشرف فیضی کے ساتھ مبارک پور پھر مئو کا سفر ہوا، جب جامعہ اسلامیہ فیض عام پہنچا تو معلوم ہوا کہ عربی کی چوتھی جماعت میں داخلہ بند ہے، مگر شیخ الجامعہ کو ناظم مرحوم کی بات یاد دلائی گئی، اور بلا کسی تحریری ثبوت کے انہوں نے مجھے ناظم صاحب کا بھیجا ہوا امیدوار تسلیم کرلیا، اور داخلہ امتحان کے لئے جامعہ فیض عام کے نہایت قابل استاذ شیخ نثار احمد فیضی کے پاس بھیج دیا، جنہوں نے داخلہ امتحان لیا، اور مطلوبہ جماعت (جماعت رابعہ) کے مستحق قرار دیا۔ یہاں ایک سال پڑھنے کے بعد میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس چلا گیا۔ اس عظیم ادارہ میں داخلہ ہوجانے پر آپ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔

آپ نہایت نرم طبیعت کے انسان تھے، اپنوں سے جدا ہوتے تو آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا۔ ایک مرتبہ آپ جامعہ سلفیہ بنارس آئے ہوئے تھے، واپسی پر میں آپ کو چھوڑنے بنارس اسٹیشن آیا۔ استاذ وشاگرد دو دوستوں کی مانند بیٹھے بات چیت کرتے رہے، ٹرین اپنے وقت سے بے حد لیٹ ہوگئی، آپ نے کہا تم چلے جاؤ، ورنہ جامعہ پہنچتے پہنچتے گیٹ بند ہوجائے گا، میں نہ چاہتے ہوئے آپ کے شدید اصرار پر چلنے کے لئے آمادہ ہوا، ایک طرف میری کیفیت بدل چکی تھی، اور آپ کا ساتھ چھوڑنے پر آنکھ سے آنسو نکل پڑا، دوسری طرف آپ کی طرف دیکھا تو آپ بے قابو ہوکر رو رہے تھے۔ بالآخر آنسو پونچھتے ہوئے بھرائے الفاظ میں میں نے سلام کیا اور آپ سے جدا ہوگیا۔

جب میں نے عالمیت مکمل کی اور جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کی جانب سے جامعہ اسلامیہ سنابل، نئی دہلی میں منعقدہ ''دورۂ تدریبیہ'' میں شریک ہوا، تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی، آپ نے میرے بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھائی جناب محمد سلطان صاحب کو جامعہ مدعو کر کے میرے روشن مستقبل کی بشارت سنائی اور مسرت وشادمانی میں ان سے مٹھائی منگوا کر کھائی۔

آپ سرطان کے مرض میں مبتلا تھے، جامعہ سلفیہ بنارس سے جب بھی چھٹیوں میں گھر آتا، آپ سے ضرور ملتا، اور بار بار ملتا۔ کسی کی کیا مجال تھی کہ آپ سے ملے بغیر اپنے ادارہ کو واپس ہو جاتا۔ آپ سے جب بھی ملتا، آپ نصیحتوں پر نصیحتیں کرتے، اور اپنے بیٹے کی طرح محبت وپیار کا اظہار فرماتے۔

۱۹۹۷ء کا سال چل رہا تھا، گرمی کی تعطیل میں آپ سے مل کر بنارس واپس ہو چکا تھا۔ آپ کی طبیعت بگڑتی جا رہی تھی، موبائل و ٹیلی فون کی سہولیات تو تھیں نہیں، ہر پل کی خبر سے محروم رہتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کو اپنی وفات کے آخری دنوں میں مظلومیت کی زندگی گزارنی پڑی۔ کل جن کو آپ سے روبرو ہو کر بولنے کی مجال نہ تھی، وہ آپ کی حالت بیماری سے فائدہ اٹھا کر آپ کو ستانے کے درپے ہو گئے۔ یہ کون لوگ تھے؟، کن کے زدوکوب کا آپ شکار ہوئے، بتلانے کی ضرورت نہیں، سب جانتے ہیں۔ ۷/نومبر ۱۹۹۷ء کی تاریخ تھی، غالباً مولانا محمد طیب مدنی نے استاذ محترم شیخ احمد مجتبیٰ مدنی/حفظہ اللہ کو فون کر کے آپ کی وفات کی الم ناک خبر دی، انہوں نے استاذ جلیل شیخ محمد حنیف مدنی/رحمہ اللہ کو، شیخ محمد حنیف مدنی/رحمہ اللہ نے مجھے اپنے فلیٹ میں بلا کر یہ خبر سنائی، پھر کیا تھا، جسم وجان سے مفلوج ہو چکا تھا، نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا چکا تھا۔ آنکھوں سے نہ رکنے والا آنسو جاری تھا، ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ اس لئے کہ میں مجازی باپ کھو چکا تھا، حقیقی باپ کو دودھ پینے کے زمانے میں کھو کر، آپ سے باپ کی شفقت ومحبت مل رہی تھی۔ میں نے دل کو قابو میں لا کر استاذ محترم شیخ محمد حنیف مدنی/رحمہ اللہ کی طرف نگاہ اٹھائی، تو ان کو پھوٹ کر روتے ہوئے پایا، کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا کہ آج میں نے اپنے سب سے محبوب انسان کو کھو دیا ہے، صوفی جی کی وفات پر مجھے جو غم ہے، اتنا غم والدین کی وفات پر بھی نہ ہوا۔

دوسری طرف ناظم صاحب کو مظلوم ومقہور بنانے والوں میں کوئی اور ہی کیفیت تھی۔ میں بنارس سے آ کر آپ کی تجہیز وتکفین میں شریک تو نہ ہو سکا، مگر دوسرے ہی دن جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کو ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعزیت نامہ ارسال کیا، جس میں اور چیزوں کے ساتھ یہ بات بھی لکھی کہ فوراً علاقے کے علماء کو اکٹھا کیا جائے اور آپ کی حیات وخدمات پر ایک کتاب تیار کرنے کا مشورہ کیا جائے، اور ان سے نیز ناظم صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ وشاگردان سے ان کی حیات اور کارناموں پر مقالے لکھوائے جائیں۔ اور سب کو جمع کر کے ایک بہترین کتاب شائع کی جائے، مگر اس پر عمل کرتا کون؟۔

آپ کی وفات پر انسان کیا، جانوروں تک روئے۔ جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کی درودیوار روئی، اور اتنا روئی کہ دوبارہ آنکھوں میں آنسو پیدا نہ ہوسکا، اور ایسا کیوں نہ ہو جامعہ محمدیہ نے اپنے ایک مخلص اور بے لوث خادم کو کھو دیا تھا۔ ایسا خادم جس نے اس کو سجانے وسنوارنے میں اپنی ساری صلاحتیں لگادیں، جس کی تعمیر وترقی اور رعنائی کے لئے شب وروز محنتوں پر محنتیں کر کے اور اپنی زندگی اس کے لئے وقف کر کے آخری سانس اس کی گود میں لی۔ ایک دن جامعہ محمدیہ کی رکھوالی کی ذمہ داری آپ کے ناتواں کندھوں پر علاقہ کے مخلصین کی طرف سے ڈالی گئی، اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ آپ نے یہ امانت علاقہ والوں کو واپس کر کے محبین کے کندھوں کے سہارے قبر کی راہ لی۔ جب جامعہ سے آپ کا جنازہ اٹھا ہوگا، اس وقت کا منظر کیا ہوگا، جامعہ کی درودیوار کی کیفیت کیا ہوگی؟!۔

سالانہ تعطیل جامعہ سلفیہ، بنارس میں ہوئی، گھر آیا تو سب سے پہلے جدوڈیہہ قبرستان آپ کی آخری قیام گاہ پہنچا، قبر کی زیارت کی اور مغفرت کی دعاؤں کے بعد جامعہ محمدیہ آیا، آپ کی چوکی پر نظر پڑی تو آنسو سنبھال نہ سکا۔ ہر طرف نگاہ دوڑائی، تو داغ کا یہ مصرعہ زبان پر آگیا۔

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں

اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، خدمات ومساعی کو قبول کرے، اور جنت کے اعلیٰ وارفع مقام میں آپ کو جگہ مرحمت فرمائے، آمین!!

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)۔ مولانا شمس الہدیٰ عبداللہ پوری رحمہ اللہ

مولانا شمس الہدیٰ عبداللہ پوری عبداللہ پور، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ میں ۱۵/جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم معزز عالموں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کے دادا اور پردادا نے حج کیا تھا، اسی وجہ سے ان کا خاندان ''حاجی خاندان'' سے موسوم کیا جاتا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مکتب سے لے کر درجہ ہشتم تک حاصل کرنے کے بعد عربی وفارسی کی کتب مختلف مدارس میں پڑھی۔ آپ بہت ہی ذہین وفطین انسان تھے۔ امتحان میں ہمیشہ پہلی پوزیشن حاصل کرتے تھے۔ آپ نے جن اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے کسب فیض کیا تھا، ان میں مولانا عبدالرؤف، مولا بخش، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبدالحنان عبداللہ پوری وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آپ نے جس زمانے میں فراغت حاصل کی تھی، علاقے میں علم دین کا چرچہ بہت کم تھا، آپ نے لوگوں کو اس جانب مائل کرنا شروع کیا۔ آپ گاؤں کے مکتب میں بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم سے روشناس کراتے تھے، اور چھٹی کے اوقات میں گاؤں گاؤں میں جا جا کر دینی مزاج پیدا فرماتے تھے۔ اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ تقسیم ہند سے قبل ۱۹۴۰ء میں ایک مدرسہ اسلامیہ عبداللہ پور میں قائم ہوا، جو بعد میں ''جامعہ اسلامیہ سلفیہ'' سے ہر جگہ مشہور ہوا اور جس میں نابغہ روزگار شخصیات نے تعلیم وتدریس کی ذمہ داری ادا کی، اور جو ابھی بھی خوب شان سے چل رہا ہے۔ آپ نے پوری زندگی اس ادارہ کی سکریٹری ومربی ومحسن کے طور پر خدمت کی۔ اس کے علاوہ سماجی، سیاسی اور رفاہی خدمات بھی سرانجام دیں۔ بزبان بنگلہ صحافت کا ذوق رکھتے تھے۔ مختلف مجلّات میں مضامین رقم فرماتے تھے۔

آپ سے اکتساب علوم وفنون کرنے والے تلامذہ کی تعداد بہت ہے، ان میں مولانا بنی اسرائیل، مولانا سعید الرحمٰن ندوی، مولانا عبدالسلام، مولانا عبدالرؤف شمیم، مولانا ابوالقاسم گنگا پرساد، مولانا بحر عالم سلفی، مولانا اسحٰق مدنی وغیرہم کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

آپ جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور کے مؤسس تھے۔ جن دنوں مولانا عبدالوہاب آروی آل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انڈیا اہل حدیث کانفرنس (مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) کے امیر تھے تو انہوں نے اراکین مجلس شوریٰ میں آپ کو بھی شامل کیا تھا۔ مولانا مصلح الدین اعظمی نے لگ بھگ تیس سال جامعہ اسلامیہ سلفیہ میں تدریسی ودعوتی خدمات انجام دی ہیں۔ جب آپ اس ادارہ میں تھے تو آپ دعوتی کاز کے تحت جہاں کہیں بھی جاتے آپ کے ہمراہ مولانا شمس الہدیٰ بھی ہوتے تھے۔ اس طرح مختلف بدعات وخرافات کا قلع قمع فرمایا۔ نیز جامعہ میں شعبۂ دعوت وتبلیغ قائم کرکے منظّم انداز میں سلفی دعوت وفکر کی خوب خوب اشاعت کی۔ مولانا کا علاقے کی سلفی تحریک کے قائدین میں شمار ہوتا ہے۔

جن لوگوں سے مولانا کی صحبت رہی تھی، وہ سب آپ کے ثنا خواں تھے۔ مولانا مصلح الدین اعظمی رحمہ اللہ کے ساتھ بڑی اچھی رفاقت تھی۔ جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور میں تدریسی خدمت انجام دیتے وقت اکثر آپ سے رائے مشورے لیتے، اور جامعہ کی تعلیم وترقی نیز مختلف موضوعات پر گفت وشنید کرتے۔ مولانا کی سوانح ''صاحب گنجی علماء اہلحدیث اوران کے کارنامے'' میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ بنگلہ زبان میں آپ کی حیات وخدمات کا تذکرہ مولانا عبدالرؤف شمیم اور مولانا مبارک کریم چودھری کولکتوی نے ''صوفی سماج اوران کے کارنامے'' میں کیا ہے۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند سے شائع کتاب ''تراجم علمائے اہل حدیث'' میں بھی ایک چھوٹا مضمون شامل اشاعت ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام نصیب فرمائے، آمین!!

❁❁❁

(۱۱)۔ حافظ ومولانا ابوالفلاح

محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ

موضع ٹوپاٹانڑ ضلع جامتاڑا سے تعلق رکھنے والی ایک عظیم شخصیت، داعی ومبلغ، مخلص وبے لوث عالم دین، مسلک سنت اوراہل حدیثیت کو فروغ دینے والا مرد مجاہد، سنت وسیرت رسول پاک ﷺ کا سچا شیدائی وفدائی حضرت حافظ ومولانا ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ کا نام آج بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑی عقیدت اور عزت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی پروقار شخصیت، بے لوث خدمت، بلند نگاہی، دوررسی، گہرے مطالعہ، علم وعرفان اور بے انتہا محنت اور انتھک کوششوں کے ذریعہ علاقہ میں کتاب وسنت کی تعلیمات اور منہج سلف صالحین کو عام کیا۔ ہزاروں دلوں میں اسلام کی روح پھونکی۔ سیکڑوں لوگوں کو کتاب وسنت کی راہ دکھائی۔ معاشرہ کو شرک وبدعت، اور غیر شرعی رسوم وعادات سے پاک کیا، ہزاروں لوگ آپ سے متاثر ہوئے اور آپ کی زندگی کو اپنے لئے عملی نمونہ بنایا۔

حافظ ومولانا ابوالفلاح عابد حسین بن خواجہ احمد گنگوہی ثم ٹوپا ٹانڑوی صوبہ اتر پردیش کے مشہور ومعروف قصبہ ''گنگوہ'' ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، گنگوہ وہ شہر ہے، جہاں مشہور زمانہ حنفی عالم دین مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ مولانا عابد حسین رحمہ اللہ کا تعلق بھی ایک متشدد حنفی خاندان سے تھا، آپ کے خاندانی حالات کی تفصیل نہ مل سکی!۔

آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخ کا علم نہ ہوسکا، البتہ آپ نے جب ہوش سنبھالا اور پڑھنے لکھنے کے لائق ہوئے تو سب سے پہلے حفظ قرآن کی طرف توجہ دی، پھر دیوبند اور سہارنپور کے مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے حنفی المسلک والمشرب اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور حنفی طرز پر ہی آپ کی مکمل تعلیم وتربیت ہوئی۔

آپ نے جس دور میں آنکھیں کھولیں، وہ غربت وافلاس کا دور تھا، تلاش معاش کے لئے لوگ دور دراز کا سفر کرتے تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کو بھی تلاش معاش کی فکر ہوئی، اور گھر سے نکل گئے۔ مختلف جگہوں، شہروں اور مقامات سے گذرتے ہوئے ضلع جامتاڑا کے مشہور ومعروف گاؤں ٹوپا ٹانڑ پہنچ گئے۔ بستی کے لوگوں سے بات چیت ہوئی، آپ نے اپنا مقصد لوگوں پر پیش کیا، بستی کے لوگوں کو ایک مدرس ومعلم کی ضرورت تھی، آپ کو گاؤں کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے رکھ لیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر غالباً ۲۴۔۲۵ سال تھی، آپ ایک حنفی عالم دین تھے، اور بستی کے لوگ بھی حنفی المسلک تھے، اس وجہ سے آپ اس معاشرہ میں پورے طور سے گھل مل گئے، لوگوں کی طرف سے آپ کو بہت زیادہ محبت اور عزت ملی۔ آپ بستی کے لوگوں کے ساتھ ایسے گھلے ملے کہ یہیں کے ہوکر رہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے اور اپنے وطن گنگوہ واپس نہ جا سکے۔ بستی کے دو نیک بخت بھائیوں (جناب تراب علی میاں اور جناب مدھو میاں) نے اپنی جائداد میں آپ کو ایک تہائی حصہ دے کر اپنا بھائی بنا لیا تھا۔

آپ اس بستی میں حنفی مسلک کے مطابق دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس کا کام بخوبی انجام دے رہے تھے، بلکہ آپ مسلک اہلحدیث سے بالکل نا آشنا تھے، اور جس بستی میں آپ رہ رہے تھے، وہ حنفیت کا مرکز مانی جاتی تھی۔ یہاں اہل حدیث کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک روز منشی نورالدین نندومہاشے کٹھڈابری رحمہ اللہ بحیثیت مہمان ٹوپاٹانڑ آئے۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا، اذان ہوئی، سب لوگ نماز کے لئے چلے، منشی جی بھی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے گئے، مولانا عابد حسین صاحب نے امامت فرمائی، جب آپ نے "**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**" کی تلاوت فرمائی تو منشی جی نے زور سے "آمین" کہی، نماز کے بعد مولانا عابد حسین نے منشی جی کو مخاطب کر کے کہا "جناب یہ بدعت آپ نے کہاں سے لائی"؟ جواب ملا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہے، اور ہم نے سنت پر عمل کیا ہے، مشکاۃ شریف کے اندر آمین بالجہر کی حدیث موجود ہے۔ (اس وقت مشکاۃ شریف ہی کا زیادہ چلن تھا) بات بڑھتے بڑھتے مناظرہ تک پہنچ گئی۔ شرط یہ طے پائی کہ جو مناظرہ ہار جائے گا، وہ فاتح کا منہج ومسلک قبول کر لے گا۔ اس وقت مشکاۃ شریف سوائے مدھوپور کے (جو تلمیذ شیخ الکل علامہ حکیم عبدالعزیز اعظمی متوطن مدھوپور کے پاس تھی) اس علاقہ میں کہیں نہیں تھی۔ راتوں رات پالکی چلی اور دونوں فریق موضع بروٹانڑ پہنچے، یہیں حاجی عالم کے یہاں قیام رہا۔ ادھر مدھوپور سے مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی (رواں، اعظم گڑھ) اور دیگر علمائے مدھوپور سرزمین بروٹانڑ پہنچے، بروٹانڑ ہی میں مناظرہ ہوا، مناظرہ کا حکم تلمیذ شیخ الکل، مصلحِ جھارکھنڈ، بانی مدرسہ جامع العلوم، پوکھریا مولانا عبدالرحیم امبھاوی بیربھومی رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔ اہل حدیث کی طرف سے مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی (تلمیذ شیخ الکل فی الکل علامہ سید نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلوی) متکلم منتخب ہوئے اور شاندار مناظرہ کیا، بحث ایک ہفتہ تک چلتی رہی، اور بالآخر مولانا عابد حسین صاحب مناظرہ ہار گئے اور طے شدہ شرط کے مطابق وہیں انہوں نے اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔ چونکہ آپ کی شخصیت لوگوں کے درمیان کافی مقبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومحبوب تھی لوگ اپنے تمام دینی امور آپ کے سپرد کئے ہوئے تھے، اس لئے آپ کے ساتھ بہت سارے لوگوں نے مسلک حق کو قبول کیا اور اس کے بعد سے ٹوپا ٹانڑ دھیرے دھیرے اہلحدیثوں کا مرکز ومحور بنتا گیا، مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے اہلحدیث ہونے کے بعد پوری دلجمعی، انہماک اور اخلاص کے ساتھ سلفی کتب کا مطالعہ شروع کردیا۔ مطالعہ میں وسعت اور گہرائی آتی گئی، اور عقیدہ ومسلک میں رسوخ پیدا ہوتا گیا، آپ نے اپنی پوری زندگی سلفیت اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے لئے وقف کردی۔

آپ ایک جید اور باصلاحیت عالم دین تھے، کتاب وسنت کی تعلیمات میں مہارت رکھتے تھے، آپ کے اندر متنوع صلاحیتیں موجود تھیں، سلفیت قبول کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو مطالعہ کتب اور تحقیق وتدقیق مسائل کا اس قدر عادی بنالیا کہ چند ہی دنوں میں آپ کا علم نکھر کر سامنے آنے لگا اور آپ علاقہ میں مرجع خلائق بن گئے۔ بڑے سے بڑے اور مشکل سے مشکل مسائل بھی بڑی آسانی سے حل کردیتے تھے، آپ کے اندر خطابت کا اچھا ملکہ موجود تھا، لوگوں کو دلنشیں انداز میں خطاب کرتے تھے، جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے استفادہ کیا ہے، وہ آپ کی گہری صلاحیتوں، وسعت مطالعہ، مسائل کے استحضار کا اعتراف کرتے ہیں۔

آپ ایک بلند اخلاق وکردار کے مالک انسان تھے، آپ دین کے بے لوث خادم ومخلص داعی تھے۔ آپ کے اخلاق وکردار کی بلندی ہی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ نے اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کیا، تو آپ کے ساتھ ایک بڑی تعداد بلکہ یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ پوری بستی والوں نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ آپ بہت دوررس، معاملہ فہم اور ذہین وفطین انسان تھے۔ مطالعہ کا شوق آپ کو وافر مقدار میں ملا تھا۔ آپ جرأت وبے باکی، ہمت وحوصلہ، اخلاص وللّٰہیت، محنت وجفاکشی، شوق ولگن، زندہ دلی اور محبت وہمدردی جیسی صفات سے بدرجۂ اتم متصف تھے۔ آپ کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ بہت سارے لوگوں نے آپ کے نام سے اپنی قیمتی جائدادیں وقف کردیں، آپ کو اپنا پیشوا، مقتدیٰ اور رہنما تسلیم کیا، آپ کی رہنمائی میں اپنے دینی ودنیاوی امور ومسائل حل کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔آپ نرم طبیعت، شریعت اسلامیہ کے پابند عابد وزاہد، متبع سنت انسان تھے۔دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کا جذبہ اس قدر تھا کہ اس انبیائی مشن ہی کو اپنا نصب العین اور زندگی کا اہم مقصد قرار دیا اور پوری زندگی اسی راہ میں گزار دی۔

آپ اپنا وطن گنگوہ چھوڑ کر جب موضع ٹوپاٹانڑ میں مقیم ہو گئے، تو یہیں سے آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا، گاؤں کے مکتب میں بچے وبچیوں کو دینی وشرعی تعلیم دینے لگے۔اور یہ سلسلہ تاحیات قائم رہا، بہت سارے لوگوں نے آپ سے تعلیم حاصل کی، آپ بچوں کو پڑھانے اور ان کے اخلاق وکردار کو سنوارنے کے بعد خواہشمند بچوں کو کسی مشہور دینی ادارے میں بھیج دیتے تھے۔آپ کے بے شمار شاگردان علم ودعوت کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دے کر اکثر تو رخصت ہو گئے اور کچھ ابھی بھی اپنی خدمات سے معاشرہ وسماج کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

آپ کے ایک مصاحب اور شاگرد ہمارے گاؤں کے عبدالرزاق صاحب تھے، ان پر آپ کا اعتماد بے تحاشا تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ زمین وجائداد جو آپ نے ٹرمنڈا میں خریدی، ان میں سے بیشتر کو اپنے اور عبدالرزاق صاحب کے نام سے خریدا اور پھر دارالفلاح کے لئے وقف کیا۔جس کمیٹی کو بنا کر جائداد کو وقف کیا، اس میں چار نمبر پر جس رکن کا نام ہے، وہ عبدالرزاق صاحب ہی ہیں۔

ایک شاگرد ہرلاٹانڑ کے عبدالقادر صاحب تھے، بڑے دیندار اور داعی الی اللہ تھے۔شرک وبدعت سے سخت نفرت کرتے تھے۔ان کو بنگلہ زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔بنگلہ زبان کے بہت سے اشعار ان کو یاد تھے، جو موقع بموقع پڑھتے رہتے تھے۔اپنے گاؤں اور قرب وجوار میں لوگوں کو کتاب وسنت کے عقیدے سے ہٹنے نہیں دیا۔

آپ کے ٹوپاٹانڑ اور جگواڈیہہ کے تو بیشتر لوگ تلامذہ اور مصاحب تھے۔خاص طور پر دبیر میاں، تراب علی میاں، مدھو میاں، محمد قاسم، محمد لقمان، محمد الیاس،، محمد رستم، محمد خاطر، خدا بخش، محمد سلیمان، یعقوب، داؤد، دیدار میاں (پھل جھریا)، محمد اسماعیل (ہرلا)، آدم صفی (پہاڑپور)، حاجی شہاب الدین (ڈومریا)، مکھیا عبداللطیف (بہراپہری)، عبدالعزیز (جدوڈیہہ)، مولانا محمد حاتم (کروا)، مولانا حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالغفار مدھوپوری، مولانا محمد یوسف شمشی (بانی جامعہ اسلامیہ یوسفیہ، منکڈیہا)، ڈاکٹر امتیاز احمد (گریڈیہہ)، مولانا عبدالحکیم (لچھوڈیہہ)، حاجی ابوالحسن کاظمی (گریڈیہہ)، مولوی خسرو میاں (جیروا)، نفرو میاں (جیروا)، خاطر محمد وجان محمد بن حاجی امیرالدین (چمپاپور) وغیرہم ہر مسلک وجماعت کے لوگ آپ کے عقیدت مند تھے۔

ڈابھا کیند کے جناب محمد رفیق صاحب (شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی کے دادا محترم) بھی آپ کے خاص مصاحب اور تلمیذ تھے۔ ہر دن ٹوپاٹانڑ آپ سے ملنے پہنچ جاتے تھے۔ دونوں کے درمیان کی قربت ونزدیکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کی اپنی وفات سے پہلے دارالفلاح کے لئے بنائی کمیٹی اور وقف نامہ میں ایک رکن جناب محمد رفیق صاحب بھی ہیں۔

پوکھریا میں بھی آپ کے کئی شاگرد گزرے ہیں۔ بقول استاذِ محترم مفتی محمد جرجیس سلفی رحفظہ اللہ:

''آپ کے بڑے شاگردوں میں پوکھریا کے وزیر محمد، مولوی عبدالکریم، ناظر میاں، اور گردھاری میاں تھے۔ ان لوگوں نے مسلک حق کی نشرواشاعت اور تبلیغی وتعلیمی کاموں میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ نئی نسل کی تعلیم وتربیت میں ان بزرگوں کا بڑا حصہ رہا ہے۔ علاقے میں دینی ذہن سازی میں بڑا رول ادا کیا ہے۔ بالخصوص شرک وبدعت کو مٹانے میں سعی کامل کی ہے۔ علاقے میں گشتی پروگرام ہوتا تھا، اور جگہ جگہ ان کے عقیدت مند پائے جاتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے لڑکوں کو ''جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ''، دلالپور تعلیم وتربیت کے لئے بھیجا تھا۔ دوسرے گاؤں میں بھی بچوں کو تعلیم حاصل کرنے پر برانگیختہ کیا۔ ان بزرگوں کی کوشش سے جہالت ہونے کے باوجود بہت فائدہ ہوا''۔

مولانا ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ کی ہمہ جہت خدمات میں سے ایک بڑی خدمت یہ ہے کہ، انہوں نے ٹوپاٹانڑ (جامتاڑا) اور ٹرمنڈا (گریڈیہہ) میں مدرسہ دارالفلاح کی بنیاد ڈالی، اوراس کے لئے ایک بڑی جائداد حاصل کی، ٹوپاٹانڑ میں ساٹھ (٦٠) ڈسمل، موضع سندوری میں اسی (٨٠) ڈسمل اور ایک دوسرے گاؤں ٹرمنڈا (گریڈیہہ) میں گیارہ (١١) ایکڑ اور پچپن (٥٥) ڈسمل اراضی، جن میں کچھ قابل کاشت اور کچھ قابل تعمیر خریدیں اور ساری اراضی مدرسہ دارالفلاح کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتاریخ ۱۹۶۰/۱۲/۵ء وقف کر دیں۔

وقف نامہ کے بعض قابل ذکر اقتباسات درج ذیل ہیں:

"**تعریف مقر (واقف):** مولانا سید عابد حسین ولد حافظ سید خواجہ احمد مرحوم ساکن موضع ٹوپاٹانڑ، تھانہ نرائن پور، ضلع سنتھال پرگنہ، حال مقام: موضع ہرلا، تھانہ گانڈے، پرگنہ کھرگڈیہا، ضلع ہزاری باغ، سب رجسٹری آفس گریڈیہہ، ڈسٹرکٹ رجسٹری آفس ہزاری باغ، پیشہ گرہستی و تبلیغ، ذات و قوم مسلمان۔

قسم وثیقہ: وقف نامہ فی سبیل اللہ

تعریف جائداد موقوفہ: جائداد غیر منقولہ حسب تفصیل ذیل مندرجہ شیڈول الف و ب، مالیت جائداد موقوفہ مبلغ تین ہزار (۳۰۰۰) روپے۔

من مقر واقف اقرار حسب ذیل کرتا ہے:

(۱)۔ یہ کہ من مقر واقف اقرار و اعلان کرتا ہوں کہ جائداد غیر منقولہ مندرجہ شیڈول الف و ب جو اس وقت موجود ہے، و من مقر کی حاصل کردہ بذریعہ قبالہ و سٹلمینٹ و بخشش نامہ کے ہے اور کل جائداد پر قبضہ من مقر کا ہے اور جس پر کچھ پختہ عمارت من مقر نے اپنے خرچ سے تعمیر کیا ہے اور جس پر مکان سکونتی من مقر کا ہے، اور کسی میں رہتا ہے، جز و کل کا مالک و قابض من مقر ہوتا چلا آیا ہے اور ہے۔

(۲)۔ یہ کہ من مقر ضعیف العمر ہے اور لاولد ہے، من مقر کی خواہش ہے کہ وہ سب جائداد مندرجہ شیڈول ذیل وقف فی سبیل اللہ واسطے قائم ایک درس گاہ (مدرسہ) عظیم بمقام موضع ٹوپاٹانڑ، جس میں خالص قرآن و حدیث کی تعلیم و تربیت دی جائے گی، اور جو مسلک "اہل حدیث" کا حقیقی ترجمان ہوگا، کر دوں، اور کرتا ہوں۔ اس نیت و نظر کے ماتحت من مقر مذکور بحالت درستگی ہوش و حواس بلا کسی لالچ و ترغیب و بلا کسی کے جبر و دباؤ کے جائداد مندرجہ ذیل کو جو ملکیت خاص من مقر کی بلا شراکت غیرے ہے وقف فی سبیل اللہ واسطے قیام درس گاہ متذکرہ بالا کرتا ہوں، و جائداد متذکرہ کو وقف قرار دیتا ہوں، آج کی تاریخ سے مجھ کو یا وارثان و جانشینان و قایم مقامان میرے کو ملکیت موقوفہ ہذا سے کوئی ذاتی تعلق یا سروکار نہیں رہا اور نہ آئندہ ہوگا، جائداد موقوفہ مذکور جمیع حق و حقوق داخلی و خارجی بلا استثنا کسی شیء کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب کے سب مال وقف بغرض قیام مدرسہ سب منشاء متذکرہ بالا ہوگئی، وسمجھی جائے گی، ورہے گی۔

(۳)۔ یہ کہ اب تک من مقر خود تمامی جائداد متذکرہ شیڈول الف وب ذیل کا انتظام ودیکھ بھال کرتا رہا تھا اوران پر قابض ودخیل رہ کر جوت آباد، تعمیر ومرمت ٹوٹ پھوٹ اپنے خرچ سے کرتا رہا ہوں، اب چوں کہ جائداد موقوفہ وقف فی سبیل اللہ ہوگئی، حسب ذیل متولی وممبران کمیٹی من مقر قایم کر کے ونامزد کر کے جائداد موقوفہ واسطے انتظام ونگرانی ان کے سپرد کرتا ہوں، جب تک من مقر باحیات ہے، متولی رہوں گا، اور بعد من مقر نائب متولی محمد قاسم ولد خدابخش مع کمیٹی جس کا نام ذیل میں درج ہے جائداد موقوفہ کا انتظام ودیکھ بھال سب حسب منشاء وغرض وقف متذکرہ بالا کرتے رہیں گے۔

(۴)۔ یہ کہ بعد من مقر متولی جائداد موقوفہ کو اپنے قبضہ ودخل میں رکھ کر اس کا انتظام ودیکھ بھال اس طور پر کرتے رہیں گے کہ جائداد موقوفہ کی آمدنی تعمیر مدرسہ نو ودیگر ضروری تعلیمی امور کی انجام دہی میں خرچ کریں گے، اور جائداد موقوفہ کو قایم وبرقرار رکھیں گے، صرفہ تعمیر ومرمت وغیرہ میں اس طور پر کریں گے کہ دینی تعلیم حسب مسلک اہل حدیث واسلامی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے اور ترقی کرتا رہے، ہر متولی کا فرض ہوگا کہ انتظام جائداد موقوفہ کا نہایت ایمانداری ودیانت داری کے ساتھ کرتے رہیں گے۔ بحالت بددیانتی غبن یا دیگر بداعمالی ثابت ہونے کی صورت میں وہ مستوجب برخواست وقانونی گرفت کے ہوں گے۔ تمامی رقوم آمدنی وخرچ کا حساب کتاب متولی باقاعدہ رکھیں گے، اور اس کی جانچ پڑتال بہار صوبائی وقف بورڈ سنی کے ماتحت کراتے رہیں گے، وپابند وقف ایکٹ صوبہ بہار (بہار وقف ایکٹ نمبر ۸/۱۹۴۸ء) کے رہیں گے۔

(۵)۔ یہ کہ متولی مذکور محمد قاسم مندرجہ پارہ نمبر۳ ہذا کے بعد جو دوسرا متولی ہوگا وہ مدھو میاں وتراب علی میاں ساکنان موضع ٹوپاٹانڑ، تھانہ نرائن پور کے خاندان سے بالاتفاق رائے ممبران خاندان ہردو ہذا وہذا کے جو اہل وقابل ہوگا، وہی متولی ہوتا رہے گا، بحالت اختلاف یا عدم انتخاب یا اہلیت متولی صوبائی وقف بورڈ بہار کی رائے سے انہیں ہر دو خاندان میں سے متولی منتخب ہوگا، ہر متولی کا فرض ہوگا کہ وہ جائداد موقوفہ کا انتظام مطابق شرائط مندرجہ پارہ نمبر۴، ووقف نامہ ہذا کے کرتا رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶)۔ یہ کہ کسی متولی کو جائداد موقوفہ کے انتقال یا تبادلہ کا اختیار نہیں ہوگا جب تک کہ اجازت ومنظوری صوبائی مجلس اوقاف بہار ومقامی کمیٹی کی حاصل نہ ہو جملہ جائداد موقوفہ استعمال میں حسب غرض وغایت وثیقہ ہذا کے رہے گا وہوگا، کسی کو مجاز یا اختیار کسی دوسرے کاموں میں برخلاف مقصد وقف نامہ ہذا کے لگانے کا نہیں ہوگا۔

تشکیل کمیٹی انتظامیہ وقف ہذا:

[۱]۔متولی موجودہ: مولانا عابد حسین ولد حافظ خواجہ احمد مرحوم

[۲]۔متولی نائب بعدہ: محمد قاسم ولد خدا بخش، موضع ٹوپاٹانڑ

[۳]۔خازن: محمد لقمان میاں ولد عبدالمجید مرحوم (ٹوپاٹانڑ)

[۴]۔ممبر: عبدالرزاق ولد پہلادی میاں مرحوم (ہرلا)

[۵]۔// : محمد الیاس ولد منشی محمد دبیرالدین مرحوم

[۶]۔// : محمد رفیق ولد عبدالقادر مرحوم (ڈابھا کیند)

[۷]۔// : محمد قاسم ولد محمد ابوالحسن

[۸]۔// : محمد رستم علی ولد محمد نیاز علی مرحوم

تفصیل جائداد شیڈول (الف):

اراضی زمین کاشت واقع ٹرمنڈا موضع، تھانہ گانڈے، ضلع ہزاری باغ، اندر سب رجسٹری گریڈیہہ، ڈسٹرکٹ رجسٹری ہزاری باغ خریدگی بذریعہ قبالہ مرقومہ ۸/جنوری ۱۹۵۹ء، رقبہ کل گیارہ (۱۱) ایکڑ پچپن (۵۵) ڈسمل جو وقف ہوئی۔

شیڈول (ب):

اراضی زمین مع مکان سکونتی جس میں مقرر رہتا ہے، واقع موضع ٹوپاٹانڑ، تھانہ نمبر۱۲، تھانہ نرائن پور، ضلع سنتھال پرگنہ، سب رجسٹری آفس جامتاڑا، ڈسٹرکٹ آفس دمکا، ضلع سنتھال پرگنہ، جوت نمبر ۳۵، ساٹھ (۶۰) ڈسمل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اراضی زمین کاشت واقع سندوری، جوت نمبر ۱۷، رقبہ اسی (۸۰) ڈسمل۔

درستگی ہوش وحواس اپنے من مقر نے وقف نامہ ہذا لکھ دیا۔ کاتب الحروف وگواہ وثیقہ ہذا سید نصیرالدین وکیل گریڈیہہ مضمون وثیقہ ہذا کا مقر (واقف) کو پڑھ کر سنا دیا اور انہوں نے صحیح ودرست تسلیم کیا مرقومہ تاریخ ۵/دسمبر ۱۹۶۰ء۔

العبد

ابوالفلاح محمد عابد حسین وقف نامہ صحیح ودرست ہے

بقلم خاص

تاریخ ۵/۱۲/۶۰ء"

ٹرمنڈا میں خرید کر وقف کردہ سرزمین کا نام آپ کے معتقدین اور دونوں اداروں کے ذمہ داروں نے عابد نگر رکھا، دونوں مدرسوں کا نام آپ نے اپنی کنیت (ابوالفلاح) پر دارالفلاح رکھا تھا، دونوں مدرسے الحمدللہ چل رہے ہیں۔

مدرسہ ندوۃ الاصلاح، پھکبندی (جو ابھی مکمل طور سے دیوبندیوں کے قبضے میں ہے) اس کی بنیاد آپ (مولانا وحافظ ابوالفلاح)، مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری، مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری، جناب ابوالحسن کاظمی، اور ڈاکٹر امتیاز احمد (گریڈیہہ) رحمہم اللہ نے رکھی تھی۔ آپ پوری زندگی اس ادارہ کے سرپرست بھی رہے اور اپنی مقبولیت اور اثر ورسوخ نیز اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچایا۔

آپ میدان دعوت وارشاد کے عظیم شہسوار تھے۔ ٹوپا ٹانڑ میں قیام کے دوران آپ درس وتدریس کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ حنفیت کو ترک کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو اہلحدیث منہج وفکر کی اشاعت کے لئے وقف کردیا۔ آپ کی ذات بابرکات وستودہ صفات کی وجہ سے اس علاقہ میں سلفیت کی ترویج واشاعت ہوئی، بہت سارے لوگوں نے عقیدہ سلف کو اختیار کیا، علاقہ سے الحادوزندقہ اور کفروشرک کی تیرگی دور ہوئی اور سلفیت واہلحدیثیت کی قندیلیں روشن ہوئیں۔

آپ نے دعوت اسلامی کے فروغ اور سلفیت کی اشاعت کی خاطر ٹوپا ٹانڑ میں کئی دعوتی واصلاحی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجلاسوں کا انعقاد اپنے علماء احباب (مولانا محمد یوسف، بانی جامعہ اسلامیہ یوسفیہ منکڈ یہا، ومولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری) اور دیگر معتقدین کے تعاون اور امداد سے کرایا تھا۔ایک دوروزہ اجلاس ۹۔۱۰/ اپریل ۱۹۳۹ء کو منعقد ہوا تھا، جس کے اثرات وبرکات بڑے اچھے مرتب ہوئے تھے۔اس کی مکمل روداد وریورٹ ''ماہوار اہل حدیث گزٹ''، دہلی کے حوالے سے مولانا محمد یوسف شمسی کے تذکرہ میں نقل کی گئی ہے۔اس لئے تفصیل وہاں دیکھیں!

۱۹۵۸ء میں علاقہ کے دو عالم اول اول فارغ ہو کر آئے تھے،ایک قاری محمد ایوب مظاہری، مظاہر علوم سہارنپور سے، اور دوسرے مولانا محمد یاسین عادل ریاضی، جامعہ ریاض العلوم، دہلی سے۔دونوں کی فراغت پر علاقے میں ایک جشن کا ماحول تھا۔اس مناسبت سے دونوں کے اعزاز میں ایک جلسہ ٹوپاٹانڑ میں آپ (مولانا حافظ گنگوہی ٹوپاٹانڑوی) نے رکھا۔آپ ہی نے اس کی صدارت فرمائی۔اس اجلاس کی روداد مولانا محمد خالد فیضی، مولانا محمد یاسین عادل کے متعلق اپنے تحریر کردہ تاثرات میں یوں بیان کرتے ہیں:

''ایک زمانے میں جب پڑھ کر کے نئے نئے آئے تھے،تو ان کے استاذ ومرشد حافظ ابوالفلاح عابد حسین نے ایک محفلِ مسرت کا انعقاد کیا،جس میں علاقے کے دو فارغین کا انہوں نے تہہ دل سے استقبال کیا،ایک تو خود مولانا عادل تھے، دوسرے تھے مولانا محمد ایوب مظاہری۔اس محفل میں نئے فارغین سے کچھ وعظ ونصیحت کی باتیں بھی سننے کی خواہش کا حاضرین نے مطالبہ کیا۔قاری صاحب نے پہلی تقریر کی اور تقریر کا خاتمہ اس جملے پر کیا کہ میں نے مظاہر العلوم، سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، میری نسبت مسلک دیوبند سے ہے، اور مجھے فخر ہے کہ میں دیوبندی ہوں۔مجلس میں سناٹا چھا گیا۔حافظ صاحب بھی بے چین ہو گئے۔آخر میں مولانا عادل صاحب کو کہا کہ اس کا جواب دو!۔عادل صاحب کھڑے ہوئے حمد وصلاۃ کے بعد انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو اپنے سنی ہونے پر فخر ہے، کچھ دوسرے لوگ ہیں، جنہیں حنفی ہونے پر فخر ہے، اور کچھ لوگ اپنے آپ کو شیعہ کہلانا پسند کرتے ہیں، کیا اچھا ہوتا اگر یہ سارے لوگ باہم مل جاتے اور مل جل کر اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے۔حافظ صاحب بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوش ہوئے اور مجمع میں تالی بج گئی'' [مولانا محمد یاسین عادل ریاضی: حیات وخدمات: ۱۲۲]

جماعت اہل حدیث کے استحکام کے لئے آپ اہل حدیث جمعیتوں سے بھی وابستگی رکھتے تھے اور اپنی آراء وتجاویز سے نوازتے تھے۔''انجمن اہل حدیث ضلع دمکا'' کا قیام ۱۷/اپریل ۱۹۳۹ء کو عمل میں آیا تھا، اس اجتماع میں آپ نے شرکت کی تھی، اور انجمن کی جو کمیٹی بنی تھی، اس میں آپ کو مجلس عاملہ کا رکن بنایا گیا تھا۔ ماہوار اہل حدیث گزٹ، دہلی (مجریہ جون ۱۹۳۹ء) میں اس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔

اس رپورٹ کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کتنی عظیم تھی اور کتنی عظیم عظیم شخصیاتِ جماعتِ اہل حدیث سے آپ کے روابط وتعلقات استوار تھے، اور ملی وجماعتی کاموں اور مسائل پر گفت وشنید اور تبادلہ آراء کے لئے کس قسم کے عظیم لوگوں اور اصحابِ دماغ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔ آیئے ذیل میں اس کی رپورٹ پڑھتے ہیں، تاکہ ان کی شخصیت کا کماحقہ اندازہ ہوسکے:

''بتاریخ ۱۷/اپریل ۱۹۳۹ء ضلع دمکا کے اصحاب الرائی حضرات کے ایک اجتماع میں زیر صدارت حضرت مولانا عبدالخبیر صاحب صدر صوبہ بہار اہل حدیث کانفرنس، جس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب وصوبہ بہار اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن مولوی سید عبدالحفیظ صاحب سلفی ایڈیٹر مجلّہ سلفیہ، دربھنگہ اور مولانا عبدالغفور صاحب صدر مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین، پٹنہ نے شرکت کی۔

باتفاق آراء طے پایا کہ انجمن اہل حدیث دمکا قائم کی جائے، جس کے عہدیداران وارا کین مجلس عاملہ حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے:

مولوی معین الحق (صدر)، مولانا عبدالحنان (نائب صدر)، مولانا ظل الرحمٰن (نائب صدر)، مولوی شمس الہدیٰ (ناظم)، مولوی عبداللطیف (نائب ناظم)، مولوی سجاد احمد (شریک)، مجلس عاملہ: حافظ عابد حسین (مدھو پور ٹوپاٹانڑ)، مولوی اسحاق (نیماں)، منشی اصغر (لہار بڑیا)، حکیم مولوی عبدالعزیز (ہرنپور)، مولوی زین العابدین (برہیٹ) وغیرہم'' [ماہوار اہل حدیث گزٹ، دہلی، جون ۱۹۳۹ء]

ٹوپاٹانڑ کی عیدگاہ کا ماضی میں اصلاح امت کی راہ میں بہت اہم رول رہا ہے، ایک زمانہ ایسا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزرا ہے کہ وہ علاقہ کی تمام بستیوں کی عیدگاہ ہوا کرتی تھی اور حافظ عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ اس کے امام وخطیب ہوتے تھے، دور دور سے لوگ اس عیدگاہ میں عید اور بقرعید کی نمازیں ادا کرنے اور مولانا کا خطبہ سننے کے لئے آیا کرتے تھے۔ مولانا کی تقریریں سن کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے اور کتاب وسنت وسیرت رسول ومنہج سلف سے آشنا ہوتے تھے۔ آپ علاقہ میں دعوتی دورے بھی کیا کرتے تھے۔ دینی اجتماعات ومجالس وعظ وتذکیر میں بھی شرکت کر کے دعوت دین کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ آپ کبھی کبھی دینی اجتماعات میں صدارت کی ذمہ داری بھی نبھاتے تھے اور ضرورت پڑنے پر علماء کی تقریروں وخطابات پر تعلیقی کلمات بھی ارشاد فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات سے دین کا بہت بڑا کام لیا، اور آپ کی وجہ سے علاقہ سے شرک وبدعات اور غیر شرعی رسوم وعادات کا خاتمہ ہوا۔

آپ سماج ومعاشرہ کے ہر دلعزیز انسان تھے۔ آپ کے ارد گرد عقیدت مندوں کا ایک بڑا بھاری مجمع ہوتا۔ ہمہ وقت عقیدت مندوں سے محفل سمع وطاعت کی سجی رہتی، جو فرما دیتے، اس کو کرنے کے لئے عقیدت مند ٹوٹ پڑتے، اور مجال نہیں کہ کوئی آپ کے کسی حکم کا انکار کر دیتے۔ آپ کے شاگردوں اور مستفیدین کا حلقہ بھی بڑا وسیع ہو گیا تھا۔ تعلیم وتربیت ایسی ہوتی تھی کہ دینی مزاج، دینی واسلامی اسپرٹ پیدا ہو ہی جاتی تھی۔ اس لئے دور دراز علاقوں سے عقیدت مندوں اور شاگردوں کی آمد کا سلسلہ دراز تر ہوتا گیا۔ اس وقت علاقے میں سفر کی سہولت نہ تھی، اس لئے آپ دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کے لئے پالکی سے جاتے تھے۔ آپ میں اور اور پالکی میں ایک خاص مناسبت ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں پالکی صرف ان ہی کے لئے ہوتی جو بڑے اور صاحبِ جاہ وحشم ہوتے۔ معمولی آدمی کے لئے پالکی زیب نہیں دیتی تھی۔ اس سے آپ کی شخصیت مزید عظیم بن گئی تھی۔ جس راہ سے گزرتے آنکھیں بچھی رہتی تھیں۔ لوگ استقبال میں قطار در قطار کھڑے رہتے۔ جب کہیں دینی مجلس ومحفل ہوتی، تو نگاہیں آپ پر تادیر جمی رہتیں۔ جب قرآن وحدیث کا بیان چھیڑتے تو اپنی پرکشش وپرتاثیر، پرمغز تقریر میں سامعین کو اپنی طرف مائل کر لیتے تھے۔ بیان بڑا جاندار ہوتا تھا۔

دور رسی اور حکمت ودانائی کے ساتھ معاشرے کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل حل کر دیتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ آپ پر مکمل اعتماد کرتے اور آپ کے فیصلوں پر راضی ہو جاتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کی اتنی مقبولیت تھی کہ وہ لوگوں کے ان اختلافات اور تنازعات کو حل کرتے تھے، جو انگریز کے دور میں اور آزادی کے بعد بھی عدالتوں میں زیر سماعت ہوتے تھے، اور محترم جج صاحبان ان کے فیصلے کو برقرار رکھتے تھے، بلکہ بعض مواقع پر انگریز جج فریقین کو یہ کہہ کر مولانا کے پاس بھیج دیا کرتے تھے کہ جا کر بوڑھا مولانا (مولانا عابد حسین) سے معاملہ فیصل کرا لیں۔

آپ کی مقبولیت و پذیرائی کے متعلق مولانا عبداللہ مدنی (جگواڈیہہ) نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اس علاقہ میں بوڑھا مولانا کو جو مقام و درجہ حاصل تھا، اس کے کچھ حصوں تک مولانا شفاء اللہ فیضی ناظم جامعہ محمدیہ رحمہ اللہ اپنے اعلیٰ کردار و اخلاق اور بلند اعمال و کارنامے اور جامعہ محمدیہ کی تعمیر و ترقی کی بدولت پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد فی الحال اس علاقہ میں کوئی بھی فرد نظر نہیں آتا، جسے اس نوع کی پذیرائی ملنے کی توقع کی جا سکتی ہو!!!۔

استاذ محترم مولانا عبداللہ مدنی رحفظہ اللہ کی مذکورہ بات کو اس تحریر سے بھی تقویت ملتی ہے، جو آپ کی وفات کی خبر کے طور پر مسلک اہل حدیث کے داعی اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے نقیب پندرہ روزہ ترجمان، دہلی (جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۱۹، بدھ ۱۴ر شعبان ۱۳۸۰ھ = یکم فروری ۱۹۶۱ء، مسئول مولانا عبدالوہاب آروی رحمہ اللہ) میں بعنوان "**موت العالِم موت العالَم**" (**آہ! مولانا ابوالفلاح صاحب ٹوپاٹانڑوی**) شائع ہوئی ہے۔ اس خبر میں لکھا ہے کہ:

"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت العلام مذکورہ شعر کے پورے طور پر مصداق تھے۔ آپ جماعت اہل حدیث کے فقید المثال عالم اور مایہ ناز مبلغ تھے۔ سیرت و اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے۔ شہر دھنباد، جامتاڑا، مدھو پور، گریڈیہہ کے مابین بلا اختلاف مسلک جملہ مسلمانان آپ کو اپنا عظیم دینی رہنما مانتے تھے۔ غیر مسلم حضرات بھی آپ کے بلند اخلاق و کردار سے کافی متاثر تھے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ، جو دسیوں بار علاقہ سنتھال پرگنہ وچھوٹا ناگپور کے جلسوں میں تشریف لائے تھے، نے ۱۹۶۶ء میں ''سنتھال پرگنہ (دمکا) کے چند قابل ذکر تبلیغی جلسے'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، جو پندرہ روزہ ترجمان، دہلی میں شائع ہوا تھا، اس میں انہوں نے مولانا وحافظ ابوالفلاح رحمہ اللہ کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کئے ہیں:

''ٹوپاٹانڑ میں ایک زبردست جید عالم، عابد وزاہد، سراپا تقویٰ، سراپا خلوص حافظ مولانا عابد حسین صاحب گنگوہی گزرے ہیں، جو گنگوہ سے آ کر یہیں آباد ہو گئے تھے۔ آپ نے دارالفلاح مدرسہ قائم کیا۔ انتقال سے پہلے اپنا مکان اپنی آراضی وغیرہ مدرسہ پر وقف کر دی۔ دسمبر ۱۹۶۰ء میں انتقال فرما گئے۔ اب اس علاقے میں اصلاح وتبلیغ کے لئے مکرمی صوفی نذیر احمد کشمیری جیسے مرد مجاہد کی ضرورت ہے۔ علاقہ ان کے جیسے سراپا عمل شخص کے اصلاح وتبلیغ کے برکات کا منتظر ہے۔

کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے
کہاں ہیں وہ جذبہ الٰہی کے پھندے''

[پندرہ روزہ ترجمان، دہلی (جلد نمبر۱۴، شمارہ نمبر۵، جمعہ ۱۱/ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ = یکم جولائی ۱۹۶۶ء، مسئول: عبدالوہاب آروی، معاون مدیر: (مولانا) عبدالجلیل رحمانی]۔

دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، اصلاح امت، تعلیم وتربیت اور سماج ومعاشرہ کی بے لوث خدمت کرنے اور اپنی ذات وشخصیت سے خلق کثیر کو مستفید فرمانے کے بعد ۲۸/ دسمبر ۱۹۶۰ء، بروز بدھ، بوقت ۴/ بجے صبح تقریباً دو ماہ کی علالت کے بعد انتقال فرما گئے، وفات کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی، ۱۹۶۰ میں اس علاقہ میں کسی بھی سواری کا کوئی انتظام نہ تھا، اور پیدل خبر پہنچانے اور جنازے میں شرکت کرنے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ بیل گاڑی سے لوگ پہنچ سکتے تھے، پھر بھی اس زمانے میں دو ہزار (۲۰۰۰) کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی تھی، جو اس زمانے کی سب سے بڑی بھیڑ تھی، اور موجودہ زمانے کے حساب سے دو لاکھ کا تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔ جنازے کی نماز اس زمانے کی دوسری عظیم وپروقار شخصیت مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری رحمہ اللہ نے پڑھائی تھی۔ آپ ٹوپاٹانڑ کے قبرستان میں مدفون ہیں، اللہ آپ کی خدمات کو قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائے،اور بشری لغزشوں کو معاف فرما کر اعلیٰ علیین میں آپ کو جگہ عنایت فرمائے، آمین!!

(۱۲)۔ مولانا عبدالحق رحمانی ریاضی/رحمہ اللہ

جھارکھنڈ کے جس علاقہ میں اہل حدیثوں کی کثرت پائی جاتی ہے، اسے سنتھال پرگنہ اور چھوٹا ناگپور کہا جاتا ہے۔اس علاقہ میں اہل حدیثوں کی تعداد بکثرت ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ایک وجہ یہ ہے کہ جن دنوں تحریک شہیدین اپنے دورِ شباب پر تھی،ان دنوں اس علاقہ کی معروف بستی ''دلال پور'' میں اس تحریک سے وابستہ لوگوں کا سنٹر قائم تھا، جہاں سے مالی اور رجالی تعاون تحریک کو ملتا تھا۔اس علاقہ سے علامۂ ہند شاہ محمد اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ کا اس قدر لگاؤ تھا اور ان کا یہاں کے لوگوں کے اخلاص پر اس قدر بھروسہ تھا کہ جب آپ حج کے لئے روانہ ہونے والے تھے تو اس سے قبل جن علاقوں کا طوفانی دورہ کیا تھا، ان میں جھارکھنڈ کا یہ خطہ بھی تھا۔تحریکِ شہیدین کو بالاکوٹ کی سرزمین پر شکست ہونے اور پھر جماعت کے افراد کے ہندوستان کے شمال وجنوب اور مغرب ومشرق میں منتشر ہوجانے کے بعد اس جماعت کے لوگوں نے دعوتی مشن کو بروئے کار لایا تو اس علاقہ میں ان کا سب سے زیادہ دعوتی کام ہوا۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مناظرۂ اہل حدیث کی تاریخ میں سب سے اہم مناظرہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں سرزمین مرشد آباد (جھارکھنڈ کی سرحد) میں اہل حدیث اور احناف کے درمیان تقلید شخصی کے وجوب کے مسئلہ پر ہوا تھا۔تاریخ نگاروں نے اس مناظرہ کے متعلق لکھا ہے کہ ایسا قابل دید وشنید مناظرہ بنگال تو کیا شاید پورے ہندوستان میں بھی نہیں ہوا ہوگا۔اس مناظرہ میں فریقین کے سیکڑوں نامی گرامی علماء کے علاوہ پچاس ہزار کے پس وپیش عوام نے شرکت کی تھی۔اس مناظرہ میں اہل حدیث کی طرف سے رئیس متکلمین مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ مناظر تھے۔مناظرہ کئی دنوں تک چلا اور بالآخر اہل حدیثوں کو فتح ونصرت حاصل ہوئی۔اس مناظرہ کے نتیجے میں مجمع کے علاوہ گاؤں کے گاؤں اہل حدیث ہوگیا۔تیسری اہم وجہ علماء ودعاۃ کی مخلصانہ دعوتی کاوشیں بتلائی جاتی ہیں۔اس علاقہ میں مقامی علماء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ودعاۃ کے علاوہ تحریک شہیدین سے وابستہ علماء ودعاۃ اور دیگر علاقوں کے دعوتی رجال نے اس قدر دعوتی واصلاحی تقریریں کی ہیں کہ ان کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب بن جائے۔ مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ نے پچاس سے متجاوز سالوں تک جھارکھنڈ کی سنگلاخ وادیوں میں دعوتی واصلاحی اجلاسوں کو خطاب کیا ہے، وہ اپنی تقریروں میں کہا کرتے تھے کہ تحریک شہیدین سے وابستہ علماء ودعاۃ نے جھارکھنڈ کے دامن کوہ میں اتنی تقریریں کی ہیں، کہ ان کو جمع کر کے ترتیب دینے سے ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا تیار ہو جائے گا۔

اس تاریخی اہمیت کی حامل سرزمین سے اٹھنے والی جن شخصیتوں کا شمار دعاۃ اور مصلحین میں ہوتا ہے، ان میں ایک ناقابل فراموش نام مولانا عبدالحق رحمانی رحمہ اللہ کا ہے، انہوں نے بہت لمبی عمر نہیں پائی، مگر اپنی حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحہ کو اصلاح سماج ومعاشرہ اور تردید شرک وبدعت میں صرف کیا۔ آپ کا تعلق ضلع جامتاڑا کی معروف اہل حدیث بستی بٹ بریا سے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی، اور اس کے بعد دہلی کا رخ کیا، جہاں پر مشہور دینی ادارہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' قائم تھا۔ اس ادارہ میں انہوں نے داخلہ لیا اور اعاظم رجال سے اکتساب علوم وفنون کیا، آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ (صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، آپ نے لگ بھگ پوری اعلیٰ تعلیم اس عظیم درسگاہ میں حاصل کی تھی، مگر فراغت اور حصولِ سند کا کام اس سے نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی فراغت ہونے والی تھی کہ تقسیم ہندوپاک کا سانحہ رونما ہوا۔ اس کے بعد پورے ہندوستان میں عموماً اور شہر دہلی میں خصوصاً جو المناک خونیں حادثہ پیش آیا، اس کو کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اس قیامت خیز اور روح فرسا حادثہ نے قتل وغارت گری، لوٹ مار، ہندو مسلم فسادات اور خوں ریز وارادات کی وہ داستانِ غم والم چھیڑ دی کہ آج اس حادثہ کے وقوع پر ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود اسے کتابوں کے صفحات میں پڑھ اور سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تقسیم اور اس کے بعد رونما ہونے والے ہندو مسلم فسادات کے بعد اس عظیم درسگاہ کے پاسبان حضرات پاکستان ہجرت کر گئے اور جماعت کی یہ عظیم متاع اپنا وجود کھوگئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عرصہ دراز کے بعد جب کشیدگیاں ختم ہو گئیں، دوبارہ امن وامان بحال ہو گیا اور دہلی سمیت ملک کے حالات معمول پر آ گئے تو انہوں نے گھر سے دہلی کا رخ کیا، تا کہ تعلیم کی تکمیل کر کے رحمانی سند حاصل کر کے گھر واپس لوٹیں، مگر جب دہلی پہونچے تو مادر علمی کا جاہ وجلال اور رعب وداب ختم ہو چکا تھا، اور اس عظیم قلعۂ علم ودعوت پر مردنی چھائی ہوئی تھی، ادارہ اجڑ چکا تھا اور اس کی ساری رعنائیاں ختم ہو چکی تھیں۔ انہوں نے یقیناً ادارہ کے در ودیوار پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی ہوگی اور آنکھوں سے زار وقطار آنسو بہہ پڑے ہوں گے۔ انہوں نے دارالحدیث رحمانیہ کے اجڑ جانے کے باوجود ہمت نہ ہاری اور تعلیم کی تکمیل کر کے دم لیا۔ گھر واپس آنے کی بجائے دہلی ہی میں قائم دوسری قدیم دینی درسگاہ جامعہ ریاض العلوم میں داخلہ لیا اور فراغت حاصل کر کے گھر واپس آئے۔

ان دنوں علاقہ میں جن دعاۃ کی دعوتی کاوشیں شباب پر تھیں، ان میں مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن خواجہ احمد گنگوہی، مولانا ومنشی نورالدین نندومہاشے کھڈابری اور مدھوپور کے علماء خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبدالحق ریاضی رحمانی جب گھر واپس آئے تو ان علماء ودعاۃ کے ساتھ مل کر علاقہ کی اصلاح وتعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اپنی آبائی بستی بٹ بریا کی جامع مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت، فقہ وافتاء اور درس وتدریس کے فرائض انجام دینے لگے، کبھی کبھی موقع نکال کر شہر نرائن پور میں مولانا ومنشی نورالدین نندومہاشے کی محنت وکاوش اور ان کے ہاتھوں قائم وتعمیر جامع مسجد میں بھی خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے۔ بروایت مولانا نعمت اللہ عمری: محمد رمضان رحمہ اللہ کے بقول: ''مولانا عبدالحق رحمانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حسین آواز اور سحر بیانی عطا کی تھی، آغاز خطابت میں جب وہ عربی خطبہ (**الحمد لله على الذات، عظيم الصفات....**) لحن داؤدی میں پڑھتے تھے تو اس کو سن کر لوگ مسحور ہو جاتے تھے، پھر اردو زبان میں خطبہ کیا دیتے تھے، علم وحکمت اور حقائق ومعارف کے دریا بہا دیتے تھے''۔

آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت اور داعیانہ کردار کا شہرہ جب عام ہوا تو امامت وخطابت اور درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کے لئے کئی جگہوں پر آپ کو بلایا گیا، مگر آپ نے اپنے علاقہ کو ترجیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی، البتہ شہر آسنسول سے شدید اصرار ہونے پر آپ جامع مسجد اہل حدیث، آسنسول تشریف لے گئے، جہاں پر ابھی آپ نے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہی گزارا تھا کہ آپ کو ٹی بی کی بیماری لاحق ہوگئی، جس کے بعد مجبور ہو کر گھر واپس آ گئے، اور علاج ومعالجہ میں لگ گئے، مگر بیماری بڑھتی گئی جوں جوں دوا کی، اور بالآخر ۱۹۵۹ء میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی تھی ٹھیک اسی دن ضلع جامتاڑا کی بستی منگیا مارنی میں ایک عظیم دعوتی اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں دیگر رحمانی علماءِ عظام کے علاوہ خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری رحمہ اللہ اور مولانا محمد داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات کی خبر جلسہ گاہ تک پہنچ گئی۔ پھر کیا تھا، ان تمام علماء نے آپ کے جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔

آپ کی شادی ہوئے ابھی صرف دو ہی سال ہوئے تھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا، اس لئے آپ اپنی اولاد میں سے کوئی حقیقی جانشیں نہیں چھوڑ سکے۔ آپ کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں ریاض العلوم کی سند اور ڈھیر ساری کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ آپ کی یاد میں آپ کے گاؤں کے پڑوس میں آباد بستی بابوڈیہہ میں آپ کے معتقدین نے ایک دینی ادارہ "مدرسہ حقانیہ مرکز حدیث" قائم کیا ہے، جو نہایت خیر وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کی خدمات کو قبول کرے، آمین!!

(۱۳)۔ مولانا عبدالحنان دلالپوری رحمہ اللہ

سرزمینِ جھارکھنڈ میں دعوت وتعلیم کی اشاعت اور مسلک اہلحدیث کے فروغ میں جن شخصیات ورجال نے نمایاں کردار ادا کیا ہے، ان میں ایک بڑا نام داعیِ گمنام مولانا عبدالحنان دلالپوری رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ باکمال داعی اور تحریکِ شہیدین کے ستون مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی لکھنوی کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن یوپی کے معروف شہر "لکھنؤ" سے قریب قصبہ "ملیح آباد" کے رہنے والے تھے۔ مولانا ولایت علی صادقپوری اور انہوں نے ریاستِ رام پور میں ایک ساتھ تعلیمی، اصلاحی، دعوتی اور تحریکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیت پائی تھی۔ مولانا ولایت علی جب تحریکِ شہیدین کے امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں تحریک سے وابستہ علماء ودعاۃ کو دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتعمیر کا فریضہ ادا کرنے اور مجاہدین کی جماعت ورجال تیار کرنے اور اموال وامداد کی فراہمی کرنے کی غرض سے ارسال فرمایا۔ موجودہ جھارکھنڈ کے علاقہ راج محل، صاحب گنج، سنتھال پرگنہ اور اس کے سرحدی علاقوں میں اپنے رفیق مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی کو بھیجا، انہوں نے طول طویل مسافت سفر کو طے کیا اور جھارکھنڈ پہنچے اور محکمہ راج محل کے گاؤں ''اسلام پور'' کو مستقر بنایا اور یہیں سے دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کی ابتدا کی اور لوگوں کو تحریک شہیدین سے جوڑنے اور اس کے لئے امداد وتعاون حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا، جس میں انہیں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔

جب جھارکھنڈ کے اس سرسبز وشاداب علاقے میں ان کا قدم جم گیا تو ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں دعوت وتعلیم کو اس علاقے میں ہمیشہ زندہ وتابندہ رکھنے کی غرض سے ایک مرکز علم ودعوت قائم کرنے کا فیصلہ کیا، اور علمائے صادقپور کے عظیم رہنما وقائد مولانا احمداللہ خان عظیم آبادی کے ہاتھوں سے ''مدرسہ شمس الہدیٰ السّلفیہ'' کی بنیاد، دلاپور، صاحب گنج میں رکھی، جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں علماء ودعاۃ کسب فیض کر چکے ہیں اور اب بھی لڑکے اور لڑکیوں کی فضیلت تک کی تعلیم وتربیت کا ٹھوس نظم وضبط ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی پوری زندگی اسی علاقے میں رہ گئے اور ان کی اولاد واحفاد اسی علاقے کے باشندہ بن گئے، مولانا کا انتقال ۱۹۱۸ء میں ہوا۔

مولانا عبدالحنان دلال پوری اسی انقلابی داعی کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی پیدائش موضع ''دلال پور'' صاحب گنج میں ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔ آپ کا گھرانہ دیندار اور علم وعمل سے آراستہ تھا۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی محبوبہ تھا، جو مولانا احمداللہ عظیم آبادی کی صاحبزادی تھیں۔ باپ عالم، داعی اور تحریک شہیدین کے رکنِ رکین تھے ہی، ماں بھی ایک عظیم انسان کی بیٹی اور دوسرے عظیم انسان کی بیوی تھیں، گھر کا پورا ماحول پاکیزہ اخلاق وکردار اور علم وعرفان سے لبریز تھا۔ ایسے ماحول میں مولانا عبدالحنان نے نشو ونما پائی۔ والدہ نہ صرف تقویٰ شعار بلکہ تعلیم یافتہ بھی تھیں، اس لئے مولانا نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کی بسم اللہ اپنے گھر ہی سے اور والدین سے کی، قرآنِ کریم ناظرہ اور ابتدائی فارسی کی کتابیں والدین ہی سے پڑھیں۔ متوسط تعلیم والد سے حاصل کرنے کے بعد علاقے کے چند علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مولانا مولیٰ بخش عبداللہ پوری اور مولانا ظل الرحمٰن عبداللہ پوری سے اکتساب علم وفیض کیا۔

ان علما سے اخذ علم وفن کر چکے تو یو پی کے معروف شہر ''رام پور'' کا علمی سفر کیا، اس زمانے میں وہاں نواب احمد علی والیِ رام پور کے ادارہ کی بڑی شہرت تھی، اور علم منقول و معقول کا بڑا اعالی شان ادارہ مانا جاتا تھا۔ مولانا نے اس ادارہ میں داخلہ لیا اور بارہ سال تک اس کے کبار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے تفسیر و علوم تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، نحو و صرف، عربی زبان وادب، بیان وفرائض، حساب ومقابلہ، اقلیدس وفلسفہ اور کلام ومنطق کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے وہاں کے اساتذہ کرام میں مولانا حکیم ابومنصور منور علی محدث رام پوری رحمہ اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

آپ ذہین وفطین طالب علم تھے۔ آپ نے اللہ داد اس نعمت کی ناقدری نہیں کی، بلکہ اپنی ذہانت وفطانت کو کام میں لایا اور رام پور میں قیام کے دوران مختلف کتابوں کو زبانی یاد کر لیا۔ اور بیشتر کتابوں کے صفحات در صفحات یاد کیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ فراغتِ رام پور کے بعد جب مسندِ تدریس پر فائز ہوئے تو طلبہ کے مابین اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا اور بسا اوقات دورانِ تدریس مختلف امہات کتب کے صفحات در صفحات زبانی سنانے لگتے تھے۔ موجودہ زمانے میں باصلاحیت اساتذہ کے فقدان کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لفاظی کرنے میں تو یدطولیٰ رکھتے ہیں، مگر حفظِ نصوص اور فہم نصوص میں زیرو ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگرد مولانا ابراہیم مالدہی رحمہ اللہ (سابق استاد مدرسہ شمس الہدیٰ، دلالپور) کا بیان ہے کہ ''آپ جب مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوتے اور تدریس وتفہیم میں مشغول ہوتے تو کتابوں اور ان کے مصنفین کے مقام، ان کے طبقات، ان کتابوں کا طرز، مصنفین کے ذہنی وطبعی رجحانات کے ساتھ ساتھ ان کی جزئیات اور محتویات پر بڑی بصیرت افروز اور حاصل بحث گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی ایک ایک بات ایک کتاب ہوتی''!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی فراغت مدرسہ رام پور سے ۱۹۱۸ء میں تئیس سال کی عمر میں ہوئی۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور والد گرامی قدر کے قائم کردہ ادارہ ''مدرسہ شمس الہدیٰ'' کے ذمہ دار بڑے بھائی مولانا عبدالمنان غازی تھے۔ گھر واپسی ہوئی تو آپ کی صلاحیت ولیاقتِ علمی کی خوشبو پھیل گئی، اور اسی سال مدرسہ شمس الہدیٰ کے مدرس، مفتی، شیخ الحدیث اور صدر کے طور پر بحال ہو گئے، اور یہ سلسلہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء مطابق ۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ وفات تک جاری رہا، اس دن آپ نے کم وبیش اٹھاسی سال کی عمر پا کر وفات فرمائی۔

آپ ایک لائق وفائق استاد اور محنتی مدرس تھے، تشنگانِ علوم وفنون کی علمی تشنگی بجھانا آپ کا کام تھا، اس کے لئے درکار ساری محنت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت وکاوش میں برکت عطا فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے طلبہ وتلامذہ کو اس بات کا اعتراف تھا کہ ''آپ کو افہام وتفہیم، مشکل مسائل اور پیچیدہ عبارتوں کی تحلیل وتجزیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو وصرف، ادب وبلاغت، منطق وفلسفہ اور فرائض کی کتابیں پڑھانے میں یدِطولیٰ اور مہارتِ تامہ حاصل تھی''۔

جھارکھنڈ کے مایہ ناز عالم دین مولانا ومفتی عبدالعزیز حقانی رحفظہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ) فرماتے ہیں کہ ''بلا مبالغہ استادِ محترم علم وفن کے بحرِ ذخار تھے، عبارت فہمی میں یکتائے روزگار تھے، عبارت فارسی کی ہو یا عربی کی اسے بڑی آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے، بھاگل پور اور پٹنہ یونیورسٹیوں سے شعبۂ عربی وفارسی کے پروفیسران کبھی کبھی آپ سے عبارت سمجھنے اور حل کروانے کے لئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ بھی پیچیدہ اور مغلق عبارتیں آپ سے سمجھا کرتے تھے، تفسیر وحدیث، فقہ وادب اور معقولات کی کتابوں کے آپ امام وقت تھے۔ علم میراث میں آپ کو مہارتِ تامہ اعلیٰ درجہ کی حاصل تھی۔ میں نے اس فن میں ان کا ثانی نہیں دیکھا''۔

موجودہ زمانے میں کہیں کہیں یہ چیز عام طور پر محسوس کی جاتی ہے کہ اساتذہ طلبہ کی تعلیم میں تو بڑی محنت کرتے ہیں، مگر تربیت کے میدان میں بڑے کوتاہ نظر آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس کی ایک وجہ یہ رہتی ہو کہ خود ان کی ہی تربیت ناقص ہو، مولانا عبدالحنان تعلیم کی طرح تربیت پر بھی بہت زور دیتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لباس و پوشاک اور وضع قطع کی بڑی نگرانی کرتے تھے۔ نماز باجماعت کی مکمل پابندی کراتے تھے۔ خود گھوم گھوم کر طلبہ کو بیدار کرتے اور جماعت شروع ہونے سے پہلے مسجد پہنچ جانے کی تاکید کرتے تھے۔

تدریس وتربیت کے ساتھ ساتھ آپ افتاء کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے، اور مشکل سے مشکل مسائل میں کتاب وسنت سے حل نکال کر سائل کو مطمئن کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں علماء بہت کم ہوا کرتے تھے، ان میں بھی قابل علماء کی تعداد نہ کے برابر ہوتی تھی۔ آپ نہ صرف جھارکھنڈ بلکہ آسام، مشرقی ومغربی بنگال اور بہار کے مختلف خطوں میں آباد مسلمانوں کے مابین درپیش مسائل کے استفتاء کے جواب دیا کرتے تھے۔ فتویٰ دینے کا انداز زبانی وتحریری دونوں تھا۔ آپ کی عملی زندگی کا تخمینہ لگ بھگ پینسٹھ (۶۵) سالوں کو محیط ہے، اس طول طویل مدت میں سیکڑوں مسائل حل کیے ہوں گے اور ان کے تحریری جواب دیئے ہوں گے، مگر افسوس کہ ان کا ریکارڈ محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے آج علمی دنیا ان کے استدلالوں اور فقہی بصیرتوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہے۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں فتاوے درجِ رجسٹر کیے جاتے تھے، مگر وفات کے بعد وہ بھی ضائع ہو گئے۔

آپ نے مسند تدریس وتربیت سنبھالنے کے علاوہ دعوتی خدمات بھی انجام دیں، بلکہ یہ کام اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ گاہے بگاہے دعوتی اسفار کرتے ہوئے بہار وجھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے دور دراز علاقوں تک پہنچ جاتے تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ، دلال پور کے قرب وجوار میں منعقد ہونے والے دینی ودعوتی اجتماعات، اجلاسوں اور کانفرنسوں کی صدارت کے لئے آپ کا ہی انتخاب ہوتا تھا۔ آپ کے بعد یہ جگہ آپ کے شاگرد مولانا عبدالعزیز حقانی نے لے لی ہے۔ آپ بڑی دل نشیں تقریر کرتے تھے اور لوگ آپ کو سننا پسند کرتے تھے۔ آپ تنظیمی، تحریکی اور تبلیغی کاموں میں بھی خوب ہاتھ بٹاتے تھے۔ اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسوں میں شرکت بھی کیا کرتے تھے۔

آپ ایک بہترین مناظر بھی تھے۔ مناظرہ انسان سے وسیع علم اور حاضر جوابی کا تقاضہ کرتا ہے۔ گزشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ آپ ذی علم اور قابل عالم تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو اللہ تعالی نے حاضر جوابی کی دولت بھی عطا فرمائی تھی۔ ان دونوں نعمتوں کو کام میں لاتے ہوئے آپ نے احقاقِ حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابطالِ باطل کے لئے کئی مناظرے کئے، جن میں مناظرہ برہروا، مناظرہ پاکوڑ اور مناظرہ ہرن پور قابل ذکر ہیں۔اول ذکر مناظرہ ہندوؤں کے ساتھ وحدانیت اور آواگمن کے موضوع پر ہوا تھا۔ثانیِ ذکر مناظرہ بریلویوں کے ساتھ ''نبی ﷺ کے حاضر و ناظر'' ہونے کے موضوع پر منعقد ہوا تھا۔اور آخرِ ذکر مناظرہ تعزیہ پرستی کے قائلین علماء سے تعزیہ پرستی کے موضوع پر ہوا تھا۔اور ان تینوں مناظروں میں نصرت و فتح حاصل ہوئی تھی۔

ان تمام کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ میری نگاہ میں آپ کا وہ عظیم کام ہے، جو آپ نے مدرسہ شمس الہدیٰ، دلالپور کی تعمیر و ترقی اور اس کی خدمت کی راہ میں انجام دیا ہے۔مدرسہ کی خدمت کی مدت معمولی نہیں، پینسٹھ سال کو محیط ہے۔اتنے سالوں تک ایک ہی ادارے میں مدرس بحال رہ جانا اور اس کے صدر کے باوقار منصب پر بھی فائز رہ کر اپنی ساری توانائی ادارہ کی تقویت کے لئے صرف کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔بجا فرمایا ہے آپ کے ایک شاگرد نے:

نام ان کا عبدالحنان کس قدر محبوب ہے
تھے شمس الہدیٰ پر وہ فدا نہ وار

آپ کی شخصیت اور خدمات پر بالکل ہی نہیں لکھا گیا ہے، جس کی وجہ سے علمی دنیا آپ کے علم و فضل اور آپ کی شخصیت سے بالکل نا آشنا ہے۔جب کہ آپ کے علم و فضل کا اعتراف شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ نے کیا ہے، اور جھارکھنڈ میں منعقد ایک اجلاس میں علامہ داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ کے استقبال میں لڑکے نعرہ لگا رہے تھے تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا کہ میرے استقبال میں تم لوگ نعرہ کیا لگاتے ہو؟؟ تمہارے یہاں مولانا عبدالحنان جیسا بلند پایہ عالم دین موجود ہے، ان کی موجودگی میں میرے لئے نعرہ لگا کر مجھے رسوا و ذلیل نہ کرو!

آپ کی شخصیت اور خدمات و کارناموں کے تعارف پر ایک کتاب مولانا شمس الحق بن عبدالحق سلفی کی بنام ''شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان بن عبدالرحمٰن دلالپوری: شخصیت اور خدمات'' منظر عام پر آئی ہے، جس سے اس تحریر میں بڑی مدد لی گئی ہے۔یہ کتاب تیراسی (۸۳) صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے آغاز میں استاذِ محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی رحفظہ اللہ (ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند) کی تقدیم ہے۔کتاب کی اشاعت اہل حدیث جنزل لائبریری، شری کند، صاحب گنج، جھارکھنڈ کی طرف سے انجام پائی ہے۔کتاب معلومات افزا ہے، اسی طرح آپ کے تعارف پر ایک مقالہ ''تراجم علمائے اہلحدیث'' (جلداول) مطبوع مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند میں شائع ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور جنت میں داخل کرے، آمین!

(۱۴)۔ استاذِ مکرم مولانا عبدالخالق جامعی رحمہ اللہ

استاذِ محترم مولانا عبدالخالق جامعی بن وزیر محمد بن ڈاڑھومیاں کا شمار جھارکھنڈ کے ان علماء وافاضل میں ہوتا ہے، جنھوں نے اول اول کسی دینی ادارہ سے فراغت اور سندِ فضیلت حاصل کی اور اس کے بعد پوری زندگی دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، تعلیم وتدریس، اور بحث ومناظرہ میں گزاردی۔اہل وعیال کی پرورش اور ان کی تعلیم وتربیت کی راہ میں (کم تنخواہ ہونے کی وجہ سے) لاحق پریشانیوں کو برداشت کرلیا، روکھے سوکھے پر گزارا کرلیا، مگر زبانِ حال وقال سے کبھی بھی حرفِ شکایت ادا نہ کیا۔

آپ کی ولادت اہل حدیث گھرانے اور معروف اہل حدیث گاؤں ''پوکھریا'' (جامتاڑا، جھارکھنڈ) میں ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔والدین نے آپ کی خوب پرورش وپرداخت کی اور جب گاؤں میں ۱۹۱۰ء سے رواں دواں مدرسہ جانے آنے کے لائق ہوئے تو والدِ محترم نے مدرسہ کے مدرس مولانا عبداللطیف شمسی کے یہاں لے جاکر نام لکھوادیا، اور مولانا عبدالخالق جامعی مدرسہ آنے جانے لگے، اس مدرسہ میں انہوں نے ناظرہ قرآن اور ابتدائی اردو وفارسی کی کتابیں پڑھیں، اور اس کے بعد مدرسہ ریاض العلوم، مویشد ھاری، پوسٹ ماجھی گرام، ضلع بیربھوم چلے گئے۔اس ادارہ کے تعارف میں استاذ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے کہ ''سن قیام ۱۹۲۵ء ہے۔یہ ایک قدیم مدرسہ ہے، جس کا قیام سید یوسف صاحب ٹونکی (مجاہد بالاکوٹ) ہمسفر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھوں عمل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا‘‘۔ [جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات: ۱۴۰]

اس ادارہ میں مقررہ نصاب کو پورا کرنے کے بعد مئوناتھ بھنجن چلے گئے اور جامعہ عالیہ عربیہ میں داخلہ لے کر کسبِ فیض کیا اور ساتویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی، پھر آپ نے آخری سال (آٹھویں جماعت) میں ملک کی راجدھانی دہلی میں قائم ایک قدیم ادارہ ’’مدرسہ جامع اعظم‘‘ میں داخلہ لے کر ۱۹۶۲ء میں فضیلت وفراغت کی سند حاصل کی۔ اس ادارہ کے آپ کے اساتذہ میں ماہر معقول ومنقول علامہ عبدالغفور بسکوہری رحمہ اللہ بھی تھے، جو ان دنوں اس ادارہ کے صدر مدرس تھے۔ آپ کی سند میں ایشو تاریخ ۲/شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۱۹۶۲ء، بروز اتوار درج ہے۔ صدر مدرس میں مولانا عبدالغفور بسکوہری کا، ناظم مدرسہ میں حاجی محمد صدیق صاحب کا اور ممتحن مدرسہ میں مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی کا دستخط ہے۔ ایک دو اور بھی دستخط ہیں، مگر مٹ جانے کی وجہ سے پڑھا نہیں جاتا ہے۔ البتہ نام کے آگے مبارکپوری صاف نظر آتا ہے، جس سے لگتا ہے کہ مبارکپور سے تعلق رکھنے والی کسی شخصیت کا دستخط ہے۔ سند میں آخری سال میں پڑھی گئی کتابوں کے نام بھی درج ہیں، جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن ابن ماجہ، اور سنن نسائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس ادارے میں آخری سال میں صرف حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

استاذِ محترم مولانا عبدالخالق جامعی اپنے نام کے ساتھ ’’جامعی‘‘ نسبت لکھتے تھے، ہمیشہ ہم جیسے تلامذہ اس حقیقت کی تلاش میں لگے رہے کہ آپ نے آخر کس ادارہ سے فراغت حاصل کی تھی کہ آپ جامعی لکھتے تھے، مگر آپ کے صاحب زادہ مولانا عبدالواجد فیضی نے آپ کی سند کی فوٹو کاپی ارسال کی تو معلوم ہوا کہ آپ نے دہلی کے ’’مدرسہ جامع اعظم‘‘ سے فراغت کی تھی، اس وجہ سے جامعی لکھتے تھے۔

مدرسہ جامع اعظم، دہلی کا اب وجود نہیں ہے، میرے صحیح مسلم جلد دوم کے استاذِ گرامی قدر مولانا عزیز الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ نے اپنی شاندار کتاب ’’جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات‘‘ میں ’’مدرسہ جامع اعظم‘‘ کے تعارف میں لکھا ہے کہ ’’یہ مدرسہ محلّہ بلیماران میں غالبا ۱۳۵۵ھ میں قائم ہوا۔ اس کے بانی عبدالحق تیزاب والے تھے۔ معلوم پڑتا ہے کہ قیام کے فوراً بعد اسے مدرسہ ریاض العلوم (مچھلی

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

والان جو بعد میں جامع اعظم کے نام سے مبدل ہوگیا تھا) میں ضم کردیا گیا تھا، اور جامع اعظم کے نام کے ساتھ کچھ دنوں تک مچھلی والان میں چلایا گیا، جب مدرسہ جامع اعظم مچھلی والان پر زوال آ گیا تو عبدالحق کے لڑکے حاجی محمد صدیق اپنے مدرسہ کو بلیماران منتقل کر کے لے گئے اور پھر وہاں تعلیم شروع ہوگئی۔۱۹۴۷ء کے بعد ۱۹۵۵ء میں دوبارہ تعلیم شروع ہوئی، اور ۱۹۷۲ء تک تعلیم ہوتی رہی۔اس میں عموماً دوتین اساتذہ اور پندرہ بیس طلبہ ہوتے تھے۔جن کے تمام اخراجات کے تنہا کفیل حاجی محمد صدیق تیزاب والے تھے۔معقولات ومنقولات کی تعلیم باقاعدہ نصاب کے ساتھ ہوتی تھی، اور ابتداء سے فراغت تک کے طلبہ داخل کئے جاتے تھے۔اس مدرسہ میں مولانا محمد داؤد راغب رحمانی، مولانا نہال احمد، مولانا عبدالغفور بسکوہری، مولانا عبداللطیف سلفی اور مولانا محمد اسماعیل الوری وغیرہم نے مختلف اوقات میں تدریسی فرائض انجام دیئے ہیں''۔[جماعت اہلحدیث کی تدریسی خدمات:۲۲-۲۳]

مولانا عبدالخالق جامعی نے فراغت کے بعد اساتذہ کی ہدایت اور سند میں مذکور وصیت پر عمل کرتے ہوئے میدانِ عمل میں قدم رکھا اور اپنی عملی زندگی کی شروعات ضلع گریڈیہہ (جھارکھنڈ) کی معروف اہلحدیث بستی ''جامجوری'' سے کی، جہاں امام وخطیب اور مکتب کے مدرس مقرر ہوئے۔یہاں کچھ دنوں تک کام کرنے کے بعد مغربی بنگال کے مشہور شہر ''آسنسول'' چلے گئے، اور منشی بازار کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری ادا کرنے لگے۔اسی اثناء میں علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے قیام کی تحریک چل رہی تھی، جس کے روحِ رواں مولانا عبدالرشید شائقی رحفظہ اللہ (سابق امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث، جھارکھنڈ وسابق شیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند) تھے۔اس تحریک کے مویدین اور حامی علماء میں قاری جمال الدین مظاہری، مولانا عبدالخالق جامعی اور مولانا عنایت اللہ محمدی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ان حضرات نے مولانا عبدالرشید شائقی کا بھرپور ساتھ دیا، جس کی بدولت سیمر گڑھا میں علاقائی سطح پر ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا، وہیں موضع پھل جھریا میں جامعہ محمدیہ کے قیام کی تجویز پاس ہوئی اور ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو پھل جھریا سے قریب ڈابھاکیند میں یہ ادارہ قائم ہوا، اس کے تاسیسی اساتذہ میں مولانا عبدالرشید شائقی، مولانا شفاء اللہ فیضی (ناظم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب)، مولانا عبدالستار اثری، مولانا قاری محمد یونس اثری، مولانا محمد خالد فیضی، مولانا مسعود عالم فیضی، مولانا وقاری جمال الدین مظاہری، مولانا لعل محمد اثری کے ساتھ مولانا عبدالخالق جامعی کی بھی بحالی ہوئی، تو آپ نے آسنسول چھوڑ دیا۔ جامعہ محمدیہ کے قیام کے اول دن سے وفات تک اس کے مدرس وداعی بحال رہے اور اپنی گوناگوں دعوتی وتدریسی اور تربیتی واصلاحی خدمات انجام دیں۔ جامعہ کی تعمیر وترقی میں اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔ نزدیک ودور کا پُر مشقت سفر کرکے اس ادارہ کے لئے چندے کئے۔ مختلف بستیوں میں گھوم گھوم کر دھان، چاول، مکا اور آلو وصول کرتے اور سائیکل میں لاد کر جامعہ پہنچاتے تھے۔ جامعہ کی خدمت وآبیاری کا مرحلہ تئیس (۲۳) سالوں پر مشتمل ہے۔ اس لمبی مدت میں سیکڑوں تلامذہ اور متلاشیانِ علوم وفنون نے آپ سے علوم وفنون کی تحصیل کی۔ مجھے بھی آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ میں پڑھانے کے دوران ضلع جامتاڑا کی ایک بستی ''بنکھنجو'' میں آپ نے تئیس سالوں تک عیدین کی امامت وخطابت فرمائی۔ آپ اچھی تقریر بھی کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جامعہ کے ناظم صاحب آپ کو برابر کہیں نہ کہیں جمعہ کا خطبہ دینے اور علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں میں تقریر کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ علاقے کی مرکزی مسجد نرائن پور میں (جہاں بازار ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے لئے پچاسوں بستیوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں) جمعہ کے خطبے دیا کرتے تھے۔ آپ ایک متحمس سلفی عالم اور مولانا عبدالغفور بسکوہری جیسے غیور عالم دین کے شاگرد تھے۔ اس لئے سلفی منہج کے تعارف اور اس کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ نرائن پور ہی کی مسجد میں قاری محمد ایوب مظاہری نے ایک بار ''تقلید شخصی کے وجوب'' پر تقریر کردی۔ جمعہ کے بعد ہٹیا میدان میں ان سے مناظرہ کیا اور قرآن وحدیث کی دلیلوں سے یہ واضح کیا کہ دین میں تقلید شخصی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ دین کی اصل کتاب وسنت کی اتباع اور پیروی ہے۔

آپ کا ایک گراں قدر کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے گاؤں میں مولانا عبدالرحیم امبھاوی بیر بھومی (خسر مولانا شمس الحق سلفی، بہاری سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، بنارس، ومولانا محمد جوناگڑھی'' صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمدیات") کے ہاتھوں ۱۹۱۰ء میں قائم مدرسہ میں خزاں طاری ہوگیا تھا، آپ نے اسے دیکھا اور اس کی نشأۃ ثانیہ کی کوشش شروع کی ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کی محنت کارگر ثابت ہوئی اور اسے "مدرسہ جامع العلوم" کے نام سے ۱۹۶۷ء میں دوبارہ جاری کرنے میں آپ کامیاب ہوگئے، جوتا حال چل رہا ہے۔

آپ نے تدریس کے علاوہ کسبِ معاش کا ایک دوسرا ذریعہ بھی اختیار کر رکھا تھا۔آپ لال تیل بناتے تھے اور اسے بیچا کرتے تھے، میں نے خود دیکھا ہے کہ جب آپ جامعہ محمدیہ پڑھانے کے لئے آتے تھے تو آپ کی سائیکل میں تیل سے بھرا ایک بڑا گیلن بندھا ہوتا تھا اور دوپہر کو جیسے ہی چھٹی ہوتی تھی، آپ نکل جاتے تھے اور گاؤں گاؤں میں گھوم گھوم کر شام تک بیچتے تھے۔اسے جو آمدنی ہوتی تھی اس کو اپنے بچوں کو پڑھانے میں خرچ کرتے تھے، الحمدللہ آپ کے تین لڑکے مولانا عبدالمالک فیضی، مولانا عبدالواجد فیضی اور مولانا عبدالواسع فیضی حافظ اور عالم دین ہیں اور باپ کے نقشِ قدم پر چل کر دعوت وتدریس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔تیل بنانے کا طریقہ آپ نے مئو میں سیکھا تھا۔

آپ کی وفات ۲/ستمبر ۲۰۰۰ء سنیچر کو ترسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوئی۔ جنازے کی نماز آپ کے بڑے لڑکے مولانا عبدالمالک فیضی نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کئے گئے۔ جنازے میں کم وبیش ایک ہزار کی تعداد میں اہل علم، علماء وتلامذہ اور عوام نے شرکت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بشری لغزشیں معاف کرے، خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور جنت میں داخل کرے۔ آمین!

(۱۵)۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلاپوری رحمہ اللہ

دامنِ کوہ (جھارکھنڈ) میں تحریکِ شہیدین اور اس تحریک کے متوسلین کے اثرات آج بھی جا بجا محسوس کئے جاتے ہیں۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ تحریکِ شہیدین اور تحریکِ مجاہدین کو مالی اور افرادی تعاون اس علاقے سے ملنے کی وجہ سے اس کے کارندے ہمیشہ اس علاقہ میں اقامت پذیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے اور اپنے اعمال و کارنامے اور ڈیوٹی و ذمہ داریاں انجام دیتے۔اسی نوع کی ذمہ داریاں ادا کرنے والوں میں سے ایک مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی، لکھنوی ثم دلاپوری (والدِ محترم مولانا عبدالحنان دلاپوری، شیخ الحدیث) تھے۔

آپ جوش ملیح آبادی کے وطن ''ملیح آباد''، لکھنؤ، اتر پردیش کے رہنے والے تھے۔ابتدائی تعلیم وتربیت اور نشو ونما کی تفصیل نہیں مل سکی، البتہ جب آپ نے تحریکِ شہیدین سے انسلاک وتعلق اختیار کیا، تو ریاستِ رام پور میں تعلیمی، اصلاحی، دعوتی اور تحریکی تربیت وٹریننگ حاصل کی۔اس دوران ٹریننگ پانے والے ان کے ساتھیوں میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی بھی تھے۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادی تحریکِ شہیدین کے امیر ۱۸۴۰ء میں مقرر ہوئے، تو انہوں نے صرف افراد سازی پر دھیان مرکوز نہ کیا، بلکہ ان کے مشن وکار میں دعوت وتبلیغ، اصلاح سماج ومعاشرہ، بدعات وخرافات کا ازالہ اور تعلیم وتربیت کا فروغ بھی شامل تھا، جس کا واقعی بہت بڑا فائدہ ہوا۔انہوں نے اپنے اسی مقصد کی تحصیل کے لئے اپنے ہم درس مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی، لکھنوی، ثم دلاپوری کو جھارکھنڈ کے شمال مشرق اور مغربی ومشرقی بنگال کے علاقوں میں فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ادا کرنے اور تحریکِ شہیدین کے اغراض ومقاصد کی تحقیق کے لئے ۱۸۴۰ء میں روانہ کیا۔بقول مولانا شمس الحق سلفی: ''بنگالہ کی اس سرزمین یعنی مالدہ، راج شاہی، راج محل، صاحب گنج، سنتھال پرگنہ وغیرہ میں دعوت وتبلیغ، اصلاح وتعمیر، اور مجاہدین کی جماعت تیار کرنے اور فراہمی اموال کے لئے اپنا قریبی رفیقِ سفر، نیک طینت، پاک طبیعت، فدائی اسلام، مجاہد متقی، جواں سال ساتھی مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی لکھنوی رحمہ اللہ کو بھیجا''۔[مولانا عبدالحنان دلاپوری: شخصیت اور کارنامے:۱۲]

مولانا مسعود عالم ندوی نے ہنٹر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ایک شخص عبدالرحمٰن نامی (خلیفہ مولانا ولایت علی) مالدہ، تبلیغ کرتے ہوئے آئے، پھر وہ وہاں رہ پڑے۔شادی کرلی اور ایک اسکول میں معلم ہوگئے۔ان کی تبلیغ کامیاب ہوئی۔آدمی اور رقم سرحد کو بھیجتے رہے۔سالہا سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۵۳ء میں ان پر شبہ ہوا، گرفتار ہوئے، پھر چھوڑ دیئے گئے''۔[ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک:۱۱۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی جب اس علاقے میں پہنچے تو اپنا مستقر علاقہ راج محل کے معروف گاؤں ''اسلام پور'' کو بنایا۔ پھر واپس نہیں گئے، یہیں پر مستقل سکونت اختیار کر لی، اور علامہ احمد اللہ خاں عظیم آبادی کی صاحب زادی ''محبوبہ خاتون'' سے شادی کی، جن کے بطن سے دو لڑکے، مولانا عبدالمنان دلالپوری اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان دلالپوری، اور تین لڑکیاں، مجید النساء، حمید النساء، اور رشید النساء پیدا ہوئیں۔ دونوں لڑکوں (مولانا عبدالمنان اور مولانا عبدالحنان) کے تذکرے اس کتاب میں شامل ہیں۔

اس علاقے میں کفر وشرک عام تھا، لوگ طرح طرح کی بدعات وخرافات میں مبتلا تھے، اور رسوم وتقالید کو دین ودھرم سمجھ کر انجام دیئے جاتے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی نے جب یہ ساری چیزیں دیکھیں، تو دعوت وتبلیغ، اور اصلاح وتعمیر کا کام نہایت ہی خیر وخوبی، تندہی اور اخلاص ولگن سے شروع کر دیا۔ ان کی دعوتی جولان گاہ جامتاڑا سے راج شاہی تک، اور ندیا سے سنتھال پرگنہ کی آخری چھور تک تھی۔ ان علاقوں کے دورے اکثر وہ پیدل کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان کی دعوت وتحریک کا اثر ہونے لگا۔ اس سے انہوں نے فائدہ اٹھا کر اپنا کام مزید تیز کر دیا۔ آپ کی تبلیغ وتنظیم کا طریقہ کار یہ تھا کہ جس گاؤں میں جاتے وہاں کے لوگوں کو اولاً دین وشریعت کی باتیں بتلاتے، مان لینے کے بعد ان پر قائم رہنے کا عہد لیتے اور پھر ایک مقامی جمعیت قائم کر دیتے، اور ایک امیر مقرر کر دیتے، جس کو اس علاقے میں ''سردار'' کہا جاتا تھا۔ لوگ ہر معاملہ میں اس امیر کے تابع ہوتے اور مال وتعاون ان کے اشراف میں اکٹھا کرتے تھے۔ سارا مال دلالپور کے مرکز میں جمع ہوتا تھا، اور پھر اسے عظیم آباد (پٹنہ) بھیج دیا جاتا تھا۔

غلام رسول مہر نے اپنی کتاب ''سرگزشتِ مجاہدین'' میں ایک ذیلی سرخی ''مرکز مالدہ'' قائم کی ہے، اور اس کے تحت لکھا ہے کہ ''مرکز مالدہ کی بنیاد ہنٹر کے بیان کے مطابق ۱۸۴۰ء کے لگ بھگ پڑی تھی۔ اس بیان کا مفاد یہ ہے کہ مولانا ولایت کے ایک خلیفہ عبدالرحمٰن لکھنوی ضلع مالدہ میں تشریف لائے۔ انہیں حالات سازگار معلوم ہوئے، تو اسی ضلع کے ایک گاؤں میں مدت تک ٹھہرے رہے۔ ایک مقامی خاتون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مراد صاحب زادی مولانا احمد اللہ عظیم آبادی) سے شادی کر لی، اور مدرس کی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ گاؤں میں چھوٹے چھوٹے زمیندار رہتے تھے، ان کے بچے مولوی عبدالرحمٰن کے پاس تعلیم پانے لگے۔ بہ الفاظِ ہنٹر مولوی صاحب بڑے پُر جوش اور پُر تاثیر انداز میں لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے اور ان سے باقاعدہ اعانتی رقمیں وصول کرتے۔ سال بہ سال جمع شدہ رقمیں اور فراہم شدہ آدمی اس غرض سے عظیم آباد بھیج دیتے کہ انہیں سرحد میں پہنچانے کا انتظام کر دیا جائے''۔ [سرگزشتِ مجاہدین: ۴۱۲]

مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی کے کئی باصفا کارکن تھے، جن کو انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف کاموں کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا غلام رسول مہر اور سید محمد میاں، وغیرہم کی کتابوں میں جن ناموں کا ذکر ملتا ہے، ان میں رفیق منڈل، مولانا امیر الدین، اور ابراہیم منڈل وغیرہم لائق ذکر ہیں۔ ان سب کے کارناموں اور خدمات کی تفصیل مذکورہ کتابوں میں موجود ہے۔ ابراہیم منڈل کے متعلق غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ ''یہ بزرگ بڑے غیور دیندار تھے۔ بزرگانِ عظیم آبادی سے ان کا تعلق تھا۔ راج محل کے پورے علاقے میں ان کے تقوے، دینداری، اور جوشِ حمیت اسلام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یقین ہے کہ یہ جماعتِ مجاہدین کا کام بڑی سرگرمی سے کرتے ہوں گے، لیکن نہ اس کی تفصیلات معلوم ہیں، نہ مقدمے کی روداد ہمارے سامنے آئی۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ابراہیم منڈل کو اکتوبر ۱۸۷۰ء میں حبسِ دوام بہ عبور دریائے شور اور ضبطی املاک کی سزا ہوئی تھی، البتہ انہیں انڈمان نہ بھیجا گیا۔ کچھ نہیں بتایا جا سکتا کہ اس کی وجہ کیا ہوئی۔ مولانا مسعود عالم کے بیان کے مطابق رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں مرقوم ہے کہ ابراہیم منڈل کو لارڈ لٹن کے حکم سے ۱۸۷۸ء میں رہا کر دیا گیا تھا۔ ان کا انتقال موجودہ صدی کے اوائل میں ہوا''۔ [سرگزشتِ مجاہدین: ۴۱۵]

مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی کا ایک عظیم ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے معتقد و مداح ابراہیم منڈل کے ساتھ مل کر ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں ''جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ'' کی بنیاد ''دلالپور''، صاحب گنج، جھارکھنڈ میں اپنے خسر مولانا احمد اللہ خاں عظیم آبادی کے ہاتھوں سے رکھی۔ اس ادارہ کو آپ نے کیسے سینچا، سجایا، سنوارا اور برگ و بار کے لائق بنایا، اس کے متعلق مولانا شمس الحق سلفی لکھتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی نے مدرسہ کے قرب وجوار کے جنگلات کی صفائی کی، اور طلبہ کے دارالاقامہ اور درس گاہ کی تعمیر کروائی، اور اپنے لئے الگ سے ایک رہائش گاہ بنوائی۔ پانی کے انتظام کے لئے دو تالاب اور ایک کنواں کھودوایا۔ ایک تالاب مدرسہ کی ملکیت میں ہے، اور دوسرا ان کی اولاد واحفاد کی ملکیت میں۔ مدرسہ کے طلبہ واساتذہ اور مسافرین ومجاہدین کے خورد ونوش کا انتظام ۱۸۷۸ء سے ۱۹۴۰ء تک مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی کے گھر ہی سے ہوتا تھا۔ مطبخ مولانا کا گھر ہی تھا، اور باورچی کا کام گھر کی بہو بیٹیاں کیا کرتی تھیں۔ مولانا خود جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور جلاون تیار کیا کرتے تھے۔ مدرسہ کے اخراجات کے لئے مٹھی چاول جمع کرنے کا نظم تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ محصل ہفتہ کے کسی دن مٹھی چاول جمع کر کے مدرسہ پہنچا دیتا، اس کا سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔ اس وقت جامعہ کا ایک بڑا ذریعہ آمدنی یہی مٹھی چاول ہے‘‘۔ [مولانا عبدالحنان دلاپوری: شخصیت اور کارنامے: ۲۰۔۲۱]

مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی ثم دلاپوری اپنی پوری زندگی تحریکِ مجاہدین سے جڑے رہے اور اس علاقے سے تعاون جمع کر کے بھیجتے رہے، اور ساتھ ہی اپنے ادارہ ’’شمس الہدیٰ‘‘ کو بھی ترقی دیتے رہے، یہاں تک کہ یہ داعی الی اللہ ومجاہد فی سبیل اللہ ۱۹۱۸ء میں تقریباً ایک سو سال کی عمر پا کر وفات کر گئے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور دامنِ کوہ میں انجام دیئے ان کے اعمال وکارناموں کو قبول کرے، آمین!!۔

(۱۶)۔ استاذِ محترم مولانا عبدالستار اثری رحمہ اللہ

۴/ مارچ ۲۰۱۳ء مطابق ۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ سوموار کا دن تھا، نماز مغرب کی ادائیگی کے دوران موبائل سائلینٹ کیا ہوا تھا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد موبائل کے بٹن پر انگلی رکھا تو استاذ محترم مولانا محمد خالد فیضی رحفظہ اللہ کے ایک مس کال پر نظر پڑی، کال بیک کیا تو انہوں نے خبر دی کہ جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند کے قدیم استاذ، درجنوں علماء ودعاۃ کے مربی اور جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو کے فارغ وفاضل عالم دین مولانا عبدالستار اثری کا دن کے چار بجے کے پس وپیش انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سنتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہی پہلے زبان سے ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون'' پڑھا اور پھر تدفین کے متعلق جانکاری طلب کی، بتایا گیا کہ کل ۵/ مارچ ۲۰۱۳ء مطابق ۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ بروز منگل بوقت دس بجے دن تدفین عمل میں آئے گی۔

استاذ محترم مولانا عبدالستار بن عبدالکریم بن پارو بن عقلو بن دانو اثری رحمہ اللہ کی ولادت منکڈ یہا ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ میں ۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ کو ہوئی. گاؤں میں مدرسہ یوسفیہ اسلامیہ مجاہد کبیر مولانا محمد یوسف شمسی کے ہاتھوں قائم ہو چکا تھا، گاؤں میں تعلیم وتربیت کی تحریک چل چکی تھی۔ اور آپ کے والد محترم عبدالکریم تعلیم وتربیت کی اہمیت وافادیت سے واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب مولانا عبدالستار اثری مکتب واسکول جانے کے لائق ہوئے تو والد نے ان کو گاؤں کے مدرسہ یوسفیہ اسلامیہ بھیجنا شروع کیا، جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم مولانا عطاء اللہ محمدی اور مولانا عنایت اللہ محمدی سے حاصل کی۔ بعدازاں ان کے والد نے ان کو مرکز علوم وفنون اور شہر علماء وادباء مئوناتھ بھنجن اعلیٰ تعلیم کی تحصیل وطلب کے لئے بھیجا، جہاں پر قائم ادارہ ''جامعہ اثریہ دارالحدیث'' میں ۱۹۶۶ء میں عربی کی جماعتِ اولیٰ میں داخلہ لیا، اور پورے انہماک ولگن کے ساتھ تحصیل علوم وفنون کرنے لگے، یہاں تک کہ ۱۹۷۴ء میں اسی ادارہ سے فراغت وسند فضیلت حاصل کی۔ جامعہ اثریہ دارالحدیث میں جن کبار اساتذہ اور ماہرین علوم وفنون سے اکتساب علم وفیض کیا، ان میں مولانا عبداللہ شائق (متوفی ۱۳۹۴ھ)، مولانا فیض الرحمٰن مئوی، مولانا عبدالعلی، مولانا عبدالمنان، مولانا محمد مصطفیٰ، مولانا محمد مشتاق شوق، مولانا عبدالعزیز عمری اور مولانا محمد احمد اثری وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آپ جامعہ اثریہ دارالحدیث سے فراغت کے بعد وفات تک تعلیم وتربیت اور دعوت وتدریس سے وابستہ رہے، اور اس راہ میں اپنی خدمات پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مدھیہ پردیش میں سیونی کا علاقہ جماعت اہل حدیث کی دعوت وتبلیغ اور تربیت وتعلیم کا مرکز رہا ہے، بڑے بڑوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز اس علاقہ سے کیا ہے۔ میرے جامعہ سلفیہ بنارس کے دو اساتذہ شیخ عبدالوہاب حجازی سابق مدیر مجلّہ ''محدث'' اور مولانا محمد مستقیم سلفی حفظہما اللہ جامعہ آنے سے پہلے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقہ میں اپنی خدمات پیش کررہے تھے۔ استاذ محترم مولانا عبدالستار اثری رحمہ اللہ نے بھی اپنی عملی زندگی کا آغاز مدرسہ فیض العلوم، سیونی، مدھیہ پردیش میں دعوت وتدریس کی ذمہ داری انجام دینے سے کیا۔ اس ادارہ میں ایک سال اپنی خدمات پیش کرکے علاقہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے گھر واپس ہوگئے اور گاؤں میں قائم ادارہ مدرسہ یوسفیہ اسلامیہ میں تدریسی ودعوتی کاز سے جڑ گئے، ابھی اس ادارہ سے وابستہ ہی تھے کہ علاقہ سنتھال پرگنہ وچھوٹا ناگپور میں استاذ کبیر مولانا عبدالرشید شائقی حفظہ اللہ کی تحریک وتحریض پر ڈابھا کیند میں ایک عظیم مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ ۱۹۷۷ء میں کھلا، تو اس ادارہ کے اساتذہ ودعاۃ میں شامل ہوگئے، اور چونتیس سال تک اس ادارہ سے وابستہ رہے اور اس کی تعمیر وترقی اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت میں اپنی ساری صلاحیت جھونک دی۔ اپنی وفات سے تقریباً تین سال پہلے جامعہ محمدیہ سے مستعفی ہوگئے اور اپنے گاؤں کے ادارہ جامعہ یوسفیہ اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے لگے۔ ابھی آپ نے صرف دو ہی سال تک اس ادارہ کی خدمت کی تھی کہ آپ کینسر کے مرض میں مبتلا ہوگئے، جس کی وجہ سے بادل نخواستہ مستعفی ہونا پڑا اور مرض کے علاج ومعالجہ میں لگ گئے، آپ کا علاج ممبئی اور ٹاٹا نگر جمشید پور کے کینسر اسپتالوں میں ہوا، اور اس راہ میں آپ کی اولاد کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کی گئی، مگر موت کا وقت مقرر ہوتا ہے، اس بناء پر مرض ٹھیک نہیں ہوا، اور بالآخر ۴/مارچ ۲۰۱۲ء سوموار کو اکسٹھ سال کی عمر پاکر آپ اپنے اہل وعیال، اساتذہ وطلبہ اور محبین ومعتقدین کو سوگوار کر گئے۔ تدفین دوسرے دن دس بجے عمل میں آئی، جنازہ وتدفین میں پانچ ہزار کے قریب لوگوں نے شرکت کی، نماز جنازہ استاذ محترم مولانا وقاری محمد یونس اثری/حفظہ اللہ نے پڑھائی اور آپ اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کے پسماندگان میں بوڑھی ماں، تین بھائی اور چار بہنوں کے علاوہ اہلیہ، چھ لڑکے مولانا عبدالحق فیضی، فیض الحق، عبدالرب، احسان الحق، محمد تنویر ومحمد رئیس اور تین لڑکیاں عابدہ خاتون، زینب خاتون اور واجدہ خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ حضرات کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!۔

استاذ محترم مولانا عبدالستار اثری کے متعلق بچپن سے اپنی والدہ سے سنا کرتا تھا، والدہ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہمیشہ ہم لوگوں کے بیچ کچھ نہ کچھ سنایا کرتی تھیں، مگر آپ کو قریب سے دیکھنے اور آپ سے اخذ و استفادہ کرنے کا موقع اس وقت ملا جب میں جامعہ محمدیہ پڑھنے کے لئے گیا۔ میرا داخلہ اس جامعہ میں رابعہ ابتدائیہ میں ہوا، اور اس درجہ سے عربی کی تیسری جماعت تک پڑھا۔ اس بیچ ان سے مجھے مختلف کلاسوں میں چار کتابیں آمدنامہ، منہاج العربیہ، میزان ومنشعب اور شرح مأۃ عامل پڑھنے کا موقع ملا۔ دوران تدریس آپ کے طرز کلام اور قوت استدلال سے واضح ہوتا تھا کہ آپ کافی ذہین وفطین آدمی ہیں، ایک مرتبہ استاذ حبیب مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' رحمہ اللہ نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ مولانا عبدالستار اثری کیسے پڑھاتے ہیں، بہتر ہی پڑھاتے ہوں گے، اس لئے کہ طالب علمی کے زمانے میں کافی ذہین تھے، اور اپنی ذہانت وفطانت کے سبب جامعہ اثریہ میں اپنے اساتذہ اور ساتھیوں کے بیچ مقبول تھے، اور بقول ڈاکٹر ایثارالدین ہمیشہ اپنے درجہ میں اول آتے تھے۔

جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند کی تعمیر وترقی میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، پیدل چل کر یا سائیکل کی سواری کر کے فنڈ کی فراہمی کے لئے نزدیک ودور کا سفر کرتے تھے۔ استاذ کبیر مولانا عبدالرشید شائق نے ایک ملاقات کے دوران مجھے بتلایا کہ ایک مرتبہ جامعہ محمدیہ کے لئے فنڈ کی فراہمی کی غرض سے علاقہ کے مالدار شخص جناب حاجی محمد آزاد والد جناب حاجی محمد حسین انصاری (سابق ایم.ایل.اے حلقہ مدھوپور) کے گھر ''پیپرا'' جانا ہوا۔ ساتھ میں مولانا عبدالستار اثری تھے، ان کی سائیکل میں پیچھے بیٹھنے کی سیٹ نہ تھی، اس لئے مجھے آگے فریم پر بٹھا کر لے گئے۔ جب ان کے یہاں جانا ہوا، اور اندر خبر بھیجوائی گئی تو آزاد صاحب باہر آئے اور مولانا عبدالستار اثری سے پوچھا تمہارا لنگڑا مولوی (عبدالرشید شائق) کہاں ہے؟، انہوں نے کہا یہی جو آپ کے سامنے ہے۔ آزاد صاحب نے دیکھ کر کہا میں لنگڑے مولوی کے ساتھ تعاون نہیں کرتا۔ میں نے کہا آپ تعاون دیں چاہے نہ دیں ہم اور ہمارے اساتذہ جامعہ محمدیہ کو استحکام دے کر رہیں گے۔

آپ جامعہ محمدیہ کے لئے تعاون وامداد کی فراہمی کی غرض سے موقع بموقع بنارس، بھدوہی، مرزا پور، دہلی، گجرات اور ممبئی وغیرہ بڑے بڑے شہروں کا سفر کرتے تھے۔ آپ کے اندر چندہ کرنے اور بخیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بخیل تر لوگوں سے چندہ حاصل کر لینے کا ہنر باتم موجود تھا۔ آپ ہی جیسے اساتذہ کی محنتوں اور کاوشوں سے جامعہ محمدیہ نے ترقی کی اور ممتاز اداروں کی صفوں میں شامل ہوا۔ آج ضرورت ہے کہ ماضی کی قربانیوں کو سامنے رکھ کر مستقبل کے منصوبے بنائے جائیں اور ملت و جماعت کی پونجی سمجھ کر جامعہ محمدیہ کو پورے اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے اور اس کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی کوششیں کی جائیں۔

آپ نے اپنی پوری زندگی خدمتِ خلق اور اشاعت دعوت وتعلیم میں گذاری۔ حالات ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے ہیں، آپ نے مساعد اور ناموافق دونوں طرح کے حالات کا سامنا کیا، مگر دعوت وتبلیغ کے مشن سے باز نہیں رہے۔ مختلف اداروں کے پلیٹ فارم سے دعوت وتعلیم کو فروغ دینے کے علاوہ اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں پینتیس سالوں تک بلا معاوضہ امامت وخطابت کی عظیم ذمہ داری ادا کی۔

نیز جامعہ یوسفیہ اسلامیہ کی صدارت کے باوقار عہدے پر دس سال فائز رہے اور اس کے منصوبہ جات کو زمینی وجود دینے میں اپنا ممکنہ تعاون پیش فرمایا۔

آج اچھے دعاۃ ومدرسین کے بحران کا شکوہ عام ہے۔ اس بحرانی کیفیت سے امت کے گذرنے کے اسباب میں ایک سبب قلتِ تنخواہ بھی ہے عام طور پر دینی اداروں سے وابستہ اساتذۂ کرام کو کم تنخواہ پر کام کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے اقتصادی مضبوطی تو دور مسرت کی زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے میں مدارس کے اساتذہ اپنے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے متعلق کیسے سوچ سکتے ہیں، پھر بھی استاذِ محترم اثری رحمہ اللہ نے اپنے بچوں اور بچیوں کو پڑھایا۔ آپ کے بڑے لڑکے مولانا عبدالحق فیضی جامعہ فیض عام، مئو کے فارغ ہیں، اور خدمتِ دعوت وتعلیم انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند جب تعلیمی ودعوتی اور مالی بحران سے دوچار ہوا، تو آپ کی خواہش تھی کہ اس ادارہ کے ابنائے قدیم آگے آئیں، اور ادارہ کے ساتھ مالی تعاون کریں، اس کی تعمیر وترقی کی سبیل پیدا کریں، اور ممکن ہو تو یہاں آکر تعلیمی ودعوتی خدمات بھی انجام دیں۔ اس بات کا اظہار انہوں نے مجھ سے کئی بار کیا، ممکن ہے اوروں سے بھی کئے ہوں گے۔

آپ اپنے تلامذہ وشاگردان کی حوصلہ افزائی اور ان کی کاوشوں کی قدر کرتے تھے، اور ضرورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑنے پر ان کی تصدیق وتزکیہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے مرکز آزاد التعلیمی، گریڈیہہ کے کام سے دہلی جانا ہوا تھا، انہوں نے وہاں ایک سیٹھ کے یہاں میری تصدیق وتزکیہ کی، جس کی بناء پر مرکز کو ایک تعاون ملا۔ آج ان کے شاگردان کی ایک بڑی تعداد ہے اور تعلیم ودعوت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ یہ تلامذہ یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشوں سے درگذر فرمائے، خدمات وجہود کو قبول کرے اور جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ مرحمت فرمائے، آمین!!

❁❁❁

(۱۷)۔ تلمیذ شیخ الکل فی الکل

مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری رحمہ اللہ

جھارکھنڈ کی جماعتی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ ہمارے اسلاف وبزرگوں کی ایک بڑی تعداد نے دعوت وتعلیم اور اصلاح وتبلیغ کے لئے جھارکھنڈ کو مرکز بنایا اور انہیں یہاں کے مخلصوں کی طرف سے ایسی محبت ملی کہ ان لوگوں نے اسے چھوڑ کر جانا گوارہ نہ کیا اور یہیں مستقل بودوباش اختیار کر لی، اور اپنی اپنی حیاتِ مستعار گزار کر یہیں پر سپردِ خاک ہوئے۔ اس قسم کی شخصیات ورجال میں مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری [متوفی ۱۹۱۷ء] (تلمیذ شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی)، مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلاپوری [متوفی ۱۹۱۸ء] (والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان دلاپوری)، مولانا حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی [متوفی ۱۹۶۰ء] (بانی مدرسہ دارالفلاح، عابد نگر ٹرمنڈا، ٹوپاٹانڑ)، اور مولانا حکیم عبدالغفار بہاری ثم مدھوپوری رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

تلمیذِ شیخ الکل مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری رحمہ اللہ اتر پردیش کے مشہور ومعروف ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ''رواں'' کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کی پیدائش ۱۲۹۲ھ میں ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد مولانا اسداللہ روانوی [متوفی ۱۹۲۱ء] حافظ عبداللہ غازی پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے، اور اچھی صلاحیت اور بہترین علمی لیاقت کے مالک عالم دین تھے۔ بقول ابویحییٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ: ''مولانا شبلی نعمانی مرحوم جس زمانے میں جامد مقلد تھے، اور ابھی عنفوان عہد تھا کہ مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے مسئلہ تقلید پر الجھ پڑے اور رسالہ بازی شروع کردی۔ ان کے مقابلہ کے لئے مولوی اسداللہ ہی گئے۔ ان بحثوں کا یہ اثر ہوا کہ ممدوح تقلید کے جمود سے نکل آئے۔ مرحوم یوں بھی ذہین اور طباع تھے۔ طبیعت میں ظرافت بھی تھی۔ بات ہمیشہ پتے کی کہتے، جس سے سامع پر اثر پڑے بغیر نہ رہتا'' [تراجم علمائے حدیث، ہند: ۳۵۷]

مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری نے اپنی تعلیم کی بسم اللہ ''مدرسہ چشمہ رحمت''، غازیپور میں تلمیذ شیخ الکل علامہ حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ سے کی۔ اس زمانے میں حافظ عبداللہ غازیپوری کی وجہ سے مدرسہ چشمہ رحمت کا شہرہ عام تھا، تشنگان علوم وفنون وہاں کا قصد کرتے اور اس چشمہ رحمت سے سیرابی حاصل کرتے تھے۔ حافظ غازیپوری سے کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد جونپور چلے گئے اور مولانا ہدایت اللہ خان سے منطق وفلسفہ اور دیگر علوم وفنون کی چند کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں کانپور کا سفر کیا۔ اس زمانے میں کانپور میں ''مدرسہ جامع العلوم'' کے نام سے ایک مدرسہ چل رہا تھا، جس میں معروف ومشہور حنفی عالم دین، حکیم امت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تدریسی فرائض ادا کر رہے تھے۔ آپ نے اس میں داخلہ لیا اور تھانوی سے بطور خاص فقہ واصول فقہ وغیرہ پڑھا، پھر غازیپور دوبارہ واپس آئے اور حدیث وعلوم حدیث، اور تفسیر واصول تفسیر کی تکمیل حافظ عبداللہ غازیپوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے کی۔ معقولات وادب کی منتہی کتابیں مولانا عبدالرحمٰن بقا غازیپوری سے پڑھیں۔

اوپر مذکور علماء ومشائخ کی شاگردی اختیار کر کے لگ بھگ جملہ علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کر چکے تھے، پھر بھی ایک تشنگی اب بھی باقی تھی، جس کی سیرابی کے لئے انہوں نے دہلی کا رخ کیا، وہ تشنگی تھی شیخ الکل فی الکل علامہ سید نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلوی رحمہ اللہ سے کسب فیض کرنے کی۔ چنانچہ آپ نے ان کی شاگردی اختیار کی اور ان سے خوب خوب اخذ واستفادہ کیا اور سند واجازہ حدیث حاصل کیا۔

آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد عملی زندگی کی شروعات کی تو اپنے استاذ گرامی قدر حافظ عبداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غازیپوری کی خواہش پر ''مدرسہ احمدیہ''، آرہ تشریف لے آئے اور کچھ سالوں تک یہاں تدریسی ذمہ داریاں ادا کیں۔ میرے ''صحیح مسلم'' جلد دوم کے استاذ گرامی قدر مولانا عزیز الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ نے ''مدرسہ احمدیہ''، آرہ کے تعارف میں لکھا ہے کہ ''تقریباً ۱۳۰۶ھ میں جب مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری رحمہ اللہ تشریف لائے تو مدرسہ کو خوب ترقی ہوئی۔ آپ نے بیس سال تک لوگوں کو فیض پہنچایا۔ آپ کے دور میں مختلف اوقات میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری، مولانا عبدالمنان وفا غازیپوری، مولانا ابوالفیاض عبدالقادر مئوی، مولانا عبدالعزیز روانوی اعظمی مدرس رہے'' [جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات: ۱۲۸]

اور مولانا قاضی اسلم سیف لکھتے ہیں کہ: ''مدرسہ احمدیہ کی عظمت کا اندازہ ان کے اساتذہ اور شیوخ سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد سعید محدث بنارسی، مولانا محمد اسحاق فخر غازیپوری، مولانا عبدالعزیز روانوی ثم اعظم گڑھی، مولانا عبدالغفار مہدانوی، مولانا عبدالنور دربھنگوی، مولانا نذیرالدین احمد بنارسی، مولانا عبدالقادر، مولانا حافظ عبداللہ غازیپوری، قاضی محمد مچھلی شہری، یہ سب مدرسہ احمدیہ، صوبہ بہار کے شیوخ اور مدرسین تھے۔ جب یہ اساتذہ وہاں تعلیم وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، اس دور کے بارے میں مولانا ابویحیٰ خان نوشہروی لکھتے ہیں: ان بزرگوں کی موجودگی سے مدرسہ مرجع خلائق بن گیا''۔ [تحریکِ اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں: ۴۹۰]

مدرسہ احمدیہ، آرہ میں کچھ دنوں تک کام کرنے کے بعد کتاب ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' کے مصنف مولانا محمد شاہ جہاں پپوری رحمہ اللہ کے ارشاد پر ان کے گاؤں ''شاہ جہاں پور'' چلے گئے۔ اس کے بعد جماعت اہل حدیث، مدھوپور، جھارکھنڈ کی طلب پر مدھوپور چلے آئے۔ مولانا ابویحیٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ کا جملہ ہے کہ ''جماعت اہل حدیث مدھوپور کی استدعا پر آخر وہاں کے مدرسہ میں چلے آئے اور یہیں سپرد خاک ہوئے''۔ آپ کا انتقال ۲۴ر صفر ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو ہوا، اور مدھوپور ہی میں مدفون ہوئے۔

آپ ایک قابل اور باصلاحیت عالم دین تھے۔ ظاہر ہے، جس آدمی نے حافظ عبداللہ غازیپوری،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حکیم امت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالرحمٰن بقا غازیپوری اور شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہم اللہ جیسی عبقری شخصیات اور نابغہ روزگار رجال سے تحصیل علوم وفنون کی ہو، اور باپ بھی عظیم ہو، اور وہ قابل نہ ہو، ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ آپ کے اوصاف وکمالات پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں: ''مسائل پر بہت نظر تھی، حافظہ قوی اور ذہن رسا تھا، مناظرہ میں اپنے حریف پر غالب آنا گویا اختیاری تھا، اور ان مختصات کے معترف آپ کے استاذ حافظ صاحب غازیپوری بھی تھے۔ مطالعہ میں انہماک کی وجہ سے خورد ونوش میں کوئی حسن وسلیقہ نہ تھا۔ سفر وحضر دونوں میں کتب بینی جاری رہتی، اخلاق حسنہ کا نمونہ اور شرم وحیا کے مجسمہ تھے، کہ وطن کے لوگ بھی جن کی وجہ سے رطب اللسان رہے۔

بہت سے شاگرد چھوڑے، مگر مولوی عبدالسلام اعظمی، مولوی برہان الدین، مولوی عبدالمجید، مولوی عبدالحمید کے سوا بقیہ لوگوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ کتابیں بھی لکھیں، مگر عسرت کی وجہ سے کوئی کتاب طبع نہ ہوسکی'' [تراجم علمائے حدیث، ہند: ۳۵۶]

آپ مدھوپور آئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے، اور مدھوپور اور مضافات میں بڑی بڑی جھود ومساعی اور خدمات سرانجام دیں۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں جو اس علاقے میں حدیث کی معروف کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' لے کر آئے تھے، جو اس زمانے میں پورے علاقہ کے علما کے لئے حدیث کی واحد کتاب تھی۔ مولانا کی ذاتِ گرامی قدر اور اس کتاب نے شہر مدھوپور ہی نہیں پورے علاقے میں انمٹ نقوشِ تاباں چھوڑ دیے۔

جھارکھنڈ کے پانچ اضلاع جامتاڑا، دمکا، دیوگھر، گریڈیہہ اور دھنباد میں جن دعاۃ ومبلغین کے دعوتی کارناموں کی بدولت اہل حدیثیت پائی جاتی ہے، ان میں ایک بڑا نام مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی وٹوپاٹانڑوی (متوفی ۱۹۶۰ء) بانیِ مدرسہ دارالفلاح، ٹوپاٹانڑ وعابد نگر ٹرمنڈا کا ہے، جو مولانا عبدالعزیز اعظمی، منشی نورالدین نندومہاشے کٹھڈابری اور مدھوپور کے اس وقت کے دوسرے علمائے اہل حدیث سے مناظرہ ہار جانے پر اہل حدیث ہوگئے تھے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابوالفلاح صاحب یوپی کے معروف گاوں ''گنگوہ'' کے رہنے والے تھے اور تلاشِ ملازمت میں ضلع جامتاڑا کی معروف بستی ٹوپا ٹانڑ پہنچ گئے اور یہیں مقیم ہوگئے. ایک روز منشی نورالدین صاحب کسی کام سے اس بستی میں آئے اور مغرب کی نماز حافظ صاحب کی امامت میں ادا کی. جب وہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے ''ولاالضالین'' پر پہنچے تو منشی جی نے زور سے آمین کہی. نماز ختم ہونے کے بعد حافظ صاحب نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تم نے آمین کیوں کہی؟ انہوں نے جواب دیا کہ جناب! اس کا ثبوت حدیث رسول ﷺ میں موجود ہے، جس پر میں نے عمل کیا ہے. حافظ صاحب نے کہا کہ حدیث دکھا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں. حدیث مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے. اس زمانے میں یہ کتاب صرف مدھوپور میں مولانا عبدالعزیز اعظمی کے پاس تھی. دونوں حضرات علاقے کے دیگر لوگوں کے ساتھ موضع بروٹانڑ پہنچے اور یہیں مناظرہ ہوا. ایک طرف حافظ ابوالفلاح صاحب تھے، جو متشدد حنفی تھے اور دوسری طرف علمائے اہلحدیث تھے، علمائے اہلحدیث نے مناظرہ کا متکلم مولانا عبدالعزیز اعظمی کو مقرر کیا. دونوں فریقوں کے درمیان یہ شرط طے پائی کہ جو مناظرہ ہار جائے گا، وہ دوسرے کے مسلک کو مجلس ہی میں قبول کرلے گا. مناظرہ تین موضوعات آمین بالجہر، رفع الیدین اور قرأت فاتحہ خلف الامام پر ہوا. کئی دنوں تک مناظرہ چلا اور اخیر میں مولانا و حافظ ابوالفلاح صاحب مناظرہ ہار گئے اور طے شدہ شرط کے مطابق مجلس ہی میں اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا. جب مقتدیٰ اور پیشوا ہی اہلحدیث ہوگئے تو ان کے متبعین تقلید شخصی پر کیسے باقی رہ سکتے تھے، سب اہل حدیث ہوگئے، چوں کہ حافظ صاحب کا حلقۂ ارادت کافی وسیع تھا. اس بنا پر اسی (۸۰) سے زائد بستیاں اہل حدیث ہوگئیں اور اس طرح سے یہ علاقہ اہل حدیث آبادی والے علاقے سے جانا جانے لگا.

۱۹۹۴ء میں 'جامعہ رحمانیہ'، مدھوپور، جھارکھنڈ کا ایک تعارف نامہ عربی زبان میں شائع ہوا تھا، جس میں شہر مدھوپور کے تعارف اور کچھ علماء کی جہود مساعی اور خدمات پر اشارۃً روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں پہلا نام مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری کا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کریں!:

''ان مدینة مدوفور مدینة جمیلة وصحیة، ویعد قلباً نابضاً لهذه المنطقة

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وبالنسبة للعلوم الدينية، فتاريخها قديم جداً، حيث قد اشترك لخدمة علوم الدين وتعمير الملة وتعميم الأخلاق الفاضلة أكابر العلماء وأساطين الفضلاء لهذه المنطقة الذين حاولوا ارواء سكانهم وسقيهم بعروقهم ودمائهم، فمن هؤلاء المخلصين فضيلة الشيخ الحكيم عبدالعزيز الأعظمى، وفضيلة الشيخ عبدالرشيد الأنبالوى، وفضيلة الشيخ محمد البنجابى (المؤسس لمسجد جاندوارى، الذى سيطر عليه أهل البدعة البريلوية)، والشيخ الهى بخش البنجابى، والشيخ على حسن البيهارى، والشيخ عبدالنور الدربنغوى، والشيخ عبدالجبار البيهارى، والشيخ الحافظ عابد حسين الكنكوهى، والحاج نور محمد (المؤسس لمسجد أهل الحديث الجامع بمدينة مدوفور)، والشيخ خير على، والشيخ نورالدين المعروف ب"مهاشى"، والشيخ الحاج عبدالعزيز، والشيخ الحكيم عبدالغفار البيهارى، والشيخ عبدالحى الآروى وغيرهم رحمة الله عليهم أجمعين".

(مدھوپور ایک خوب صورت اور صحت افزا شہر ہے۔اس شہر کو دینی علوم کے حوالے سے علاقہ کے دھڑکتے دل کی حیثیت حاصل رہی ہے۔دینی علوم اور اسلامی دعوت کے فروغ واشاعت کے باب میں اس شہر کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء اور اساطین فضلاء نے علوم دین کی خدمت، ملت اسلامیہ کی تعمیر اور بلند اخلاق کی تعمیم، اور علاقے کے باشندوں کی سیرابی اور انہیں اپنے خونِ جگر سے سینچنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ان علما میں مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی، مولانا عبدالرشید انبالوی، مولانا محمد حسین پنجابی [چاندواری، مدھپور کی مسجد کے موسس، اب یہ مسجد بریلویوں کے قبضہ میں ہے]، مولانا الٰہی بخش پنجابی، مولانا علی حسن بہاری، مولانا عبدالنور دربھنگوی، مولانا عبدالجبار بہاری، مولانا حافظ عابد حسین گنگوہی [ثم ٹوپاٹانڑوی]، حاجی نور محمد [موسس مسجد اہل حدیث، حاجی گلی، مدھوپور]، مولانا خیر علی، مولانا منشی نور الدین ''نندومہاشے''، حاجی عبدالعزیز، مولانا حکیم عبدالغفار بہاری، اور مولانا عبدالحی آروی وغیرہم قابلِ ذکر ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۸)۔ مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری رحمہ اللہ

مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری رحمہ اللہ اُن شخصیات ودعاۃ اور مدرسین ومعلمین میں سے ایک ہیں، جنہوں نے جھارکھنڈ کے کسی گاؤں یا شہر کو اپنا وطن بنا کر پوری زندگی علاقے میں دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، اور درس وتدریس کا کام کیا۔ آپ ''بہار شریف'' کے رہنے والے تھے۔ تعلیم وتربیت کی تحصیل اور فراغت کہاں سے کی تھی؟، اس کا علم نہ ہوسکا، البتہ عینِ جوانی کے عالم میں مدھوپور چلے آئے تھے، اور ابتداء میں گھر جانا آنا کرتے ہوں گے، مگر کچھ دن گزرنے کے بعد مدھوپور ہی میں سکونت اختیار کرلی۔

مدھوپور اولاً کب آئے تھے؟، یہ بات بھی بہت تحقیق وتلاش کے باوجود معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ ''مدرسہ اسلامیہ''، حاجی گلی، مدھوپور کے اب تک کے جملہ صدر مدرسین کا ایک چارٹ مدرسہ کے ہیڈ مدرس کی آفس میں لگا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مدرسہ اسلامیہ کے صدر مدرس ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۹ء تک تھے۔ اس چارٹ میں ایک نمبر پر آپ ہی کا نام ہے، جس سے یہ کلیر ہوجاتا ہے کہ مدرسہ کا پہلا صدر مدرس آپ ہی تھے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ ۱۹۲۳ء سے قبل ہی آپ مدھوپور آئے ہوں گے۔

استاذِ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ (سابق استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''جماعتِ اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' میں مدرسہ اسلامیہ کے تعارف میں لکھا ہے کہ یہ مدرسہ ۱۹۱۵ء میں قائم ہوا۔ اس سے لگتا ہے کہ مدرسہ کی ابتداء ۱۹۱۵ء میں ہوئی، البتہ اسے منظّم ڈھنگ سے چلانے کا کام ۱۹۲۳ء میں شروع ہوا۔ اسی لئے یہی سنِ قیام زیادہ عام ہوا۔ اسی تعارف میں مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کے متعلق ہمارے شیخ نے لکھا ہے کہ ''مدرسہ اکزامنیشن بورڈ، پٹنہ سے ملحق ہے۔ مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مرحوم نے فراغت کے بعد اپنی ساری زندگی یہیں گزار دی''۔

مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری نے مدرسہ اسلامیہ کی خوب خوب آبیاری کی۔ یہ ادارہ علاقے کا پہلا اقامتی ادارہ تھا۔ یہاں سے خلقِ کثیر نے فائدہ اٹھایا، اکتسابِ علم وفیض کیا اور پھر ہندوستان کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مدارس و جامعات میں داخلے لئے اور فراغت حاصل کی۔ نیز چوں کہ یہ مدرسہ بورڈ سے ملحق تھا، اس وجہ سے یہاں سے سرکاری امتحانات دے کر بہتوں نے سرکاری نوکریاں بھی حاصل کیں۔

یہ ادارہ یونہی قائم نہیں ہو گیا تھا، بلکہ اس دور میں جب بے دینی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی، ہمارے بزرگوں کے اندر دینی تعلیم و تربیت اور سلفی مسلک کو عام کرنے کی خاطر یہ احساس پیدا ہوا کہ ایک سلفی و محمدی دانش گاہ کا قیام از احد ضروری ہے، تاکہ مسلمانوں کے اندر رائج بے راہ روی دور کی جا سکے۔ الحمدللہ اس مدرسہ کے قیام سے بہت حد تک اس سلسلے میں کامیابی و کامرانی ملی اور نونہالانِ قوم کو دینی تعلیم کے ساتھ عقائد سلف سے آراستہ کیا گیا۔

اس کامیابی کا سہرا بلاشبہ مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کے سر جاتا ہے، جنھوں نے مدرسہ کے ابتدائی مرحلے سے قیام پر ۳۷/سال کا عرصہ گزرنے تک اس کے ایک کامیاب صدر مدرس کی حیثیت سے پورے ۳۷/سال اس کی خدمت و آبیاری کی۔ میں نے استاذِ محترم مولانا محمد جرجیس سلفی/حفظہ اللہ سے ایک بار مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''مدرسہ اسلامیہ میں مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کی گراں قدر خدمات رہی ہیں۔ اُن کی شخصیت ہر خاص و عام کے لئے دلآویز تھی، مسلکی ہمدردی و جذبہ کا وافر حصہ ملا تھا۔ ایک ماہر طبیب بھی تھے۔ تدریس و تبلیغ کے ساتھ طبابت کا کام بھی خوب چلتا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد بڑا خلا محسوس کیا گیا''۔

۲۸/دسمبر ۲۰۱۸ء کو استاذِ مکرم مولانا عبدالرشید شائقی (سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ) سے حکیم صاحب کے متعلق اُن کے تاثرات جاننے کی کوشش کی، تو انہوں نے کہا کہ ''مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری درمیانہ قد کے آدمی تھے۔ آواز بڑی اچھی تھی۔ تقریر دلنشیں کیا کرتے تھے۔ عربی کی اچھی صلاحیت تھی۔ جلسے اور اجتماعات میں شرکت کرتے تھے۔ علاقے میں اثر و رسوخ حاصل تھا۔ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ بھی اہل علم، طلبہ اور جدید فارغین کی حوصلہ افزائی اور قدر کیا کرتے تھے۔ ایک بار میری اُن سے ملاقات ہوئی، میں ابھی ابھی نیا فارغ ہو کر آیا تھا، تو انہوں نے جامع مسجد اہل حدیث، حاجی گلی میں اپنی موجودگی میں خطبہ جمعہ دینے کہا، میں نے خطبہ دیا، جس کو انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کافی سراہا اور چند روپے مجھے اخراجاتِ سفر کے طور پر دیئے"۔

مصلحِ علاقہ مولانا و حافظ ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی رحمہ اللہ کے ٹوپاٹانڑ تک پہنچنے کا سبب مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری بنے تھے۔ واقعہ مختصراً یہ ہے کہ حافظ صاحب گنگوہ سے تلاشِ ملازمت میں نکلے اور مدھوپور جنکشن پر اترے، نہ کوئی جان اور نہ پہچان کسی کے بتانے پر مدھوپور میں مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری سے ان کی ملاقات ہوئی، ان کے پاس مقصدِ سفر بیان کیا، انہوں نے علاقے کے ایک مالدار آدمی عبداللہ صاحب پھلکبندی کے پاس بھیج دیا، کہ اگر اُن کو کسی معلم و مربی کی ضرورت ہوگی، تو رکھ لیں گے، انہوں نے نہیں رکھا، البتہ انہوں نے علاقے کے ایک دوسرے امیر جناب حاجی امیر الدین صاحب چمپاپور کے پاس بھیج دیا، اُن کے یہاں بھی بات نہ بنی تو کسی کے بتانے پر ٹوپاٹانڑ پہنچ گئے، اور یہاں جناب مدھو میاں اور تراب علی میاں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اپنے یہاں معلم و مربی اور امام و خطیب کی حیثیت سے رکھ لیا۔ حافظ صاحب کی علاقے میں کیا خدمات رہیں؟، ان کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیں!

حافظ ابوالفلاح اور اُن کے درمیان پوری زندگی تعلقات استوار اور مستحکم رہے۔ علاقے میں دعوتی و اصلاحی اور تعلیمی و تربیتی کوئی بھی پروگرام بنتا تھا، تو اس میں ان دونوں بزرگوں کے مشورے اور آراء ضرور کارفرما ہوتے تھے۔ ٹوپاٹانڑ ان کا ہمیشہ آنا جانا ہوتا تھا۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء کو "مدرسہ ندوۃ الاصلاح" پھلکبندی کا قیام عمل میں لانے والوں میں مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری، مولانا و حافظ ابوالفلاح، ڈاکٹر امتیاز احمد گریڈیہہ اور دیگر بزرگوں میں مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری بھی تھے۔ حافظ صاحب پوری زندگی مدرسہ کے سرپرست اور حکیم صاحب رکن رہے۔ آج کل یہ مدرسہ مکمل طور پر احناف کے زیرِ تسلط ہے۔

آپ علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں کی صدارت کیا کرتے تھے۔ ۹۔۱۰/اپریل ۱۹۳۹ء کو سرزمینِ ٹوپاٹانڑ میں ایک دو روزہ عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا تھا، جس کی رپورٹ "اہل حدیث گزٹ"، دہلی (جون ۱۹۳۹ء) میں شائع ہوئی تھی، جس میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ اس اجلاس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدارت جناب مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مدرس اول مدرسہ مدھوپور نے کی۔

خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی نے اس علاقے میں مسلسل دس سال تک دس بڑے بڑے جلسوں میں شرکت اور خطاب کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں ایک مبسوط رپورٹ لکھی تھی، جو ترجمان (یکم جولائی ۱۹۶۶ء) میں شائع ہوئی تھی، اس تحریر میں انہوں نے مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں نقل کئے ہیں کہ ''اس علاقہ کے استاذ الاساتذہ مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مدھوپوری ہیں، آپ بے حد بزرگ، دانا وعاقل وفرزانہ ہیں، اور باوجود پیرانہ سالی کے جلسوں کی صدارت ۸ر بجے شب سے ۱ر بجے شب تک مسلسل بیٹھے رہ کر انجام دیتے ہیں''۔

مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری کی شخصیت کو جاننے کے لئے محترم خطیب اسلام کے ان سنہرے کلمات کے بعد مزید کسی شخص کے تاثرات کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی!۔

مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری نے علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں کی صدارت فرمانے کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ، مدھوپور کے پلیٹ فارم سے کئی ایک بڑے بڑے جلسے منعقد کئے اور ان میں ملک کے مشاہیر علماء کو مدعو کیا۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے ۱۹۲۷ء میں جھارکھنڈ کا دعوتی سفر کیا تھا، اور واپسی کے بعد ''سفر ابراہیم'' کے عنوان سے روداد سفر قلم بند کی تھی، جو ''اخبار اہل حدیث'' امرتسر میں شائع ہوئی تھی۔ اس روداد میں انہوں نے مدھوپور کے مدرسہ اسلامیہ کے جلسہ میں بھی شرکت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ۱۹۲۷ء میں مدرسہ اسلامیہ کے صدر مدرس مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری ہی تھے۔ اس لئے واضح ہے کہ وہ جلسہ آپ ہی کے اہتمام ونگرانی میں منعقد ہوا ہوگا۔ اس وقت مدرسہ اسلامیہ کا ہر سال جلسہ کراتے تھے۔ اس کا اندازہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی اس تحریر سے ہوتا ہے، جو آپ نے ۱۹۲۸ء کے اجلاس میں شرکت کرنے کا وعدہ کرنے کے بعد تشریف نہ لانے پر بطورِ اعتذار نامہ اسی اخبار اہل حدیث میں شائع کرائی تھی۔

مصلح علاقہ مولانا وحافظ ابوالفلاح کا انتقال ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۰ء، بروز چہارشنبہ، صبح چار بجے، تقریباً دو ماہ کی علالتِ شدید کے بعد ہوا تھا، جنازہ میں اُس زمانے میں تقریباً دو ہزار کا مجمع تھا۔ نماز جنازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری نے پڑھائی تھی۔

دعوت وتعلیم، ارشاد وتبلیغ اور درس وتدریس کا یہ بےلوث خادم، جس نے کتنے ہی بزرگوں کو وفات کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا، اور اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر سپرد خاک کیا ہوگا، بالاخیر ان کے لئے بھی ایک دن رب کا بلاوا آ گیا اور ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' نامی کتاب کے حوالہ کی روشنی میں ۱۹۷۴ء میں آپ کا انتقال ہوا، اور مدھوپور کے پناہ کولہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا ہے، جس کا نام عبدالصمد ہے، نوکری سے منسلک ہونے کی وجہ سے یہ مدھوپور میں نہیں رہے، اس وقت پھلواری شریف، پٹنہ میں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، حسنات واعمال اور خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، آمین!!

❁❁❁

(۱۹)۔ مولانا عبدالمنان دلالپوری رحمہ اللہ

مولانا عبدالمنان دلالپوری، مشہور ومعروف داعی ومبلغ مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلالپوری کے بڑے فرزند، شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان دلالپوری کے بڑے بھائی، اور مجاہد تحریک شہیدین مولانا احمداللہ خان عظیم آبادی کے نواسے تھے۔ خاندانی حالات کا تفصیلی تذکرہ آپ کے بھائی مولانا عبدالحنان دلالپوری اور آپ کے والد بزرگوار مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلالپوری کی حیات وخدمات کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ چوں کہ آپ کے والد ایک عالم دین اور اللہ ترس انسان تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی ایک عالمہ اور ایک باکمال خاتون تھیں، اس لئے آپ کی پرورش وپرداخت اسلامی ماحول اور صلاح وتقویٰ کی چھاؤں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنی مہربان ماں، والدگرامی قدر اور دلالپور کے مرکز سے منسلک شخصیات ورجال علم ودعوت سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے عظیم آباد کا سفر کیا اور وہاں کن کن سے اکتساب علم وفن کیا، اس پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا شمس الحق سلفی لکھتے ہیں کہ: ''جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت مولانا عبدالمنان دلاپوری عظیم آباد بغرض تعلیم گئے تھے، اس وقت عظیم آباد میں محدث زمانہ، عالم کبیر شیخ الکل فی الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ صاحبِ ''عون المعبود'' کا سلسلہ درس جاری تھا۔ شاید آپ ان کے درس سے مستفید ہوئے ہوں گے!'' [شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان بن عبدالرحمٰن دلاپوری: شخصیت اور کارنامے: ۲۲]۔

علوم وفنون کی تحصیل کر کے گھر واپس آئے اور اپنے والد بزرگوار مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلاپوری رحمہ اللہ کے یمین ویسار اور دست وبازو بن کر دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتحریک کے کارہائے عظیم انجام دینے لگے۔ جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ، دلاپور کی بنیاد ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں مولانا اُحمد اللہ خان عظیم آبادی کے ہاتھوں سے پڑ چکی تھی۔ ان کا انتقال ۱۳۱۵ھ میں ہو گیا تو ادارہ کی ذمہ داری مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی دلاپوری کے کندھوں پر آئی، اور جب ۱۹۱۸ء میں ان کا بھی انتقال ہو گیا، تو آپ کے جانشیں مولانا عبدالمنان دلاپوری مقرر ہوئے۔ استاذِ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ سابق استاذ مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' کے صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں کہ ''۱۳۳۶ھ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے مولوی عبدالمنان صاحب ان کی جگہ پر مقرر ہوئے''۔

بقول مولانا شمس الحق سلفی: ''انہوں نے پوری دلجمعی، توانائی، دانش مندی، اور حکمت کے ساتھ تقریباً ۱۹۶۰ء تک مدرسے کی مکمل ذمہ داری ادا کی۔ اس وقت مدرسہ شمس الہدیٰ کا سکریٹری آپ ہی تھے، اور ابراہیم منڈل بعدہ ان کا فرزند ارجمند معین الحق منڈل مدرسہ کا صدر اور امیر جماعت تھے۔ معتمد لوگوں کا بیان ہے کہ مولانا عبدالمنان غازی چند مرتبہ بغرضِ جہاد سرحدی علاقے بھی گئے تھے، لیکن روداد معلوم نہیں۔ مولانا عبدالمنان نے ۱۹۶۰ء میں مدرسہ کا انتظام وانصرام اراکین مدرسہ کو سپرد کر دیا، اور بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں گزاری۔ آپ کی وفات ۱۹۶۷ء میں ہوئی'' [شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان بن عبدالرحمٰن دلاپوری: شخصیت اور کارنامے: ۲۲-۲۳]

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۰)۔ تلمیذِ شیخ الکل

مولانا حکیم علی حسن گیلانی ثم مدھو پوری رحمہ اللہ

جھارکھنڈ کے جملہ خطوں میں شہر مدھو پور اور اس کے مضافات کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں دیگر علماء و دعاۃ اور بڑی بڑی شخصیات و رجال کے بشمول شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کئی تلامذہ دعوتی اور اصلاحی مقاصد کی تحقیق و تکمیل کی خاطر پہنچے۔ اکثر تو دعوت و تبلیغ، اصلاح و تعلیم اور مناقشہ و مناظرہ علمیہ کر کے واپس چلے گئے، مگر شیخ الکل کے دو تلامذہ یہیں پر مقیم ہو گئے، ایک مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھو پوری رحمہ اللہ اور دوسرے مولانا حکیم علی حسن گیلانی ثم مدھو پوری رحمہ اللہ۔

مولانا حکیم سید علی حسن بن امجد علی گیلانی ثم مدھو پوری رحمہ اللہ ایک نادر روزگار، قابلِ فخر اور جید اہلِ حدیث عالم، داعی، مبلغ، محقق، مصنف، مترجم اور مدرس تھے۔ ''ابو صالح'' اور ''ابو عبدالوہاب'' ان کی کنیت تھی۔

ان کی ابتدائی تعلیم، نشو و نما، تعلیم کی تکمیل، دعوت و تبلیغ کا آغاز اور اس کے لئے سفر، نیز مدھو پور میں تشریف آوری اور یہاں اقامت پذیری اور پھر دعوت و تبلیغ اور اس کی بار آوری پر نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے جماعتِ اہل حدیث کے قابلِ فخر عالم دین، محقق و مورخ اور مصنف مولانا محمد تنزیل صدیقی الحسینی حفظہ اللہ یوں رقم طراز ہیں: ''مولانا علی حسن کا اصل تعلق موجودہ ضلع ''نالندہ'' کی ایک بستی ''گیلانی'' سے تھا۔ وہاں کے معروف خانوادہ سادات کے رکن تھے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اطراف کے علماء سے حاصل کی۔ کتب درسیہ کی تحصیل مولانا ابو عبدالرحمٰن عبداللہ پنجابی گیلانی سے کی۔ اس کے بعد شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی سے بھی سند و اجازہ حاصل کیا۔ طب کی بھی تحصیل کی تھی، تاہم ان کے اساتذہ طب سے آگاہی نہ ہو سکی۔

مولانا کا اصل تعلق تو ''گیلانی'' سے تھا، لیکن انہوں نے اپنی جہد و عمل کا مرکز موجودہ جھارکھنڈ کے ضلع دیوگھر کے ایک مقام ''مدھو پور'' کو بنایا۔ 'مدھو پور' میں مولانا کی تبلیغی مساعی بار آور ہوئیں۔ مولانا نے 'مدھو پور' میں اپنی پوری عملی زندگی گزاری، حتیٰ کہ 'مدھو پور' کے صفتِ نسبتی سے معروف ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’مدھوپور‘ میں ان کی موجودگی نے نہ صرف مسلمانوں کو تقویت پہنچائی، بلکہ اہلِ توحید کی تعداد میں بھی اضافہ کیا، وگرنہ اس صنم کدے میں مسلمانوں کی آبادی بہت قلیل تھی‘‘ [دبستانِ نذیریہ: ۱/۲۰۸]

مدھوپور میں جھارکھنڈ کے دوسرے شہروں اور خطوں کی بہ نسبت ہر طرح کی سہولیات موجود تھیں۔ ریلوے جنکشن اور پٹنہ۔کولکاتہ ریلوے لائن ہونے کی وجہ سے اس کو ایک بڑا مقام حاصل ہوا۔ ہمارے جو بھی بزرگ، داعی الی اللہ، اور مصلح ومجدد کولکاتہ کے لئے اس ریلوے راہ سے گزرتے تھے تو یہاں رکنے اور وعظ وتذکیر کرنے کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ نیز اس کے نقل وحمل، آمد ورفت، اور تجارتی قافلوں کے یہاں سے ہوکر گزرنے کا ایک اہم مقام ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے بالعموم اور بہار ویوپی کے بالخصوص بہت سارے تاجر لوگ تجارت کے لئے یہاں پہنچتے تھے، اور جب انہیں یہ شہر بھا جاتا تھا، تو یہیں زمین خرید کر مکان بنا لیتے تھے اور آباد ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ اپنے اپنے علاقے کے علماء کو وعظ ونصیحت، تقریر وتبلیغ اور پیش آمدہ مسائل وامور کے حل کے لئے مدعو کرتے تھے۔ یہ علماء یہاں آتے تھے، اور دعوتی کام کرتے تھے۔ اسی لئے یہاں جماعتی کاز، دعوت وتبلیغ اور افتاء ومناظرہ خوب ہوا، اور اس کے لئے شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے کئی تلامذہ بھی آئے۔

مولانا علی حسن گیلانی ثم مدھوپوری یہاں پہنچ کر وعظ وارشاد اور اصلاح وتعمیر کے کارہائے عظیم انجام دیئے۔ چوں کہ اس زمانے میں اس علاقے کے علماء کی فعالیات وسرگرمیوں اور خدمات ومساعی کو محفوظ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ یا یہ کہ اس کا اہتمام نہ ہوسکا۔ اس وجہ سے مولانا علی حسن کے یہاں انجام دیئے گوناگوں کارناموں کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ مدھوپور میں موجود ادارہ ’’جامعہ رحمانیہ‘‘ کے ایک عربی تعارف نامے کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولانا علی حسن نے یہاں بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ ’’مدھوپور ایک خوب صورت اور صحت افزا شہر ہے۔ اس شہر کو دینی علوم کے حوالے سے علاقہ کے دھڑکتے دل کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ دینی علوم اور اسلامی دعوت کے فروغ واشاعت کے باب میں اس شہر کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء اور اساطین فضلاء نے علوم دین کی خدمت، ملت اسلامیہ کی تعمیر اور بلند اخلاق کی تعیم، اور علاقے کے باشندوں کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سیرابی اور انہیں اپنے خونِ جگر سے سینچنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ان علماء میں ....مولانا علی حسن بہاری (ثم مدھوپوری)........بطور خاص قابل ذکر ہیں"۔

مولانا علی حسن گیلانی ثم مدھوپوری رحمہ اللہ نے دعوت و تبلیغ، تدریس و تعلیم، بحث و مناقشہ، وعظ و تذکیر کے میدان میں اپنی بھرپور توانائی اور کوشش صرف کرنے کے ساتھ کچھ قلمی کاوشیں بھی کیں، اور بہت کامیاب کاوشیں کیں۔آپ نے چار کتابیں لکھیں۔آیئے" دبستانِ نذیریہ" جلد اول کے حوالے سے ان کتابوں کی تفصیل پڑھتے ہیں:

(۱)۔ "النصرة الصمدية" ترجمہ **"العقيدة المحمدية للفرقة الناجية فی الرد على الفرقة المرجئة و المعتزلة و الجهمية"** ۔مولانا علی حسن کے استاذِ گرامی مولانا عبداللہ پنجابی گیلانی نے عربی میں **"العقيدة المحمدية للفرقة الناجية فی الرد على الفرقة المرجئة و المعتزلة و الجهمية"** کے نام سے سلف صالحین کے عقیدے کو نہایت عمدگی سے تحریر کیا ہے۔کتاب دو حصوں پر محیط ہے۔اس کا اردو ترجمہ مولانا علی حسن نے کیا۔متن اور اس کا اردو ترجمہ ایک ساتھ طبع ہوئے۔اس کے پہلے کی ایک طباعت مطبع احمدی پٹنہ سے ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔یہ پہلا حصہ ۱۸۰ صفحات پر محیط ہے۔دوسرا حصہ مطبع احمدی پٹنہ سے ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوا۔تعداد صفحات ۲۱۴ ہے۔

(۲)۔ "مقدمة المغاث" :مولانا نے اپنے دیار کے مولانا ابوالنصر گیلانی کی کتاب **"الغياث من المغاث"** کا جواب **"المغاث لأهل الغياث"** کے عنوان سے دیا ہے۔یہ اس کا فاضلانہ مقدمہ ہے، جو بجائے خود ایک تصنیف ہے اور باقاعدہ مستقل تصنیفی عنوان کے ساتھ **"المغاث"** کے ساتھ ہی طبع ہوئی ہے۔یہ مقدمہ ۵۶ صفحات پر محیط ہے۔اس میں بعض علماء کے قیمتی فتاوے بھی نقل کئے گئے ہیں، ان علمائے کرام میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا رفیع الدین شکراوی، مولانا حکیم عبدالحفیظ سورج گڑھی ثم دہلوی، مولانا عبدالعزیز احمد پور شرقیہ، مولانا عبدالحق حقانی دہلوی وغیرہم شامل ہیں، جس سے مقدمے کی افادیت بڑھ گئی ہے۔یہ مطبع اہل حدیث (امرتسر) سے ۱۳۱۶ھ میں منظر شہود پر آیا۔

(۳)۔"المغاث لأهل الغياث": مولانا ابوالنصر گیلانی کی **"الغياث من المغاث"** کے رد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مولانا کی یہ مستقل تصنیف ہے۔مولانا ابوالنصر نے یہ کتاب مولانا عبداللہ پنجابی گیلانی کے رد میں لکھی تھی۔مولانا علی حسن نے اپنے استاد کی تائید میں قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔مولانا عبداللہ کے صاحب زادے مولانا عبدالرحمٰن گیلانی ''**المغاث**'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''از انجملہ ایک رسالہ ''**المغاث لأهل الغياث**'' ہے، جو مولوی حکیم علی حسن صاحب گیلانوی نے بجواب رسالہ ''**الغیاث**'' تحریر فرمایا ہے۔الحق کہ یہ وہ رسالہ ہے، جس کی اشاعت نے قائلین بوقوع الثلاث کے تمام عقلی ونقلی دلائل کو تارِ عنکبوت یا مکڑی کے جالہ سے بھی زیادہ کمزور ثابت کر دیا۔اس کے برابر مفصل اور مبسوط کتاب مسئلہ طلاق ثلاثہ دفعتاً پہلے میں نہیں لکھی گئی ہے۔اس میں صاحب الغیاث کے ان دل شکن الفاظ کا بھی جواب دیا گیا ہے، جو انھوں نے تعریضاً و کنایتاً خاکسار کے والد علامہ اور اپنے اور صاحب المغاث کے استاد کی مبارک شان میں لکھے ہیں'' [تردید العموم:۹]

کتاب مطبع اہل حدیث (امرتسر) سے ۱۳۱۶ھ میں طبع ہوئی، اس کے ساتھ ''**مقدمة المغاث**'' بھی شامل ہے، صفحات کی مجموعی تعداد ۲۷۳ ہے۔

(۴)۔''**اظهار الشقاق لمؤلف الاحقاق**'': مولانا عبدالوہاب فاضل بہاری نے ''**الاحقاق**'' کے نام سے کتاب لکھی تھی، جس میں فقہ حنفی کے مطابق مجلس واحد میں طلاق ثلاثہ کو تین ثابت کیا تھا۔جو بقول صاحب ''تردید العموم'': ''الغیاث کا خلاصہ ہے'' [تردید العموم:۱۰]

''**الغیاث**'' مولانا ابوالنصر گیلانی کی کتاب ہے۔مولانا علی حسن قبل ازیں ''**الغیاث**'' کا بھرپور علمی رد کر چکے تھے، انھوں نے فاضل بہاری کی ''**الاحقاق**'' کا رد بھی ''**اظهار الشقاق لمولف الاحقاق**'' کے عنوان سے لکھا۔۱۹۰۱ء میں کلکتہ سے طبع ہوئی، تعدادِ صفحات ۲۷ ہے۔کتاب پر مولانا عبدالصمد اوگانوی داناپوری، مولانا ابوالنعمان عبدالرحمٰن اعظمی، مولانا محمد مسلم داناپوری، مولانا ابوالنعمان محمد علی مئوی وغیرہم کی تقریظات ہیں۔کتاب کی تالیف کے وقت فاضل مؤلف مرشد آباد کے ایک مقام جنگی پور میں مقیم تھے''۔[مولانا محمد تنزیل صدیقی الحسینی، دبستان نذیریہ:۷۰۹/۱۔۷۱۱]

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۱)۔ مولانا محمد قاسم مخلص رحمہ اللہ

۷؍فروری ۲۰۱۶ء مطابق ۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ اتوار کو پہلی گھنٹی کرا کر روم میں آیا اور واٹس ایپ کھول کر ''علمائے حدیث، جھارکھنڈ گروپ'' کی خبروں کو پڑھنا شروع کیا تو جس خبر نے غم میں ڈال دیا، وہ تھی دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے ایک گمنام طالب، علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ، جھارکھنڈ کے علماء ودعاۃ کے عہد دوم کے ایک موقر عالم دین اور بلند پایہ شاعر مولانا محمد قاسم مخلص کی رحلت کی خبر۔ واٹس ایپ اور فیس بک میں نشر ہونے والی خبروں میں سے بعض خبریں بالکل جھوٹی ہوتی ہیں، اس لئے میں نے خبر کی تحقیق کی غرض سے اس میں یہ کمینٹ چڑھا دیا کہ انتقال وتدفین کا وقت بتایا جائے۔ فوراً کئی ایک احباب نے لکھا کہ رات ساڑھے سات بجے انتقال کئے اور جنازہ وتدفین ظہر بعد دو بجے دن عمل میں آئے گی، خبر کی تصدیق کے بعد فوراً زبان سے ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون'' کے کلمات ادا ہوئے۔

مولانا محمد قاسم مخلص بن ابوالحسن بن لکھن بن صادل کی پیدائش ۱۰؍فروری ۱۹۲۶ء کو ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ کی قدیم اہل حدیث بستی ''سیمرگڑھا'' میں ہوئی۔ سند میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳؍جولائی ۱۹۳۰ء درج ہے، آپ نے تعلیم وتربیت کی تحصیل کا آغاز پرا ضلع دیوگھر سے کیا، ابتدائی اردو اور ناظرہ قرآن یہیں پڑھا، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی، مدھوپور میں داخلہ لیا اور تین سال تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد غیر منقسم ہندوستان اور موجودہ پاکستان کے مشہور ومعروف ادارہ ''انجمن حمایت اسلام'' لاہور میں داخلہ لیا اور کچھ دنوں تک وہاں کے اساتذہ ومشائخ سے کسب فیض کر کے طبیعت کی عدم موزونیت کی بناء پر گھر واپس آ گئے۔ اس کے بعد سابق مدرسہ احمدیہ اور حال دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، لہریا سرائے، دربھنگہ میں داخلہ لے کر کچھ ایام تحصیل علم وفن کیا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ انہیں دنوں علاقے کے کچھ احباب جیسے مولانا عبدالحق رحمانی ریاضی (متوفی ۱۹۵۹ء)، مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی (متوفی ۲۰۰۰ء) اور مولانا عبدالوہاب چمپاپوری رحمہم اللہ از ہرہند دارالحدیث رحمانیہ، دہلی جانے کے لئے عازم سفر تھے، انہیں بھی اس بات کا علم ہو گیا اور فوراً سفر کی تیاریاں مکمل کیں اور چاروں حضرات از ہرہند میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داخلہ کے لئے روانہ ہوگئے اور دہلی پہنچ کر اس عظیم گہوارۂ علمی میں داخلہ لیا۔ وہاں چار سالوں تک اکتساب علم وفن کرنے کے بعد اسے چھوڑنا پڑا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہندوستان انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہوا اور ملک کے بٹوارے کا سانحہ پیش آیا تو جگہ جگہ ہندو۔ مسلم فسادات رونما ہوئے، اس کی زد میں سب سے زیادہ دہلی آیا۔ حالات ناگفتہ بہ ہونے کی وجہ سے یہ چاروں حضرات گھر آئے ہوئے تھے اور جب حالات معمول پر آئے اور دوبارہ دہلی کے لئے عازم سفر ہونا چاہ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ دارالحدیث رحمانیہ بند ہوگیا اور اس کے ذمہ داران ہجرت کرکے پاکستان چلے گئے، یہ خبر جان کر دہلی جانے کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی، اس لئے مولانا عبدالحق ریاضی نے بعد میں ریاض العلوم، دہلی میں داخلہ لے کر فراغت حاصل کی، مولانا ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی اور مولانا عبدالوہاب چمپاپوری نے تعلیم چھوڑ دی، اور مولانا محمد قاسم مخلص نے لکھنؤ کا سفر کیا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، اور کچھ دنوں تک وہاں تحصیل علم وفن کرکے اسے بھی چھوڑ دیا، بتایا جاتا ہے کہ ندوۃ العلماء چھوڑنے کی وجہ مسلکی عصبیت تھی، جس کا سامنا ہر وقت ہوتے رہتا تھا۔ پھر انہوں نے مدھوپور کے سرکاری اسکول سے میڈل پاس کیا۔

تحصیل علم وفن کے میدان میں آبلہ پائی کے بعد میدانِ عمل میں قدم رکھا اور مصلح علاقہ، داعی کبیر مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی ٹوپاٹانڑوی (متوفی ۱۹۶۰ء) نے آپ کو معروف ومشہور اہل حدیث بستی ''ہرلا'' میں سالانہ آٹھ من دھان کی تنخواہ پر مدرس بحال کردیا، جہاں آپ نے مکمل ایک سال تدریس وامامت اور خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد میڈل پاس ہونے کی بناء پر سرکاری ٹیچنگ سروس لگ گئی۔ آزادی کے قریبی زمانے میں معمولی پڑھے لکھے لوگوں کو بھی سروس مل جایا کرتی تھی، آپ تو میڈل پاس تھے۔ آپ کی پہلی پوسٹنگ ضلع دیوگھر کے جگدیش پور قصبہ سے قریب پنڈرا نامی گاؤں میں ہوئی، جہاں لگ بھگ پانچ سالوں تک سروس کی۔ اس کے بعد سرکاری ٹریننگ کے لئے آپ کو بھاگل پور بھیج دیا گیا، جس کی تکمیل کرنے کے بعد کرماٹار شہر میں ہیڈ ماسٹر کے پوسٹ پر پوسٹنگ ہوئی، اور دس سال تک یہاں اس منصب پر فائز رہے۔ پھر ہندی زبان کی ایک سالہ ٹریننگ کے لئے آپ چترنجن بھیج دیئے گئے، جس کی تکمیل کے بعد آپ ٹوپاٹانڑ اردو اسکول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بحال ہوئے اور پچیس چھبیس سال تک اسی اسکول میں بحال رہ کر ۱۹۸۴ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے کوئی بھی پیشہ اختیار نہیں کیا، بلکہ بال بچوں اور اولا دو احفاد کے ساتھ زندگی کے بقیہ ایام گزارنے لگے۔ لگ بھگ دس سال پہلے زیارتِ حرمین شریفین اور حج کیا تھا۔ آپ نے پنچانوے (۹۵) سال کی طول طویل عمر پائی اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد بتیس (۳۲) سال کا عرصہ گزارنے کے بعد وفات پائی۔ آپ نے شہر پور میں شادی کی تھی، جن کے بطن سے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے۔ یہ سب بہ حیات اور اصحاب اولا دو احفاد ہیں۔ بیوی کا انتقال چار سال پہلے ہی ہو گیا تھا۔

مولانا محمد قاسم مخلص نے دیگر اداروں کے بشمول دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں چار سال تعلیم پائی تھی اور ہمیشہ بہترین نمبرات سے پاس ہوتے تھے۔ یہی چیز آپ کے صلاحیت مند ہونے کے لئے کافی ہے۔ آپ کے خطابات اور تقریروں کو تو نہیں سنا ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اچھی تقریر کیا کرتے تھے۔ اردو زبان میں آپ کو مکمل گرفت حاصل تھی، جس کا اندازہ آپ کے کلام سے ہوتا تھا۔ آپ ایک منجھے ہوئے قادر کلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری علاقے کے جلسوں اور مادر علمی جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند، جھارکھنڈ کی جنرل میٹنگوں میں خوب سننے کو ملتی تھی۔ ایک اجلاس میں آپ نے خواتین کے موضوع پر ایک نظم پیش کی تھی، جس کا ایک شعر یہ تھا:

آج کل کی عورتیں اب کچھ نہ شرمانے لگیں
ترکی بہ ترکی بات اب مردوں سے فرمانے لگیں

اپنے کسی محسن کے اچانک انتقال پر ایک مرثیہ لکھا تھا، جس کے دو اشعار کچھ یوں تھے:

ارے بھائی میرے یہ سن کر ہوش ہی گم ہو گیا
کہ جا کے فرشِ خاک پر محسن ہمارا سو گیا

جب سنی ہم نے خبر اس صدمۂ جانکاہ کی
تو خود بخود نکلی صدا دل سے میرے ایک آہ سی

آپ کے تعلقات ہندوستان کے بڑے بڑے علماء و دعاۃ کے ساتھ استوار تھے۔ اس کی وجہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آپ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے خوشہ چینوں میں سے تھے اور علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ کے علماء ودعاۃ کے عہد دوم کے زمرے میں آتے تھے۔ ماضی میں علاقے میں منعقد ہونے والے پروگراموں کی تنظیم وترتیب کے علاوہ علماء ودعاۃ کو بلانے کا کام آپ،مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے ذمہ ہوا کرتا تھا،جس کی وجہ سے بڑی بڑی شخصیتوں سے روابط مستحکم تھے،جن میں خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری،مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری،اور مولانا امراللہ عارف سراجی رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔مولانا امراللہ عارف سراجی نے اپنی کتاب ''منتخبات'' صفحہ:۱۱۱ پر ایک سرخی ''سنتھال پرگنہ مشرقی بہار کی یاد'' قائم کی ہے،اور علاقے کی تعلیمی وتربیتی اور دعوتی وتہذیبی صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے اس علاقے کی اہم شخصیتوں کے تعارف میں مولانا محمد قاسم مخلص کا بھی نام لیا ہے۔

آپ استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کے یاروں میں سے تھے،جن کے ساتھ (سات سال کے رمضان کے) سات مہینے گزارے تھے،ازہری صاحب ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۱ء تک ٹوپا ٹانڑ کی جامع مسجد میں تراویح پڑھانے کے لئے آتے رہے۔اس زمانے میں اس گاؤں کو بوڑھا مولانا (مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی) کا مستقر ہونے کی وجہ سے مرکزیت کا درجہ حاصل تھا، لوگ دور دراز سے اس گاؤں میں پہونچتے اور بوڑھے مولانا کی شاگردی اختیار کر کے کسب فیض کرتے، ان پہونچنے والوں میں مولانا مخلص بھی تھے اور پھر ازہری صاحب سے دوستی ہوگئی۔۲۰۰۰ء میں ازہری صاحب استاذ محترم شیخ احمد مجتبیٰ مدنی حفظہ اللہ کے ساتھ ٹوپا ٹانڑ آئے،آپ کا قیام جامعہ محمدیہ میں رہا، ایک ہفتہ کے پس وپیش قیام کے دوران ہر وہ شخص آپ سے ملنے آتے اور محبت کا اظہار کرتے جو آپ کے پیچھے تراویح پڑھ چکے تھے یا آپ کے ساتھ رہ چکے تھے،ان ملنے والوں میں میں نے مولانا محمد قاسم مخلص کو بھی دیکھا اور دورانِ گفتگو پہلے کے ماحول کا اعادہ کرتے ہوئے اور آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے دیکھا۔اس تعلق خاطر کا اظہار مخلص صاحب نے اپنی اس نظم میں کیا ہے جو انہوں نے جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے دسویں سالانہ اجلاس عام منعقدہ ۱۹۸۸ء کے لئے لکھی تھی،اور اس میں خود پڑھی بھی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اجلاس کی صدارت ازہری صاحب کو کرنی تھی، مگر کثرت مشغولیات اور بعض جماعتی وملی مصروفیات کی بنیاد پر خود نہیں آ سکے تھے اور اپنے شاگرد شیخ احمد مجتبیٰ مدنی کو بھیج دیئے تھے۔ اس اجلاس کے اہم مقررین میں مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، خطیب ذی شان مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری، مولانا تبارک حسین قاسمی، مولانا عبدالوہاب خلجی اور مولانا وحافظ محمد سلیمان میرٹھی جیسے اونچے درجے کے علماء ودعاۃ تھے۔ ازہری صاحب اوران بلند پایہ علماء کے مقام ومرتبہ اور درجے کے حساب سے جو نظم انہوں نے لکھی تھی وہ واقعی مطالعہ کے لائق ہے، چند اشعار ملاحظہ کریں:

آج ہم بے انتہا مسرور ہیں اے ہم نشیں
کہ تشریف لائے ہیں عظیم المرتبت علمائے دیں

اس گمرہی کے دور میں ہیں یہ ہدایت کے چراغ
پس ان کی تشریف آوری سے ہوں نہ ہم کیوں باغ باغ

جس طرح سے چاند تاروں سے ہے روشن آسماں
پس اسی مانند ان علماء سے روشن ہے جہاں

دل میں تھی جو آرزو وہ آج پوری ہوگئی
کہ تشریف لائے ہیں جناب مقتدیٰ الازہری

آپ کی آمد سے اس اجلاس میں آئی بہار
ان سے کیا کہوں میں اوران کی شان میں

کہ منفرد ہستی ہے یہ تعلیم کے میدان میں
ہم امید ہی رکھتے نہیں بلکہ یہ رکھتے ہیں یقیں

آپ کا آنا مبارک ہو تمہیں اے ہم نشیں
اس سے زیادہ اور کچھ کہنا مجھے اب ہے نہیں

ازہری صاحب ہمیشہ ان کی قدر کرتے تھے اور پذیرائی سے نوازتے تھے کہتے تھے کہ تعلیمی اعتبار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اور تہذیب وثقافت کے اعتبار سے اس پسماندہ اور کوردہ علاقے میں ایک آدمی اس طرح کی کامیاب شاعری کرلیتا ہے، واقعی بڑی بات ہے۔

ان کی شاعری کا ایک اچھا ذخیرہ ان کے بھانجہ مولانا اسرائیل سلفی کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ نے سبیل پیدا کی تو نظر ثانی کے بعد طبع ہوکر منظر عام پر آئے گی، ان شاءاللہ۔

آپ کا تعلق دعوت واصلاح کے درۂ نایاب، عالمِ باکمال، ہر دل عزیز شخصیت مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن محمد خواجہ گنگوہی ٹوپا ٹاڑوی سے بھی بے حد مستحکم تھا، بلکہ بعض ناحیوں سے ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ان کی صحبت میں رہنا، ان کے ساتھ وقت گزارنا اور مسئلے مسائل پر گفت وشنید کرنا روز کا معمول تھا۔ کسی نہ کسی بہانے سے بوڑھے مولانا سے ملنے آجایا کرتے تھے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنا اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹانا بڑی شان سمجھتے تھے، مخلص صاحب نے ان کے اوپر بھی کچھ اشعار کہے ہوں گے، جن کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

کسی کا کسی سے اختلاف ہوجانا بڑی بات نہیں، بلکہ اس پر مصر رہنا اور ایک دوسرے کی کردار کشی کرنا معیوب ہے۔ علاقے کے اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم مولانا عبدالرشید شائقی رحفظہ اللہ ۱۹۶۴ء میں دارالحدیث اثریہ، مئو سے فارغ ہوکر آئے تو اپنی تدریس ودعوت کا کام مدرسہ دارالفلاح، ٹوپا ٹانڑ سے شروع کیا اور مکمل ایک سال یہاں خدمت انجام دے کر مستعفی ہوگئے اور ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم، جامجوری کی بنیاد رکھ کر اس میں پڑھانے لگے۔ مولانا مخلص مدرسہ دارالفلاح کے ایک رکن تھے، مولانا عبدالرشید شائقی کے اس ادارہ کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ان میں اور مخلص صاحب میں ہلکا اختلاف تھا۔ اس کا اظہار واضح طور پر اس وقت ہوا، جب مولانا عبدالرشید شائقی نے ۱۹۷۷ء میں علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ کے قیام کی تحریک چلائی۔ اس کے لئے انہوں نے مولانا عنایت اللہ محمدی کے ساتھ پیدل سیمر گڈھا کا سفر کیا، تاکہ علاقے کی بااثر ورسوخ اہل حدیث شخصیت حاجی عبدالعزیز سے ملاقات کرکے مشورہ کریں، جب وہ سیمر گڈھا کی پہاڑی پر پہونچے تو ملاقات مخلص صاحب سے ہوگئی، مخلص صاحب نے مولانا سے پوچھا کہ مرکزی ادارہ کے قیام کے متعلق آپ کی جاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک کا کیا ہوا؟ مولانا نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے، ہماری تحریک کامیاب نہیں ہو پائے گی، مخلص صاحب نے کہا تو پھر مرنے کی ترکیب بتلایئے!، مولانا بڑے حاضر جواب واقع ہوئے تھے، کہا کہ بیل کے جوا کی رسی لے کر برگد (قریب ہی میں ایک بڑا درخت تھا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے درخت سے لٹک کر خودکشی کرلیں، مرجایئے گا اور ہماری تحریک کامیاب ہوجائے گی۔ اتنا سننا تھا کہ مخلص صاحب نے کہا: میں اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کان پکڑ کر آپ کی مخالفت کرنے سے توبہ کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ مستقبل میں کبھی بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا اور جہاں تک ہوسکے گا میں آپ کا تعاون ہی کروں گا۔ اور پھر دونوں میں محبت قائم ہوگئی اور تا وفات باقی رہی، آپ ہمیشہ جامعہ کی جنرل میٹنگوں اور عام جلسوں میں تشریف لاتے رہے اور ان میں اپنی نظموں کو پیش کرنے کے ذریعہ جامعہ کے تئیں ہمدردیاں پیش کرتے رہے۔

مخلص صاحب ایک سادہ مزاج کے حامل انسان تھے، سفید کرتا، پاجامہ اور پٹی دار ٹوپی ہمیشہ پہنا کرتے تھے، سائیکل خود چلا کر اِدھر اُدھر جاتے آتے نظر آتے تھے۔ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول کرے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور جنت میں داخل فرمائے، آمین!

❁❁❁

(۲۲)۔ مولانا مختار عالم ریاضی رحمہ اللہ

ہے اسی قانون عالم گیر کا یہ سب اثر
بوئے گل کا باغ سے، گل چیں کا دنیا سے سفر

یکم ستمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۲۸/ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ، جمعرات کی صبح، صبح غمناک ہوگی، کسے معلوم! کون جانتا تھا کہ سورج کی کرنوں میں ایک حادثۂ عظیم اور سانحۂ دل حزیں چھپا ہوا ہے؟! ابھی سورج کی روشنی تیز بھی نہیں ہوئی تھی۔ دن کے کام کاج کے لئے لوگ تیار ہی ہو رہے تھے کہ یہ جانکاہ اور رنجور خبر مثل صاعقہ و بجلی بن کر گری کہ درجنوں تشنگان علوم وفنون کے محترم و مشفق معلم، کئی ایک جدید نسل کے مخلص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مربی، جامعہ مصباح العلوم السّلفیہ، جھوم پورہ، اڈیشہ کے نہایت لائق وفائق استاذ اوراپنی ذمہ داریوں کو نہایت عرق ریزی اور للّٰہیت سے ادا کرنے والے صدر مدرس، جامعہ ریاض العلوم، دہلی کے ہونہار روذی استعداد فارغ وفاضل، معروف نوجوان عالم دین مولانا مختار عالم ریاضی (رحمہ اللہ) اس عالم فانی کو الوداع کہہ کر عالم جاودانی کو سدھار گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون!!!۔

سوشل میڈیا کے اس دور میں اس خبر کو علاقہ جھارکھنڈ، ملک اور بیرون ملک پھیلنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی اور اس الم ناک خبر کو سن کر علماء وعوام، مرد وخواتین، دوست واحباب، اساتذہ وتلامذہ، اعزہ واقرباء سبھوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، ہر چہرے سے اداسی ظاہر ہونے لگی، گویا۔

غنچے خموش، پھول پریشاں، چمن اداس
کیا کہہ گئی ہے موج صبا سوچنا پڑا

مولانا مختار عالم ریاضی ضلع جامتاڑا، جھارکھنڈ کے معروف اہل حدیث گاؤں ''بابوڈیہہ'' کے رہنے والے تھے، جہاں پر ایک دینی وعلمی اور دعوتی ادارہ ''مدرسہ حقانیہ مرکز حدیث'' کے نام سے قائم ہے اور سونونہالان قوم مسلم کی تعلیم وتربیت کررہا ہے۔انہوں نے ناظرہ قرآن اور ابتدائی اردو کی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی اور اس کے بعد علاقہ چھوٹاناگپور وسنتھال پرگنہ کے مرکزی ادارہ ''جامعہ محمدیہ'' ڈابھا کیند میں ابتدائیہ کی چوتھی کلاس میں داخلہ لیا اور عربی کی پہلی جماعت تک اس ادارہ کے مؤقر وکبار اساتذہ کرام جیسے مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' مولانا عبدالستار اثری (رحمہما اللہ)، مولانا عبدالرشید شائقی، مولانا محمد خالد فیضی، مولانا مسعود عالم فیضی، مولانا وقاری محمد یونس اثری، وماسٹر محمد ادریس وغیرہم حفظہم اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے پڑھا۔یہ زمانہ ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۸ء کے بیچ کا عرصہ رہا ہوگا۔یہ دور جامعہ محمدیہ کی تاریخ کا ذہبی دور تھا۔جامعہ کا ہر چہار جانب چرچا عام تھا۔اس میں تین اساتذہ مولانا عبدالرشید شائقی، مولانا محمد خالد فیضی اور مولانا مسعود عالم فیضی کی تدریس کا شہرہ عام تھا۔جامعہ، جامعہ کا صحن اور ہر چہار جانب آدھا کیلومیٹر کی دوری تک کے خطے طلبہ کے قال اللہ وقال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صدا سے گونجتے تھے۔مقیم طلبہ کے علاوہ ہر دن پڑھ کر دوپہر کو اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھروں کو واپس لوٹ جانے والے طلبہ وطالبات بدھی ڈیہہ سے جدوڈیہہ وشہر پور تک اور گوراڈیہہ سے منگیا مارنی تک کے ہوا کرتے تھے۔ ہر چہار جانب کی سڑکیں صبح اور دوپہر کو جامعہ آنے والے طلبہ وطالبات کی آمدورفت سے بھر جاتی تھیں۔ ایک ایک کلاس میں طلبہ کی تعداد پچیس، تیس تک ہوا کرتی تھی۔ جامعہ کے دور عروج میں مولانا مختار عالم ریاضی نے تعلیم وتربیت پائی تھی۔ جامعہ محمدیہ کے آپ کے ساتھیوں میں جن لوگوں نے فراغت تک تعلیم پائی اور تعلیم ودعوت کے کام سے وابستہ ہیں، ان میں شیخ کلیم انور تیمی مدنی (مدیر جمعیت امام ابن باز، ستلا)، مولانا منصور اختر فیضی (ہرلا)، مولانا محمد یوسف اثری (ڈابھا کیند)، مولانا محمد طاہر فیضی، مولانا محبوب عالم فیضی، (ماتھاسیر) ومولانا شمس الدین فیضی (منکڈیہا) لائق ذکر ہیں۔

مولانا نے جامعہ محمدیہ سے مئو کا سفر کیا اور جامعہ عالیہ عربیہ میں داخلہ لیا مگر وہاں صرف ایک سال رہے اور اس کے بعد ملک کی راجدھانی دہلی کے نہایت قدیم اور مسلک سلف کے عظیم ادارہ "جامعہ ریاض العلوم" میں داخلہ لیا اور وہاں کے کبار اساتذہ سے تعلیم وتربیت کی تحصیل کی اور ۱۹۹۴ء میں فراغت حاصل کی اور فضیلت کی، درس وتدریس کی، دعوت وافتاء کی، اور تعلیم وتربیت کی ڈگری لے کر گھر واپس آئے۔ جامعہ ریاض العلوم کی پانچ سالہ تعلیمی زندگی کے دوران جن علماء ومشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اخذ واستفادہ کا زریں موقع ملا، ان میں استاذ الاساتذہ مولانا عبدالرشید ازہری، رحمہ اللہ، مولانا امان اللہ فیضی رحمہ اللہ، مولانا سعود احمد سلفی رحمہ اللہ، مولانا عبدالتواب مدنی، مولانا عبدالاحد مدنی، مولانا عبداللطیف، مولانا عبیدالرحمٰن مدنی، مولانا جمیل احمد مدنی، مولانا عبدالرشید ازہر میرٹھی اور مولانا محمد یونس بستوی وغیرہم خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جن دنوں آپ جامعہ ریاض العلوم میں زیر تعلیم تھے، علاقے کے ان بچوں کا بڑا خیال رکھتے تھے جو وہاں تحصیل علوم وفنون کے لئے پہنچتے تھے اور انہیں محنت ولگن اور خوب تر کی تلاش میں لگے رہنے پر برانگیختہ کرتے رہتے تھے، میرے ہمدرس اور ہم گاؤں مولانا شفاء اللہ ریاضی نے مجھ سے کہا کہ جب میرا ریاض العلوم میں داخلہ ہوا اور انہیں اس بات کا علم ہوا کہ میں علاقائی ہوں تو میرے ساتھ بڑی شفقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومحبت کا معاملہ کیا اور ہمیشہ اچھی نصیحتوں سے نوازتے رہے۔ اس کی وجہ سے گرچہ وہ سینئر تھے، مگر بڑی بے تکلفی ہوگئی تھی۔ جب وہ فارغ ہوکر گھر آرہے تھے تو ہم سبھی علاقائی لڑکے ایک ہی ٹرین سے آرہے تھے۔ مغل سرائے جنکشن پر ہم لوگوں نے چائے ناشتہ کیا تو بطور مذاق میں نے کہا کہ مختار دا فارغ ہوکر آرہے ہیں، ہم سبھوں کا پیسہ ادا کردیں گے۔ اس پر وہ مسکرائے اور بولے ابھی شرمندہ نہ کریں، آئندہ کبھی ان شاء اللہ، مگر افسوس کہ بعد میں پھر کبھی دونوں کا اجتماع نہ ہوسکا، اور جب اجتماع ہوا تو ان کی نعش سامنے تھی اور میں ان کا جنازہ پڑھ رہا تھا۔

آپ نے فراغت کے بعد ہی عملی زندگی کی شروعات کردی اور وطن سے دور ضلع بریلی، یوپی کی معروف بستی ''جوکھن پور'' کی مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت کا مشغلہ اختیار کیا۔ یہاں ۱۹۹۴ء کے اخیر اور ۱۹۹۵ء کے شروع ایام میں صرف ایک سال رہے اور اس کے بعد جامعہ سلفیہ، بنارس کے ایک اہم شاخ ادارہ ''جامعہ مصباح العلوم السّلفیہ'' جھوم پورہ، اڈیشہ چلے گئے اور اسی کے ہوکر رہ گئے۔ اڈیشہ کے اس مرکزی ادارہ میں پورے بیس سال اپنی گوناگوں تعلیمی وتدریسی، دعوتی وانتظامی اور تربیتی خدمات انجام دیں۔ آپ ایک محنتی استاذ، مشفق مربی، مخلص ووفادار ووفاشعار منتظم اور قابل قدر داعی تھے۔ ہماری اس بات کا اندازہ اس چیز سے لگا سکتے ہیں کہ پورے بیس سال ایک ہی ادارے میں رہ گئے، نہ انہوں نے کسی بات پر دل برداشتہ ہوکر ادارہ کو چھوڑا اور نہ ہی انتظامیہ نے انہیں کوئی ایسی علامت دکھلائی کہ وہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی محنت ولگن کو دیکھ کر مدرسہ کے صدر مدرس کا باوقار منصب عطا کیا گیا، جس پر رہ کر انہوں نے طلبہ پر ایسی محنت کی کہ گذشتہ سالوں کے بالمقابل تعلیمی ترقی ہوئی، طلبہ کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہوا، ثانویہ کی تعلیم مکمل کرکے جامعہ سلفیہ بنارس جانے والے طلبہ زیادہ سے زیادہ مقبول ہونے لگے، اور مصباح العلوم نے صوبۂ اڈیشہ ہی نہیں، بلکہ پورے ہندوستان میں اور بالخصوص جامعہ سلفیہ بنارس کی نگاہ میں خصوصی مقام اور اہمیت ووقار حاصل کیا۔

آپ کی مصباح العلوم کی زندگی اور محنت ولگن کو آپ کے عزیز طلبہ وتلامذہ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے ''صاحب البيت أدرى بما فيه'' (مکان کی خبر مکیں سے بہتر کس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی ہے) اس حقیقت کے تحت ہمیں ان کے تلامذہ کے تاثرات پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عزیز شاگرد عطاء الرحمٰن (جھاجھا) جس نے چار سال آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اخذ واستفادہ کیا ہے، آپ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں: ''شیخ سے مجھے بڑی الفت تھی، چار سال تک آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ نہایت شفیق ورحم دل، ہنس مکھ، نفاست پسند، محنت کش، صابر وشاکر، کفایت شعار، قناعت پسند، مخلص وفرض شناس، اور حلم وبردباری کے پیکر تھے، شیخ خوب محنت سے طلبہ کو پڑھاتے تھے، کلاس خشک نہیں رکھتے تھے، اثناء تدریس کبھی کبھار اپنے مختلف لب ولہجہ، متنوع کلام، دلچسپ گفتگو سے اور بیچ بیچ میں اپنی مادری زبان استعمال کر کے کلاس کو کشت زعفران بنا دیتے تھے۔ استاذ محترم طلبہ کی عام غلطیوں کو نظرانداز بھی کرتے اور ضرورت کے وقت تنبیہ بھی کرتے تھے۔ آپ اپنی بساط بھر طلبہ کے مسائل حل کرنے کے لئے کوشاں رہتے، ذمہ داران تک بچوں کی ضرورتوں کو لے جاتے اور حل کراتے''۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

آپ مصباح العلوم کے صدر مدرس کے منصب پر لگ بھگ بارہ سال پہلے فائز ہوئے تھے، اس منصب پر رہ کر ادارہ کی تعمیر وترقی کا خواب آپ ہر وقت سوتے وجاگتے دیکھتے رہتے تھے، انہوں نے مجھ سے کئی بار رابطہ کر کے کوشش کی کہ میں مصباح العلوم میں آکر تدریسی وصحافتی خدمات انجام دوں۔ ایک بار وہ میرے گھر بھی آئے تھے۔ ان کے بار بار اصرار کرنے پر میں نے اپنے ہم درس وہم گاؤں عالم مولانا محمد مبارک سلفی کو تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے مصباح العلوم بھیجا تھا، جنہوں نے ایک سال اپنی خدمات انجام دی تھیں۔

آپ ایک اوسط درجے کی علمی صلاحیت کے مالک انسان تھے، مگر برابر محنت وجہد سے کام لے کر تدریس وخطابت اور صحافت وانتظام میں ایک نام کما لیا تھا۔ تفسیر وادب عربی سے آپ کا دلی لگاؤ تھا، مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور حدیث کی تدریس میں خاصی مہارت حاصل تھی، آپ نے دس سالوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پس وپیش مشہور حدیث کی کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا درس دیا۔ خطابت کا اچھا ملکہ حاصل تھا، جھوم پورہ کی جامع مسجد اور اڈیشہ کی دوسری مسجدوں میں خطبۂ جمعہ دینے کا ہمیشہ اہتمام کرتے تھے۔ بقول حافظ اشتیاق فیضی آپ تقریر کرتے کرتے قاری محمد حنیف پاکستانی کا لب ولہجہ اختیار کر لیتے تھے۔ آپ نے لکھنے کا کام بہت زیادہ تو نہ کیا البتہ بعض مضامین مصباح العلوم کے نقیب وآرگن ''جمال المصباح'' میں چھپا کئے۔

آپ علاقائی لڑکوں کے ایک قسم کے مسیحا تھے، جب علاقے کے اداروں میں زوال طاری ہو گیا، اور ہر سال ایک ایک کلاس گھٹتے گھٹتے صرف روضہ کی تعلیم وہ بھی بے ہنگم انداز میں رہ گئی تو علاقے کے نونہالان کو زیور علوم وفنون سے آراستہ ہونے کا واحد ذریعہ یہ نظر آیا کہ جتنی جلد ہو علاقے کو چھوڑ کر دور دراز اور دیگر صوبہ جات میں قائم مدارس میں داخلہ لے کر تعلیم پائیں، ورنہ جاہل ہی رہ جائیں گے۔ اس کے لئے مختلف جہات میں علاقہ کے کام کرنے والے علماء کو پکڑنا اور ان کے ذریعہ اچھے اچھے اداروں تک پہنچنا شروع کیا۔ صرف ناچیز نے اب تک جامعہ امام ابن تیمیہ میں پچاس سے زائد طلبہ کا داخلہ کرایا ہے۔ جامعہ سلفیہ بنارس میں داخلہ پاکر سلفی بننے کا خواب دیکھنے والے طلبہ نے تنے کو چھوڑ کر شاخوں کو پکڑنا شروع کیا۔ اس کے لئے گوپال گنج، مدرسہ احمدیہ آرہ، مدرسہ اہل حدیث جودھ پور، مدرسہ محمدیہ تیلنی پاڑا، چشمۂ حیات جونپور، مدرسہ احیاء السنہ بجرڈیہہ اور مدرسہ مصباح العلوم جھوم پورہ، میں داخلے لئے جانے لگے۔ آخر الذکر ادارہ میں داخلہ لینے کے لئے ہمارے ممدوح مولانا مختار عالم ریاضی کا سہارا لیتے تھے، وہ اپنے بچوں کی طرح تعلیمی سال کے شروع میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد ساتھ کر لیتے تھے اور خصوصی رعایت وتوجہ دے کر ان کا داخلہ مصباح میں کراتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ علاقہ کے اچھے خاصے نونہالان نے اولاً مصباح میں ثانویہ تک تعلیم حاصل کی اور پھر برصغیر کی اہل حدیث مرکزی درس گاہ مادر علمی جامعہ سلفیہ، بنارس میں عالمیت میں داخلہ پاکر فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی اور اچھے اچھے علماء ودعاۃ بن کر نکلے اور قوم وملت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

آپ کی یہی حقیقت اور یہی شخصیت تھی کہ ایک کثیر تعداد زبان حال وزبان قال سے یہ بول پڑی ؎

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے نظروں سے اوجھل بے سہارا کر گئے

مضطرب رنجور دل کو پارہ پارہ کر گئے

اور یہ بھی کہ ؎

ہو گیا دل شاد اپنے رب سے مل کر تو مگر

دے گیا سب کو جدائی اور پھر رنج وملال

وفات سے دوڈھائی ماہ قبل ایک بار طبیعت خراب ہوئی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ دھنباد جا کر علاج کرایا اور طبیعت ٹھیک ہوگئی۔ رمضان میں حسب معمول مصباح العلوم کا چندہ کرنے کی خاطر مختلف صوبوں اور شہروں کا پر مشقت سفر بھی کیا۔عید بال بچوں کے ساتھ خوب منائی اور شوال میں مصباح العلوم تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد پھر طبیعت خراب ہوئی اور علاج ومعالجہ سے معلوم ہوا کہ آپ بلڈ کینسر میں مبتلا ہیں، آپ کٹک میڈیکل کالج میں زیر علاج ہوئے، مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور بالآخر یکم ستمبر ۲۰۱۶ء کو آخری سانس لی اور سبھوں کو سوگوار کر گئے۔آپ بذریعۂ ایمبولینس جھومپورہ ہوتے ہوئے اپنی آبائی بستی بابوڈیہہ لائے گئے، آپ کی نماز جنازہ میں علماء وعوام کی ایک بھاری تعداد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ آپ کے جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند کے استاذ گرامی قدر جناب مولانا وقاری محمد یونس اثری رحفظہ اللہ نے پڑھائی اور ۲؍ستمبر ۲۰۱۶ء جمعہ کو نو بجے صبح سپرد خاک کئے گئے۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، چار لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں۔ دو لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، ایک لڑکی شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ بقیہ دوسرے بچے اور بچیاں نہایت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بڑا بچہ حافظ قرآن ہو چکا ہے اور اس وقت مصباح العلوم میں زیر تعلیم ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، آپ کے اعمال اور خدمات کو قبول کرے اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ نیز آپ کے بچے اور بچیوں کی حفاظت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین!

بقر عید کی چھٹی میں میں گھر گیا تو تعزیت کی غرض سے اپنے اس محترم بڑے بھائی کے گھر پہنچا، صبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وشکیبائی کے کلمات کی تلقین کے بعد آپ کے بڑے لڑکے کو ساتھ لے کر قبرستان پہنچا، مٹی دی قبر پر نماز جنازہ ادا کی اور دعائے مغفرت کی۔ اس موقع پر جوں ہی ان کا گھر نظر آیا تو قوت برداشت جواب دے گئی اور آنکھوں سے آنسو بہہ پڑا۔ آپ کے بچوں، بھائیوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے ملاقات کی اور ڈھیر ساری باتیں ہوئیں، تو اچانک شاعر کا یہ شعر زبان پر آ گیا:

اس انجمن میں نہیں تو، مگر قلم میرا
تیرے خیال سے مصروف گفتگو ہے ابھی

❁❁❁

(۲۳)۔ منشی نورالدین

معروف بہ نندو مہاشے کٹھڈ ابری/رحمہ اللہ

صوبۂ جھارکھنڈ کا ایک ترائی علاقہ گریڈیہہ سے جامتاڑا تک اور دیوگھر سے ساحلِ بڑاکر تک تاریخی اعتبار سے بڑی حیثیت واہمیت کا حامل ہے۔ آج اس علاقہ کی دینی وعلمی، سیاسی وسماجی اور ادبی وتاریخی شخصیات ورجال کی اگر سرسری فہرست تیار کی جائے، تو خاصا طویل ہو جائے گی، مگر ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ اہل علم ودانش کی کمی اور جہالت وضلالت کی بیشی کی وجہ سے علاقہ دینی وعلمی اعتبار سے نہایت بے نور تھا۔ شرک وبدعت، الحاد ولادینیت اور ضلالت وگمراہی عام تھی، رسم ورواج کا چلن تھا، اعیاد ورسوم میں ہندو مسلم کے مابین کوئی فرق وامتیاز نہ تھا، بلکہ تہواروں میں باہمی تبادلے ہوتے تھے۔ خود مسلمانوں کے اندر دینی بیداری بالکل صفر تھی۔ بناء بریں پورے تزک واحتشام کے ساتھ قبر پرستی اور تعزیہ داری کی جاتی تھی۔ لگ نہیں رہا تھا کہ یہ علاقہ کبھی موجودہ علاقہ بن سکے گا۔ ایسے حالات میں علاقہ کے اندر انقلاب برپا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن شخصیات کو پیدا فرمایا، ان میں ایک قابل ذکر نام مولوی ومنشی نورالدین معروف بہ نندو مہاشے کٹھڈ ابری ہے۔ آپ کوئی سند یافتہ عالم دین نہ تھے، اور نہ ہی اس کے لئے انہوں نے دور دراز کا سفر کیا تھا۔ آپ نرائن پور سے قریبی بستی ''کٹھڈ ابر'' میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوئے۔ پلے بڑھے اور اس کے بعد جو بھی تعلیم حاصل کی، وہ کہاں سے؟، اس کا علم نہ ہوسکا، البتہ ان کے اساتذہ اور مربیان میں ایک نام جھارکھنڈ و بنگال کے ایک عظیم داعی و بے لوث مصلح، تلمیذِ شیخ الکل مولانا عبدالرحیم امبھاوی مرشد آبادی رحمہ اللہ کا آتا ہے، جن سے انہوں نے باضابطہ تربیت و ٹریننگ حاصل کی تھی۔

وہ جو کچھ بھی علم رکھتے تھے، اس کی روشنی میں انہوں نے علاقہ میں کام کرنا شروع کیا۔ اللہ نے ان کے کام میں برکت عطا کی، اور ان کے ہاتھوں سے علاقہ میں اصلاح و دعوت کا بہت زیادہ کام ہوا۔

ہندوؤں کے میلوں میں مسلمانوں کا شریک ہونا، اور خاص طور سے ان کے معبودوں کے تعلق سے نفع ونقصان کا عقیدہ رکھنا، ظاہر ہے کہ بہت خطرناک چیز ہے۔ ''کرمدہا'' ساحل بڑاکر میں آباد ایک بستی ہے، جس کے قریب وسیع وعریض میدان میں ایک بہت بڑا میلہ مہینوں تک لگا کرتا ہے، جہاں غیر مسلم مرد وعورتیں کافی تعداد میں اکٹھا ہوتے ہیں، وہاں علاقے کے بے دین مسلم مرد وعورتیں بھی غیر مسلموں کے ساتھ جمع ہوتے تھے۔ مولانا موصوف ایک عرصہ سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، اور مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتے، اور منع کرتے تھے، لیکن موصوف کی باتوں پر توجہ دینے والے بہت ہی کم افراد تھے، موصوف کی غیرت ایمانی اور جوش اسلامی امنڈ آئی، اور میلہ کے قبل رات کو سناٹے میں جا کر ایک بھاری پتھر سے مہادیوی مورتی کو اتنا زور سے دے مارا کہ مورتی کا چہرہ بگڑ گیا، اور ناک کٹ گئی، صبح جب ہوئی تو وہاں کے ذمہ داروں کے سامنے یہ برا منظر بڑا رسوا کن تھا، فوراً اس کی چھان بین شروع ہوگئی، بڑی مشکل سے سراغ ملا کہ منشی نورالدین نے یہ بری حرکت کی ہے، انگریز کا دورِ حکومت تھا۔ گرفتاری کے لئے انگریز پولس آئی، اور مولانا موصوف کو گرفتار کر کے ''سیوڑی جیل'' بھیج دیا گیا۔ سیوڑی کورٹ میں مقدمہ چلا۔ چھ (۶) ماہ جیل کی سزا دی گئی، اور ۲۵/ پیسے جرمانہ عائد کیا گیا۔ آپ زبردست نقاش تھے۔ نقش نگاری کو دیکھ کر انگریز افسر نے جرمانہ معاف کر دیا۔ اور اس کے بعد جیل سے رہا ہوئے، جیل سے چھٹکارا پانے کے بعد تجدید واصلاح کا کام اور تیزی سے شروع کر دیا۔ پورے علاقے میں گاؤں گاؤں گھوم گھوم کر شرک وبدعت کو مٹانے اور کتاب وسنت کی طرف بے دین مسلمانوں کو لانے کی بھرپور کوششیں کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگے، نئی نسلوں کو دینی تعلیم دینی شروع کی، مدرسہ جامع العلوم، پوکھریا میں بچوں کو کافی عرصے تک تعلیم دی۔ دینی تعلیم کے ساتھ عقائد صحیحہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ ماحی شرک و بدعت کا اگر موصوف کو ضلع جامتاڑا کے مغربی، جنوبی و شمالی خطے کا سرغنہ وسرخیل کہا جائے تو اس میں کوئی کلام نہیں۔ علاقے میں بے دینی و بے علمی شباب پر تھی، عام طور پر مسلمان اپنے کو وہ لوگ کہتے تھے جو تعزیہ پرستی، ومزار پرستی کو اپناتے تھے، مولانا موصوف نے اس جانب اپنی خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور تعزیہ پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے سیدھے سادے مسلمانوں کو سنجیدگی سے سمجھاتے تھے کہ یہ غلط کام ہے۔ ان سے اجتناب و پرہیز ایک مسلمان کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کے نصیب میں ہدایت لکھی تھی وہ ہدایت پا گئے۔ اور جن کو گمراہ ہونا تھا، وہ گمراہ ہی رہے، اور اب تک علاقے میں بہت سارے گاؤں ومواضعات ہیں، جہاں کے لوگ تعزیہ پرستی میں مبتلا ہیں، اور شرک و بدعت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

تعزیہ پرستی کے خلاف مولانا موصوف کا عَلَم جہاد بلند ہوا۔ اور غیرت ایمانی جوش میں آئی، محرم کے مہینے میں امام باڑوں میں جا جا کر گندگی پھیلانا شروع کیا۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ مولانا موصوف نے ماہ محرم میں ایک ہی رات سات امام باڑوں میں جا کر بول و براز کیا۔ تاکہ تعزیہ پرستوں کے دلوں میں تعزیہ پرستی سے نفع ونقصان کا جو عقیدہ ہے، وہ کچھ سمجھ میں آئے کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟!!۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ کام مولانا موصوف نے کیا ہے، اس غلط حرکت پر سرکاری طور پر تو کوئی کارروائی نہیں ہوئی، البتہ تعزیہ پرستوں نے موصوف کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا۔ موصوف نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور اپنا کام تجدید و اصلاح، تبلیغ وارشاد کا جاری رکھا۔ سفر کی جو سہولتیں موجودہ دور میں ہیں، وہ پہلے نہیں تھیں۔ علاقے کے دور دراز خطے، محلے، بستیوں اور گاؤں میں چلے جاتے تھے، اور اصلاح معاشرہ، تمسک بالکتاب والسنۃ، شرکیہ وبدعیہ عقائد کی اصلاح کا کام کیا کرتے تھے۔

ضلع دیوگھر کے گاؤں بارہ پنساری جو مدھوپور سے مشرقی وجنوبی کونے میں واقع ہے۔ موصوف پہونچ گئے اور وہاں انہوں نے اصلاح وتجدید کا کام جب شروع کیا تو گاؤں کو سلفی ومحمدی رنگ میں ایسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رنگ دیا کہ آس پاس کے گاؤں میں اس گاؤں کو ایک امتیازی مقام حاصل ہوگیا۔ یہاں سے تحریک کتاب وسنت کا کام تیزی میں آگے بڑھا، اور بڑھ رہا ہے۔ یہاں سلفیوں ومحمدیوں کا ایک بڑا طبقہ پایا جاتا ہے۔اسی گاؤں کا ایک محلّہ شرک وبدعت کی دلدل میں اب بھی ہے، لیکن جن خوش نصیب افراد میں کتاب وسنت کا رنگ چڑھا ہے، وہ کیسے اتر سکتا ہے؟ انہوں نے یہاں دوران قیام تبلیغی مشن جاری رکھا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں ان کے اندر حددرجہ سلفی ومحمدی غیرت تھی وہیں انہوں نے اس کی نشرواشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

آپ کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ مصلح علاقہ مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی کو حنفی سے اہل حدیث بنایا، ورنہ نہ معلوم علاقہ کا اس وقت کیا حال ہوتا۔واقعہ کی تفصیل محترم حافظ صاحب کے تذکرے میں ملاحظہ فرمائیں !!۔

صرف یہیں تک نہیں، بلکہ حافظ صاحب کے اہل حدیث ہوجانے کے بعد ٹوپاٹانڑ گاؤں کو مولانا کی ذات بابرکات وستودہ صفات سے علاقے میں مرکزی درجہ حاصل ہوگیا۔ پورے علاقے میں دینی وروحانی آماج گاہ بن گیا۔اس وقت علمائے دین کی بڑی قلت تھی، گنی چنی چند بزرگ شخصیتیں تھیں، جن کی سعیٔ جمیل سے کتاب وسنت اور مسلک حقہ کی اشاعت ہوئی، ورنہ علاقہ شرک وبدعت کی دلدل میں پھنسا رہتا۔

منشی نورالدین مہاشے جی کا ایک عظیم دینی کارنامہ یہ بھی ہے کہ نرائن پورہاٹ، جہاں علاقے کے دور دراز خطوں سے لوگ خرید وفروخت کے لئے جمعہ ہی کو آتے تھے، مویشیوں کا ایک اچھا خاصا بازار لگتا تھا اور اب بھی لگ رہا ہے، یہاں جمعہ کی نماز کا کوئی بندوبست نہ تھا۔اور نہ جمعہ کی ادائیگی کی جگہ تھی، منشی نورالدین کی سعیٔ پیہم اور کوشش سے پہلے پہل نرائن پور میں جمعہ کا قیام ۱۹۳۰ء میں عمل میں آیا۔ایک سوداگر حاجی صاحب جو کھیریاواں کے تھے، نرائن پور بازار میں اس وقت صرف تنہا ان ہی کی ایک کپڑے کی بڑی دکان تھی، انہوں نے اپنے مکان کے ایک حصے کو اس کے لئے خاص کردیا۔ جب لوگوں کی تعداد کافی ہونے لگی اور اس چھوٹی سی جگہ میں نماز کی ادائیگی کی گنجائش نہ رہی، تو منشی نورالدین نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمعے کی ادائیگی کے لئے تمام مصلیوں کو ایک باغ میں (جو ایک چٹیل میدان سے اب آبادی میں تبدیل ہونے لگا ہے) لے آیا، اور کافی عرصے تک یہیں نماز کی ادائیگی ہوتی رہی۔ ۱۹۷۵ء میں میدان کے متصل ایک مسلمان سے زمین خرید کر جامع مسجد تعمیر کی گئی۔

مہاشے جی نے نرائن پور میں مسجد کی بنیاد رکھی تھی، اور جمعہ کا قیام اپنے مرشد مولانا عبدالرحیم امبھاوی مرشد آبادی کے اشارہ پر کیا تھا۔ منشی جی جب تک بہ حیات رہے، آپ اس مسجد کے امام وخطیب رہے، اور جب زندگی کے آخری پڑاو پر قدم رکھا، کمزوری اور نقاہت لاحق ہوگئی، امامت وخطابت کے لائق نہیں رہے، تو انہوں نے اپنا جانشیں مولوی خسرو (جیروا، جامتاڑا) کو بنایا۔ مولوی خسرو نے پوری زندگی اس مسجد کی بڑی خدمت کی، امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے، اور جماعتِ اہلِ حدیث کو بچائے رکھا، اور مسلم اتحاد کو برقرار رکھا اور آگے بڑھایا۔ انہوں نے اپنی کمزوری کے زمانے میں اپنے گرو ومرشد منشی نورالدین مہاشے کی طرح علاقے کے اولین فارغ مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ کو جانشیں بنایا۔ انہی کے زمانے میں ان کی فراخ چشمی سے احناف کو مسجد میں عمل دخل بڑھانے کا موقع ملا، اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ نصف کے حقدار بن گئے۔

منشی جی کے علاقے میں بڑے گہرے تعلقات تھے، جن کو انہوں نے دعوت کی خدمت اور سلفیت کے فروغ میں بڑا استعمال کیا۔ چمپا پور (جامتاڑا) میں حاجی امیرالدین نام کے ایک امیر کبیر اور بڑے مالدار اور صاحبِ ثروت گزرے ہیں۔ ان کی بڑی حیثیت تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ راجہ مہاراجہ ان کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہاتھی سے اتر جایا کرتے تھے۔ گھانٹی (نرائن پور) کے راجہ باضابطہ ان سے قرض لیا کرتے تھے۔ منشی جی کے ان سے اچھے مراسم تھے۔ انہوں نے اپنے مرشد مولانا عبدالرحیم امبھاوی بیربھومی کو حاجی امیرالدین سے ملایا ہوگا۔

اس زمانے میں اہلِ تقلید کی طرف سے یہ فتنہ عام تھا کہ دیہات میں جمعہ ہے ہی نہیں۔ جھارکھنڈ کا یہ علاقہ بھی اس فتنہ کی زد میں تھا۔ ایک طرف اہلِ تقلید دیہات سے جمعہ ختم کرنے کی تبلیغ کر رہے تھے، تو دوسری طرف منشی جی اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر اپنے مرشد مولانا عبدالرحیم امبھاوی کی قیادت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیہات میں جمعہ کے قیام کی تحریک چلا رہے تھے۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۰ء تک علاقہ جھارکھنڈ میں جو بھی مسجدیں بنی ہیں، سب اسی تحریک کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

منشی جی اسی تحریک کے تحت اپنے مرشد مولانا امبھاوی کو لے کر حاجی امیر الدین کے یہاں پہنچے ہوں گے، جن کی تبلیغ پر حاجی صاحب نے اپنے گاؤں (چین پور) میں ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں نہ صرف مسجد تعمیر کی، بلکہ جمعہ قائم کیا، اور علاقے کے لوگوں کو اپنے یہاں جمعہ پڑھنے کے لئے دعوت دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ زمانہ بڑی غربت وافلاس کا تھا۔ لوگ بھوکے رہا کرتے تھے۔ گزر بسر کے لئے کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہیں ہوتا تھا۔ دعوت کا لوگ انتظار کیا کرتے تھے۔ تاکہ بھر پیٹ کھانا نصیب ہو۔

حاجی صاحب نے جمعہ کا رواج دینے کے لئے دعوتِ طعام کی حکمت اپنائی۔ جمعہ کے دن علاقے کی بستیوں میں عام دعوت کا اعلان کرا دیتے۔ کھانا پکتا تھا۔ خصی اور گائے کے گوشت بنتے تھے۔ لوگ نزدیک ودور سے جمعہ پڑھنے کے لئے جوق در جوق آتے تھے۔ جمعہ پڑھتے تھے، کھانا پیٹ بھر کر تناول کرتے تھے، اور پھر اپنے گھروں کو واپس جاتے تھے۔ گویا عوالی مدینہ کی طرح عوالی چمپا پور بھی چمپا پور آتے تھے۔

حاجی صاحب کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں (خاطر محمد اور جان محمد) کو یہ ذمہ داری دی کہ ان کی سنت کو باقی رکھیں، اور نہ صرف جمعوں کو بلکہ کسی بھی خوشی کے موقع پر عام دعوت کرتے رہیں!۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کی مغفرت فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، جن کی بے انتہا کوششوں کے نتیجے میں اسلام آج باقی ہے۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۴)۔ مولانا محمد وسیم انور سلفی/رحمہ اللہ

’کتنے تیری موت سے حیران ہیں‘

ماموو سیم انور سلفی بن محمد سعید بن محمد رفیق بن عبدالقادر لگ بھگ گیارہ مہینے بیمار رہ کر ۹ر نومبر ۲۰۱۷ء، جمعرات کو ۸ر بجے رات بوڑھے والدین، اہلیہ، تین معصوم بچوں، بھائی بہنوں، جمعیت امام ابن باز کے طلبہ اور دیگر رشتہ داروں کو چھوڑ کر اس دار فانی سے عالم بقا کو سدھار گئے۔ دوسرے دن، بروز جمعہ، بوقت ڈھائی بجے دن ''قمر گرلس انگلش میڈیم رہائشی اسکول'' کے ہاسٹل کے پیچھے اپنی آبائی زمین میں سپرد خاک کئے گئے۔ جنازہ اور تدفین میں علاقے کے علماء و عوام، رشتہ دار، جمعیت امام ابن باز سے منسلک حضرات اور جامعہ امام ابن باز کے اساتذہ و طلبہ نیز طلبہ کے گارجین حضرات وغیرہم کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور پرنم آنکھوں سے قبر کے حوالہ کیا۔نماز جنازہ احقر (اشفاق سجاد سلفی) نے پڑھائی۔

مولانا وسیم انور سلفی، جنہیں میں ہمیشہ ''وسیم ماموں'' کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا، ستلا، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی پانچ بھائی ہیں، جن میں سے چار بھائی (دو بھائی جناب عبدالرشید اور مولانا محمد یاسین عادل ریاضی کا انتقال ہو چکا ہے، اور دو بھائی جناب محمد عیسیٰ اور محمد موسیٰ با حیات ہیں) اور ان کی اولاد و احفاد ڈابھا کیند میں آباد ہیں۔آپ کے والد جناب محمد سعید صدیقی نے ڈابھا کیند کے بجائے ستلا میں آکر بود و باش اختیار کی، اور ڈھیر ساری جائداد بنائی۔ نانا جناب محمد سعید نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی شادی قمر النساء بنت ولایت حسین سے موضع دیگھاری میں، جن کے بطن سے تین لڑکیاں (زیب النساء، نسیمہ تبسم و شمیمہ اختری) اور تین لڑکے (محمد سلیم انور، فضیلۃ الشیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی و محمد تسلیم انور) پیدا ہوئے۔ہماری یہ نانی ۱۹ر مارچ ۱۹۷۹ء کو انتقال کر گئیں (اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشیں معاف کرے ان کی اولاد بالخصوص شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی اور ان سب کے اعمال و خدمات کو ان کی بخشش کا ذریعہ بنائے اور جنت نصیب کرے، آمین!)۔ان کے بعد نانا جی نے موجودہ نانی محترمہ ''اسماء خاتون'' سے جگواڈیہہ، میں شادی کی، جن کے بطن سے پانچ لڑکیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(شیما مستری، نعیمہ اصغری، [متوفیہ: ۱۱ر جولائی ۲۰۰۵ء]، حسنیٰ افسری تیمی، رفعت صابری وصفت سائرہ ترنم) پیدا ہوئیں، اور صرف ایک لڑکے مرحوم ماموسیم انور۔

ماموسیم جب پڑھنے لکھنے کے لائق ہوئے تو بہن ''حسنیٰ افسری'' کے ساتھ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار (جہاں شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی کی اہلیہ محترمہ سیدہ ساجدہ زہراوی بحیثیت ایک قابل معلّمہ کے تدریسی خدمات انجام دے رہی تھیں) بھیج دیئے گئے۔ یہاں پر انہوں نے اولیٰ ابتدائیہ سے خامسہ ابتدائیہ تک تعلیم حاصل کی، اور اس کے بعد ۲۰۰۳ء میں جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم، بنارس ان کے بہنوئی شیخ عبداللہ محمد سلیمان مدنی لے کر گئے اور اولیٰ متوسطہ میں داخلہ کرادیا، اور اس طرح انہوں نے اولیٰ متوسطہ سے عالمیت سالِ آخر تک جامعہ سلفیہ، بنارس میں تعلیم وتربیت حاصل کی۔ ۲۰۰۹ء میں عالمیت کا کورس مکمل کرنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی۔

۲۰۱۰ء میں ایک تاریخی فیصلہ آپ کے بھائی شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی نے کیا اور جمعیت امام ابن باز کا سرزمین مدنی چوک، ستلا، گریڈیہہ، جھارکھنڈ میں قیام فرمایا۔ ابتدا شعبۂ تحفیظ کے قیام سے ہوئی، مگر اس کے بعد جامعہ امام ابن باز الاسلامیہ کے نام سے شعبۂ بنین شروع کیا گیا۔ اس کے بعد شعبۂ نشرواشاعت کا قیام عمل میں لایا گیا، اور اس کے تحت دینی ودعوتی اور اصلاحی کتابوں وکتابچوں کی طباعت واشاعت کا کام شروع کیا گیا، اور اس کے تحت جھارکھنڈ سطح پر سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' کا اجراء ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ راستہ ہموار کرتا گیا اور شعبۂ بناء المساجد اور حفر الآبار وغیرہ کا اضافہ ہوتا گیا۔ شعبۂ تعمیرات کے تحت مسجد سے لے کر طلبہ کے ہاسٹل، کلاس روم، اساتذہ کی رہائش گاہ وغیرہ کی تعمیرات کی تکمیل ہوئی۔ ان تمام کاموں، فعالیات اور جمعیت کی خدمات میں بلاواسطہ ماموسیم اپنی لیاقت وصلاحیت لگاتے رہے، جب اور جس وقت ادارہ کے بانی اور آپ کے بھائی شیخ کلیم انور مدنی اور جمعیت کے ناظم اور آپ کے بڑے بھائی جناب سلیم انور کا حکم ہوتا فوراً حکم کی بجا آوری کرتے۔ جمعیت امام ابن باز کے شعبۂ بناء المساجد وتعمیرات کے تحت انجام پانے والے جملہ کاموں کی رپورٹ تیار کرنے اور تصویر وویڈیوز لینے کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔ کہاں مسجد کی ضرورت ہے؟ اور کس جگہ پر بنی ہے، اس کی رپورٹنگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی کرتے تھے۔ شعبۂ حفرالآبار کے تحت علاقے میں گاڑے جانے والے ہینڈ پائپ گڑوانے اور رپورٹ تیار کرنے کا کام آپ ہی کے ذمہ تھا، جو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔

ان کاموں کے علاوہ شعبۂ نشر واشاعت کے تحت چھپنے والی کتابوں کو منگوانے، اشتہارات ورسیدات چھپوانے اور لانے، اور سہ ماہی مجلّہ ''صدائے حق'' پریس سے جمعیت امام ابن باز پہنچانے کا عظیم کام آپ ہی کرتے تھے، اور علاقہ وعلاقہ کے باہر بلکہ شہر دہلی تک، جہاں کہیں بھی کوئی چھوٹا یا بڑا اجلاس، سیمینار، کانفرنس یا کنونشن منعقد ہوتا تھا، آپ جمعیت امام ابن باز کی مطبوعات اور مجلّہ ''صدائے حق'' لے کر پہنچ جاتے تھے اور لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ اسی طرح سال کے مختلف مناسبات اور مواقع پر نیز ہر تین ماہ پر مجلّہ چھپ کر آنے پر علاقے کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں اور وہاں کے جامعات ومدارس کا پرمشقت سفر کرتے تھے اور اداروں کی لائبریریوں، علماء وطلبائے علم اور پڑھے لکھے طبقات میں مطبوعات اور مجلّہ کو تقسیم کرتے تھے، اور ساتھ ہی جمعیت امام ابن باز کی رسید بھی رکھتے تھے اور تعاون کرنے والوں سے مالی تعاون بھی حاصل کرتے تھے۔ اس نوع کے کاموں کی ادائیگی کی خاطر کئے گئے اسفار میں کبھی کبھی ڈھیر سارے مصائب ومشکلات بھی برداشت کرنا پڑتے تھے، مگر پھر بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے۔

میں گرچہ ان کا رشتہ میں عزیز تھا، مگر چوں کہ وہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے، جامعہ امام ابن تیمیہ میں میرے شاگرد رہ چکے تھے اور میں جمعیت امام ابن باز کا ایک ادنیٰ خادم بھی ہوں، اس لئے کبھی کوئی بات ہوتی، کوئی بھائی ان کے سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ڈانٹ دیتے تو مجھ سے کہتے تھے، کوئی بات ہونے پر بلا کسی تاخیر کے مجھے فون کرتے تھے، اور میں انہیں تسلی دے دیتا تھا۔ جمعیت امام ابن باز کی فعالیات وسرگرمیوں سے متعلق کوئی جانکاری لینا مطلوب ہوتی تھی تو میں انہیں ہی فون کرتا تھا۔ آپ نے جمعیت امام ابن باز کا تعارف کرانے اور اس کی خدمت وآب یاری میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ان سب کے علاوہ آپ ابتدائی درجات میں چند کتابیں پڑھاتے بھی تھے۔ بچوں کی انجمن کے تحت منعقد ہونے والی ہفتہ واری انجمنوں کی صدارت بھی کراتے تھے۔ آخری انجمنوں کے پروگراموں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مسابقات کے موقعوں پر جامعہ کے طلبہ کو اپنی جیب سے انعامات بھی دیتے تھے۔

جامعہ امام ابن باز کی زیارت کے لئے آنے والے حضرات کی ضیافت کا آپ کو بڑا بہترین ملکہ حاصل تھا۔آپ ان کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے اور ان کا استقبال کرتے تھے کہ وہ جامعہ کے تئیں اچھے اعتقادات لے کر واپس ہوتے تھے۔آپ کے رہنے پر ہم لوگوں کو اطمینان رہتا تھا کہ آپ بڑے سے بڑے مہمان کی بھی خاطر و مدارات کر لے جائیں گے۔

آپ یہ سب کام بڑے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے تھے کہ آپ کی طبیعت بگڑ گئی،آپ کو گریڈیہہ لے جایا گیا،اور نو جیون اسپتال میں داخل کیا گیا،مگر افاقہ نہ ہوا تو گھر والے رانچی لے کر گئے اور کئی مہینے تک وہاں زیر علاج رہے، پھر بھی ٹھیک نہ ہوئے بلکہ آپ پر یہ قول صادق آنے لگا کہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''،تو گھر والوں نے مشورہ کیا کہ دہلی لے جا کر ایمس میں علاج کرایا جائے، اور ایسا ہی کیا،مگر ٹھیک نہ ہوئے،اور ڈاکٹروں نے گھر لے آنے کا مشورہ دیا۔چنانچہ آپ گھر لے آئے گئے۔گریڈیہہ سے رانچی تک اور رانچی سے دہلی تک اور پھر دہلی سے گھر پہنچنے تک لگ بھگ گیارہ مہینے بیمار رہے۔آپ کے علاج و معالجہ میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔لاکھوں لاکھ روپئے خرچ کئے گئے،مگر حیات مستعار ہی ختم تھی،اور جب زندگی کی مدت ۹ رنومبر ۲۰۱۷ء،جمعرات کو پوری ہوگئی تو رات کے آٹھ بجے زندگی کی رفتار رک گئی،اور سبھوں کو سوگوار کر کے چلے گئے۔وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔آپ کے پسماندگان میں بوڑھے والدین، بھائی بہنوں، بھتیجے بھتیجیوں، بھانجے بھانجیوں کے علاوہ اہلیہ (محترمہ نور صبا بنت صاحب قلم مولانا محمد خالد فیضی)،اور تین معصوم لڑکے، ابا بومحمد یاسر اکرم (عمر پانچ سال)، ابا بومحمد یوسف اکرم (عمر ڈھائی سال) اور ابا بومحمد عمر عالم (عمر بیس دن) ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ،ان سے جو بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں، انہیں معاف فرمائے،انہوں نے جو نیک کام کئے ہیں، انہیں قبول فرمائے،اور انہیں جنت میں داخل کرے،اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے اور اہلیہ اور ننھے ننھے بچوں کی حفاظت فرمائے، آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۵)۔ مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ

ماہر اقبالیات، اپنے زمانے کے معروف اناؤنسر، کئی ایک قدیم دینی اداروں میں تربیت یافتہ، اور درجنوں مکاتب و مدارس میں تدریسی و دعوتی خدمات انجام دے چکے موقر عالم دین مولانا محمد یاسین عادل ریاضی بن محمد رفیق بن عبدالقادر نے ۱۸/مئی ۲۰۱۶ء مطابق ۱۰/شعبان ۱۴۳۷ھ، بروز بدھ، بوقت شام پانچ بجے چھیاسی (۸۶) سال کی ایک لمبی عمر پا کر انتقال کیا۔

آپ کی پیدائش ۱۹۳۰ء میں موضع ڈابھا کیند، ضلع جامتاڑا، جھارکھنڈ میں ہوئی۔ یہ وہی بستی ہے، جہاں پر علاقے کا مرکزی تعلیمی و دعوتی معروف و مشہور ادارہ ''جامعہ محمدیہ'' قائم ہے، جس کا تعلیم و دعوت کے فروغ اور نئی نسل کو زیور علوم وفنون سے آراستہ و پیراستہ کر کے دین کے داعی اور ملت و جماعت کے سپاہی بنانے میں ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ یہ آپ کی آبائی بستی نہیں ہے، بلکہ آپ کے آباواجداد بہار کے ضلع ''مونگیر'' کے معروف گاؤں ''شیخ پورہ'' کے رہنے والے تھے، آپ کے دادا جناب عبدالقادر صاحب ڈابھا کیند آئے اور یہیں زمین و جائداد خرید کر آباد ہوگئے۔ آپ کے والد بزرگوار جناب محمد رفیق صاحب داعیِ کبیر، مصلح علاقہ مولانا و حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن خواجہ احمد گنگوہی ٹوپاٹانڑوی (متوفی ۱۹۶۰) کے مصاحبین اور مستفیدین میں سے تھے۔ رفیق صاحب نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی شادی ''سکینہ خاتون'' نامی ایک عورت سے، جن سے تین لڑکے پیدا ہوئے: عبدالرشید، مولانا محمد یاسین عادل ریاضی، اور محمد سعید۔ کچھ سالوں کے بعد اس بیوی کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے ایک دوسری شادی کی، جس خاتون کا نام بھی اتفاق سے ''سکینہ خاتون'' ہی تھا، جن کے بطن سے دو لڑکے: محمد عیسیٰ اور محمد موسیٰ پیدا ہوئے۔ ان پانچ بھائیوں میں بڑے بھائی جناب عبدالرشید صاحب کا لگ بھگ پانچ سال پہلے انتقال ہوگیا، اور بقیہ تین بھائی بقید حیات ہیں۔ ان پانچ بھائیوں میں چار بھائی نے ڈابھا کیند ہی میں بود و باش اختیار کی۔ ایک بھائی جناب محمد سعید صاحب جو معروف عالم دین، جمعیت امام ابن باز، ستلا، کے مدیر شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی کے والدِ گرامی ہیں، انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ضلع گریڈیہہ کی بستی ''ستلا'' میں سکونت اختیار کی۔ مولانا کا پورا خاندان ایک بھراپڑااور بڑا خاندان ہے۔ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے عزت وشرف عطا فرمایا ہے۔ خاندان کے کئی افراد بڑے بڑے عالم دین اور حافظِ قرآن کریم ہیں اور ملک وبیرون ملک میں تعلیمی ودعوتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ان میں شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی، مولانا محمد جہانگیر سلفی، مولانا محمد سلطان عادل سلفی، مولانا محمد زاہد شفیق جامعی اور مولانا محمد وسیم انور سلفی وغیرہم لائقِ ذکر ہیں۔

مولانا محمد یاسین عادل ریاضی جب پڑھنے لکھنے کے لائق ہوئے تو ۱۹۴۰ء میں یعنی دس سال کی عمر میں علاقے میں قائم واحد مکتب ٹوپاٹانڑ میں داخل کیے گئے، اس وقت اس کا نام مدرسہ اسلامیہ (المعہد العلمی) تھا، اس مکتب میں مولانا وحافظ ابوالفلاح سے علمی استفادہ اور مولانا محمد یوسف شمسی (متوفی ۱۹۴۷ء) اور مولانا عبدالحکیم (لچھوڈیہہ) سے ابتدائی اردو، قاعدہ بغدادی، اورعم پارہ وغیرہ پڑھا۔ اس کے بعد موضع ''سندوری'' کے سرکاری پرائمری اسکول میں ایک سال ہندی، انگریزی اور حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں اسکول کو چھوڑ دیا اور دینی علم حاصل کرنے کی طرف راغب ہوئے اور آسنسول، مغربی بنگال میں موجود مدرسہ مصباح العلوم، تال پوکھر میں ۱۹۴۶ء میں داخلہ لیا اور دوسال رہ کر ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا اور اردو کی کئی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد جھارکھنڈ میں قائم نہایت قدیم سلفی ادارہ ''جامعہ شمس الہدی السّلفیہ'' دلال پور کا رخ ۱۹۴۸ء میں کیا اور اس عظیم تاریخی اہمیت کے حامل ادارہ میں ایک سال رہ کر آمدنامہ، فارسی کی دوسری کتاب اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ سالانہ تعطیل میں گھر آئے ہوئے تو اس کے بعد دوبارہ اس ادارہ میں جانے کی طبیعت نہ کی، البتہ تعلیم ترک نہ کی، بلکہ پھر آسنسول چلے گئے اور دوسری بار مدرسہ مصباح العلوم میں داخلہ لیا، اور گلستاں وبوستاں تک کی تعلیم پائی، یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ اعلیٰ اور معیاری تعلیم وتربیت کی تحصیل کے شوق وذوق نے ۱۹۵۰ء میں آپ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ پہنچادیا، وہاں ان کی ملاقات مولانا عبدالخلاق بلیاوی سے ہوگئی، جو ان دنوں وہاں زیرتعلیم تھے، انہوں نے عادل ریاضی صاحب کو اپنے پاس تین دنوں تک مہمان بناکر رکھا۔ اسی درمیان مولانا عبدالخلاق بلیاوی نے کہا کہ ندوۃ العلماء میں حصولِ تعلیم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخراجات بہت زیادہ ہیں، اس لئے آپ کے لئے بہتر ہوگا کہ اہل حدیثوں کے نہایت مشہور ادارہ ''جامعہ رحمانیہ'' مدنپورہ، بنارس میں داخلہ لے لیں۔ ساتھ میں ایک خط بھی لکھ کر دیا اور کہا کہ یہ خط علامہ نذیر احمد رحمانی املوی صدر مدرس جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، بنارس کو دے دیں۔ آپ نے بلیاوی صاحب کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ان کا خط لے کر سیدھے بنارس کا رخ کیا اور علامہ نذیر احمد رحمانی اور قاری احمد سعید بنارسی سے ملاقات کی، اپنا مقصد سفر بتایا اور بلیاوی صاحب کا خط پیش کیا، مگر اس وقت ہاسٹل میں جگہ محدود ہوتی تھی۔ اور طلبہ کو جاگیر میں کھانا ملا کرتا تھا، اس بناء پر اور داخلہ فل و بند ہو جانے کی وجہ سے جامعہ رحمانیہ میں داخلہ نہ ہو سکا۔ البتہ قاری احمد سعید بنارسی نے کہا کہ آپ جامعہ فیض عام، مئو چلے جائیں۔ ساتھ ہی علامہ نذیر احمد رحمانی املوی نے جامعہ فیض عام کے ناظم مولانا محمد احمد قاسمی مئوی معروف بہ ''ناظم صاحب'' کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔ وہ زمانہ کیسا تھا؟ اور ہمارے اکابر واسلاف کس قدر مخلص ہوا کرتے تھے کہ اپنے ادارہ میں داخلے کی گنجائش نہ رہنے پر دوسرے ادارے میں بھیج دیا کرتے تھے اور ساتھ ہی سفارشی خطوط بھی لکھ دیا کرتے تھے، اور ایک موجودہ زمانہ ہے کہ اس زمانے میں داخلہ کٹوا دینے اور پڑھائی ترک کرا دینے کے عمل کو بصد شوق انجام دیا جاتا ہے۔

بہر حال، مولانا وہ سفارشی خط لے کر مئو ناتھ بھنجن روانہ ہو گئے، جامعہ فیض عام پہنچ کر ناظم صاحب سے ملاقات کی اور علامہ نذیر احمد رحمانی کا خط دیا، خط پڑھنے کے بعد ناظم صاحب نے جامعہ کے ایک بڑے اور ماہر فنون وعلوم استاذ مولانا عبدالرحمٰن نحوی کو داخلہ امتحان لے کر رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔ نحوی صاحب نے فوراً امتحان لیا اور جو رپورٹ پیش کی وہ یہ تھی کہ محمد یاسین عادل عربی کی پہلی جماعت میں بخوبی چلنے کے لائق ہے۔ اس کے بعد آپ کا داخلہ پہلی جماعت میں ہو گیا۔ آپ نے یہاں ایک سال تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں جامعہ رحمانیہ بنارس کا تعلیمی شہرہ عام تھا، آپ کی خواہش ہوئی کہ رمضان بعد اس میں داخلہ کی کوشش کر کے دیکھا جائے، چنانچہ ۱۹۵۱ء میں آپ شوال کی ابتدائی تاریخوں میں بنارس پہنچ گئے اور داخلہ کے لئے درخواست پیش کی۔ علامہ نذیر احمد رحمانی نے داخلہ امتحان لیا اور دوسری جماعت میں آسانی کے ساتھ داخلہ ہو گیا۔ آپ نے اس قدیم ادارہ میں دو سال تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے کبار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اخذ علم وفن کیا۔۱۹۵۳ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس چھوڑ دیا اور بہار کے معروف ادارہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ میں داخلہ لیا، مگر صرف ایک سال یہاں تعلیم حاصل کی، اور طبیعت کی عدم موزونیت کے سبب اسے چھوڑ کر پھر جامعہ فیض عام چلے گئے اور دو سال (۱۹۵۴-۱۹۵۵ء) اس میں رہ کر خوب محنت سے پڑھا۔۱۹۵۶ء میں آپ نے دہلی کا سفر کیا اور جامعہ ریاض العلوم میں داخلہ لیا اور اسی ادارہ میں عالمیت وفضیلت کا کورس پورا کیا۔۱۹۵۸ء کے اخیر میں اسی ادارہ سے فراغت حاصل کی، اسی لئے آپ اپنے نام کے ساتھ ''ریاضی'' نسبت جوڑتے اور لکھتے تھے۔اس طویل علمی سفر میں جن اساتذۂ کرام اور اساطین علوم وفنون سے اکتساب علم وفیض کیا، ان کی تعداد کثیر ہے، ان میں مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ٹوپاٹانڑوی، مولانا محمد یوسف شمسی، مولانا عبدالحکیم، مولانا محمد احمد ناظم صاحب، مولانا عبدالرحمٰن نحوی، علامہ نذیر احمد رحمانی املوی، قاری احمد سعید بنارسی اور مولانا عبدالسلام بستوی رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

علوم مروجہ کی تحصیل اور جامعہ ریاض العلوم، دہلی سے فراغت کے بعد میدان دعوت وعمل کو اختیار کیا۔آپ نے اپنے گاؤں کے بچے اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے گاؤں ہی میں ایک مکتب قائم کیا، جو بعد میں ۱۹۷۷ء میں جامعہ محمدیہ کے قیام کے بعد اس میں ضم کر دیا گیا۔ایک لمبے عرصے تک آپ نے چین پور، پیٹاری اور چمپا پور کے علاقے میں تدریسی ودعوتی خدمات سرانجام دیں۔مشہور مقرر اور متجول داعی مولانا امر اللہ عارف سراجی رحمہ اللہ ۱۹۸۰ء کی اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ ''سنتھال پرگنہ، گریڈیہہ، مدھوپور وغیرہ، بہار مشرقی کا علاقہ ہے، یہ میری انتہائی محبوب بستی ہے، یہاں میرے بے حد مخلص محبوب بستے ہیں۔میں دوروں اور جلسوں کے سلسلے میں بار بار لگاتار اس علاقے میں اس کثرت سے آیا ہوں کہ اب عوام وخواص سے گھر جیسی محبت ہوگئی ہے۔بحمدہ تعالیٰ اس علاقے میں جماعت کے بہت سے چھوٹے بڑے ادارے چل رہے ہیں۔........چین پور، چمپا پور، پیٹاری کے علاقہ میں حضرت مولانا محمد یاسین عادل بہاری مدرسہ اسلامیہ چلا رہے ہیں''۔اسی تحریر میں آگے کچھ علماء اور دینی وعلمی شخصیتوں کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''جناب الحاج محمد طیب صاحب مدھوپور، جناب مولوی محمد طیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وحاجی اسرائیل وسرفراز میاں وحاجی امجد علی، مولانا عبدالرشید شائق، مولانا وقاری جمال الدین جام جوری، مولوی عبدالرزاق، مولانا محمد قاسم مخلص، مولوی محمد طالوت سیمر گڑا، مولانا محمد یاسین عادل بہاری، مولانا قاری محمد یونس اثری، مولانا شفاء اللہ فیضی، حاجی محمد قاسم متولی مدرسہ ٹوپا ٹانڑ، ابوالحسن صاحب جگو اڈیہہ، مولوی محمد مستقیم بٹ بریا، مولانا محمد طیب مظاہری وغیرہ علاقے کی اہم شخصیتیں ہیں اور جماعت کے سربراہ ہیں۔ اللہ کریم سب کو کلمۂ جامعہ پر متحد فرمائے، آمین!!۔[منتخبات:۱۱۱-۱۱۲]

جھارکھنڈ کے ضلع جامتاڑا کے گاؤں پھکبندی میں ندوۃ الاصلاح کے نام سے ایک پچاس سالہ قدیم ادارہ ہے، اس کی تاسیس خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری، مولانا عبدالغفار مدھوپوری اور ڈاکٹر امتیاز احمد گریڈیہہ رحمہم اللہ کے ہاتھوں سے پڑی ہے۔ اس ادارہ کی خدمت مشہور اہل حدیث عالم جناب مہاشے جی مدکھپور نے ایک لمبے زمانے تک کی ہے۔ مولانا محمد یاسین عادل ریاضی نے بھی اس میں سالوں تک تدریسی ودعوتی خدمات انجام دی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ جس وقت مدرسہ کے پاس عمارت کی کمی تھی، اس وقت مولانا عادل ریاضی رحمہ اللہ مدرسہ سے قریب موجود برگد کے درخت کے نیچے مسلم طلبہ وطالبات کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرتے تھے۔ آج اس ادارہ پر ہمارے دیوبندی بھائیوں کا پورا عمل دخل ہے۔ اس کے پلیٹ فارم سے منعقد ہونے والے جلسوں میں شاید ہی کسی اہل حدیث عالم کو دعوت دی جاتی ہوگی!۔

ہمیں بھی یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی
کہ ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

آپ نے اپنے علاقہ میں جس خلوص اور نیک جذبہ کے ساتھ کام کیا، وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ قلیل اور معمولی تنخواہ پر گزر بسر کرلیا، مگر علاقے کی خدمت کو ترک نہ کیا۔ اولاد کی کثرت اور تنخواہ کی قلت کی بنیاد پر معاشی تنگیوں سے ضرور دوچار ہونا پڑا ہوگا، مگر پایہ ثبات اور اخلاص میں کمی در آنے نہ دی۔

آپ کو شعر وشاعری پر عبور حاصل تھا، آپ شاعری بھی کرتے ہوں گے، کیوں کہ آپ نے اپنا تخلص 'عادل' رکھا تھا۔ آپ اقبالیات کے ماہر اور علامہ اقبال کے بیشتر اشعار کے حافظ تھے۔ گفتگو اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریر کے درمیان کثرت سے علامہ اقبال کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ آپ ایک بہترین اناؤنسر سے بھی جانے جاتے تھے، مولانا محمد خالد فیضی کے فارغ ہوکر آنے سے قبل علاقے میں منعقد ہونے والے تمام ہی جلسوں کی نظامت آپ ہی کراتے تھے۔ خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈانگری رحمہ اللہ نے علاقے چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ پر ۱۹۶۶ء میں ایک مبسوط مقالہ تحریر فرمایا تھا، جو پندرہ روزہ ''ترجمان'' دہلی میں اسی سال شائع ہوا تھا، میں نے اس مقالہ کو جامعہ سلفیہ، بنارس کی ندوۃ الطلبہ کی لائبریری میں پڑھا تھا، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس علاقے میں ایک بہترین عالم دین مولانا محمد یاسین عادل ریاضی ہیں، ان کو اشعار بڑی کثرت سے یاد ہیں، اس علاقے میں منعقد ہونے والے جلسوں کی نظامت وہی کراتے ہیں، اور بیچ بیچ میں اشعار خوب پڑھتے ہیں۔

مولانا کو عربی اشعار بھی بے تحاشہ یاد تھے۔ سبع معلقات کے اشعار میں نے زبانی پڑھتے ہوئے خود سنا ہے۔ اردو زبان پر بھی آپ کو قدرت حاصل تھی، لکھنے کا کام تو نہ کے برابر کیا، البتہ بولتے تھے تو شاندار اردو بولتے تھے، جس سے سامعین عش عش کررہ جاتے تھے۔ آپ اخبارات کا التزام واہتمام کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے اور اردو اخبارات کو منگوانے اور پڑھنے پر زور دیتے تھے۔ آپ حالاتِ حاضرہ بالخصوص عالم اسلام کی خبروں سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے، اور نئی نسل کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہورہی عالمی ریشہ دوانیوں اور یہود ونصاریٰ کی موشگافیوں سے باخبر کرتے رہتے تھے۔

آپ نے تعلیمی ودعوتی خدمات کے ساتھ ساتھ بعض انتظامی امور کو بھی سنبھالا، ایک لمبے عرصے تک آپ جامع مسجد اہل حدیث، نرائن پور، جامتاڑا کے صدر رہے اور اس عظیم مسجد کے جملہ امور کی نگرانی کی۔

مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ٹوپاٹانڑوی کا انتقال ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۰ء کو ہوا، اس سے ایک دوسال پہلے اہم مسئلہ احناف اور اہل حدیثوں کے درمیان پیدا ہوگیا، اور مسئلے نے دونوں کے مابین اختلاف کی شکل اختیار کرلی۔ اس فتنہ کو دبانے اور اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ایک دعوتی اجلاس کی ضرورت لاحق ہوئی، حافظ ابوالفلاح گنگوہی ٹوپاٹانڑوی نے اس اجلاس کو منعقد کرنے کی ساری ذمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داری آپ ہی کے سر ڈال دی۔آپ نے دیگر علماء کے ساتھ خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری کو مدعو کیا۔اجلاس ٹوپاٹانڑ کی سرزمین پر منعقد ہوا،صدارت حافظ ابوالفلاح گنگوہی ٹوپاٹانڑوی نے کی اور نظامت آپ نے۔اس اجلاس کا فائدہ یہ ہوا کہ قائم نزاع واختلاف دور ہو گیا اور صحیح راہ کی لوگوں کو رہنمائی مل گئی۔اس کے بعد جب بھی علاقے میں کوئی پروگرام ہوتا تھا تو دور دراز سے علماء کو بلانے کے لئے خط وکتابت کرنے کی ذمہ داری آپ ہی کے سر ہوا کرتی تھی۔

آپ کے اندر جماعتی جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کرنے اور علماء کے خطبات سے مستفید ہونے کا جذبہ موجزن تھا۔جامعہ سلفیہ،بنارس میں ''مؤتمر الدعوۃ والتعلیم'' کے نام سے ایک عالمی کانفرنس ۱۹۸۱ء میں منعقد ہوئی تھی،جس میں اس کوردہ علاقے سے آپ نے شرکت کی تھی اور اپنے تاثرات پیش کئے تھے۔

آپ ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھے،جن کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد(متوفی ۱۹۵۸ء) کے جنازہ اور تدفین میں شریک ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا تھا۔آپ امام الہند کے جنازہ اور تدفین کا منظر بیان کرتے تھے تو لگتا تھا کہ ان کا جنازہ نگاہوں کے سامنے ہے۔

یہ عظیم ہستی اب ہمارے درمیان نہ رہی۔اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال وخدمات کو قبول فرمائے، لغزشوں سے درگزر کرے،پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور بال بچوں کو آپ کے نقش قدم پر چلائے،آمین!

(۲۶)۔ مولانا محمد یوسف گریڈوی رحمہ اللہ

تاریخ دعوت وعزیمت کے باب میں تاریخ تحریک شہیدین بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس تحریک نے برصغیر ہندوپاک کے اندر دینی وعلمی،دعوتی اور جہادی سرگرمیوں کو اس وقت زندہ کیا تھا جب کہ اس نوع کی سرگرمیاں بالکل ماند پڑ چکی تھیں۔استاذ جلیل علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسن ازہری رحمہ اللہ سابق صدر واستاذ جامعہ سلفیہ بنارس وسابق مدیر عربی ماہنامہ ''صوت الأمة'' رقمطراز ہیں: کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ دینی اور ثقافتی اعتبار سے بڑی شاندار اور تابناک ہے۔ انہوں نے جب سے اس خطۂ ارض کو آباد کیا اپنی دینی اور علمی میراث کی پوری رکھوالی کی اور عربی زبان اور دین حق کی نشر و اشاعت کو اپنا فریضہ گردانا، پھر آخری دور میں جب کہ اس ملک میں مسلمانوں کی سیاسی حالت ابتر ہوگئی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں سے نکل گئی تو لوگ مایوسی کا شکار ہو گئے اور اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دینی اور علمی سرگرمیاں ماند نہ پڑ جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمہما اللہ کی جماعت کو ان مایوس کن حالات میں پیدا فرمایا اور ان کی جماعت نے ہندوستان کی تاریخ کے صفحات پر شجاعت، مردانگی اور قربانی کے انمٹ نقوش ثبت کر دیئے، اور معاشرہ کا رخ پلٹ دیا اور اندرونی و بیرونی استعمار کے خلاف سخت جدوجہد کی اور اس سے زبردست ٹکر لی۔ اس جماعت کو میدان بالاکوٹ میں شکست ہو جانے کے بعد اس کے افراد منتشر ہو گئے، اور انہوں نے تعلیمی اور تبلیغی میدانوں میں اپنی جدوجہد کا آغاز کر دیا اور ان کی ان سرگرمیوں کا خاطر خواہ اثر بھی ظاہر ہوا''۔ [مؤتمر الدعوة والتعلیم نمبر، بنارس، اکتوبر ۱۹۸۱ء]

اس مبارک و عظیم تحریک سے وابستہ ناقابل فراموش شخصیات اور نابغۂ روزگار ہستیوں میں مولانا محمد یوسف گریڈوی بھی تھے، جو جھارکھنڈ میں واقع ایک معروف اہل حدیث بستی ''پاسبونہ'' کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت انہوں نے اپنے گاؤں ہی میں پائی پھر مدرسہ شمس الہدیٰ دلالپور میں داخلہ لیا اور اس وقت کے ممتاز علمائے کرام سے استفادہ کر کے فراغت حاصل کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سرزمین خراسان میں مجاہدین کی جہادی سرگرمیاں خوب زوروں پر تھیں چنانچہ فراغت حاصل کرنے کے بعد نوجوانی کی زندگی میں ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے سے پہلے ہی خراسان تشریف لے گئے اور مجاہدین کے ساتھ جہادی سرگرمیوں کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے، بتایا جاتا ہے کہ جہاد خراسان میں ان کے دائیں ہاتھ پر تلوار کی ایک شدید ضرب لگی تھی جس کا نشان ان کی انگلیوں پر تاحیات باقی تھا۔ جہاد خراسان سے وہ اپنے علاقہ واپس ہوئے اور جب اپنی آبائی بستی پہنچے تو اکثر لوگ ان کو پہچاننے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاننے سے انکار کر گئے، اس لئے کہ انھوں نے ایک لمبا زمانہ جہادی سرگرمیوں میں گزارا تھا۔ جھارکھنڈ میں دعوت وعزیمت کی ایک عظیم ہستی مولانا عبدالحنان دلاپوری رحمہ اللہ کی گزری ہے۔ مولانا اس وقت باحیات تھے، انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ مولانا محمد یوسف شمسی ہیں جو چند سالوں پہلے خراسان چلے گئے تھے۔

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ تحریک شہیدین سے وابستہ علماء واشخاص جہاں کہیں بھی گئے اپنا دعوتی ودینی مشن تازندگی جاری رکھا۔ مولانا محمد یوسف شمسی بھی اپنے وطن واپس ہوکر دعوتی ودینی خدمات کی انجام دہی میں مشغول ہوگئے اور جھارکھنڈ کے مختلف خطوں اور علاقوں کا تبلیغی دورہ کرنے لگے۔ پورے صوبہ میں تعلیم ودعوت کی تحریک زندہ کرنے کی غرض سے سفر کرتے ہوئے شہر مدھوپور ضلع دیوگھر پہونچے اور اس کے اعیان واکابرین سے مل کر اور مولانا عبدالحی کو تعاون پہونچاتے ہوئے مدرسہ اسلامیہ مدھوپور کی بنیاد ۱۹۲۳ء میں رکھوائی۔ وہاں سے کسی کے ایماء ومشورہ پر ضلع جامتاڑا کی بستی چین پور پہنچے اور وہاں سے موضع جگواڈیہہ کے مخلص مسلمانوں کی دعوت پر جگواڈیہہ چلے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۶۰ء) سرزمین گنگوہ سے آکر ''ٹوپاٹانڑ'' بستی میں مقیم ہوگئے تھے اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ دعوت وارشاد کا فریضہ نبھارہے تھے۔ جگواڈیہہ اور ٹوپاٹانڑ دونوں بستیاں بالکل قریب قریب آباد ہیں۔ اس اعتبار سے دعوت وارشاد کے ان دونوں مناروں کا مسکن بہت قریب قریب ہوگیا اور دونوں باہمی تبادلۂ خیالات اور مکمل ہم آہنگی کے ساتھ فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر انجام دینے لگے۔

دونوں کی ہم آہنگی اور اتحاد وتعاون سے آزادیِ ہند سے پہلے ۹۔۱۰/اپریل ۱۹۳۹ء کو سرزمین ٹوپاٹانڑ میں ایک دوروزہ عظیم الشان دعوتی اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں اس وقت کے مایہ ناز علماء ومبلغین نے شرکت فرمائی تھی۔ مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے باضابطہ اس کے لئے ملک کے مختلف شہروں کا دورہ کیا تھا، جن میں شہر کولکاتا خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہاں سے علماء ودعاۃ کو اس عظیم دعوتی اجتماع میں مدعو کیا تھا۔ اس دعوتی اجلاس کی برکت سے علاقہ سے شرک وبدعت کا قلع قمع ہوا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلفیت کو فروغ پانے اور سینکڑوں لوگوں کو تقلید شخصی سے تائب ہونے کا موقع ملا۔

اس اجلاس کی ایک مختصر رپورٹ ماہوار ''اہل حدیث گزٹ''، دہلی میں شائع ہوئی تھی، وہ رپورٹ ہو بہو یہ ہے:

''جماعتِ اہل حدیث ٹوپاٹار علاقہ گھاٹی کا عظیم الشان جلسہ

مولانا حافظ محمد عابد صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا عبدالغفار صاحب، جناب احمد علی صاحب، منشی محمد خاطر صاحب، محمد رفیق صاحب، خدا بخش صاحب، منشی دبیر صاحب، جناب محمد سلیمان صاحب، منشی دیدار صاحب، منشی یعقوب صاحب، منشی .... الدین صاحب، منشی داؤد صاحب، ودیگر مسلمانان ٹوپاٹار کی سعی واہتمام سے عظیم الشان جلسہ بصدارت جناب مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مدرس اول مدرسہ (اسلامیہ) مدھوپور ۹۔۱۰/اپریل (۱۹۳۹ء) کو منعقد ہوا، جس میں اطراف واکناف کے مسلمانان بکثرت شریک ہوئے۔ علمائے کرام نے مختلف عنوانوں پر بصیرت افروز تقریریں کیں، جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین!! (محمد دبیر عالم، موضع ٹوپاٹار، ضلع سنتھال پرگنہ) [اہل حدیث گزٹ، دہلی، ماہ جون ۱۹۳۹ء:۴، ایڈیٹر: ابوالفضل عبدالحنان]

مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے جگواڈیہہ میں سکونت اختیار کرنے کے بعد مولانا عابد حسین گنگوہی کی ترغیب وتحریض پر ''بیلا ٹانڑ'' کی ایک نیک خاتون (جو بیوہ تھی) سے شادی کی۔ نکاح مولانا عابد حسین رحمہ اللہ نے پڑھایا۔ اس بیوہ خاتون کے پاس دو لڑکے تھے ایک محمد صغیر اور دوسرا عبدالرزاق۔ شادی سے قبل اس خاتون نے مولانا کے پاس یہ شرط رکھی تھی کہ وہ شادی کے لئے تیار ہے، مگر اس کے دونوں بچوں کی کفالت کی ذمہ داری بھی قبول کرنی ہوگی۔ مولانا نے برضا ورغبت قبول کرلی۔ اس طرح وہ اپنی بیوی اور مذکورہ دونوں بچوں کے ساتھ جگواڈیہہ میں رہنے لگے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خاتون کے بطن سے ایک ہونہار لڑکا عطا کیا، جس کا نام عطاء اللہ رکھا، جنہوں نے جامعہ اثریہ سے فراغت کی، وہ ایک خوش گفتار مقرر تھے، اور کثیر بچے وبچیوں کے باپ۔ سرزمین کنڈیلوادہ میں رہ رہے تھے، اور یہیں ان کا انتقال ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ اولاد واحفاد یہیں پر آباد ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا رحمہ اللہ نے بعد میں چل کر محمد صغیر کی شادی کردی اور اس کے آبائی گھر ''چرکیا پپاری'' بھیج دیا۔اور عبدالرزاق کو کنڈیلوادہ میں زمین خرید کر کے بسایا، جہاں ان کے چار لڑکے پیدا ہوئے، جن میں دو لڑکے مولانا ابوالقاسم اثری و محمد ادریس سلفی عالم دین ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ کی وفات سرزمین منکڈ یہا میں ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ وفات سے قبل مولانا اس بستی کے مکتب میں تدریسی فریضہ انجام دے رہے تھے اور جامع مسجد میں نماز پنج گانہ پڑھانے اور خطبات جمعہ دینے کی ذمہ داری نبھا رہے تھے کہ ان کو خیال آیا کہ اس سرزمین پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھ دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے گاؤں اور علاقے کے لوگوں کو آمادہ کیا۔تاسیس کی ایک تاریخ متعین کی اور مولانا و حافظ ابوالفلاح کی صدارت میں ایک نشست رکھی۔اس نشست میں ایک ادارہ کے قیام کی تجویز پاس ہوئی اور ''مدرسہ اسلامیہ'' کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ۱۹۴۶ء میں رکھی، جو ابھی تک قائم ہے اور تشنگان علوم کتاب وسنت علمی تشنگی بجھانے کے لئے وہاں جوق در جوق تشریف لاتے ہیں اور اکتساب علم وفن کرتے ہیں۔اسی ادارہ کے نام میں آپ کی وفات کے بعد ادارہ کی کمیٹی اور آپ کے محبان نے ''یوسفیہ'' جوڑ دیا، تاکہ امتدادِ زمانہ کے باوجود آپ کا نام اور کارنامہ روشن رہے، اور تاریخ بھولا نہ سکے۔ چنانچہ اب یہ ادارہ ''جامعہ اسلامیہ یوسفیہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

علاقہ جھارکھنڈ کے ضلع گریڈیہہ، دھنباد، جامتاڑا اور دیوگھر میں مولانا رحمہ اللہ کے دعوتی وتعلیمی نقوش واثرات آج بھی زندہ وتابندہ ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یہ علاقہ ان کی اور ان جیسی دوسری قدیم دینی شخصیات کی خدمات ومساعی کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے، آمین!!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

جھارکھنڈ میں مہمان داعیانِ حق

خدمات واثرات

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک
ہوائے رحمتِ پروردگار آتی ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(۱)۔ مولانا ابو محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ

تلمیذِ شیخ الکل مولانا ابو محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ، ایک ایسی شخصیت کا نام ہے، جنہوں نے بہار وجھارکھنڈ اور پورے متحدہ ہندوستان میں دعوت وتعلیم کے فروغ کے لئے اولین اقامتی ادارہ ''مدرسہ احمدیہ''، آرہ قائم کیا، اور جس کو پلیٹ فارم بنا کر وہ کارہائے عظیم انجام دیئے کہ مولانا سید سلیمان ندوی کو یہ کہنا پڑا کہ ''علماء نے قدیم وجدید کی آمیزش سے نئی عربی درس گاہ کے قیام کی کوشش کی اور سب سے پہلے مولوی سید نذیر حسین صاحب کے مشہور شاگرد مولانا ابراہیم صاحب آروی نے آرہ، صوبہ بہار میں مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی، اوراس کے بعد ندوۃ العلماء نے لکھنؤ میں اپنا نیا مدرسہ دارالعلوم کھولا''۔[نقوش ''آپ بیتی''، نمبر:۲۷۷]

مولانا ابو محمد ابراہیم آروی کی پیدائش آرہ کے محلّہ ''ملکی'' میں ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے ہی شہر آرہ میں حاصل کی، اور قرآنِ کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد بنارس، دارالعلوم، دیوبند اور علی گڑھ کا علمی سفر کیا۔ ان اسفار کے بعد آرہ واپس آئے اور ''مدرسہ عربیہ'' میں داخلہ لیا اور مولانا سعادت حسین بہاری سے درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری سے سہارنپور جا کر حدیث کا علم حاصل کیا۔ اس کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، اور اس سفر میں حرمین شریفین کے کبار علماء وافاضل سے کسبِ فیض کیا۔ واپسی کے بعد شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور تفسیر وحدیث کا بے تحاشا علم حاصل کیا۔ آپ شیخ الکل کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بھی مختلف شخصیات واساتذہ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے تبحر علمی سے سرفراز ہوئے۔ جب علمی تشنگی دور ہوگئی تو میدانِ عمل وکار میں قدم رکھا، اور ساری تگ ودوامت کی اصلاح وتعمیر کے لئے صرف کر دی۔ مولانا عبدالمالک آروی لکھتے ہیں کہ ''حضرت مولانا ابراہیم صاحب مرحوم کی زندگی کا نصب العین ترویج سنت، استیصالِ بدعت، اشاعتِ دین، اور نشرِ علم وادب تھا۔ آپ نے مذہب اور معاشرت کے متعلق جو کوششیں کی ہیں، وہ ہماری تاریخ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی کے اہم باب ہیں''۔[ماہنامہ ''جامعہ''، دہلی، اکتوبر ۱۹۳۴ء]

مولانا آروی نے دعوت و تعلیم کے ہر میدان میں کام کیا، ضرورت پڑی تو مناظرہ کیا، دعوتی سفر کیا، اور سب سے بڑا کام انہوں نے یہ کیا کہ ''مدرسہ احمدیہ''، آرہ کی تاسیس ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں فرمائی، اور عصری تقاضوں کے مطابق پہلی بار ہندوستان میں تعلیم کی اشاعت وفروغ کا کامیاب تجربہ کیا۔ اس ادارہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''ندوۃ العلماء'' کے ۱۳۱۱ھ میں منعقد ایک اجلاسِ عام میں علامہ شبلی نعمانی نے تین جماعتوں کے تین اداروں کو مرکز بنانے اور بقیہ شمال وجنوب اور مغرب ومشرق میں پھیلے مدارس ومعاہد کو ان تینوں کی شاخیں بنانے کا مشورہ دیا، انہوں نے جن اداروں کو مرکز بنانے کی تجویز دی تھی، وہ دارالعلوم، دیوبند، مدرسہ فیض عام، کانپور، اور مدرسہ احمدیہ آرہ ہیں۔

آپ مدرسہ احمدیہ، آرہ کے کاموں میں مشغول رہے، تحریکِ ندوۃ العلماء کے رکن رکین تھے، سالانہ مذاکرہ علمیہ کو خیر وخوبی کے ساتھ منعقد کرتے رہے، دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف کیں، تحریکِ مجاہدین سے وابستگی رکھی، اور اس کے لئے اپنی قربانیاں دیں، غرض کہ جمعیت و جماعت اور قوم وملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے جن جہود ومساعی کی ضرورت تھی، وہ سب صرف کیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ نے گاہے بگاہے سابق جنوبی اور جنوب مشرقی بہار (حال جھارکھنڈ) کے دعوتی واصلاحی دورے کئے۔ مناظرہ مرشد آباد منعقدہ ۱۳۰۵ھ میں آپ بھی شریک تھے، اس میں آپ کے علاوہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد سعید بنارسی، حافظ عبداللہ غازیپوری، اور مولانا محمد منگل کوٹی رحمہم اللہ جیسے عباقرہ اور اجلہ علماء نے شرکت کی تھی۔ اہل حدیثوں کی طرف سے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو آپ ہی نے اور مولانا محمد منگل کوٹی نے متکلم منتخب کیا تھا۔ مناظرہ اور اس کے اثرات کی کچھ تفصیل مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے تذکرہ کے ضمن میں موجود ہے۔

مولانا ابو محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ ایک بار ضلع دیوگھر کے مشہور شہر ''مدھوپور'' تشریف لائے تھے۔ ان دنوں یہاں صرف ایک مسجد اہل حدیث (حاجی گلی میں) تھی، مسجد کا جو امام تھا، اس نے فجر کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نمازغلس میں شروع کرنے کا فتویٰ دیا، جس پر کافی ہنگامہ ہوا اور لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ اس کی بات کس حد تک درست ہے اور ''غلس'' کا صحیح معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟، اس اضطراب کو دور کرنے اور مسئلہ کی افہام وتفہیم کے لئے آپ کو مکتوبِ گرامی لکھ کر مدعو کیا گیا، آپ پنجاب اکسپریس ٹرین سے مدھوپور آئے، اور جب ٹرین یہاں پہنچی تو ٹھیک نمازِ فجر کا وقت ہو رہا تھا، آپ اسٹیشن سے سیدھے مسجد تشریف لے گئے اور امامت کرائی، سلام پھیر کر مصلیان کی طرف متوجہ ہوئے، مختصر درس دیا اور اس میں آپ نے یہ کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو جس وقت نماز پڑھائی ہے، اسی کو ''غلس'' کہتے ہیں، پھر آپ نے درس ختم کیا، اور آرہ لوٹ گئے.

آپ کے اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے دعوتی اثرات جھارکھنڈ کے جنوبی حصوں اور اڈیشہ کے شمالی خطوں میں بھی محسوس کئے جاتے ہیں. سنگھ بھوم، جھارکھنڈ کا ایک ضلع ہے. اس ضلع میں ایک اہل حدیث قصبہ ''جینت گڑھ'' ہے، جہاں پر مدرسہ اصلاح المسلمین ۱۹۳۳ء سے چل رہا ہے. اس مدرسہ کے تعارف میں استادِ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے کہ ''یہاں کے مسلمان مولانا ابومحمد ابراہیم آروی کے ہاتھ سے اہل حدیث ہوئے اور کچھ لوگ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے ذریعہ دعوتِ اہل حدیث سے روشناس ہوئے اور اس کے فوراً بعد ایک مکتب کھول دیا گیا اور ۱۹۳۳ء میں ترقی دے کر مدرسہ اصلاح المسلمین کا نام دیا گیا''. [جماعتِ اہلحدیث کی تدریسی خدمات: ۱۲۱]

ہمارے ان دونوں بزرگوں کی دعوت سے ۱۹۳۵ء تک پورا جینت گڑھ اہل حدیث ہو چکا تھا، جیسا کہ مسلم گزٹ، دہلی کے مئی ۱۹۳۵ء کے شمارہ میں شائع مناظرہ جینت گڑھ کی رپورٹ میں یہ درج ہے کہ ''چوں کہ جینت گڑھ میں کوئی دینیات کا تعلیم یافتہ نہیں اور ہیں سب لوگ الحمدللہ اہل حدیث، لہٰذا دوندوی صاحب نے موقع غنیمت سمجھ کر مذہبی لن ترانیاں شروع کیں''.

مولانا ابومحمد ابراہیم آروی ۱۳۱۸ھ میں حجازِ مقدس ہجرت کر گئے تھے، اور وہیں آپ کا انتقال ۶ / ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں ہوا، اور مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲)۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

سرزمینِ جھارکھنڈ دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، درس وتدریس اور تحریک وتصنیف کے لئے ہمیشہ زرخیز رہی ہے۔اس کا اعتراف بزرگوں کی تحریروں، ان کی دعوتی رپورٹوں اور ان کے بیانات میں واضح طور پر ملتا ہے۔اس سرزمین کو بڑے بڑوں نے اپنے کام کا مرکز بنایا تھا، یہ سلسلہ تحریک شہیدین سے شروع ہوتا ہے اور شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ اور افاضل دارالحدیث رحمانیہ، دہلی سے گزرتا ہوا مابعد کے جید علماء کے سفر دعوت واصلاح تک پھیلا ہوا ہے۔انہیں ناقابل فراموش عبقری شخصیات ورجال، دعاۃ ومدرسین اور مصنفین ومبلغین میں ایک بہت بڑا نام ''تاریخ اہلحدیث'' جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف، برصغیر ہندوپاک کے عظیم داعی، مناظر اور مدرس، دو عظیم ہستیوں، علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی وعلامہ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے تلمیذ خاص مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا ہے، جنہوں نے سرزمین جھارکھنڈ میں منعقد ہونے والے جلسوں میں شرکت کر کے عوام وخواص کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید فرمایا۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر منقسم ہندوستان اور موجودہ پاکستان کے شہر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، وہیں ان کی پیدائش ۱۸۷۴ء میں ایک خوشحال گھرانے میں ہوئی، والدین نے بڑے ناز ونعمت سے پالا اور جب کسب فیض اور علوم وفنون کی تحصیل کے لائق ہوئے تو ناظرہ قرآن سے تعلیم کی تحصیل کا آغاز کیا، اس کے بعد کسی دینی ادارہ میں داخلہ لینے کے بجائے ایک مشن اسکول میں داخل ہوئے اور علوم وفنون کی تحصیل کرتے ہوئے میٹرک کا امتحان ۱۸۹۵ء میں پاس کیا۔اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات سے دین وملت کی خدمت کا کام لینا تھا، اس وجہ سے عصری علوم کی تحصیل کے دوران دینی تعلیم کی تحصیل کا بھی شوق آپ کے دل میں ڈال دیا تھا۔چنانچہ اسکول کے خارجی اوقات میں سیالکوٹ کے ایک مشہور عالم دین مولانا غلام حسن سے ٹیوشن کے طور پر دینی تعلیم حاصل کرتے تھے۔میٹرک پاس کر لینے کے بعد کسی کالج میں داخلہ لینا تھا اور یہی ہوا، مگر بہت جلد رب دوجہاں نے انہیں کالج سے نکال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر محدث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کی درس گاہ میں پہنچادیا۔مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ ''میٹرک کے بعد مولانا نے مرے کالج (سیالکوٹ) میں داخلہ لیا، اس کالج میں علامہ اقبال ان کے ہم جماعت تھے۔دونوں نے مولانا میر حسن سے بھی خوب استفادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ضلع گوجرانوالہ کے شہر وزیرآباد میں حضرت حافظ عبدالمنان کی مسند تدریس حدیث آراستہ تھی اور استادِ پنجاب کی حیثیت سے وہ پورے ہندوستان میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے والد محترم قادر بخش مرحوم سے حافظ صاحب کے دوستانہ مراسم تھے۔ایک دفعہ وہ سیالکوٹ تشریف لائے تو اپنے دوست سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے ابراہیم کو ہمارے پاس وزیرآباد بھیج دیں۔ہم اسے دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔اس وقت مولانا کو مرے کالج میں داخل ہوئے ایک سال ہو چکا تھا، قادر بخش صاحب نے بیٹے کی کالج کی تعلیم روک دی اور انہیں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں وزیرآباد بھیج دیا۔ یہ ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے۔ وہاں انہوں نے تفسیر وحدیث اور مروجہ دینی تعلیم مکمل کی''۔ [قافلۂ حدیث: ۱۰۷]

یہاں ایک آدمی، وہ بھی علامہ اقبال کے ہم درس، کالج کی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کی تحصیل کرتا ہے اور اپنے زمانے کا ایک انقلابی داعی، بے نظیر مدرس، بے باک مناظر، بے مثال مقرر اور لاجواب مصنف بن کر دین کی، اسلامی علوم کی اور امتِ اسلامیہ کی خدمت کر کے وفات پاتا ہے، اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ ایک آدمی دینی ادارے سے فراغت حاصل کر کے کسی یونیورسٹی میں بی۔اے میں داخلہ پاتا ہے تو وضع قطع بدل جاتی ہے، اب داڑھی رکھنی کسرِ شان اور شریعت کی پابندی کرنا خود کی اہانت سمجھتا ہے!!۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے محدث پنجاب کی درسگاہ سے فراغت پانے کے بعد سیدھے دہلی کا رخ کیا اور شیخ الشیوخ واستاذ الاساتذہ حضرت علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق دانش گاہ میں حاضری دے کر شاگردی اور نذیری کا شرف حاصل کیا۔ اور ان سے سند واجازۂ حدیث حاصل کر کے کارگاہِ عمل ودعوت میں بے خوف وخطر اتر گئے۔آپ کی عملی زندگی کی روداد بے حد طویل اور تاقیامت علم ودعوت سے وابستگی رکھنے والوں کے لئے چراغ راہ ہے۔انہوں نے عملی زندگی کا آغاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیالکوٹ میں اپنے والد محترم کی تعمیر کردہ مسجد میں درس و تدریس اور تعلیم و تفہیم سے کیا، اور پھر مدرسہ دارالحدیث، سیالکوٹ قائم کر کے اپنے علوم و فنون کا فیضان رواں کر دیا، اور جب از ہر ہند دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کھلا تو اپنے تلامذہ، مدرسہ اور کتب خانہ سمیت دہلی منتقل ہو گئے اور اس عظیم ادارہ کے تاسیسی استاد مقرر ہوئے۔ اس اجمال کی تفصیل مورخ اہل حدیث اور عظیم محقق و مصنف ڈاکٹر محمد بہاء الدین بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''مولانا میر (سیالکوٹی) کہتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کے شعبہ تدریس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب تاجر کی دکان پر بیٹھے ہوئے کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا کہ اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے کوئی مدرسہ بڑے پیمانے پر نہیں ہے۔ دہلی میں جتنے مدارس اہلحدیث کے زیر اہتمام ہیں ان کے طلبہ کی سکونت و تدریس زیادہ تر مساجد میں ہے۔ چاہیئے کہ ہماری ایک اعلیٰ درجے کی عمارت ہو، جس میں مدرسہ کی جمیع ضروریات پوری ہوں، اور بڑے پیمانے پر تدریس کا کام کیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے اس خدمت کے لئے پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ بایں شرط کیا کہ میں (محمد ابراہیم سیالکوٹی) خود دہلی میں قیام کر کے اس خدمت کی ذمہ داری لوں۔ میں نے حاجی صاحب کی فرمائش کو منظور کر لیا، اور ایک سال کے بعد حاجی صاحب نے ہماری امید اور اپنے وعدے سے بڑھ کر روپے خرچ کر کے ایک نہایت وسیع عمارت کھڑی کر دی، جس پر ایک لاکھ سے زیادہ روپے خرچ کر دیا۔ جب عمارت تیار ہو گئی تو حاجی صاحب نے مجھے اطلاع دی۔

پھر بتایا جاتا ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں مولانا ابراہیم نے تمام اساتذہ اور طلبہ (مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ) سے فرمایا کہ اب یہ مدرسہ دہلی میں ہوگا۔ لہٰذا شوال میں آپ لوگ دہلی آ جائیں! سب لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مولانا ابراہیم مع طلبہ و اساتذہ (مدرسہ سیالکوٹ) اور کتب خانہ دہلی چلے گئے تھے۔ چوں کہ دہلی کا یہ مدرسہ حقیقت میں سیالکوٹ کا منتقل شدہ مدرسہ دارالحدیث تھا اور دہلی کے مدرسہ کے بانی حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن صاحب تھے، اس لئے مدرسہ کا نام ''دارالحدیث رحمانیہ'' تجویز ہوا، جو بہت پسند کیا گیا''۔ [تحریک ختم نبوت: ۳۰/۲۷۸-۲۷۹]

۱۹۰۶ء میں سالانہ مذاکرہ علمیہ، آرہ کے اجلاس میں جماعتِ اہلحدیث برصغیر کا متحدہ پلیٹ فارم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' (یعنی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند) کے نام سے بنا تھا، اس کا خطہ اور پلان علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے پاس مولانا سیالکوٹی ہی نے رکھا تھا، جس کی زوردار تحریک وتحریض علامہ امرتسری نے اپنے ''اخبار اہلحدیث'' میں کی تھی۔ آپ نے مختلف جمعیات، تنظیمات اور سیاسی پارٹیوں میں شمولیت اختیار کر کے اپنے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور پوری زندگی تدریس وتعلیم سے وابستگی رکھنے کے باوجود کم وبیش نوے (۹۰) دینی وعلمی، چھوٹی وبڑی کتابیں اپنے گہربار قلم سے تصنیف کیں۔ دو مختلف وقتوں میں دو علمی رسالے بھی جاری کیے۔

ان تمام مشغولیات کے باوجود آپ کا دعوتی کارنامہ اور اس کی ادائیگی کے لئے برصغیر ہندو پاک کے شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کا پُر مشقت سفر اور چھوٹے بڑے تمام جلسوں میں شرکت وخطاب سونے کے پانی سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی: ''وہ تحریر وتقریر میں اپنی بات زور اور دلائل کے ساتھ پیش کرتے تھے، وہ قادر الکلام مقرر، وسیع العلم مصنف اور کثیر المطالعہ عالم تھے، اپنے ہم عصروں میں وہ بڑے ذہین وطباع اور نکتہ رس تھے۔ ان کے پُر تاثیر مواعظ اور بلاغتِ بیان کی کشمیر سے راس کماری تک دھوم تھی۔ دفاعِ اسلام کے لئے ان کی تگ وتاز مجاہدانہ نے آدھی صدی سے زیادہ عرصے تک اس دور کے ہندوستان کا احاطہ کیے رکھا۔ ملک کے علمی حلقوں میں ان کی آواز کو ہمیشہ پذیرائی حاصل رہی''۔ [قافلۂ حدیث: ۱۲۱]

برصغیر کی جماعتِ اہل حدیث کے اس درۂ نایاب نے اپنے علمی فیوض وبرکات اور بے لوث مواعظ حسنہ سے غیر منقسم بہار اور موجودہ جھارکھنڈ کو محروم نہ رکھا۔ آپ کی حیات وخدمات پر قلم اٹھانے والوں نے آپ کے دعوتی اسفار کا بہت کم تذکرہ کیا ہے، حالانکہ آپ کی عملی زندگی کا یہ باب بڑا تابندہ اور درخشندہ ہے۔ آپ نے موجودہ بہار کے کئی علاقوں کا دورہ متعدد بار کیا ہے، مگر موجودہ جھارکھنڈ کے خطوں کا دورہ کتنی بار اور کہاں کہاں کیا، اس کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، لیکن ایسا ضرور ہے کہ آپ نے اس علاقے کا متعدد بار دورہ کیا اور جلسوں کو خطاب کیا۔ اخبار اہلحدیث امرتسر (جلد: ۲۴/نمبر ۲۲، مجریہ ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۲۷ء) میں ''سفر ابراہیم'' کے عنوان سے آپ کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفر نامہ شائع ہوا ہے، جو تین صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دس مقامات پر اترنے اور تقریریں کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور اس سفر کی بعض خصوصیات کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان دس مقامات میں ضلع دیوگھر کے معروف شہر اور پٹنہ۔ ہوڑہ ریلوے لائن کے مشہور جنکشن اور مقبول وشہرت یافتہ صاحب دیوان شاعر اختر مدھوپوری کے نگر "مدھوپور" کو بھی شمار کیا ہے۔ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "خاکسار ۳۱/جنوری ۱۹۲۷ء کو ادعیۂ مسنونہ پڑھتا ہوا سفر کو نکلا اور ۴/مارچ (۲۹/شعبان) کو بوقتِ عصر ورد مسنون پڑھتا ہوا خدا کے فضل سے سیالکوٹ پہنچ گیا۔ اس سفر میں امرتسر، بنارس، مونگیر، مئو (ضلع اعظم گڑھ)، مظفر پور، گیا، مدھوپور (ضلع دمکا)، کلکتہ، جماپور اور وزیر آباد دس مقامات پر اترنے اور تقریریں کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان مقامات کے احباب نے جو کچھ اظہارِ محبت فرمایا، میں اپنی ناقابلیت کا اقرار کرتے ہوئے اس کا معترف وشکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان احباب دینی کو عام اس سے کہ حنفی ہوں یا اہلحدیث جزائے خیر عطا فرمائے اور اتباع سنت اور خدمت اسلام کی مزید توفیق بخشے، آمین!

ان مقامات میں سے اکثر مقامات کے احباب نے بتاکید فرمایا تھا کہ سیالکوٹ پہنچ کر خیریت کا خط لکھنا، سو بذریعہ تحریر ہذا، ان احباب کی خدمت میں اطلاع کرتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے بخیریت سیالکوٹ پہنچ گیا ہوں"۔

مدھوپور کا آپ کا یہ تبلیغی سفر "مدرسہ اسلامیہ" حاجی گلی کے جلسۂ عام میں شرکت کرنے کی غرض سے ہوا ہوگا، اس لئے کہ یہ واقعہ ۱۹۲۷ء کا ہے اور بقول آپ کے مدھوپور کے ایک مدرسہ عربیہ میں جلسہ تھا، اور اس وقت مدھوپور کیا، پورے علاقے میں "مدرسہ اسلامیہ" حاجی گلی، مدھوپور (تاسیس ۱۹۲۳ء) کے علاوہ کوئی دوسرا مدرسہ نہیں تھا۔ موضع پوکھریا میں ۱۹۱۰ء میں "مصباح العلوم" کی بنیاد تو پڑی تھی، مگر مکتب کی شکل میں تھا اور آج بھی اسی شکل میں ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "اس طویل سفر کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ جو اپنے دوستوں سے ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جمعیت تبلیغ مونگیر کا تو تبلیغی جلسہ تھا، اس میں مخالفین اسلام کی طرف روئے سخن لازمی تھا، لیکن مظفر پور، گیا اور مدھوپور میں تو مدارس عربیہ کے جلسے تھے اور جمال پور میں ایک اسلامی مڈل اسکول ہے، اس کا سالانہ جلسہ تھا، ان میں آریاؤں کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریریں ہونا قابل غور امر ہے''۔

آپ اگر کسی تعلیمی ادارہ کے پروگرام یا جلسہ میں شرکت کرتے تھے تو اس کے ذمہ داران کو اس کی مقصدیت کی طرف دھیان دلاتے تھے اور علاقے اور ادارے کی ضرورت کے مطابق تقریر کرنے اور کرانے پر توجہ دلاتے تھے، نیز وہ کہتے تھے کہ ادارہ کی جانب سے سال میں ایک بار جلسہ منعقد کر لینے سے دعوتی ذمہ داری ادا نہ ہو جائے گی، بلکہ سال بھر کام کرتے رہنا ہوگا۔ آپ روداد سفر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''میں اسے ایک الٰہی تحریک جانتا ہوں کہ کام کرنے والوں کے دل میں ضرورتِ زمانہ کا احساس ہو کہ اس کے پورا کرنے کے لئے انبعاث وحرکت ہو رہی ہے، لیکن صاحبان، میں نہایت صدق دل سے آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہمارے تبلیغی مقاصد محض اس سے پورے نہیں ہو جائیں گے کہ ہم نے برس چھ ماہ کے بعد کسی جلسہ کی اسٹیج پر چند درد بھرے الفاظ میں قوم کے سامنے ان کی ضروریات پیش کر دیں۔ طعام کی اشتہا کھانے پینے سے ہوتی ہے نہ کہ کھانوں کی فہرست سننے سنانے سے اور تشنہ لبی سے سیرابی پانی پینے سے ہوتی ہے نہ کہ لبِ چاہ کھڑے رہنے سے.... ہر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے سعی ہونی چاہئے اور ہر سعی کا کوئی طریقۂ عمل بھی ہوتا ہے، پس ہمیں اپنے تبلیغی مقاصد کی تحصیل کے لئے سعی کے مناسب طریقے اختیار کرنا چاہئے۔ ایک ان میں سے جس کو میں آج آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جس طرح ہمارے پچھلے بزرگانِ دین نے فلسفۂ یونان کے امڈتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لئے خود بھی علوم حکمت کو اپنے درسیات میں شامل کیا اور وہ ان میں کامل استاد و ماہر بلکہ ائمہ فن ہو گئے، اور پھر انہوں نے دین اسلام کی علمی خدمتیں کیں، اسی طرح آج اس زمانہ میں حفاظت واشاعتِ اسلام کے لئے سنسکرت اور انگریزی زبان کے سیکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سمجھانے کے لئے مجھے دلائل اور وجوہات کی ضرورت نہیں، کیوں کہ خادمانِ اسلام پر یہ ایک واقعات سے ثابت شدہ حقیقت ہے اور واقعہ کے بعد کوئی حالتِ منتظرہ باقی نہیں رہتی۔ اخبار اہلحدیث کے کسی گزشتہ پرچہ میں حضرت مولانا سردار صاحب مدظلہ نے قوم کو اس کی طرف توجہ دلائی ہے، خدا کرے وہ بے اثر نہ جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے عزیز دوست بابا خلیل داس صاحب چترویدی اور مولوی عبدالحق صاحب لاہوری کو میں نے زبانی بھی بتاکید توجہ دلائی تھی اور اب اس تحریر کے ذریعہ بھی متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی تحریری وتقریری خدمات کے علاوہ زبان سنسکرت کی تدریسی خدمت بھی کریں، کیوں کہ مسلمانوں میں اس زبان کے جاننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، اور دوسرے لوگ اپنی مذہبی زبان کی خدمت کشادہ دلی سے نہیں کرنا چاہتے.......حاصل کلام یہ ہے کہ ملک میں جو چند اصحاب اس زبان کو کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں وہ اپنی مسلم قوم میں اس کی اشاعت کریں، اور جس قدر گنجائش ہو سکے اس قدر عربی ودینیات کے طالب علم کو اپنے زیر تربیت وتعلیم لے کر ان کو زبان سنسکرت کی باقاعدہ تعلیم کریں، جب وہ زبان دانی میں کچھ مہارت حاصل کرلیں تو پھر ان کو ویدک لٹریچر سکھائیں!، میں اپنے دوستوں کو یہ بھی بتادینا چاہتا ہوں کہ میں نے اسلامی خدمت میں انگریزی زبان سے اسی طرح فائدہ اٹھایا ہے جس طرح دیگر علوم خادمہ سے، والحمدللہ“۔

مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کی پہلی دفعہ مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی، مدھوپور کے ۱۹۲۷ء میں منعقد اس اجلاس عام میں شرکت کے بعد دوسرے یا تیسرے سال بھی مدرسہ اسلامیہ اور مدھوپور والوں نے دوبارہ اجلاس میں شرکت کی دعوت دے کر آپ سے منظوری حاصل کرلی تھی اور اس کا اعلان بھی مولانا سیالکوٹی کی طرف سے ”اخبار اہل حدیث“ امرتسر میں شائع ہوگیا تھا، لیکن مولانا کی بعض ناگزیر وجوہات وضروریات کی بنیاد پر شرکت کرنا ممکن نہ ہوا، اور اجلاس کی نزدیکی سے کئی ہفتہ قبل عدمِ شرکت کا مکتوب واعلان بھی ”اخبار اہلحدیث“ میں شائع کرادیا تھا۔ پھر اس کے بعد کبھی بھی جھارکھنڈ کے اس علاقے میں تشریف نہ لاسکے۔

جس زمانے میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ مدھوپور تشریف لائے تھے، اس زمانے میں اس علاقے میں دو قابل ذکر عالم تھے، ایک مولانا حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین بن خواجہ احمد گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی اور دوسرے مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری۔ اول ذکر گنگوہ ضلع سہارنپور، یوپی کے رہنے والے تھے اور ٹوپاٹانڑ، ضلع جامتاڑا میں آکر آباد ہوگئے تھے، اور ثانی ذکر بہار شریف (بہار) کے رہنے والے تھے اور مدرسہ اسلامیہ میں اول صدر مدرس کی حیثیت سے بحال ہوئے اور ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۹ء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تک اس ادارہ سے منسلک رہے اور بحیثیت صدر مدرس اپنی خدمات انجام دیں، اور مدھو پور ہی میں بودوباش اختیار کرلی، اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

مولانا سیالکوٹی کو مولانا حکیم عبدالغفار رحمہ اللہ ہی نے مدھو پور مدعو کیا ہوگا۔ ان کے ڈھیر سارے کارنامے اور خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے، آمین!!

❁❁❁

(۳)۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

سرزمین ہندو پاک کو عموماً اور صوبۂ جھارکھنڈ کو خصوصاً جن عظیم ہستیوں پر بے انتہا فخر و ناز ہے، ان میں عبقری شخصیت کے مالک امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی ذات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ مولانا آزاد کی شخصیت ہندو پاک کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور پوری انسانیت پر ایک بیش بہا نعمت تھی۔ آپ کو اپنے ہم عصروں میں اپنے بلند افکار و نظریات، بے مثال ہمت و شجاعت، بے پناہ ذہانت و فطانت، اور شرعی و عصری علوم و فنون میں گراں قدر لیاقت و مہارت کی بناء پر وہ مقام حاصل تھا، جو کسی کو خال خال ہی ملا کرتا ہے۔ آپ بیک وقت مفسر و مؤرخ، ادیب و شاعر، رہبر و قائد، مفکر و دانشور اور ماہر سیاست داں تھے۔ جن زبان و ادب پر آپ کو کامل عبور اور مکمل دسترس تھا، ان میں عربی و اردو، ہندی و فارسی اور فرانسیسی و انگریزی لائق ذکر ہیں۔ زمانہ اور اہل زمانہ نے اس کا اعتراف کیا ہے، اور بعد میں آنے والوں کے لئے ان کی نگارشات، تصنیفات، خطابات، جرائد و مجلّات، اور بحوث و مقالات شاہد عدل ہیں۔

مولانا آزاد کی نشو و نما اور تعلیم و تربیت عقیدۂ کتاب و سنت اور منہج سلف سے دور نہایت گمراہ ماحول میں ہوئی۔ ان کے والد ایک بڑے متشدد حنفی عالم تھے، جو بھی ان کے عقیدہ و منہج پر مکمل نہیں اترتا تھا، اسے وہ کافر و زندیق گردانتے تھے، اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک امر یہ کہ وہ طرح طرح کی بدعات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وخرافات اور کفریہ وشرکیہ عقائد واعمال میں مبتلا تھے۔ان کی شدید خواہش یہ تھی کہ ان کا فرزند جملہ عقائد واعمال میں ان کا متبع اور پیروکار رہو، اور مستقبل میں ان کا صحیح جانشیں بنے۔اسی بناء پر انہوں نے ان کا داخلہ درس نظامی کے حصول کے لئے کسی ادارہ میں نہیں کرایا تھا، بلکہ گھر ہی پر ان کی تعلیم وتربیت کا مکمل انتظام کر رکھا تھا۔مولانا آزاد کو گھر سے باہر نکلنے اور لوگوں کے اختلاط سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مولانا آزاد شروع سے ہی باپ کے اعمال واطوار اور عقائد ونظریات سے سخت متنفر اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے منکر تھے۔نفرت وانکار کا یہ پہلو اس وقت قوی تر ہو گیا اور سلفیت واہل حدیثیت کی طرف مائل ہو گئے جب انہوں نے علامہ شاہ اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تقویۃ الاِیمان'' پڑھی۔مولانا نے خود لکھا ہے کہ ''......تفتیش وجستجو کا شوق پیدا ہوا، شاہ اسماعیل علیہ الرحمہ کی ''تقویۃ الاِیمان'' دیکھی اور پڑھی، پھر مولوی خرم علی کا رسالہ ''نصیحۃ المسلمین'' ہاتھ آیا۔مجھے اس سے بڑی دلچسپی ہوئی، آنکھیں کھلتی جا رہی تھیں، مطالعہ کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا، رفتہ رفتہ بہت سی کتابیں دیکھ گیا، اب ایسی حالت پیدا ہو گئی تھی جس کو''وہابیت'' سے ہمدردی اور میلان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے''۔[آزاد کی کہانی:۳۷۲]

وہابیت سے ہمدردی ومیلان سے ترقی کر کے کٹر اہل حدیث اس وقت ہو گئے، جب انہوں نے علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی، شیخ الاِسلام والمسلمین علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہم اللہ کی صحیح عقیدہ پر مبنی تحریریں پڑھیں۔ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی نے لکھا ہے کہ ''مولانا آزاد نے شیخ الاِسلام علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا۔سرزمین ہندوپاک میں ان دونوں شخصیتوں کا اول اول تعارف جس نے کرایا، وہ مولانا آزاد ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' کے اندر جہاں بعض اسلامی مفکرین ودانشوران اور مجددین ومصلحین کا تعارف کرایا ہے، وہاں شیخ الاِسلام ابن تیمیہ کی حالات زندگی اور ان کے اصلاحی ودعوتی کارناموں کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے''۔[جھود أھل الحدیث فی خدمۃ القرآن :٦٨]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا آزاد نے جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کو پڑھا تو بلا کسی تردد کے سلفی عقائد وافکار کے حامل ہو گئے اور کتاب وسنت سے ثابت اعمال وافعال کی انجام دہی کو نجات کا ذریعہ سمجھنے لگے، اور پھر پوری زندگی انہوں نے شخصیت پرستی سے آزاد ہو کر دین وملت کی خدمت کی، صحیح اسلامی آواز کو پھیلایا، اور سیاست میں لمبی زندگی گذارنے کے باوجود دینی، فکری، ادبی اور تعلیمی تحریکیں چلائیں۔

مولانا آزاد دوڑ بھاگ اور تجارتی حیثیت کے حامل شہر ''کولکاتہ''، مغربی بنگال میں رہتے تھے۔ آپ نے اپنی غیر معمولی بصیرت وبصارت سے ملک کی صورت حال اور مسلمانوں کی حالات کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ انگریز سات سمندر پار سے آکر یہاں کے ہندو مسلم باشندوں کے درمیان ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے تحت اختلاف وانتشار کی بیج بو کر اپنی طول طویل حکمرانی کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ اگر یہاں کے باشندوں کو اس کی خطرناکی سے خبردار نہ کیا گیا تو پھر آگے چل کر وطن واپسی ایک مشکل ترین چیز بن جائے گی۔ سرسید احمد خان، جن کو اس میدان میں آگے آنا چاہئے تھا، انہوں نے مسلمانوں کو انگریزوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کا مشورہ دے رکھا ہے۔

مولانا آزاد نے سرسید کی عظمت ومقام کے اعتراف کے باوجود ان کے سیاسی افکار ونظریات سے اتفاق نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو، ان پر طاری غفلت سے جگانے، اور ان کو انگریز کے خلاف صف آراء کرنے کے لئے مجلّہ ''الہلال'' ۱۹۱۲ء میں جاری فرمایا۔ جب انگریز نے اس مجلّہ کے دعوتی اور سیاسی مضامین ومشمولات کو دیکھا تو اس پر حکومت چھن جانے کا خوف منڈلانے لگا۔ چنانچہ اس کے اجراء پر پابندی عائد کر دی اور یہ مؤقر مجلّہ ۱۸؍نومبر ۱۹۱۴ء کو بند ہو گیا۔ مگر مولانا آزاد کی ہمت وپامردی کے اندر کچھ بھی اضطراب واضمحلال طاری نہیں ہوا، بلکہ مجلّہ ''الہلال'' کے بند ہونے پر صرف ایک سال کا وقفہ گذرنے کے بعد انہوں نے مجلّہ ''البلاغ'' ۱۲؍نومبر ۱۹۱۵ء سے پوری پابندی کے ساتھ جاری کرنا شروع کر دیا۔ یہ مجلّہ گرچہ دینی تھا، مگر اس کا منہج وطریقۂ کار وہی ''الہلال'' ہی کا تھا۔ بنگال میں قائم حکومت نے جب اس مجلّہ کی مقبولیت واثرات کو محسوس کیا تو وہی خطرات پھر منڈلاتے نظر آئے۔ چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بار ۲۳/ مارچ ۱۹۱۶ء کو مولانا کے قیام بنگال ہی پر پابندی عائد کردی۔ بنگال حکومت کے اس اعلان کو سنتے ہی اتر پردیش، دہلی، پنجاب اور ممبئی وغیرہ اسٹیٹ نے بھی اپنے اپنے یہاں ان کے داخلے کی پابندی کا اعلان کردیا۔ مولانا آزاد بنگال سے ۳۰/ مارچ ۱۹۱۶ء کو نکلے اور سابق غیر منقسم بہار وحال صوبہ ''جھارکھنڈ'' کے شہر ''رانچی'' کا رخ کیا، اور اپنی جائے سکونت رانچی شہر کے محلّہ ''مورہابادی'' کو بنایا، جو رابندرناتھ ٹیگور ہل کے پاس واقع ہے۔

مولانا آزاد رانچی میں تقریباً چار سالوں تک نظر بند رہے۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو نظر بندی ختم ہوئی اور رانچی سے کولکاتہ پہونچے۔ اس چار سالہ مدت میں انہوں نے جھارکھنڈ میں جو دعوتی، علمی، سماجی، اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں، وہ عظیم ہیں۔ دعوتی کاموں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے خود لکھا ہے کہ ''جس مقام پر مقیم ہوں، شہر یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ رمضان المبارک میں جمعہ کے دن جامع مسجد گیا، چند صفوں سے زیادہ مجمع نہیں تھا، لوگوں نے خطبہ وامامت کے لئے سخت اصرار کیا۔ مجبوراً خطبہ دینا پڑا۔ ان بیچاروں نے اب تک خطبہ کے یہی معنی سمجھے تھے کہ عربی کی کوئی چھپی ہوئی کتاب پڑھ دی جائے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد اگرچہ اچھی خاصی ہے، مگر ایک گمنام گوشے میں پڑجانے کی وجہ سے حد درجہ تباہی وبدحالی میں مبتلا ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد قوی داعیہ دل میں محسوس ہو رہا ہے کہ اگر حالات طول قیام کا باعث ہوئے تو یہاں بھی اپنا کام شروع کردینا چاہئے۔ دنیا نے فراغ کے زمانے کے کاموں کا کچھ نمونہ دیکھ لیا ہے۔ بہتر ہے کہ جلاوطنی ونظر بندی کے بند وقید میں کام کرنے کا بھی ایک نمونہ دکھلا دیا جائے کہ اصل آزمائش گاہِ عمل یہی ہے۔

کچھ ہو رہے گا عشق وہوس میں بھی امتیاز

آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

[تذکرہ:۳۳۶]

رانچی، چھوٹا ناگپور کمشنری کے تحت آتا ہے۔ اس علاقہ میں ان کی دعوت کا جو اثر ہوا، اور اس باب میں جن چیزوں کو بروئے کار وعمل لانے کی ضرورت ان کو نظر آئی۔ اس چیز کو وہ مولوی زکریا کے نام اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مکتوب میں یوں ذکر کرتے ہیں: ''چھوٹا ناگپور ڈویژن ایک وسیع خطہ ہے، لیکن علم وہدایت سے یکسر محروم، چونکہ ایک گوشے میں واقع ہے۔ اس لئے علماء کی آمد ورفت بھی کمتر ہوئی اور جہل وافلاس نے اور زیادہ حالت خراب کر دی، اب ادھر دو سال کے میرے قیام سے حالات متغیر ہوئے ہیں، اور اللہ نے جس قدر توفیق دی، دعوت وتبلیغ کا فرض ادا کرتا رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک غیر مترقبہ زندگی پیدا ہوگئی اور لوگوں نے اپنی حالت کو محسوس کیا۔ اب شدید ضرورت یہاں اس کی ہے کہ ایک عالم صالح مستقل طور پر قیام کرے اور جو تبدیلی ہوئی ہے، وہ آئندہ ضائع نہ جائے۔ اگر ایک شخص نے قیام کیا تو پورے خطہ کی دینی پیشوائی وریاست اسی کے ہاتھ میں رہے گی، اور بے اطمینان مسلمانوں کے ایک گروہ عظیم کی ہدایت وارشاد میں مشغول رہے گا''۔ [مولانا آزاد اور بہار: ٦٧]

مولانا آزاد جانتے تھے کہ کوئی بھی قوم تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی ہے۔ بناء بریں جھارکھنڈ کے مسلمان، جو لاعلمی کی بناء پر پسماندہ اور کمزور ہیں، ان کو آگے بڑھانے اور آنے والی نئی مسلم نسل کی صحیح رہنمائی کے لئے رانچی میں ایک ایسے ادارہ کا قیام ضروری ہے، جس کے پلیٹ فارم سے ان کی دینی وتعلیمی رہنمائی کی جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے ''مدرسہ انجمن اسلامیہ'' کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ۱۵ر اگست ۱۹۱۷ء کو رکھی، اور اپنی دیگر مصارف کے لئے مختص ومحفوظ خطیر رقم اس کی تعمیر وترقی میں خرچ کر دی۔ نیز مولانا کی تحریک وتحریض پر رانچی اور جھارکھنڈ کے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ خوب تعاون کیا۔ جس کے نتیجہ میں بہت ہی جلد ادارہ نے حیرت انگیز اور محیر عقول ترقی کر لی۔ تذکرہ امام الاحرار میں ہے کہ'' ...... یہ حیرت انگیز کام اس طرح انجام کو پہونچا تھا کہ زبردست اور اصلاحی تعلیم نے رانچی کی پبلک کو جگا دیا، اور اس نے ایک ایک پیسہ اور ایک ایک مٹھی چاول کر کے روپیہ اکٹھا کیا۔ چنانچہ اسکول اور بورڈنگ کے لئے ۲۵ر ہزار روپیہ کی زمین وقف کی گئی اور سولہ ہزار روپیہ عمارت پر صرف ہوا، جس میں نصف سے زیادہ خود رانچی کے غریبوں کا تھا، باقی رقم کلکتہ اور بہار کے دوستوں سے ملی تھی''۔

[تذکرہ امام الاحرار: ۳۸]

مولانا آزاد نے قیام رانچی کے دوران، جس طرح کی علمی زندگی گزاری تھی، وہ نہ پہلے گذری تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ پھر بعد میں کبھی گذری۔ رانچی میں آپ بیک وقت تین فرائض کو ادا کرتے تھے، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف۔ ان چیزوں کے ساتھ اگر ان کی کامیاب سیاست کو شامل کرلیا جائے تو چار ہو جائیں گے۔ آپ کے گہر بار قلم سے نکلی آپ کی اہم کتابیں رانچی ہی کی یادگار ہیں۔ مشہور ومعروف ترجمہ وتفسیر، ''ترجمان القرآن''، تاریخ، دعوت، اور علم وادب پر مشتمل شہرہ آفاق کتاب ''تذکرہ'' اسلامیات وفقہیات کی حامل کتاب ''مساجد اور غیر مسلم'' اور ''جامع الشواہد'' وغیرہ رانچی نظر بندی ہی کی دین ہیں۔

قیام رانچی کے دوران مولانا آزاد نے غیر منقسم بہار کے اندر تعلیمی اصلاح وترقی لانے کے لئے وسیع پیمانے پر ایک عظیم کانفرنس کے انعقاد کا خواب دیکھا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ مختلف علوم وفنون پر مشتمل ان کا تیار کردہ جامع نصاب تعلیم صرف رانچی ہی میں رائج نہ ہو، بلکہ پورے غیر منقسم بہار، اور پھر پورے ہندوستان میں مروج ومقبول ہو جائے۔ نیز مسلمانوں کی تعلیمی اصلاح وترقی کا ایک متحدہ لائحہ عمل تیار ہو۔ اس کے لئے انہوں نے ہر طرح کی بھاگ دوڑ اور کدوکاوش کی تھی، مگر نہ معلوم کن وجوہات کی وجہ سے ان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تھا۔

مولانا آزاد کی سیاسی زندگی کی شروعات رانچی نظر بندی سے قبل ہی ہو چکی تھی، مگر رانچی نظر بندی نے ہندوستانیوں کے مابین کچھ زیادہ ہی آپ کو مقبول بنا دیا تھا۔ گاندھی جی کچھ سیاسی مشوروں کے لئے دہلی سے رانچی پہونچے تھے، لیکن سیاسی قسم کے لوگوں سے ملنے جلنے پر عائد پابندیوں اور کڑی نگرانیوں کی بناء پر دونوں کی آپس میں ملاقات نہ ہو سکی، پھر جب آپ کی نظر بندی ختم ہوئی تو ہندوستان کے ان دونوں سپوتوں کی آپسی ملاقات مولانا حکیم اجمل خاں کے مکان پر دہلی میں ہوئی۔

مولانا آزاد کو انڈین نیشنل کانگریس تک جو رسائی حاصل ہوئی تھی، اس کا اہم سبب رانچی نظر بندی ہی کو مانا جاتا ہے۔ قاضی عبدالودود کا بیان ہے کہ ''بہار کی خلافت کمیٹی پر ہم لوگوں کا قبضہ تھا، اور جو ہم چاہتے تھے، وہ ہوتا تھا۔ ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے مل کر مولانا کو خلافتی کانگریسیوں کے نمائندہ کی حیثیت سے کانگریس ورکنگ کمیٹی میں بھیجنے کے لئے فیصلہ کیا۔ تعداد میں ہم اس قدر زیادہ تھے کہ منتخب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا یقینی تھا اور ایسا ہی ہوا۔ ابوالکلام آزاد کانگریس کی مرکزی مجلس میں پہونچ گئے، اور یہاں سے ان کا قومی رول شروع ہوتا ہے''۔[مولانا آزاد اور بہار:۱۲]

مولانا آزاد نے اپنی مذکورہ دعوتی، تعلیمی، تصنیفی اور سیاسی کامیابیوں کی بناء پر رانچی، جھارکھنڈ اور بہار کو کبھی بھی فراموش نہ کیا۔ ۲۶/جون ۱۹۲۱ء کو''امارت شرعیہ''(بہار، جھارکھنڈ واڑیسہ) کی بنیاد مولانا آزاد کے مشورے اور ایماء پر پڑی۔ ۱۹۴۰ء میں جھارکھنڈ کے معروف شہر''رام گڈھ''میں انڈین نیشنل کانگریس کا ایک تاریخ ساز اجتماع آپ نے منعقد کرایا تھا اور اس میں تہذیب وسیاست دونوں کے لئے واضح لائحہ عمل پر مشتمل تاریخی خطبۂ صدارت پیش کیا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ قلعہ احمد نگر میں محبوس تھے، آپ کی شریک حیات کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی، ڈاکٹر کے مشورہ سے ان کو انہوں نے رانچی بھیج دیا تھا۔ مولانا آزاد مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ''ڈاکٹروں سے مشورہ کیا گیا تو ان سب کی رائے تبدیلِ آب وہوا کی ہوئی اور وہ رانچی چلی گئی۔ رانچی کے قیام سے بظاہر فائدہ ہوا تھا۔ جولائی میں واپس آئی تو صحت کی رونق چہرہ پر واپس آرہی تھی''۔[مولانا ابوالکلام آزاد:۱۶۱۔۱۶۲]

مولانا آزاد نے قیام رانچی کے دوران ایک مسجد کی تعمیر اَپَر بازار رانچی میں فرمائی تھی۔ یہ مسجد بنام ''آزاد مسجد'' اور ان کا قائم کردہ ادارہ''مدرسہ انجمن اسلامیہ'' رانچی، ان کے قیام رانچی کی یادگار کے طور پر آج بھی باقی ہیں۔ مدرسہ''جھارکھنڈ اکیڈمک کونسل'' کے تحت چل رہا ہے۔ مولانا آزاد کے قیام رانچی کی یاد میں ۷۔۹/مئی ۱۹۹۰ء کی تاریخوں میں''خدابخش لائبریری'' کے زیر اہتمام مولانا آزاد صدی تقریبات کے تحت راج بھون، رانچی میں''مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا نصاب ونظام تعلیم اور عصری تقاضے'' کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد ہوا تھا، جس میں بہار، اڑیسہ، یوپی اور آندھرا پردیش کے سابق اور اس وقت کے گورنروں کے علاوہ مدارس اسلامیہ، ہند کے ممتاز علماء وفضلاء اور مفکرین ودانشوران نے شرکت کی تھی۔ اس سیمینار کی مکمل روداد، اور اس میں پیش کئے گئے مقالات وخطابات کو کتابی شکل میں بنام ''دینی مدارس: نصاب ونظام تعلیم اور عصری تقاضے''، فضلی سنز، پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی نے (اشاعت اول) جولائی ۲۰۰۲ء میں شائع کردیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد کے قیام رانچی کی یاد کو تر و تازہ رکھنے، اور ان کی یکتائے روزگار شخصیت سے بے پناہ عقیدت و محبت کی بناء پر ۲۰۰۰ء میں ان کے نام پر ایک ادارہ "مرکز آزاد التعلیمی الإسلامی" (آزاد اسلامک ایجوکیشنل سینٹر) قلب شہر گریڈیہہ محلّہ "بلاقی روڈ" میں کھولا گیا ہے، جہاں سیکڑوں کی تعداد میں بچے اور بچیاں اکتساب علم و فیض کر رہے ہیں۔

❁❁❁

(۴)۔ مولانا امر اللہ عارف سراجی رحمہ اللہ

دعوت اسلامی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کی ادائیگی کے لئے جنس و نسل اور جگہ و علاقہ کی تخصیص نہیں بلکہ جو بھی اس کا ضرورت مند ہو۔ جس علاقہ میں بھی اس کی ضرورت ہو۔ ایک داعی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ دعوت اسلامی کو لے کر وہاں پہنچے۔ علامہ شاہ اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ) رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے سفر حج کے دوران کتاب و سنت کی دعوت کو عام کرنے کے لئے جن علاقوں کا طوفانی دورہ کیا تھا اور جہاں کے لوگ ان کی مخلصانہ دعوت سے متأثر ہو کر تقلید جامد اور شرک و بدعت سے تائب ہوئے تھے، ان میں صوبہ جھارکھنڈ کا علاقہ بالخصوص پاکوڑ تھا۔ صوبہ جھارکھنڈ کے اہل حدیث افراد و جماعت نے امام شاہ محمد اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ کا ان کی تحریک جہاد و دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے جسم و جان اور مال و جائداد سے ساتھ دیا تھا۔

صوبہ جھارکھنڈ میں دعوت اسلامی اور عقیدہ سلف صالحین کی نشر و اشاعت کا ایک اہم ذریعہ زمانہ قدیم ہی سے جلسوں اور اجتماعات عام کا انعقاد بھی رہا ہے۔ جب بھی کسی دعوتی و اصلاحی جلسہ اور اجتماع عام کا اعلان ہوتا ہے تو اس میں شرکت کرنے اور علماء اسلام کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کے لئے لوگ دور دراز دیہی علاقوں سے پیدل چل کر، گاڑیاں ریزرو کرا کر اور اپنی نجی گاڑیوں سے پہنچتے ہیں۔ رات بھر علمائے اسلام کے اصلاحی، دینی و دعوتی خطابات ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو سن کر اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح و تطہیر کرتے ہیں اور تقریروں کو ٹیپ ریکارڈر اور موبائل میں محفوظ کر کے گھروں کو لاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور مابعد کے دنوں میں اجتماعی شکل میں ان کو سنتے ہیں اور اپنے ایمان وعقیدہ اور عمل وکردار کو سدھارتے ہیں۔

صوبہ جھارکھنڈ کا علاقہ وسیع وعریض خطہ ارض پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا ایک معروف اور کثیر مسلم واہلحدیث آبادی والا حصہ چھوٹا ناگپور (سنتھال پرگنہ) ہے۔ اس علاقہ کو جماعت اہلحدیث کے جن ممتاز علمائے کرام جلیل القدر داعیان اسلام اور عظیم المرتبت خطبائے شیریں مقال نے اپنی پرمغز، بصیرت افروز اور پرزور تقاریر سے مستفید فرمایا ہے، ان میں سے ایک نام خطیب اسلام، واعظ بے مثال ونمونہ سلف حضرت مولانا امر اللہ عارف سراجی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ جماعت اہل حدیث اس بات سے واقف ہے کہ مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ کونڈرا گرانٹ ضلع بستی کے رہنے والے تھے۔ کونڈرا گرانٹ تحصیل نوگڑھ کا انتہائی سرسبز وشاداب اور خوشحال مسلم علاقہ برسوں سے رہا ہے۔ علاقہ کونڈرا گرانٹ کل چھوٹے بڑے بیس مواضعات پر مشتمل ہے اس علاقہ میں اسی فی صد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اور ان میں بھی اکثر اہل حدیث ہیں۔ کونڈرا گرانٹ ہی میں مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ ۴/جنوری ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے اور ۳۱/جولائی ۲۰۰۱ء بروز سنیچر وفات پائی۔ آپ ۲۷/جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعہ ممبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ پیٹ میں درد شروع ہوا ممبر پر بیٹھ گئے۔ بعد نماز جمعہ ہسپتال لے جائے گئے۔ وہیں آپ نے مذکورہ تاریخ کو وفات پائی۔

ابتدائی تعلیم آپ نے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال میں داخلہ لیا اور پانچ سال تک اس ادارہ کے ممتاز وکبار علمائے کرام سے اخذ واستفادہ کیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ نے دہلی کا سفر مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ کے ساتھ کیا۔ اور دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۵ء تک اس عظیم ادارہ میں تحصیل علم کرتے رہے، پھر ۱۹۴۶ء میں مدرسہ حاجی علی جان دہلی میں داخلہ لیا اور اسی سے ۱۹۴۷ء میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد انہوں نے اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے دعوتی میدان کو سنبھالا اور پوری زندگی اس راہ میں گذار دی۔

آپ نے دعوت وارشاد کی غرض سے جن علاقوں کا سفر کیا اور تقریریں کیں، ان میں یوپی کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راجستھان، گجرات، مہاراشٹر، مدراس، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، بہار، بنگال اورصوبہ جھارکھنڈ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ان صوبوں کے ایک ایک گاؤں میں آپ نے پیدل چل کر اصلاح ودعوت کا کام کیا۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے آپ نے کم وبیش پندرہ سال تک جماعتی اورملی خدمات انجام دی۔آپ نے اپنے دعوتی اسفار کا تفصیلی تذکرہ اپنی کتاب ''منتخبات'' میں کیا ہے۔یہ کتاب نظم ونثر پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا عالم یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد جمعیت وجماعت اہل حدیث جن نشیب وفراز کے ادوار سے گذری ہے،اس کی پوری تاریخ اس کتاب کے اندر موجود ہے۔

آپ نے سرزمین ہند کے جن علاقوں اورخطوں میں پہنچ کر دعوت واصلاح کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ان میں سے بڑی حیثیت کا حامل علاقہ صوبہ جھارکھنڈ بھی ہے۔یہ علاقہ آپ متعدد بار پہنچے۔مگر سب سے پہلے کس ضلع یا بستی میں آئے اس کا سراغ نہ لگ سکا۔صوبہ جھارکھنڈ کے متعدد علاقوں میں منعقد ہونے والے جلسوں میں شرکت، اپنی تقریر اورمتاثر ومحبوب افراد جماعت اور بستیوں کا تذکرہ آپ نے اپنی کتاب ''منتخبات'' کے متعدد صفحات میں کیا ہے۔ آپ نے جھارکھنڈ کے خطہ چھوٹا ناگپور (سنتھال پرگنہ) پرخصوصیت کے ساتھ لکھا ہے۔آپ کی کتاب میں ایک سرخی ''سنتھال پرگنہ مشرقی بہار کی یاد'' ہے آپ لکھتے ہیں کہ ''سنتھال پرگنہ، گریڈیہہ، مدھوپور وغیرہ بہار مشرقی کا علاقہ ہے۔ (۲۰۰۰ء میں جھارکھنڈ ہوگیا) یہ میری انتہائی محبوب بستی ہے۔ یہاں میرے بے حد مخلص ومحبوب بستے ہیں۔ میں دوروں اورجلسوں کے سلسلے میں باربار لگاتار اس علاقے میں اس کثرت سے آیا کہ یہاں کی عوام وخواص سے اب گھر جیسی محبت ہوگئی ہے۔مدھوپور، جامجوری، بدھی ڈیہہ، ڈابھاکیند، ٹوپاٹانڑ وغیرہ مقامات واحباب کرام سے اس قدر قلبی لگاؤ اوردلی وابستگی ہے کہ بس ہردم انہیں کا تصور قلب وجگر پر چھایا رہتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اس علاقے میں جماعت کے بہت سے چھوٹے بڑے ادارے چل رہے ہیں۔مدھوپور میں محترم الحاج محمد طیب صاحب مدرسہ اسلامیہ چلارہے ہیں۔جام جوری اوربدھی ڈیہہ میں حاجی امجد علی صاحب، سرفراز میاں صاحب وغیرہم ایک عظیم ادارہ کے سربراہ ہیں۔ٹوپاٹانڑ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ دارالفلاح کے نام سے قدیم مدرسہ جناب حاجی محمد قاسم صاحب کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ مدرسہ یوسفیہ منکڈ یہا ۱۹۴۶ء میں مولانا محمد یوسف مرحوم نے جاری کیا، مرحوم کے بعد مولانا عطاء اللہ یوسفی اسے چلاتے ہیں اب اس کے صدر مولانا محمد عنایت اللہ بہاری ہیں۔ چین پور، پٹاری کے علاقہ میں حضرت مولانا محمد یاسین عادل بہاری مدرسہ اسلامیہ چلا رہے ہیں۔ پرنی گھاٹی کے پہاڑی صحرائی علاقے میں مولانا محمد طیب مظاہری نے شاندار پختہ مسجد تعمیر کیا ہے اور درس وتدریس کے لئے مدرسہ فرقانیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ اس علاقے کا اہم ترو ممتاز عظیم ادارہ جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند ہے۔ یہ ۱۹۷۷ء میں قائم ہوا ہے۔ اس کے مؤسس حضرت مولانا عبدالرشید شائقی صاحب ہیں۔ موصوف سردست جامعہ کے صدر مدرس ہیں اور اڑھائی سو طلبہ ہیں۔ پچاس باہری طلبہ ہیں، جن کے قیام وطعام کا کفیل خود جامعہ ہے۔ جامعہ کا محل وقوع پر فضا صحت افزا مقام ہے۔ ضرورت ہے کہ اس علاقہ کی پوری جماعت متحد و متفق ہوکر اسے عروج وارتقاء سے ہمکنار کریں۔

جناب الحاج محمد طیب صاحب مدھوپور، جناب مولوی محمد طیب وحاجی اسرائیل وسرفراز میاں وحاجی امجد علی، مولانا عبدالرشید شائقی، مولانا قاری جمال الدین (بدھی ڈیہہ جام جوری) مولوی عبدالرزاق، مولانا ابوالقاسم، شفاء اللہ فیضی (ڈابھاکیند)، حاجی محمد قاسم متولی مدرسہ ٹوپاٹانڑ، ابوالحسن صاحب جگوا ڈیہہ، مولوی محمد مستقیم بٹ بریا، مولانا محمد طیب مظاہری، مولانا قاری محمد ایوب صدر مدرس مدرسہ حسینیہ گریڈیہہ وغیرہم علاقے کی اہم شخصیتیں ہیں اور جماعت کے سربراہ ہیں۔ اللہ ہم سب کو کلمہ جامعہ پر متحد فرمائے‘‘۔ [منتخبات ۱۱۱-۱۱۲]

مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ علاقہ سنتھال پرگنہ میں پہلی بار ۱۹۷۱ء میں آئے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ۱۹۷۱ء میں پہلی بار اس علاقہ میں آنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالرشید شائقی (سابق شیخ الجامعہ) جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند وامیر صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ اور حاجی امجد علی صاحب نے ۱۹۶۴ء میں مدرسہ دارالعلوم جام جوری قائم کیا۔ ۱۹۷۱ء میں اس مدرسہ کے زیر اہتمام مولانا عبدالرشید شائقی نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ جس میں خطیب اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری، مولانا شمس الحق سلفی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد شعبان چترویدی، مولانا امراللہ عارف سراجی رحمہم اللہ اور حافظ محمد سلیمان میرٹھی جیسے علماء تشریف لائے تھے اور ہزاروں ہزار لوگوں کو مواعظ حسنہ سے مستفید فرمایا تھا۔

اس کے بعد اس علاقہ میں آپ مختلف بار آئے۔ ۲۹۔۳۰ رمارچ ۱۹۸۰ء کے جامعہ محمدیہ ڈابھاکیند کے اجلاس عام میں آئے تھے اور مکمل دو ہفتہ اس علاقہ میں قیام کر کے دعوت واصلاح کا کام کیا تھا۔ آپ ایک شگفتہ بیان مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ خوش کلام وشیریں مقال شاعر بھی تھے۔ آپ نے اپنے منظوم کلام میں اس علاقہ کا ذکر کیا ہے۔ اور ستائیس اشعار پر مشتمل ایک نظم کہی ہے۔ نظم کا عنوان ہے ''محبوب بستی بدھی ڈیہہ، ڈابھاکیند، مدھوپور کا ذکر جمیل'' یہ نظم آپ نے اسی دو ہفتہ قیام کے دوران کہی ہے۔ نظم کے کچھ اشعار یوں ہیں۔

ٹھہر ہمدم تجھے روداد میخانہ سناتا ہوں
میں بدھی ڈیہہ کا رنگین افسانہ سناتا ہوں

جنون کیف میں احوال فرزانہ سناتا ہوں
تجھے میں سرگذشت جام وپیمانہ سناتا ہوں

جمال الدین قاری شائقی فاضل یگانہ نے
مجھے مدعو کیا اجلاس میں فاضل زمانہ نے

یہ ڈابھاکیند کا مرکز نقیب فضل رحمانی
سراج ملت بیضاء ضیائے نور یزدانی

[منتخبات]

تاریخ اہل حدیث ہند وتحریک شہیدین (مولانا محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی وسید احمد دہلوی رحمہما اللہ) سے دلچسپی ومحبت رکھنے والے حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ صوبہ جھارکھنڈ کا علاقہ دلاپور وپاکوڑ تحریک شہیدین کے مجاہدین کا مرکز رہا ہے۔ دلاپور میں قائم ادارہ جامعہ شمس الہدی السّلفیہ مجاہدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مرکز تھا۔ یہ ادارہ تقسیم ہند سے پہلے ہی سے تعلیم ودعوت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ اس ادارہ کے قدیم وجدید فارغین کی اصلاحی کوششوں کا باب بے حد وسیع ہے۔ مولانا سراجی رحمہ اللہ نے اس علاقہ کا بھی دعوتی دورہ کیا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ ''مغربی ومشرقی بہار کا دورہ کرتے ہوئے خاکسار مدرسہ شمس الہدی دلالپور پہنچا، مدرسین کرام اور طلبائے عزیز جس گرم جوشی اور پریم وپیار سے ملے، اس کو نقل کرنے کے لئے دفتر عظیم چاہئے۔ یہ مشرقی بہار کا قدیم ترین مرکزی ادارہ اور مجاہدین پٹنہ کی یادگار عظیم ہے۔ اس کے مؤسس اول سرخیل مجاہدین حضرت مولانا احمد اللہ خان مرحوم ومغفور تھے۔ یہ مشرقی بہار کا قدیم ترین اور ممتاز ترین اپنی نوعیت کا تعلیمی ادارہ ہے۔'' [منتخبات]

صوبہ جھارکھنڈ کو ہندوستان کے نقشہ میں بڑا مقام ہے۔ اس کی وجوہات کثیر ہیں، ان میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جھارکھنڈ کے شہر ٹاٹا نگر جمشید پور میں ٹاٹا جیسی لوہے کی کمپنی ہے۔ اس شہر میں اس وقت جماعت کے متحمس افراد بستے ہیں۔ گاہے بگاہے دینی ودعوتی اجتماعات منعقد ہوتے رہتے ہیں اور بڑے بڑے علمائے اہل حدیث اس شہر میں حاضری دے کر اصلاح قوم وملت کا اہم فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس شہر کے اہل حدیثوں کی یہ روایت دیرینہ رہی ہے۔ مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ دعوتی مقصد کے تحت ۹ر جولائی ۱۹۶۷ء کو ٹاٹا نگر جمشید پور پہنچے۔ لکھتے ہیں کہ یہ بہار کا مرکزی مقام ہے۔ یہاں کم وبیش بارہ میل میں پھیلی ہوئی لوہا کی کمپنی ہے۔ کمپنی کے مالک جمشید جی نوشیرواں جی ٹاٹا ہیں۔ اسی لئے لوگ اسے جمشید پور بھی کہتے ہیں۔ اور ٹاٹا نگر بھی کہتے ہیں۔ جماعت کے مشہور شاعر علامہ شاکر گیاوی یہیں بسٹو پور بازار ٹاٹا نگر میں رہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بہ سلسلہ ملازمت دور دور علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں، مگر متحرک اور حساس وفعال ہیں۔ علامہ شاکر گیاوی، حکیم محمد یاسین، مولانا عبدالسلام جنرل سکریٹری، مولانا محمد اسماعیل، محمد ایوب خان وغیرہم سربراہ جماعت ہیں، اور کمپنی میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ [منتخبات ۱۰۶۔۱۰۷]

جھارکھنڈ کی راجدھانی شہر رانچی تاریخی اہمیت کا حامل شہر ہے۔ انقلابی ذہن ودماغ کا مالک برسا منڈا اسی شہر سے قریب کھونٹی کے رہنے والے تھے اور ان کی حرکت ونشاط کا مقام شہر رانچی تھا۔ انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے انگریز حکومت کے خلاف جدوجہد کی ایک تحریک چلائی تھی، جو تحریک برسا منڈا کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں ہمیں دیکھنے اور پڑھنے کو ملتی ہے۔ برسا منڈا اپنی تحریک سے جڑے لوگوں کے ہمراہ انگریزوں کے خلاف مصروف عمل تھے کہ اچانک انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان کو رانچی جیل میں رکھا گیا اور پھر موت کی دوا کھلا کر ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔ اسی شہر کے محلّہ ''کانکے'' میں دماغی علاج کا سب سے بڑا اسپتال ہے۔ یہی وہ شہر ہے کہ جب ۱۹۱۶ء میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ صوبہ بنگال سے نکال دیئے گئے۔ تو آپ نے اسی شہر کا انتخاب کیا۔ آپ یہاں ۱۹۲۰ء تک نظر بندر رہے۔ یہاں ان سے ملنے گاندھی جی دہلی سے چل کر آئے، مگر انگریز کی جانب سے عائد پابندی کی بناء پر ملاقات نہ ہو سکی۔ اس شہر کا دعوتی دورہ ہمارے بڑے بڑے علماء اور داعیان نے کیا ہے۔

مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ یقیناً اپنے دور کے ایک ناقابل فراموش داعی کبیر اور نمونہ سلف تھے۔ آپ نے بھی اس تاریخی شہر کی زیارت کی اور اپنی دعوت کے ذریعہ یہاں کے لوگوں کو پیغام حق سنایا۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''میں جماعت اہل حدیث ٹاٹانگر کے جلسہ سالانہ میں شریک تھا، جلسہ میں رانچی کے لوگ بھی آئے تھے، ان لوگوں نے خاکسار کو اور رفیق محترم قاری عبدالرشید خانجہانپوری کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ ہم لوگ اختتام جلسہ پر دوسرے دن ساکچی بازار سے بذریعہ ٹیکسی روانہ ہوئے اور غالباً سات گھنٹے کی مسافت طے کر کے فراز کوہ سے گذرتے ہوئے رانچی پہنچے۔ رانچی صوبہ بہار کا پُر فضا مرکزی مقام ہے۔ چاروں طرف چھوٹی بڑی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ انگریزی دور اقتدار میں مولانا ابوالکلام آزاد کی آخری پناہ گاہ یہی پُر فضا بستی تھی۔ موصوف یہیں نظر بند رہے تھے۔ اور یہیں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''ترجمان القرآن'' لکھی تھی۔ یہاں جماعت کے لوگ ''کربلا چوک'' میں رہتے ہیں یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ ہم لوگوں کی جائے قیام وہی تھی۔ جہاں اپنی نظر بندی کے ایام میں مولانا ابوالکلام آزاد قیام پذیر تھے۔ یہ عین حسن اتفاق ہے کہ اسی مسجد میں ہم دونوں کی تقریریں ہوئیں۔ یہاں کچھ عمر رسیدہ بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا، جو مولانا آزاد کے فیض صحبت سے مستفید تھے۔ ان کے چند واقعات سن کر دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ سچ فرمایا رب کریم نے ''وتلک الأیام نداولها بین الناس''.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[منتخبات ۵۲-۵۳]

آپ میرے گاؤں ہرلا، گرڈیہہ دوبار آئے تھے۔ پہلی بار جب آئے تو جلسہ جناب سکندر علی سرپنچ کے وسیع وعریض کھلیان میں رکھا گیا تھا، اور جب دوسری بار تشریف لائے، تو میں اس وقت اپنے گاؤں کے اسکول میں زیر تعلیم تھا، اور مولانا محمد طیب مظاہری رحفظہ اللہ سے ناظرہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ کی تقریر کا موضوع خواتین سے متعلق تھا، تقریر کی مشتملات تو یاد نہیں البتہ دوران تقریر آپ نے اپنے مخصوص انداز وآواز میں قرآن کریم کی آیت "**واذکر فی الکتاب مریم**" کی بار بار تلاوت فرمائی تھی، یہ مجھے یاد ہے اوراس کی شیرینی ومٹھاس سے آج بھی میری زبان تر ہے۔ جب بھی میں آپ کے انداز وآواز میں اس آیت کی تلاوت کرتا ہوں تو بلا ساختہ آپ کا پورا سراپا میری نگاہوں کے سامنے چھا جاتا ہے۔ آپ کی اس تقریر کو سننے والے میرے گاؤں کے لوگ آج بھی آپ کا ذکر جمیل کرتے رہتے ہیں۔

دعوت کے اندر اگر اخلاص کار فرما ہو تو ایسی دعوت نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب "**حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان**" رحمہ اللہ کی حیات میں میں نے پڑھا ہے کہ آپ کا گزر جس جگہ سے بھی ہوا، لوگوں نے شرک وبدعت اور باطل عقیدہ سے تائب ہوکر دعوت حقہ اور مسلک اہل حدیث کو قبول کرلیا۔ یہ صرف اور صرف اخلاص پر مبنی دعوت ہونے کا نتیجہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسے دعاۃ ومبلغین اور علمائے اسلام جو اخلاص پر مبنی دعوت لے کر میدان عمل میں قدم رکھتے ہیں۔ جن کو سیاسی نیتاؤں جیسی آہ وبھگت درکار نہیں ہوتی۔ وہ اگر گھر سے دور ہوتے ہیں تو صرف اس مقصد سے کہ ان کی بات میں اللہ تعالیٰ تاثیر عطا فرمائے اور ان کی کوششوں سے امت کے گمراہ لوگ راہ یاب ہوجائیں، تو ایسے لوگوں کو ہر زمانے میں کامیابی وکامرانی ملی ہے۔ مولانا عارف سراجی رحمہ اللہ انہی دعاۃ اور مبلغین میں سے ایک تھے کہ ہر جگہ ان کو پذیرائی ملی، ان کو سنا گیا، ان کی دعوت کو قبول کیا گیا۔ اس وقت مولانا رحمہ اللہ اس دنیا میں موجود نہیں، مگر ان کے نقوش دعوت وعمل آج بھی درخشندہ وتابندہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج داعیان اسلام سلف کے اوصاف واعمال کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا رحمہ اللہ اور دیگر اسلاف کی خدمات ومساعی کو قبول فرمائے اوران کو جنت نصیب کرے، آمین!! ❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵)۔ مولانا بشیر اللہ اعظمی رحمہ اللہ

جھارکھنڈ کو اپنے علم ودعوت سے سیراب کرنے والوں میں ایک بہت بڑا نام مولانا بشیر اللہ اعظمی بن مولانا عبدالغنی بن ملا حسام الدین بن جمال الدین رحمہم اللہ کا ہے۔آپ کی پیدائش محلّہ ’’قاضی داموں پورہ‘‘ (مئو) میں ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔آپ کا پورا خاندان اہل علم سے پُر تھا۔آپ نے اپنی تعلیم کی بسم اللہ اپنے والد گرامی قدر مولانا عبدالغنی سے کی، پھر جامعہ اسلامیہ فیض عام میں داخلہ لیا اور تعلیم کی تکمیل کی،اور ۱۳۵۶ھ میں فراغت پائی۔ ۱۳۵۷ھ میں مئو میں ’’آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ کا مئو میں اجلاس تھا، جس میں مناظر اسلام، فاتح قادیان علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تشریف لائے تھے، ان کے ہاتھوں سے آپ کے سر پر فضیلت کی پگڑی باندھی گئی،اور ’’جامع ترمذی‘‘ کی شرح عظیم ’’تحفۃ الأحوذی‘‘ انعام میں ملی۔ بعدازاں آپ نے ’’مدرسہ سعیدیہ‘‘، دارانگر، بنارس میں داخلہ لیا،اور شیخ الکل کے تلمیذ علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی سے صحیحین پڑھ کر سند اجازہ حاصل کی۔

تحصیل علم وفن سے فراغت پانے کے بعد عملی میدان میں قدم رکھا،اور عملی زندگی کی شروعات ’’مدرسہ محمدیہ‘‘، کھیدوپورہ سے کی، پھر جامعہ اسلامیہ فیض عام اور مسلم انٹر کالج وغیرہ سے گزرتے ہوئے ۱۹۷۰ء میں ’’مٹیابُرج‘‘، کولکاتہ چلے گئے اور درس وتدریس اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ پھر کچھ دنوں تک کولکاتہ کے ایک تعلیمی ادارہ ’’دارالہدیٰ‘‘ سے وابستہ ہوئے۔ پھر کچھ دنوں تک آسنسول کی مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ادا کی۔ بتایا جاتا ہے کہ جھوم پورہ، اڈیشہ میں قائم صوبائی مرکزی ادارہ ’’مدرسہ مصباح العلوم السلفیۃ‘‘ شاخ ’’جامعہ سلفیہ‘‘، بنارس آپ ہی کا قائم کردہ ہے۔آپ نے کئی مفید ترین کتابیں لکھیں، جو شائع ہوئیں،ان میں ’’نصرۃ القاری بجواہر البخاری‘‘ بڑی اہم کتاب ہے۔آپ کا خاص میدان دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد اور خطابت وتقریر کا تھا۔آپ نے اس میدان کو تشنہ بھی نہیں چھوڑا۔آپ نے ’’آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ کے تحت ملک کے گوشے گوشے اور لگ بھگ تمام صوبوں کے اہم شہروں کے تبلیغی وتنظیمی دورے کیے،ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں سے صوبہ ''جھارکھنڈ'' بھی ہے۔

مولانا بشیر اللہ اعظمی شہر علم و آگہی ''مئوناتھ بھنجن'' کے رہنے والے تھے، مگر ایک عرصہ دراز اور عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ انہوں نے کولکاتہ اور آسنسول میں گزارا۔ مئو سے ان دونوں جگہوں میں جانے آنے کے لئے بہر صورت جھارکھنڈ سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا اور دوسری بات یہ کہ مرکز عمل سے جھارکھنڈ قریب پڑتا تھا۔ اس لئے آپ نے جھارکھنڈ کے دعوتی دورے بے تحاشا کئے اور اپنے علم و فکر اور دعوت و اصلاح سے اہل جھارکھنڈ کو مستفید کرنے کے مواقع زیادہ ملے۔

جن دنوں منکرین حدیث مدھوپور اور مضافات کی بستیوں میں بالخصوص ''کروا'' میں متحرک تھے اور لگ رہا تھا کہ پورا علاقہ منکروں کی زد میں آجائے گا، ان دنوں انہوں نے علاقے کے علماء کی بڑی تشجیع اور حوصلہ افزائی کی۔ خاص طور سے مولانا محمد ادریس شمسی رحمہ اللہ کی کروا کے منکرین سے نبرد آزما ہونے اور ان کے شکوک وشبہات اور نت نئے فتنوں وشوشوں کا رد کرنے میں بڑی مدد کی۔ مولانا محمد ادریس شمسی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ''جب میں نے منکرین سے لوہا لینا شروع کیا تو اس راہ میں مولانا بشیر اللہ اعظمی رحمہ اللہ نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور ہمت دلائی۔ بلکہ ایک بار میں نے ایک اشتہار منکرین کے رد میں شائع کیا تو انہوں نے کہا کہ منکرین پر یہ فتح کی نشانی ہے''۔

ایک دوسرے موقع سے مولانا محمد ادریس نے بیان کیا کہ ''مولانا بشیر اللہ اعظمی جب تک کولکاتہ اور آسنسول میں امامت وخطابت کی خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران جھارکھنڈ کے مختلف علاقے میں بحیثیت مقرر آپ کو بلایا جاتا، اور آپ بلا کسی تامل کے تشریف لاتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید کرتے تھے۔ اسی آنے جانے کے دوران جب آپ کو منکرین حدیث کے نقل وحرکت سے مطلع کیا گیا اور ان کے حدیث کے خلاف پیدا کردہ شکوک وشبہات سے روشناس کرایا گیا تو انہوں نے اپنے خطابات میں حدیث کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالنا شروع کیا۔ نیز انہوں نے منکرین حدیث کے شکوک وشبہات کے رد وجواب میں دو کتابیں لکھیں، ایک ''جواباتِ منکرین'' اور دوسری ''تقویۃ الحدیث بجواب انکار الحدیث''۔ یہ دونوں کتابیں شائع ہوئیں، اور ہم لوگوں تک پہنچائی گئیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم لوگوں نے اپنے علاقے کے ہر مکتبہ فکر کے علماء اور پڑھے لکھے لوگوں میں تقسیم کی''۔

مولانا بشیر اللہ اعظمی اجلاسوں میں صرف بحیثیت خطیب مدعو نہیں ہوتے تھے، بلکہ بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کی ذمہ داری آپ کے سر ڈالی جاتی تھی، اور آپ قبول کر کے تشریف لاتے تھے اور صدارت کرتے اور بلیغ خطبہ صدارت پیش کرتے تھے۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک مرتبہ مادر علمی جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے تھے اور صدارت آپ ہی کی تھی، اس میں بحیثیت مقرر مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے تھے۔ مفسر قرآن ایک کرسی پر بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے، اور ایک دوسری کرسی پر مولانا بشیر اللہ اعظمی بیٹھے صدارت فرما رہے تھے۔ آپ کرتے کے اوپر کالا عبا زیب تن کئے ہوئے تھے، اور سر پر پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ مفسر قرآن اپنی تقریر کے دوران ''خدا'' بولنے پر سخت تنقید کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ''اللہ'' کے لئے لفظ ''خدا'' بولنا صحیح نہیں ہے۔ مولانا بشیر اللہ اعظمی نے دوران تقریر ہی مفسر قرآن کو ٹوکا اور کہا کہ یہ فارسی میں مستعمل ہے، اور انگریزی میں ''God'' کہتے ہیں، تو وہ انگریزی میں مستعمل ہے۔ لہذا ان زبانوں میں بات ہو رہی ہو، تو استعمال میں کوئی حرج نہیں!۔ ہمارے ان دونوں بزرگوں میں کون دلائل اور بحث و تحقیق کی رو سے درستگی پر تھے یا دونوں کا موقف اپنے اپنے اعتبار سے صحیح تھا؟، اس پر مجھے یہاں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ میں نے دیکھا کہ مفسر قرآن رحمہ اللہ نے اپنی بات واپس لے لی، اور آگے کی تقریر جاری رکھی۔ اس سے ایک بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے اسلاف ایک دوسرے کا کیسے احترام کرتے تھے!۔ موجودہ زمانے کی بات ہوتی تو دونوں لڑ پڑتے اور صورت حال بہت بگڑ جاتی!۔

مولانا بشیر اللہ اعظمی، مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری (صاحبِ ''تذکرۃ المناظرین'') کے والد تھے۔ آپ کا انتقال ۳۰/اگست ۲۰۰۳ء مطابق ۲/رجب ۱۴۲۴ھ کو ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر چورانوے (۹۴) سال تھی۔ آپ اپنے آبائی قبرستان ''چتو تالاب''، مئو میں سپردِ خاک ہیں۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶)۔ شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے جن اجلہ تلامذہ نے جھارکھنڈ کے مختلف خطوں کے دعوتی واصلاحی دورے کئے، اور دعوت وارشاد، وعظ وتبلیغ اور تحریک وتنظیم فرمائی، ان میں فاتح قادیان، شیر پنجاب، رئیس المناظرین، متکلم اسلام علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ بھی ہیں۔

علامہ ثناء اللہ امرتسری امرتسر کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کی پیدائش جون ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۷۷ھ میں ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی قدر کا نام ''خضر جو'' تھا، ابھی آپ سات سال کے تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ماں نے پرورش وپرداخت کی۔ یتیم تھے، اسکول یا مدرسہ کیا جاتے، رفوگری کا کام کرنے لگے۔ چودہ سال کے ہوئے تو ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔

ربِ ذوالجلال کو آپ سے کارہائے عظیم لینا تھا، اس لئے ماں کے انتقال کے بعد اسی سال آپ کو تعلیم کی تحصیل کی طرف موڑ دیا، اور ایک اچھی خاصی عمر گزر جانے کے باوجود پڑھنے کی راہ پر لگ گئے، اور ''مدرسہ تائید الاسلام''، امرتسر میں داخلہ لیا، اور ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد تلمیذ شیخ الکل، استاذِ پنجاب، علامہ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کے حلقہ درس سے اکتساب کرنے کے لئے ''وزیرآباد'' چلے گئے، اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے تفسیر وحدیث، اور فقہ وغیرہ علوم وفنون کی تحصیل کی۔ بعد ازاں شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے باضابطہ شاگردی اختیار کرکے تو طلب علم نہ کیا، البتہ ''سند اجازہ'' لے کر تلامذہ کی فہرست میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے بعد ''مدرسہ مظاہر علوم''، سہارنپور میں داخلہ لے کر کچھ دنوں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ''دارالعلوم''، دیوبند میں داخل ہوئے اور مولانا محمود الحسن دیوبندی سے حدیث وفقہ اور علوم عقلیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی بھی آپ کی علمی پیاس بجھی نہیں تھی، اس لئے آپ نے کانپور کا رخ کیا، اور ''مدرسہ فیض عام''، کانپور میں داخلہ لے کر اس کے شیخ الحدیث مولانا احمد حسن کانپوری بریلوی سے علم حدیث اور دیگر علوم وفنون کو پڑھا۔ اس طرح آپ نے تین مکاتبِ فکر (اہل حدیث، دیوبندی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بریلوی) کے وقت کے عظیم علماء اور حدیث کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے تینوں طرح کی تدریس و تفہیم اور تعلیم و تربیت سے بھرپور استفادہ کیا۔ علامہ ثناء اللہ امرتسری خود لکھتے ہیں:

''پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم (اہل حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے، دیوبند میں مولانا محمود الحسن، اور کانپور میں مولانا احمد حسن استاد العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث تھے۔ (مولانا محمود الحسن دیوبندی مسلک تھے، اور مولانا احمد حسن کانپوری بریلوی مشرب تھے)، اس لئے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو تعلیم سیکھا، وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھا''۔ [تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء: ۲۵۶]

علامہ ثناء اللہ امرتسری نے ان تینوں مکاتبِ فکر و مشارب کے مدارس و جامعات اور شیوخ و اساتذہ سے کسبِ فیض کرنے کے بعد میدانِ عمل میں قدم رکھا، اور عملی میدان کا کوئی ایک بھی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ آپ بیک وقت مفسر و محدث، مقرر و مورخ، مبصر و معلم، مناظر و متکلم، مترجم و مصنف، صحافی و ناقد، ادیب و دانشور، قائد و سیاست داں اور بہت کچھ تھے۔

آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ آپ کے اعمال و خدمات کو دیکھ کر ایک آدمی یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ سیکڑوں آدمی مل کر بھی جو کام سالہا سال میں انجام نہیں دے سکتے، وہ آپ نے تنہا اپنی مختصر حیاتِ مستعار میں کر کے اہلِ ناظرین کے سامنے پیش کر دیا۔

آپ نوع بنوع مشغولیات و مصروفیات میں شب و روز گھرے رہتے تھے، پھر بھی آپ نے سفر کی سہولیات سے محروم جھارکھنڈ کے دعوتی و تنظیمی دورے کیسے کئے، یہ جان کر حیرت ہوتی ہے۔ آپ نے کتنے دورے کئے ہوں گے، اس کو معلوم کرنے کے لئے ان کے ''اخبار اہل حدیث''، امرتسر کی تمام فائلوں کی ورق گردانی ضروری ہے، اور جو ایسا کرے گا، وہ ایک بڑی تاریخ کی تدوین میں کامیاب ہو جائے گا۔ میرے پاس اس کا ایک بھی شمارہ نہیں ہے، دیگر حوالوں سے جو کچھ معلومات حاصل ہو سکیں، اس کی روشنی میں ان کے جھارکھنڈ سے متعلق کچھ اعمال و کارنامے ذکر کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالعزیز حقانی (شیخ الحدیث جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ) علاقے کی دعوتی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاحی کوششوں کے متعلق گفتگو کے ضمن میں علامہ امرتسری کے دعوتی سفر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ہمارے اس علاقے میں مفتی عبدالکریم.... مولانا زین العابدین اور مولانا اسحاق... وغیرہم نے خود تعلیم و تبلیغ اور دعوت وارشاد کے کام کئے اور وقتاً فوقتاً جماعتِ اہلحدیث کے چوٹی کے علمائے کرام کو مدعو کیا اور عام اجتماع میں اہلحدیث کا تعارف کرایا. امتدادِ زمانہ کی وجہ سے سبھوں کے اسماء ضبط کرنا دشوار ہے، البتہ امام المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی وغیرہم اس علاقے میں تشریف لا چکے ہیں''۔[ماہنامہ محدث، بنارس، مارچ ۱۹۹۳ء، ص:۲۶]

مولانا کے اس قول کی تائید علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی اخبار اہل حدیث میں شائع اس رپورٹ سے ہوتی ہے، جو انہوں نے جھارکھنڈ کے ''اسلام پور'' اور ''برہیٹ'' کے دو اجلاسوں میں شرکت کے بعد لکھی تھی. امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''جلسہ اسلام پور سے فارغ ہوئے تو برہیٹ والوں کا تقاضا ہوا کہ ہمارے یہاں بھی جلسہ ہے تشریف لے چلئے!

برہیٹ ایک بستی ہے، اسلام پور سے بارہ (۱۲) میل کے فاصلہ پر، اس کا جغرافیہ بالکل سری نگر (کشمیر) کی طرح ہے، بیس پچیس میل مربع سطح زمین ہے، جوارد گرد خشک پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے، اس علاقہ میں کئی ایک قومیں بستی ہیں. سنتھال لوگ بہت زیادہ ہیں، جو ہندووں میں ایک اچھوت (نیچ) قوم ہے.

مسلمان کپڑے بننے والے ہیں، جن کو یہاں کے محاورے میں مومن کہتے ہیں، مومنوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، ان میں مذہبی خیالات سے دو گروہ ہیں، جو لوگ معمولی رسمیات (تعزیہ وغیرہ) کے پابند ہیں، ان کو بائسی کہتے ہیں اور جو لوگ ان رسوم کے پابند نہیں یا دوسرے لفظوں میں اہلحدیث ہیں، ان کو اسلام کہتے ہیں. ان اسلام والوں نے بہ سرپرستی سردار اسلام پور ایک مدرسہ بھی جاری کر رکھا ہے. انہیں لوگوں کا جلسہ تھا مگر جلسہ کیا تھا، ان لوگوں کے اخلاص قلبی کا اظہار تھا. جنگل بیابان ہے مگر انتظام ایسا کہ ہمارے ملک کی مشہور ''انجمن حمایت الاسلام''، لاہور بھی اس کے مقابلہ میں شرمائے، سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں سامعین آئے، جن کے کھانے کے لئے ہوٹل بنایا تھا، ہوٹل کیا تھا، بانس اور گھانس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ٹٹیاں جنگل میں کھڑی کر کے ایک قطعۂ زمین گھیر رکھا تھا، اسی کا نام ہوٹل تھا. وہاں مہمانوں کو جو وعظ سننے آئے تھے کھانا ملتا تھا. اسلام پور سے جب علما کی سواری چلی ہے تو وہ ایک نقشہ قابلِ دید تھا، گویا ایک فوجی دستہ ہے، جس میں حسبِ مراتب سپاہی اور افسر سوار ہیں، علما کے لئے پالکی سواری تھی، جو کہار اٹھائے لئے چلے جاتے تھے. اردگرد گھوڑ سوار تھے. کچھ بیل گاڑیاں بھی تھیں، جو اسباب اٹھائے ہوئے تھیں، چوں کہ رات کا سفر تھا، اس لئے بوجہ نیند نہ آنے کے تکلیف تو بہت ہوئی، مگر ان لوگوں کے اخلاص اور محبت کو دیکھ کر سب تکالیف دور ہوگئیں، اللہ رے اللہ! دینی محبت بھی کیا ہی عجیب چیز ہے. نہ دیدہ نہ شنیدہ مگر محبت اور خلوص کا یہ حال تھا کہ علماے کرام پر مثل پروانوں کے نثار ہوتے ہیں، مجھے اس موقع پر انصارِ مدینہ کی محبت کا اندازہ ہوتا تھا، رضی اللہ عنہم اجمعین"۔ [اخبار اہل حدیث نمبر ۲۳، جلد ۹، ۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ بحوالہ تاریخ المنوال وأهله: ۲/ ۴۱-۴۲]

علامہ امرتسری رحمہ اللہ کی مذکورہ رپورٹ جھارکھنڈ کے جس علاقے کی ہے، وہاں آج تین لاکھ سے زائد اہل حدیث پائے جاتے ہیں اور درجنوں چھوٹے بڑے مدارس و جامعات قائم ہیں.

ڈاکٹر بہاء الدین اپنی معرکۃ الآراء کتاب "تاریخ اہل حدیث" میں لکھتے ہیں کہ "جناب ثناء اللہ امرتسری ۲۵/ اپریل ۱۹۱۳ء کے "اخبار اہل حدیث"، امرتسر میں "بنگال" کے اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے ضلع دمکا، اور ضلع مرشد آباد کے متعدد گاؤں مثلاً دلال پور، اسلام پور، جنگی پور، سورج نرائن پور وغیرہ میں جانے کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

[میں اس سفر میں یہ بات بھی سوچتا رہا کہ بنگالہ میں اہل حدیث جماعت کی اتنی کثرت کیسے اور کس ذریعہ سے ہوئی؟، تو مجھے بتلایا گیا کہ جناب مولانا عنایت علی رحمہ اللہ اور مولانا ولایت علی رحمہ اللہ صاحبان کی یہ برکت ہے، جس کا مفصل ذکر تاریخ اہل حدیث میں ہوگا، جس کی تصنیف اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے سپرد ہوئی ہے، جس کی فکر میں مولوی صاحب موصوف ابھی سے لگ رہے ہیں۔ خدا راست لائے!۔ اہل علم کو چاہیے کہ اپنے اپنے معلومات سے مولوی صاحب موصوف کو مدد دیں، تاکہ یہ بے نظیر کتاب آئندہ جلسہ کانفرنس تک چھپ کر تیار ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے]''۔[ہفت روزہ اہل حدیث، امرتسر، ۲۵/اپریل ۱۹۱۳ء، بحوالہ تاریخ اہل حدیث: ۳/۳۷۶]

علامہ امرتسری/رحمہ اللہ ضلع دیوگھر کے شہر ''مدھوپور'' بھی تشریف لائے تھے، مگر آپ کے اس سفر کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔

علامہ امرتسری کا انتقال ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء کو ''سرگودھا''، پاکستان میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہیں۔ اللہ غریقِ رحمت کرے، آمین!!

❁❁❁

(۷)۔ استاذِ محترم مولانا محمد حنیف مدنی/رحمہ اللہ

ہندوستان کی جن عظیم دعوتی وعلمی شخصیات ورجال کی پیدائش دیہات اوران پڑھ گھر وخاندان میں ہوئی، اورانہوں نے ذاتی محنت ولگن، اور ذوق ودلچسپی سے مختلف مدارس وجامعات میں داخلے لے کر علوم وفنونِ شریعت کی تحصیل کی، اور فراغت کے بعد پوری زندگی درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، اور تحقیق وتصنیف میں گزار دی، ان میں ایک نام استاذِ محترم مولانا محمد حنیف فیضی، مدنی بن عبدالرشید/رحمہ اللہ کا ہے۔

مولانا محمد حنیف مدنی/رحمہ اللہ ضلع ''مغربی چمپارن''، بہار کے گاؤں ''مظہریا''، جو''نرکٹیا گنج'' کے قریب آباد ہے، کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کی پیدائش ا/جنوری ۱۹۵۱ء کو ہوئی۔ نہایت سادہ ماحول میں نشو ونما پائی، اور ابتدائی تعلیم وتربیت مقامی مکتب میں مغربی چمپارن کے داعی کبیر ومدرسِ شہیر مولانا نذیر عالم چمپارنی (تلمیذ علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی وعلامہ محمد منیر خاں مرزاپوری) سے حاصل کی۔ علاقہ کے عظیم داعی اور مصلح مولانا منظور الحق بلیرام پوری نے ۱۹۶۰ء میں بلیرام پور، مغربی چمپارن میں ''مدرسہ منظر العلوم'' قائم کیا تو انہوں نے مولانا نذیر عالم چمپارنی کو اس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے بلا لیا، مولانا جب تشریف لائے تو اپنے ساتھ اپنے شاگردوں (مولانا محمد حنیف مدنی، اپنے صاحب زادہ عزیز مولانا احمد مجتبیٰ مدنی اور مولانا محمد ادریس) کو ساتھ لیتے آئے۔ آپ نے اس میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دو سال تک تعلیم حاصل کی، اور اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں ملک کے مشہور و معروف تعلیمی ادارہ ''جامعہ اسلامیہ فیض عام''، مئو میں داخلہ لیا اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔ یہاں آپ نے جن علمائے کرام سے اکتساب علوم وفنون کیا، ان میں مولانا محمد احمد قاسمی معروف بہ ''ناظم صاحب''، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن فیضی، مولانا شمس الحق سلفی، بہاری، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، اور مولانا محمد اعظمی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

دورانِ تعلیم آپ اساتذہ کے محبوب نظر رہے، اور ان کے سامنے لائق وفائق طالب علم ہونے کا ثبوت دیا، جس کی وجہ سے فراغت کے بعد اس وقت کے وہاں کے ناظم اعلیٰ، بزرگ عالم دین، اور لائق وفائق مشرف ومربی حضرت مولانا محمد احمد ''ناظم صاحب''، رحمہ اللہ نے آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت اور روشن وکامیاب مستقبل کو دیکھتے ہوئے مدرس بحال کرلیا۔

مولانا محمد احمد نے دارالعلوم، دیوبند سے فراغت پائی تھی، اور آپ منطق وفلسفہ کے بڑے ماہر تھے، اور اس زمانے میں دیوبند میں معقولات کی بڑی اچھی تعلیم ہوتی تھی، اس لئے آپ نے مولانا محمد حنیف کو تدریسی عمل میں مشغول کرنے سے پہلے صرف منطق وفلسفہ کی تعلیم کی تحصیل کے لئے اپنے اخراجات پر دارالعلوم، دیوبند بھیج دیا، جہاں جاکر انہوں نے ان دونوں مادوں کی خصوصی تعلیم حاصل کی۔ واپس آکر آپ نے جامعہ اسلامیہ فیض عام میں پورے دس سال تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیں، اور داخلِ نصاب ٹھوس اور اہم کتابوں کی تدریس وتفہیم کے ذریعہ تشنگانِ علوم وفنون کی ایک بڑی تعداد کو علمی سیرابی عطا کی۔

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے اخذ واستفادہ کرنے کی خواہش ہندوستان کے ہر سلفی واہل حدیث ادارہ میں زیر تعلیم طلبہ کو ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بعض کی خواہش وآرزو پوری کردیتا ہے، اور بعض وہاں پہنچنے سے لاکھ کوششوں کے باوجود محروم رہ جاتے ہیں۔ استاذ محترم مولانا محمد حنیف فیضی رحمہ اللہ کی بھی شدید خواہش وآرزو تھی کہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں داخلہ مل جائے، اور وہاں جاکر عرب کبار علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے عربی مواد کی عربی زبان میں تحصیل کی جائے۔ اس وقت ہوتا یہ تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیدوار طلبہ اپنی سندوں کی اصل کاپیاں بھیجتے تھے، جن کی قسمت میں داخلہ مقدر ہو جاتا، ان کے نام منظوری خط آجاتا تھا، اور جن کو داخلہ نہیں ملتا تھا، ان کے کاغذات واپس بھیج دیئے جاتے تھے۔ مولانا محمد حنیف مدنی رحمہ اللہ اپنے کاغذات فراغت کے بعد ہر سال بھیجتے اور داخلہ منظور نہ ہونے کے سبب واپس آجاتے۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہرگز نہ ہوتے اور پھر بھیجتے۔ کہا جاتا ہے: "**من جد وجد**" کوشش انسان کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔ بالآخر فراغت کے دس سال بعد ۱۹۸۰ء میں آپ کو داخلہ کی منظوری ملی، اور جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں داخلہ لے کر لیسانس (B.A) کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں "**المعهد العالي**" مکہ مکرمہ میں ایم اے میں داخلہ کی کوشش کی اور کامیابی ملی اور یہاں سے آپ نے ایم اے کیا۔ اس کے بعد آپ رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ سے مبعوث ہو کر وطن واپس آئے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿**فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون**﴾ (ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں، تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں، اور جب اپنی قوم کے پاس واپس لوٹیں تو انہیں اللہ سے ڈرائیں، تاکہ وہ برے کاموں سے پرہیز کریں) [توبہ:۱۲۲] کے بموجب وطن عزیز ہندوستان میں دعوت و تعلیم کا کام شروع کیا۔ آپ نے جماعت اہل حدیث، ہند کے مرکزی ادارہ "جامعہ سلفیہ" بنارس کو اپنی دعوت و تعلیم کا مرکز بنایا، اور پوری زندگی (از جون ۱۹۸۸ء تا جولائی ۲۰۰۹ء) اس ادارہ کی خدمت کی اور اپنی تعلیم و تربیت کے ذریعہ علماء و دعاۃ کی ایک ٹیم تیار کی۔ آپ کے تلامذہ و شاگردان بڑے بڑے علماء و فضلاء، دعاۃ و مبلغین، مفکرین و مصنفین اور مؤسسین و محققین بنے۔ جن کی قلمی ولسانی کاوشوں سے آج ہند و بیرون ہند مستفید ہو رہا ہے۔ جامعہ سلفیہ بنارس میں قیام کے آخری دنوں میں آپ بیمار رہنے لگے تھے، لاکھ علاج و معالجہ کے باوجود جب افاقہ نہ ہوا اور ضعف و کمزوری تدریس و تربیت کی ذمہ داری کی ادائیگی کی راہ میں رکاوٹ بننے لگی، تو آپ مستعفی ہو گئے اور اپنے بڑے لڑکے عطاء اللہ صاحب کے پاس مئو میں رہنے لگے۔ یہاں بھی علاج و معالجہ کا سلسلہ بدستور جاری رہا، اور آپ کے بچوں اور بچیوں نے آپ کی مکمل خدمت کی، مگر افاقہ نہ ہوا، اور چند سالوں تک صاحب فراش رہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر ۱۷/مئی ۲۰۱۲ء مطابق ۲۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ، جمعرات کو رات کے تین بجے داعئ اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے اپنی اولاد کے علاوہ اپنے سیکڑوں تلامذہ وشاگردان کو سوگوار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ کو مئو ہی میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ اور تدفین میں علماء وطلبہ، شاگردان واساتذہ اور محبین وعوام کی ایک بھیڑ نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا صغیر احمد فیضی، استاذ جامعہ اسلامیہ فیض عام نے پڑھائی۔

ایک ہونہار طالب علم زمانۂ تحصیل وطلب میں اپنی محنت ولگن سے روشن مستقبل کا الارم بجا سکتا ہے۔ اساتذہ بھی اس کے اندر خوابیدہ صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ استاذ محترم مولانا محمد حنیف فیضی/رحمہ اللہ بتلایا کرتے تھے کہ وہ جامعہ اسلامیہ فیض عام میں بڑی محنت ولگن سے تحصیل علم وفن کیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر محترم ناظم صاحب (مولانا محمد احمد) انہیں ہمیشہ تاکید وتلقین کرتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ نصوص ومتون پر مبنی کتابیں زبانی یاد کرلیا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ڈھیر ساری کتابیں زبانی یاد تھیں۔ الہ آباد بورڈ، یوپی کا امتحان قریب تھا۔ محترم ناظم صاحب/رحمہ اللہ نے اس میں شرکت کرنے کے لئے جن طلبہ کا انتخاب فرمایا تھا، ان میں آپ بھی تھے۔ امتحان الہ آباد میں ہو رہا تھا۔ اس میں آپ نے شرکت کی، مگر دوسروں کے بالمقابل نمبرات و پوزیشن کی تحصیل میں پیچھے رہ گئے۔ نتیجہ ظاہر ہونے پر محترم ناظم صاحب نے ناراضگی ظاہر کی، اور اس کی وجہ دریافت کی، مولانا کے بقول اس کی وجہ یہ تھی کہ بورڈ کی کاپیاں پڑھ کر نہیں، بلکہ تحریروں کو ناپ کر چیک کی جاتی تھیں۔ اس لئے جن طلبہ نے صحیح جواب کی بجائے اپنی یاد کردہ تقریریں کاپیوں میں تحریر کی تھیں، وہ زیادہ نمبرات پائے، اور مولانا نے صرف صحیح جواب کے لکھنے پر اکتفا کیا، تو حق اور صحیح نمبرات پانے سے محروم رہ گئے۔ کہتے تھے کہ اگر کلمہ کی تعریف لکھنے کے لئے آئے تو مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا صحیح جواب ایک لائن میں لکھنے کی بجائے ڈیڑھ صفحہ کیسے سیاہ کیا جائے۔ بورڈ امتحانات کی اس خامی نے بہت سارے ذہین وفطین طلبہ کو اعلیٰ کامیابیوں سے باز رکھا، اور ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔

فرض شناس اور ذمہ داری کا احساس کرنے والا مدرس ہو تو وہ اپنے طلبہ کو بہت کچھ دے سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استاذ محترم مولانا محمد حنیف فیضی رحمہ اللہ بلا شبہ ایک فرض شناس مدرس اور اپنی ذمہ داری کا احساس وادراک رکھنے والے مشرف و مربی تھے۔ آپ جس مضمون اور کتاب کو پڑھاتے، اس کا مکمل حق ادا کرتے تھے۔ زیر تدریس کتاب کے حل کی راہ میں معاون کتابوں سے مکمل استفادہ کرتے تھے اور پھر بھی کوئی مسئلہ تشفی بخش حل نہ ہوتا، تو نازشِ جماعت اہل حدیث استاذ جلیل علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ سے رجوع فرماتے اور مکمل فہم کے بعد ہی تفہیمِ عبارت کیا کرتے تھے۔ آپ نے ہم لوگوں کو علم فرائض میں ''السراجی''، علم اصول فقہ میں ''امتاع العقول'' اور مطالعۂ تاریخ میں ''تاریخ الأمت'' پڑھائی تھی۔ امتاع العقول پڑھا رہے تھے، آپ کو ایک جگہ کی عبارت بڑی مغلق اور بعید از فہم وتفہیم لگی، آپ نے تدریس بند کردی اور سنٹرل لائبریری میں موجود اس فن کی دوسری کتابوں کو دیکھا اور پھر بھی عبارت مکمل طور سے سمجھ میں نہ آئی تو محترم ازہری صاحب رحمہ اللہ سے رجوع کیا اور اس کے بعد ہی پڑھایا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس بات کو انہوں نے ہم پینسٹھ طلبہ میں بیان کیا۔ آج حال یہ ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنے میں کمال تصور کرتا ہے اور جیسے تیسے طلبہ کو پڑھا لینے پر فخر محسوس کرتا ہے اور کسی سے استفادہ کرنے کو ہتک عزت گردانتا ہے۔ چنانچہ خود با کمال بن پاتا ہے اور نہ طلبہ کو اطمینان کرپاتا ہے۔

ہم لوگوں کی فراغت کے بعد آپ کے ذمہ موطا امام مالک کی تدریس سونپی گئی۔ میرا کسی وجہ سے جامعہ سلفیہ میں جانا ہوا اور جب ان سے ملنے ان کے فلیٹ میں گیا تو دیکھا کہ موطا کی متعدد شروحات کو سامنے رکھ کر نوٹس تیار کررہے ہیں، پوچھنے پر بتلایا کہ اس سال اس کتاب کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ کتب احادیث کی شروحات سے استفادہ کرکے طلبہ کو ضروری نوٹس تیار کرادوں۔ یہ چیز ان کے حق میں حال اور مستقبل ہر زمانے میں معاون و مددگار ہوگی اور فہم احادیث میں مدد ملے گی۔ نیز انہوں نے کہا کہ اس کتاب کی تدریس سے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ایک جامع شرح لکھوں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کام آپ سے انجام پاسکا یا نہیں۔ احادیث، تفسیر اور عربی زبان وادب کی کتابوں کے نوٹس تیار کرانے کا نہایت اہم کام مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کے جملہ اساتذہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرور انجام دیتے ہیں۔اس کا طلبہ کو بے حد فائدہ ہوتا ہے۔استاذ محترم مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ کے تیار کردہ نوٹس مستقل تصنیفات کی شکل بھی اختیار کر چکے ہیں۔آپ کی کتابوں میں "**التعليق المنتقى على سنن المجتبى**" اور "**التعليق المليح على مشكوٰة المصابيح**" وغیرہ اسی قسم کی تصنیفات ہیں۔

آپ ایک کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ کامیاب داعی وخطیب بھی تھے۔شہر بنارس میں موجود اہل حدیث مسجدوں میں ہمیشہ جمعہ کے خطبات دیتے تھے اور جب جامعہ کی عالی شان جامع مسجد میں خطبہ دینا ہوتا تو بہتر موضوعات کا انتخاب کرتے اور خطبہ دیتے۔جلسوں، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں بھی شرکت فرماتے اور بیش قیمت مقالات پیش فرماتے۔۲۰۰۴ء میں سرزمین پاکوڑ (جھارکھنڈ) میں منعقد ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں آپ کسی مجبوری کی بناء پر شریک نہ ہو سکے تھے، البتہ آپ نے ''انشورنس کی شرعی حیثیت'' پر گراں قدر مقالہ لکھ کر ارسال کر دیا تھا، جسے آپ کے شاگرد مولانا محمد جنید مکی بنارسی رحفظہ اللہ نے پیش فرمایا تھا۔ یہ مقالہ محدث، بنارس اور ترجمان کے کانفرنس نمبر میں شائع ہوا ہے۔آپ کے اندر لکھنے کا ذوق تھا، اور نہایت صاف ستھرے مقالات لکھتے تھے۔مولانا عبدالہادی جھکاوی اور مولانا منظورالحق بلیرامپوری نیز ان کے خاندان میں پیدا ہونے والے علماء کی حیات وخدمات پر آپ کا گراں قدر کام ہے، بلکہ ''مولانا منظورالحق جھکاوی بلیرام پوری: حیات وخدمات'' مستقل ایک تصنیف ہے۔

آپ جامعہ کے شعبۂ افتاء سے ہمیشہ وابستہ رہے۔فقہی مسائل واحکام پر مبنی سوالات نیز فرائض ومیراث سے متعلق استفتاؤں کے جوابات آپ ہی لکھتے تھے۔استاذ جلیل حضرت علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ اور استاذ کبیر حضرت علامہ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ آپ کے جوابات اور طریقۂ تحریر کو بے حد سراہتے تھے۔

عالمیت وفضیلت سال آخر کے طلبہ کے مقالات کا اشراف بھی فرماتے تھے۔بہت سارے لوگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ اپنی علمیت کا دھونس جمانے کے لئے اقتباسات میں بھی تصحیح کر ڈالتے ہیں۔طلبہ کے مقالات کی تصحیح کا آپ کا طریقہ یہ ہوتا کہ اقتباسات کو نوٹ کرنے میں اگر طلبہ سے غلطی ہوتی یا کہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبارت کے اندر سقم نظر آتا، تو قلم چلانے کی بجائے اصل کتاب منگواتے اور اس کے بعد ہی قلم چلاتے تھے۔ مقالات میں وارد تمام احادیث کی مکمل تخریج کراتے اور ان پر ضرور حکم لگواتے تھے، اور یہی معمول آپ کا طلبہ کے تقریری پروگراموں کی صدارت میں بھی ہوتا تھا۔ آپ صدارتی تبصروں کے دوران طلبہ کی توجہات اس بات کی جانب مبذول کراتے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث کی حدیثیں ہوں، تو ان کے درجات معلوم کرنا اور پھر دوران تقریر بیان کرنا تقریر کے حسن کو بڑھاتا اور تقریر کی معنویت میں اضافہ کرتا ہے۔

طلبہ کی تعلیم وتربیت میں محنت کرنا آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ تھا۔ کثرت مطالعہ اور دشوار و پیچیدہ عبارتوں پر مشتمل کتابوں کی تدریس سے آپ کبھی نہیں بھاگتے تھے۔ جامعہ سلفیہ، بنارس میں گیٹ کا نظام آپ کے قیام جامعہ کے دوران بنا تھا۔ اور جس میٹنگ میں یہ نظام بنا تھا، اس میں آپ موجود تھے، اسی مجلس میں یہ بات آئی کہ تفسیر بیضاوی کون پڑھائے گا؟۔ ایک استاذ نے اس استاذ کی طرف اشارہ کیا، جن کے مشورہ سے گیٹ کا نیا نظام بنا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ کتاب نصاب سے خارج کردی جائے۔ یہ سن کر استاذ محترم مولانا محمد حنیف فیضی/رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ لوگ پابندیوں اور نئے نظاموں کو لاگو کرنے کی وکالت کرتے ہیں، اور مشکل کتابوں کی تدریس سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے ان کو نصاب سے خارج کرنے کی بات کرتے ہیں، لائیے میں تفسیر بیضاوی پڑھاؤں گا، اور پھر آپ کے سپرد کی گئی۔ اسی کتاب کی تدریس اور مطالعہ میں کثرت انہماک کی بناء پر آپ ایک عارضہ کا شکار ہو گئے، جو کبھی کم کبھی زیادہ ہمیشہ آپ کو لاحق رہا۔

آپ کا جن علاقوں سے گہرا تعلق تھا، ان میں علاقہ جھارکھنڈ بالخصوص علاقہ چھوٹا ناگپور خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ اس علاقے میں آپ کے شاگردان کثیر تعداد میں ہیں اور دعوتی و تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ، مولانا محمد خالد فیضی، مولانا مسعود عالم فیضی، مولانا ابوالقاسم اثری، مولانا حیات اللہ سلفی، مولانا ارشد امان اللہ سلفی، اور کاتب سطور (اشفاق سجاد سلفی) آپ کے اس علاقے کے ارشد تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ نے اس علاقہ کا متعدد بار دعوتی واصلاحی دورہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا، اور اس زمانے میں جب سفر کی سہولتیں بالکل نہ تھیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اکثر پیدل ہوا کرتا تھا۔ علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ میں واقع اکثر بستیوں کے نام کے اخیر میں ''ڈیہہ'' آتا ہے جیسے گریڈیہہ وغیرہ۔ اس لفظ کو شامل بستیوں کے درجنوں نام آپ ایک سانس میں گنا دیا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ دوران کلاس کہا کرتے تھے: ''اجی جانتے ہو عزیزم اشفاق کے یہاں ڈیہا ڈیہہ والی بستیاں ہوتی ہیں، آشاڈیہہ، جدوڈیہہ، ناروڈیہہ وغیرہ''۔ اوپر مذکور شاگردوں میں مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ مانتے اور ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کے انتقال کی خبر ملنے کے بعد آپ نے مجھے اپنے فلیٹ میں بلوایا، خبر دی اور کہا کہ آج میرا سب سے محبوب شاگرد مجھے داغ مفارقت دے کر چلا گیا۔ مجھے میرے والد کے انتقال کے بعد دوسرا سب سے بڑا غم ان کی وفات پر لاحق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ یہ بول رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے زاروقطار آنسو بہہ رہا ہے۔

آپ علمی ودینی کتابوں کو خریدنے اور ان کو جمع کرنے کے بے حد شوقین تھے۔ آپ کے فلیٹ میں موجود ایک کمرہ لائبریری کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ میں ثانویہ کا طالب علم تھا، کتابوں کی حقیقت سے بہت زیادہ آشنائی نہیں تھی، ایک روز میں ان سے ملنے ان کے فلیٹ میں گیا، ملنے اور علمی اخذ واستفادہ کے بعد میں نے ان سے کہا کہ اتنی ساری کتابیں آپ کے پاس ہیں، کیا آپ ان کتابوں کو پڑھتے بھی ہیں؟ آپ مسکرائے اور جواب دیا کہ کتابوں کو جمع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ روزانہ ان کتابوں کو پڑھا ہی جائے، بلکہ کتابیں اگر موجود ہوں تو انسان حسب ضرورت ان کی ورق گردانی کرتا، اخذ واستفادہ کرتا اور ضرورت کی معلومات تک فوراً پہنچ سکتا ہے۔ آپ کتابوں کا بے حد احترام بھی کرتے تھے۔ پرچوں ومجلّات تک کو مناسب وموزوں جگہ پر رکھتے تھے۔ ایک دن آپ کے دوسرے لڑکے مولانا ذکاء اللہ فیضی نے مجلّہ ''محدث'' پر ہاتھ رکھ دیا، تو آپ نے فوراً منع کیا اور کتب ومجلّات کا احترام کرنے کی تاکید کی، اور کہا کہ اس بات کا آئندہ ہمیشہ خیال رکھنا کہ قرآن کریم کا نسخہ تمام کتابوں کے اوپر ہو، اگر اس کے اوپر دوسری کتابیں رکھ دی جاتی ہیں، تو اس سے قرآن کی تخفیف لازم آتی ہے۔

میری آپ سے آخری ملاقات ۲۰۰۳ء میں مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے اندر ''باب بلال رضی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنہ“ میں ہوئی، میں ”جالیات دعوت سینٹر“ احد رفیدہ، ابہا، سعودی عرب میں اردو داعی ومترجم کی حیثیت سے کام کرنے گیا تھا اور ایک موقع سے فائدہ اٹھا کر رمضان میں عمرہ کرنے مکہ مکرمہ پہنچا ہوا تھا۔ آپ چوں کہ رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کی جانب سے مبعوث تھے۔ اس بناء پر اس کی طرف سے منعقد ایک ٹریننگ کورس کی تکمیل کی خاطر آپ مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے، آپ کے ساتھ استاذ محترم مولانا نعیم الدین مدنی اور مولانا جمیل احمد مدنی بھی تھے۔ ملاقات کے بعد حالت وکیفیت معلوم کی گئی اور مکہ مکرمہ آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے پوری تفصیل بتلاتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں علم نحو کی معروف کتاب ”شرح ابن عقیل“ پڑھاتے پڑھاتے بوڑھا ہو گیا، اور یہاں ”قطر الندیٰ“ رٹوائی جارہی ہے، کلاس میں بیٹھے بیٹھے آنکھ بند ہو جاتی ہے، ایک روز شیخ نے کہا کہ کیوں سوتے ہوا ے حنیف!، میں نے جواب دیا کہ **”لا استطیع یا شیخ“** (استاذ محترم! یہ ہماری استطاعت سے باہر کی چیز ہے)۔

آپ معاملات کے صاف اور نہایت پرہیز گار وخدا ترس انسان تھے۔ محلّہ ”بھووری“، بیر گنج، نیپال میں ۲۰۰۰ء میں ایک اجلاس عام منعقد ہوا تھا، جس میں آپ نے بھی شرکت کی تھی، مولانا ذکاء اللہ مدنی، سابق استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام کی تقریر آیت قرآنی ﴿**یا أیھا الذین آمنوا آمنوا**﴾ پر ہو رہی تھی۔ میں بھی اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا، دیکھا کہ آپ تقریر سن کر زار وقطار روئے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور جنت میں بلند مقام عطا کرے۔ آمین!

❁❁❁

(۸)۔ مولانا ابوالقاسم خالد العربی رحمہ اللہ

ریاستِ جھارکھنڈ کے ضلع ”مغربی سنگھ بھوم“ کے علاقے میں جن علماء ودعاۃ نے دعوتی وتعلیمی خدمات انجام دیں، اور جن کی کوششوں سے اس علاقے میں اصلاح وتبلیغ کا اور مسلک اہل حدیث کی اشاعت وتعمیر کا سب سے زیادہ کام ہوا، ان میں ایک نام مولانا ابوالقاسم خالد العربی کا ہے۔

آپ اصلاً مملکت توحید سعودی عرب کے مشہور شہر ”جدہ“ کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پیدائش ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا، اور آپ درِ یتیم ہو گئے، اور بے یار ومددگار جینے پر مجبور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا سامان پیدا کر دیا، اور جدہ ہی میں جامعہ دارالسلام، عمر آباد کے بانی اور خدمت خلق کے ایک عظیم مینار جناب کاکا محمد عمر رحمہ اللہ سے ملاقات کرا دی۔ حالات سے واقفیت کے بعد انہوں نے ان کو ہندوستان چلے آنے کا مشورہ دیا، جس پر انہوں نے عمل کرنا مناسب سمجھا اور بلا تاخیر ممبئی کے راستے سے ہندوستان تشریف لے آئے۔ اِدھر اُدھر کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اپنے مرشد ومحسنِ عظیم کاکا عمر سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے ان کی بھرپور مدد کی۔ اسی اثناء میں جنوبی ہند کے مرکزی دارالعلوم "جامعہ دارالسلام"، عمر آباد کی بنیاد پڑی، جس میں آپ کو تحصیل علم کے لئے داخل کر لیا گیا۔ یہ جامعہ اس وقت ابتدائی دور سے گزر رہا تھا، آپ نے اس کی گود میں تین سال تک پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت پائی، اور اس کے بعد ازہر ہند "دارالحدیث رحمانیہ"، دہلی کا رخ کیا، اور داخلہ لے کر وہاں کے جلیل قدر کبار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور جملہ علوم وفنونِ شریعت میں مہارت تامہ اور درکِ کامل حاصل کی۔ اس کے بعد "جامعہ ازہر"، مصر میں پڑھنے کا شوق ہوا، تو مصر چلے گئے اور وہاں بھی علوم وفنون کی تحصیل کی۔ ہندوستان واپس آئے تو طب وحکمت کی تعلیم حاصل کرنے کی چاہت ہوئی، اور اس کے لئے متحدہ ہندوستان کے شہر "ملتان" میں قائم "ملتان میڈیکل کالج" میں داخلہ لے کر ایل، ایم، پی ہومیو کی ڈگری حاصل کی۔

آپ ایک بے لوث داعی الی اللہ اور خادمِ کتاب وسنت تھے۔ فراغت کے بعد آپ نے دیگر تمام مشغولیات میں کتاب وسنت کی آبیاری اور دعوت وتبلیغ کو اپنا عزیز پیشہ بنایا، اور اس راہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ انسان حیرت زدہ ہے۔ ایک آدمی جس کا نہ باپ ہے نہ ماں، اور نہ نزدیک ودور کے رشتہ دار، دیارِ غیر میں اجنبیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے، اور کوئی مونس وغمخوار بھی نہیں، جب کہ دعوتی کام اور اصلاحی مشن میں ایسی ایسی آزمائش وابتلاء میں مبتلا ہونا پڑتا ہے کہ اس موقع پر مونس وغمخوار کی ضرورت پڑتی ہے، جو اسے مشکل کے لمحات میں دلاسا دے، تقویت وتائید کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔

آپ نے تمام چیزوں سے بے فکر ہو کر اصلاحی ودعوتی کام شروع کیا، اور ہندوستان کے مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطوں اور جگہوں کے دورے کرتے ہوئے ۱۹۳۰ء میں اڈیشہ کے ایک مشہور شہر ''بھدرک'' پہنچ گئے، جہاں کا علاقہ انہیں قبول کے لائق نظر آیا۔ یہاں انہوں نے کچھ دنوں تک قیام کرنا مناسب سمجھا۔ کام جاری رکھا اور علاقے کے قصبوں، شہروں اور قریوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کو راہِ راست پر لانے اور فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو انجام دینے میں مصروف رہے، جس کی وجہ سے تکلیف دہ واقعات بھی رونما ہوئے، طرح طرح کی مشکلات ومصائب سے گزرنا پڑا، مگر آپ نے ہار نہ مانی اور نہ پائے ثبات کو متزلزل ہونے دیا۔ بدعتیوں نے آپ کے قتل تک کی سازش کی، مگر اللہ جس کا حامی وناصر اور ساتھ ہو، اس کا کوئی ایک بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ ایک بدعتی عالم مولوی مجیب الرحمٰن سے مناظرہ بھی ہوا، اسے آپ نے ایسی شکست دی کہ بہتوں کی ہدایت کا سامان بن گئی، اس سے آپ کا پورے علاقے میں سکہ جم گیا۔ لوگ جوق در جوق مسلکِ اہل حدیث کی طرف مائل اور دعوت حقہ سے قریب ہوتے گئے۔

احبابِ جماعت نے آپ کو پذیرائی بخشی اور ایسے ہاتھوں ہاتھ لیا کہ واپسی کا خیال تک دل میں نہ آیا، اور قصبہ ''بونت''، ضلع بھدرک، اڈیشہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے اپنا ذریعہ معاش طب وزراعت کو بنایا، اور خوب جم کر دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ اپنی دعوتی جولان گاہ اڈیشہ کے مختلف شہروں اور علاقوں جیسے جھوم پورہ، کیندرپاڑا، اور گوجی دراوغیرہ کو بنایا، اور ساتھ ہی جھارکھنڈ کے ضلع سنگھ بھوم تک دعوتی مشن کو پھیلایا اور ''جینت گڑھ'' کو اس علاقے کا مرکز بنایا، اور وہاں ایک دینی ادارہ ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' قائم کیا، جو تا حال جاری ہے۔ اس مدرسہ کے تعارف میں استاذِ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ (سابق استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) نے لکھا ہے:

''مدرسہ اصلاح المسلمین، جینت گڑھ: یہاں کے مسلمان مولانا ابومحمد ابراہیم آروی کے ہاتھ سے اہل حدیث ہوئے، اور کچھ لوگ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے ذریعہ دعوت اہل حدیث سے روشناس ہوئے۔ یوں تو قدیم زمانے سے ایک مکتب چلتا آیا ہے، مگر ۱۹۳۳ء میں مولانا ابوالقاسم خالد العربی کی کوشش اور ترغیب سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسی مدرسہ میں ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۷ء مولانا شکر اللہ فیضی بستوی نے بھی درس دیا۔ اس وقت مدرسہ کے عروج کا زمانہ تھا۔ جماعت رابعہ تک تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وہاں سے منتقل ہونے کے بعد مدرسہ کی وہ حالت نہ رہی اور مدرسین بھی بدلتے رہے۔اس مدرسہ میں مولانا زین العابدین بستوی اور مولانا عبدالسلام کرتھی ڈیہہ نے بھی درس دیا ہے‘‘۔[جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات:۱۳۱]

آپ نے دعوتی مشن کی کامیابی کے لئے جمعیات اہل حدیث سے مربوط ہونے کو ضروری سمجھا اور صوبائی جمعیت اہل حدیث، اڈیشہ کے امیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔آپ نے ان دونوں عہدوں پر رہ کر جماعت کو بہت مستحکم کیا۔آپ نے زبان وبیان کے ساتھ ساتھ ’’قلم‘‘ کو بھی دعوت کے لئے وسیلہ بنایا، اور ’’دارالکتاب والسنۃ‘‘ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ ’’بونت‘‘ میں قائم کیا، جس سے درجنوں کی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں شائع کیں۔آپ کے انتقال کے بعد یہ ادارہ آپ کی اولاد واحفاد کی نگرانی میں خوب خوب کام کررہا ہے۔آپ نے ڈھیر ساری کتابیں تصنیف کیں، جن میں درج ذیل کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں:

(۱) ندائے حق، (۲) سیف التحقیق، (۳) کتاب التوسل، (۴) الصوت الہادی موسوم بہ ’’تکمیل نماز‘‘، (۵) کشف الباری فی احوال البخاری، (۶) جواہر الحدیث من احادیث صحیح البخاری، (۷) دعوت توحید وعقائد اہل حدیث، (۸) الفتح المنصور فی مناظرۃ برہم پور، (۹) سفینۃ النجاۃ، (۱۰) الشہاب الثاقب، (۱۱) احکام الصلوٰۃ [دوجلدیں]، (۱۲) نورالابصار، (۱۳) النداء قبل الجمعۃ، (۱۴) الدین الحق ما بین الحق والباطل، (۱۵) اسلام اور عورت، (۱۶) انتخاب الحدیث [دو جلدیں]، (۱۷) ترغیب الصلوٰۃ، (۱۸) مطرق الحدید، (۱۹) اعلاء النداء بان المسیح رفع الی السماء، (۲۰) الفاروق بین الخالق والمخلوق۔[دیکھیں: تراجم علمائے اہل حدیث:۱/۴۲-۴۳]

آپ ایک باکمال مناظر بھی تھے۔ماضی میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں مناظروں کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔جینت گڑھ، سنگھ بھوم، جھارکھنڈ کا حنفیوں سے مناظرہ، جو آپ نے مئوناتھ بھنجن کے عالم دین اور داعی الی اللہ مولانا حافظ عبداللہ عقیل مئوی (۱) رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر کیا تھا، ایک تاریخی اور یادگار مناظرہ ہے، جس کی روداد بڑے پُر لطف انداز میں ’’مسلم اہل حدیث گزٹ‘‘، دہلی، مئی ۱۹۳۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔اس رپورٹ میں مولانا عبداللہ عقیل مئوی کو ہیرو نمبر ایک، اور مولانا ابوالقاسم خالد العربی کو ہیرو نمبر دو کہا گیا ہے، جو بڑی واقعیت پر دلالت کرتا ہے۔اس مناظرہ کا جھارکھنڈ کے سنگھ بھوم بالخصوص جینت گڑھ اور اڈیشہ کے قریبی مقامات پر بڑا گہرا اثر ہوا۔تقلید شخصی اور مذہبی جمود کی گرفت ڈھیلی پڑی، اور عمل بالکتاب والسنہ کا رجحان عام ہوا۔آیئے ذیل میں ''مناظرہ جینت گڑھ'' کی روداد پڑھتے ہیں اور لطف لیتے ہیں:

''ایک برس سے کچھ زائد ہوتا ہے کہ ایک صاحب دوندہ علاقہ مور بھنج سے جینت گڑھ، ضلع سنگھ بھوم میں تشریف لائے، جو اپنے کو دیوبندی اور فارغ دیوبند کہتے ہیں، اور اپنا اسم شریف بتلاتے ہیں ''مولوی شمس تبریز''، عمر تخمیناً ۳۰ برس، رنگ گندم گوں، لیکن چہرے پر روپیہ سے بڑا ایک سخت سیاہ داغ، مگر چوں کہ جینت گڑھ میں کوئی دینیات کا تعلیم یافتہ نہیں، اور ہیں سب لوگ اہل حدیث، لہذا (مولوی شمس تبریز) ڈونڈوِی صاحب نے موقع غنیمت سمجھ کر مذہبی لن ترانیاں شروع کیں۔حاجی امیر الدین صاحب نے (جو کہ جینت گڑھ کے ایک سر برآوردہ اور معمولی اردو خواں و مذہبی اخبار بین ہیں) مدرس چمپوا مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی کے پاس واقعات کی خبر بھیج کر اطلاع کی کہ دوندوی صاحب چمپوا جارہے ہیں، آپ ان سے کچھ مذہبی گفتگو کیجئے گا۔

خدا کی شان دوندوی صاحب جناب حاجی محمد سعید صاحب چمپوا کے ہاں تشریف لا کر برآمدہ میں بیٹھے ہی تھے، کہ مولوی عبداللہ صاحب ادھر سے گزرے اور سلام و مصافحہ کے بعد بیٹھتے ہی دوندوی صاحب سے گفتگو شروع ہوگئی، اور اسی اثناء میں حاجی امیر الدین صاحب بھی جینت گڑھ سے آگئے۔دوندوی صاحب نے غالباً جینت گڑھ ہی پر چمپوا کو بھی قیاس کیا تھا، مگر دوران گفتگو انہیں شیخ شیرازی رحمہ اللہ کا یہ شعر یاد دلا گیا کہ:

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست شاید کہ پلنگے خفتہ باشد

جس سے کماحقہ متاثر ہوتے ہوئے انہیں کہنا پڑا کہ میں تو اپنے ذاتی کام سے آیا تھا، میں فی الحال اس گفتگو کے لئے آمادہ نہیں، مگر حاجی امیر الدین صاحب نے انہیں جینت گڑھ کی لن ترانیاں یاد دلاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے بعض مذہبی مسائل پر گفتگو کے لئے جبراً آمادہ کیا، لیکن چند ہی منٹ میں اظہر من الشمس ہو گیا کہ:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

چنانچہ بعد عصر ٹہلنے کے بہانے سے نکلے اور بازار میں جا کر لاری کا انتظام کر کے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے چلتے بنے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

اس وقت ہماری زبان پر بھی ترجمانہ لہجہ میں یہ جاری تھا:

قابل رحم ہے اس شخص کی رسوائی بھی
پردے ہی پردے میں کم بخت جو رسوا ہو جائے

خدا گواہ ہے کہ دوندوی صاحب اسی شان سے آئے، جیسا کہ لکھا گیا اور اسی کیفیت سے گئے، جیسا کہ اظہار ہوا، لیکن نہ معلوم خاک جینت گڑھ و چمپوا میں آپ کے لئے کیا مقناطیسی اثر تھا کہ آپ دوندہ پہنچ کر بھی کچھ نہ کچھ شگوفے بھی چھوڑا کرتے اور آنے جانے والوں سے کوئی نہ کوئی مناظرہ کا پیغام دیا کرتے۔ بقول غالب:

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد — گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

مختصر یہ کہ ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء کو مولوی ابوالقاسم خالد بن محمد سعید الصدیقی العربی یہاں تشریف لائے اور انھوں نے جو یہ گزشتہ و موجودہ کیفیات سنیں، اور دیکھیں تو بیخود ہو کر فرمانے لگے کہ:

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب نبھے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

چنانچہ آپ کے مشورے سے حاجی امیر الدین صاحب نے دوندوی صاحب کو مناظرہ کے لئے ایک فیصلہ کن چیلنج دیا، خلاصہ یہ کہ چند کا غذی گھوڑ دوڑ کے بعد دوندوی صاحب ۶/ اپریل ۱۹۳۵ء کو مع اپنے آدھے درجن حواریوں کے جینت گڑھ میں آدھمکے، جل جلالہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ہمارے ہیرو جناب مولانا خالد صاحب نے ۶/اپریل کا دن بڑے کرب اور بے چینی سے طے کیا، اور خدا خدا کر کے شب وعدہ پہنچی، مجلس مناظرہ کا انعقاد ہوا، شائقین جوق در جوق آ آ کے جمع ہوئے۔ مناظرین کا قفل سکوت بھی ٹوٹا اور گفتگو بھی شروع ہوئی۔ ہمارے ہیرو صاحب نے فرمایا: شرائط مناظرہ طے کر کے مناظرہ شروع ہو جانا چاہئے، دوندوی صاحب نے فرمایا: ہاں شرائط مناظرہ ضرور طے ہونا چاہئیں، اور میں آیا بھی ہوں صرف اسی لئے کہ شرائط مناظرہ طے کر کے چلا جاؤں اور آپ ''مجگاؤں'' میں آ کر مناظرہ کریں، کیوں کہ آج کل میرا قیام مجگاؤں ہی میں ہے، ہمارے ہیرو صاحب سمجھ گئے، کہ دوندوی صاحب:

ہیں ابھی کم سن و نا واقف ہیں لطف وصل سے
دل میں کچھ ڈرتے ہیں کچھ دبتے ہیں شرماتے ہیں کچھ

چنانچہ پھر رات کی کشمکش کے بعد اگر نتیجہ نکلا تو صرف یہ کہ ہم بذاتہ کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے کہ خود رائی کر سکیں، بلکہ دراصل ہم اپنی جماعت مجگاؤں کے حقیقی معنیٰ میں مقلد ہیں، جو جماعت کہے گی، وہی ہم کریں گے، اور جماعت نے ہم سے بتاکید یہ کہہ دیا ہے کہ آپ جینت گڑھ سے صرف شرائط مناظرہ طے کر کے چلے آیئے، اگر ان لوگوں کو مناظرہ کرنا ہوگا تو مجگاؤں میں آ کر کریں گے۔ لہذا میں اس کے خلاف کسی طرح کرنے پر تیار نہیں، چنانچہ شرائط مناظرہ کے کاغذ پر دوندوی صاحب نے اپنی انتہائی انسانیت کا ثبوت دیتے ہوئے ہزاروں کوششوں اور جانفشانیوں کے بعد دوسرے روز ۷/اپریل ۱۹۳۵ء کو چلتے چلاتے صرف اتنا لکھا کہ ''تقلید شخصی کو قرآن وحدیث سے ثابت کروں گا مجگاؤں میں'':

بے خودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اسی اثناء میں ہمارے پہلے ہیرو مولوی عبداللہ صاحب عقیل مئوی نے دوندوی صاحب کو ایک تحریری چیلنج دیا کہ میں بلا کسی شرط کے بھی آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں اور صدر بھی آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاطر سے ایک حنفی المذ ہب جناب سید عبدالرحیم صاحب فورسٹ رینج آفیسر کو مانتا ہوں، اور بعد ثبوت تقلید شخصی میں خود مقلد ہونے کا تحریری اقرار کرتا ہوں:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

معاملہ صدر موصوف کی خدمت میں پیش ہوتا ہے، وہ بحیثیت حنفی، دوندوی صاحب کو ہر طرح ہمت دلا کر بت تقلید کی لاج رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ کم از کم آپ ہمارے سرکاری آفس میں آدھے درجن حواریوں کی معیت اور خود میری حفاظت میں مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیے، اور مولوی عبداللہ صاحب عقیل مئوی کے پاس صرف چار ہی اہل حدیث ہیں، اور باہر سے کسی دوسرے کو یہاں آنے نہیں دوں گا، علاوہ ازیں میں ہر طرح سے آپ کی حمایت کے لئے بھی تیار ہوں، آپ میری اس التماس کو قبول فرمائیے، کیوں کہ میں سرکاری ملازم ہوں، اس لئے میں کل مجگاؤں جانے سے مجبور ہوں، اگر زیادہ نہیں تو صرف ایک آدھ ہی گھنٹہ کی گفتگو کرنے کے لئے خدارا آپ آمادہ ہو جائیے، بقیہ جو کچھ ہونا ہوگا کل اچھی طرح مجگاؤں کے مجمع عام میں ہو جائے گا، مگر افسوس کہ دوندوی صاحب کسی طرح مستعد نہ ہوئے:

خار صحرائے جنوں نے تیز کیں کیا کیا زباں
پھوٹے منہ بھی کچھ نہ بولے پاؤں کے چھالے میرے

۸/ اپریل ۱۹۳۵ء کو نماز صبح سے فارغ ہو کر ہمارے دونوں ہیرو نے چالیس موحدین کی معیت میں کھانے پینے سے آراستہ کتابوں سے بھرپور ۹/ بجے دن میں موٹر گاڑیوں سے مجگاؤں وارد ہو کر بستی سے باہر ایک باغ میں ڈیرا ڈال دیا، اور دوندوی صاحب کی خدمت میں اپنے آنے کی اطلاع بھیجتے بھیجتے اور انتظار کرتے کرتے تنگ آ گئے، خیر خدا خدا کر کے ایک گھنٹہ کے بعد دوندوی صاحب اس شان سے تشریف لائے کہ گویا کوئی تارک الدنیا آسیب زدہ زندگی سے بیزار مجمع عام میں تصویر یاس و غم ہے، جس کے ہر موئے تن سے یہ آواز آ رہی کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

دوندوی صاحب سے ایفاء وعدہ کا تقاضا ہوتا ہے، اور آپ ہیں بغلیں جھانک رہے ہیں، کہتے ہیں کچھ اور، زبان سے نکلتا ہے کچھ، مگر خود کردہ را چہ علاج؟ اس کے باوجود بھی جب دوندوی صاحب کی جان نہ چھوٹی تو ہر دو جانب سے شرائط مناظرہ پیش ہوئے اور دونوں جانب کے پرچہ شرائط طرفین کے دو وکیلوں کے حوالے کئے گئے کہ یہ جو فیصلہ کریں گے، وہ ہر دو مناظر کو منظور کرنا ہوگا، چنانچہ وکیل فیصلہ کے لئے گئے، اور تقریباً دو گھنٹہ میں بفضلہٖ تعالیٰ فیصلہ کر کے آ گئے، اسی اثناء میں مولوی عبداللہ صاحب نے ایک مدلل تقریر کی، جس کا بحمد اللہ بہت اچھا اثر ہوا، مگر دوندوی صاحب تقریر شروع ہوتے ہی مجلس سے چل دیئے، لیکن تقریر جوں ہی ختم ہوئی دوندوی صاحب خود تقریر کرنے کے لئے اسٹیج پر حاضر ہوئے، ادھر وکیل شرائط طے کر کے موجود اور نماز ظہر کا وقت بھی سر پر سوار، مزید برآں ہنوز کھانے پینے سے بھی ملاقات نہیں، آخرش اس وقت طے یہ ہوا کہ پہلے کھانا کھایا جاوے پھر دو بجے سے پانچ بجے تک مناظرہ ہو۔

مختصر یہ کہ دو بجے ہر دو مناظر جب اسٹیج پر آ گئے تو وکیلوں نے اپنا فیصلہ کردہ پرچہ شرائط پیش کیا، جس پر طرفین کے دونوں وکیلوں کی منظوری کے قلمی دستخط بھی ثبت تھے، مگر دوندوی صاحب نے پہلے ہی نمبر سے انحراف و سرتابی کی، جو یہ تھا کہ ''پہلی تقریر دوندوی صاحب کی ہوگی اور اخیر میں مولوی خالد صاحب کی''۔ دوندوی صاحب اس پر کسی طرح تیار نہیں ہوئے، حالانکہ تمام مجمع نے اس کی پوری کوشش کی کہ دوندوی صاحب اپنے وکیل کی اطاعت کے تحریری اقرار پر ثابت قدم رہتے ہوئے فیصلہ وکیل کو تسلیم کر کے مناظرہ کی کارروائی شروع کریں، لیکن وہ اس کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہوئے، حتیٰ کہ دو گھنٹے تک دوندوی صاحب، صدر، ہر دو وکیل مناظر مقابل اور مجمع عام نے ہر ممکن کوشش سے مجبور کیا، مگر دوندوی صاحب کو آمادہ نہ ہونا تھا، نہ ہوئے، تو مولوی خالد صاحب نے کہا کہ خیر بلا کسی شرط کے مناظرہ ہو، مگر اس پر بھی راضی نہیں، بعدہ کہا گیا کہ جب مناظرہ کسی طرح شروع نہیں ہوتا تو ہر دو مناظر کی ایک ایک تقریر ہی ہو جائے، اس پر طرفین سے عوام تو راضی ہوئے، لیکن جب دوندوی صاحب سے کہا گیا کہ پہلے آپ ہی تقریر کریں گے، تو انکار کر دیا، مگر جب مولوی خالد صاحب تقریر کو کھڑے ہوئے اور خطبہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا تو دوندوی صاحب بھی کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے، پھر جب مولوی خالد صاحب بیٹھ گئے تو دوندوی صاحب بھی خاموش۔

یہ واقعہ اس قدر تعجب خیز ہے کہ ہمیں خود لکھتے ہوئے شبہ ہوتا ہے کہ ناظرین کو شاید باور نہ ہو، مگر در حقیقت واقعہ یہی ہے، تو ہم لکھنے پر مجبور ہیں۔ مزید برآں صرف ایک ہی مرتبہ نہیں، بلکہ دو دو مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا، آخر کار مناظرہ کا وقت اس لیت و لعل میں ختم ہو گیا، اور دوندوی صاحب اسٹیج چھوڑ کر روبخانہ ہوئے تو ہم لوگ بھی مایوس ہو کر بصد حسرت وارماں یہ کہتے ہوئے قبیل مغرب وہاں سے روانہ ہوئے:

تھی خبر گرم غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہ ہوا

فاعتبروا یا أولی الألباب''

[مسلم اہل حدیث گزٹ، دہلی، مئی ۱۹۳۵ء، اس مکمل رپورٹ کو مولانا مقتدیٰ اثری عمری نے اپنی کتاب ''تذکرۃ المناظرین'': ۱/۵۲۹۔۵۳۵ میں مولانا وحافظ عبداللہ عقیل مئوی رحمہ اللہ کے مناظرہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے]

مولانا ابو القاسم خالد العربی کا انتقال ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۰/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ کو ہوا۔ دوسرے دن آپ کے پوتے مولانا طٰہٰ سعید خالد عمری نے نماز جنازہ پڑھائی اور دعوت و تعلیم کا یہ سپوت ''بونت'' قصبہ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

حاشیہ:

(۱) مولانا حافظ عبداللہ عقیل مئوی رحمہ اللہ کی حیات اور عملی زندگی کے تعارف میں ''تذکرۃ المناظرین'' کے مصنف مولانا مقتدیٰ اثری عمری حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''آپ کا نام عبداللہ، اور تخلص عقیل تھا، محلّہ قاسم پورہ چوپھال، مئو کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ ''کوچین''، کیرلا چلے گئے، اور وہاں پر عرصہ دراز تک امامت وخطابت ودعوت وتبلیغ کے اہم فرائض انجام دیتے رہے، پھر اس کے بعد ''کوچین'' کو خیر باد کہتے ہوئے ضرورت کے پیشِ نظر ''چمپوا''، صوبہ اڑیسہ چلے گئے، اور وہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک جماعتی وعلمی اخبار ''نورتوحید''، لکھنؤ بیادگار حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ شائع کیا، جس کا قلمی تعاون مولانا عبداللہ شائق مئوی رحمہ اللہ ہمیشہ کرتے رہے، مولانا موصوف اپنے اخبار ''نورتوحید''، لکھنؤ مجریہ ۱۹۵۱ء کے شمارہ میں حضرت مولانا محمد ابوالقاسم سیف محدث بنارسی کے انتقال پر ایک خصوصی ''سیف الاسلام نمبر'' شائع فرمایا، جس میں اکابر اہل حدیث کے بہت سے مضامین شائع ہیں۔

جب میں ۱۹۹۰ء میں جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو کی طرف سے سفارت کے لئے موضع ''چمپوا''، صوبہ اڑیسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر مولانا حافظ عبداللہ عقیل مئوی کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں ایک مدرسہ دارالہدیٰ کے نام سے قائم ہے، جس میں آج بحمد اللہ تعلیمی سلسلہ جاری ہے، مولانا موصوف کی دعوتی جدوجہد سے کتاب وسنت کا غلغلہ پورے صوبہ اڑیسہ میں ہوا۔

مولانا عبداللہ عقیل مئوی لباس میں گول ٹوپی، کرتہ، پائجامہ استعمال کرتے تھے، گندمی رنگ، درمیانی قد تھا، ساٹھ سال کی عمر میں استسقاء کی بیماری میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا عبداللہ شائق مئوی نے کھیری باغ کے وسیع صحن میں پڑھائی، مرحوم قاسم پورہ گرہست قبرستان کے اتری جانب بھیٹہ پر مدفون ہیں''۔[تذکرۃ المناظرین:۱/۵۲۸۔۵۲۹]

❁❁❁

(۹)۔ مولانا محمد داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ

برصغیر ہند وپاک میں جن عظیم ہستیوں نے جنم لیا اور تعلیم ودعوت کے فروغ، سماج کی اصلاح وتعمیر، شرک وبدعت کے ازالہ اور توحید وسنت کی آبیاری میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دیئے اور اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نزدیک ودور کے پرمشقت اسفار کئے، یہاں تک کہ بے آب وگیاہ میدان، اونچ نیچ مقامات اور پہاڑ وجنگل سے گزرنے والے دشوار ترین راستوں اور مسافتوں کو طے کیا، اور خطۂ جھارکھنڈ تک کا بار بار سفر کیا، ان میں ایک بڑا نام ''چمن اسلام'' (پانچواں) کے مصنف، ''صحیح بخاری'' کے اردو مترجم، ''تفسیر ثنائی'' کے محشی، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سابق ناظم عمومی، ماہنامہ ''نورالایمان'' کے بانی اور جمعیت علمائے ہند کے سابق رکن مولانا محمد داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ کا ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۹۰۸ء میں موضع ''رہپوہ''، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں، ہریانہ (میوات) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قصبہ پنگواں کے اسکول میں حاصل کی۔ ۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ تعلیم وتربیت کی تحصیل وطلب کی غرض سے دہلی کا سفر کیا اور صدر بازار میں قائم ادارہ ''مدرسہ حمیدیہ'' میں داخلہ لیا اور وہاں کے دو ماہر ترین اساتذہ میاں جی الحاج عبداللہ میواتی اور مولانا محمد سلیمان بنگالی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے خوب خوب اخذ واستفادہ کیا۔ پھر صدر بازار ہی میں قائم ایک دوسرے ادارہ ''مدرسہ دارالکتاب والسنۃ'' میں داخل ہوئے اور فراغت حاصل کی، اس زمانے میں اس ادارہ میں جو نابغۂ روزگار علماء درس وتدریس کے منصب پر فائز تھے، ان سے بھرپور تحصیلِ علوم وفنون کی، جن میں مولانا عبدالوہاب صدری، حافظ عنایت اللہ وزیرآبادی اور مولانا عبدالجبار سوکھپوری خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۴۲ء میں منشی فاضل کا امتحان دے کر یہ ڈگری بھی حاصل کی تھی۔

علوم وفنون کی تحصیل کے بعد تعلیم ودعوت سے منسلک ہوگئے اور اس کام کا آغاز اپنے استاد مولانا عبدالجبار سوکھپوری کے قائم کردہ ادارہ ''اشاعت القرآن والسنۃ'' سے کیا، اور جب میوات میں ''جامعہ سلفیہ'' نامی ادارہ قائم ہوا تو اس سے منسلک ہوگئے، اور ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک اس ادارہ میں رہ کر دعوت وتعلیم کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعدازاں عروس البلاد ممبئی تشریف لے گئے اور جماعت اہل حدیث، ممبئی کی مرکزی مسجد ''مسجد اہل حدیث''، مومن پورہ میں امامت وخطابت کے فرائض کی ادائیگی کرنے لگے۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۸ء تک جاری رہا، گھریلو مسائل درپیش نہ ہوتے تو شاید یہ سلسلہ مزید خاصا طویل ہوتا۔ آپ نے ممبئی میں اپنے بارہ سالہ قیام کے دوران امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ شہر ومضافات شہر میں ڈھیر سارے دینی ودعوتی دورے کیے۔

آج جب کوئی عالم دین کسی دینی ادارہ سے فراغت کے بعد کسی مسجد کا امام وخطیب مقرر ہوتا ہے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنا دائرۂ کار امامت وخطابت کے ساتھ مصلیان کے چند سوالات کے جواب سے آگے نہیں بڑھاتا اور اسی پر اکتفا کرنے پر عافیت محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ وہ حاصل کردہ علم بچا پانے سے قاصر رہتا ہے۔ایسی صورت حال میں اسلاف کے کارناموں کو دیکھا جانا چاہئے۔مولانا محمد داؤد راز دہلوی مسجد اہل حدیث، مومن پورہ کے امام وخطیب ہیں، باہری دورے بھی کرتے ہیں، پھر بھی شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے فتاووں کو جمع کر کے ''فتاویٰ ثنائیہ'' (دو جلدیں) تیار کرتے ہیں اور ''تفسیر ثنائی'' کا مراجعہ کرتے ہیں اور اپنے قلم سے بیش قیمت حواشی وتعلیقات تحریر کرتے ہیں۔

گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے ممبئی چھوڑ کر آپ دہلی چلے آئے اور یہاں بھی اپنے دعوتی وتعلیمی اور علمی مشاغل جاری رکھے، مسجد اہل حدیث، اجمیری گیٹ کو اپنا مرکز بنایا اور صحافت کے ذریعہ قوم وملت کی خدمت کے لئے ماہنامہ ''نور الایمان'' جاری کیا۔صحیح بخاری کا اردو ترجمہ کیا اور پارہ پارہ کی شکل میں شائع فرمایا، اس کے بعد مسلم کے ترجمے کا آغاز کیا اور تین پارے ترجمے کئے، جن میں دو پارے مفقود ہیں اور پہلا پارہ مطبوع شکل میں آج بھی قدیم لائبریریوں میں موجود ہے۔مزید مکتبہ ''نور الایمان'' قائم کیا اور اس سے اپنی تصنیفات کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتی اہم کتابوں بالخصوص مولانا صادق سیالکوٹی کی جملہ تالیفات کی طباعت واشاعت فرمائی۔

امامت وخطابت، درس وتدریس، تحقیق وتعلیق، تصنیف وترجمہ اور دعوت وتبلیغ جیسے اہم اعمال کو انجام دینے کے لئے ملک میں قائم ہونے والی کئی تنظیموں، جمعیتوں اور کمیٹیوں میں شمولیت اختیار کی اور دوسرے کے افکار ونظریات سے فائدہ اٹھایا تو وہیں اپنی صلاحیتوں اور لیاقتوں سے فائدہ پہنچایا اور یہ چیز ایک عظیم انسان کی بڑی پہچان ہوتی ہے۔آپ نے جن جمعیتوں، تنظیموں اور کمیٹیوں میں شمولیت اختیار کی اور ان کی سرگرمیوں کو عام کرنے میں اپنی خدمات پیش کیں، ان میں ''جمعیۃ العلماء، ہند، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند) اور جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کی تعمیری وتعلیمی کمیٹی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جمعیۃ علمائے ہند پورے برصغیر کے علماء کی مشترکہ تنظیم تھی، جس میں اہل حدیث، دیوبندی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بریلوی سبھی شریک تھے، یہ جمعیت صرف اور صرف مناظرِ اسلام، فاتح قادیان، شیر پنجاب علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تحریک پر وجود میں آئی تھی اور اس کے بانی بھی آپ ہی تھے۔مگر بعد میں ہمارے دیوبندی اکابر نے تعصب سے کام لیا اور اہل حدیثوں کی رکنیت آہستہ آہستہ ختم کردی، اس عظیم جمعیت کے جو علمائے اہل حدیث مختلف عہدوں پر فائز اور رکن رہے، ان میں مولانا محمد داؤد راز دہلوی بھی ہیں۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث، ہند سے منسلک ہونے کے متعلق مرکزی جمعیت سے شائع کتاب ''تراجم علمائے اہل حدیث'' میں یوں تحریر ہے کہ ''....مولانا عبدالجلیل رحمانی کے نظامت سے مستعفی ہوجانے کے بعد ذمہ دارانِ جماعت کے دباؤ کے آگے سرتسلیم خم کرتے ہوئے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں چند ماہ کے لئے کارگزار، پھر مستقل ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔آپ کے دورِنظامت میں ترجمان کا معیار بلند ہوا، افراد جماعت کے حوصلے بلند ہوئے اور جماعت میں نئی جان آئی۔مولانا عبدالوہاب آروی کے مستعفی ہوجانے کے بعد کچھ مدت تک کے لئے کارگزار صدر بھی رہے۔آل انڈیا اہل حدیث کمیٹی کے صدر مولانا عبدالوہاب آروی نے نومبر ۱۹۶۱ء میں دستور جمعیت میں حسب حال حذف واضافہ اور مناسب تبدیلی کے لئے پانچ ارکان پر مشتمل ''سب کمیٹی'' تشکیل دی، جس کے ایک رکن رکین آپ بھی تھے۔اسی طرح مرکزی دارالعلوم بنارس کی تعمیری، تعلیمی کمیٹی کے بھی ممبر رہے اور ادارہ کے مالی تعاون کے لئے خود سفر کیا''۔

آپ کی وفات ۲/دسمبر ۱۹۸۱ء مطابق ۳/صفر ۱۴۰۲ھ بدھ کو ہوئی۔آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں ترجمہ صحیح بخاری، ترجمہ صحیح مسلم (تین پارے)، حواشی تفسیر ثنائی، تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہل حدیث، تحریک اسلامی کا پس منظر، حیات ثنائی، حقائق مودودیت، پیام زندگی، چمن اسلام (پانچواں حصہ) اور خطبات نبوی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے اس حیاتِ مستعار کو ہمیشہ تفہیم وتبلیغ میں مشغول رکھا اور امت کی اصلاح، لوگوں کو شاہ راہِ کتاب وسنت پر گامزن کرنے اور اس راہ پر قائم ودائم رکھنے، شہرودیہات کے مسلم معاشرہ سے شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے اور کتاب وسنت کی شمع کو فروزاں کرنے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا، عام جگہوں میں رہ کر کام کرتے وقت بالعموم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث سے منسلک ہونے کے بعد بالخصوص جو دعوتی و اصلاحی کارنامے انجام دیئے، وہ بے حد اہم ہیں۔ آپ کے دوروں اور اسفار کی تفصیل میں ممبئی، دہلی، ہریانہ و پنجاب، یوپی، آندھرا پردیش، اڑیسہ، گجرات، کرناٹک، بہار و جھارکھنڈ وغیرہ صوبے جات کے نام ملتے ہیں۔ مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ ...''پھر شکراوہ (میوات) میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد ازاں تبلیغ کے لئے بعض علمائے کرام کے ساتھ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ تبلیغی دورے کا یہ سلسلہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے شروع کیا گیا تھا جو کافی عرصہ جاری رہا۔ اس اثنا میں ممبئی، مدراس، جبل پور، بریلی وغیرہ شہروں اور علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا''۔ [برصغیر کے اہل حدیث خدامِ قرآن: ۵۶۷]

آپ نے جھارکھنڈ کے مختلف قریوں، گاؤں، دیہاتوں اور شہروں کا دعوتی و تبلیغی سفر متعدد بار کیا ہے۔ مجھے بزرگوں سے استفسارات، مجلّات میں شائع دعوتی رپورٹوں اور مولانا کی حیات و خدمات پر شائع مقالات و مضامین کے مطالعے سے آپ کے جھارکھنڈ کے جن گاؤں اور شہروں میں تشریف لانے اور دعوتی و اصلاحی اجلاسوں کو خطاب کرنے کا علم ہوا ہے، ان میں جامعہ شمس الہدی السّلفیہ، دلال پور (صاحب گنج)، جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ، مدرسہ فیض الغرباء، پیپل جوریا، جامعہ نور الہدیٰ، نیما کلاں، ٹاٹا نگر جمشید پور، موضع ڈوکا ڈیہہ (صاحب گنج)، موضع رام پور (دیوگھر) موضع منگیا مارنی اور موضع پرنانگر (جامتاڑا) جیسے شہر اور گاؤں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہیں۔

جامعہ شمس الہدی السّلفیہ، دلال پور (صاحب گنج) آپ کس سن و سال تشریف لائے تھے، اس کا علم تو نہ ہو سکا، البتہ مولانا عبدالحنان دلالپوری رحمہ اللہ کے علمی مقام و مرتبہ کے تذکرہ کے ضمن میں مولانا عبدالعزیز حقانی (شیخ الحدیث، جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ) نے لکھا ہے کہ ''اہل علم کے درمیان آپ (مولانا عبدالحنان) متعارف تھے۔ میرے طالب علمی کا زمانہ تھا، جامعہ شمس الہدی، دلال پور میں جلسہ تھا، بیل گاڑی سے مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ (صاحب ترجمہ صحیح بخاری) تشریف لا رہے تھے، طلبائے جامعہ مولانا کے استقبال کے لئے منتظر تھے، جب رو برو ہوئے تو اظہارِ عقیدت میں طلبائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامعہ نے نعرے لگانے شروع کیے، مولانا محمد داؤد راز علیہ الرحمہ نے سختی سے روکا اور فرمایا کہ تم لوگوں کے یہاں بہت بڑے عالم دین (مولانا عبدالحنان) ہیں۔ نعرہ بازی کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ نعرہ بند کرو"۔ [شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان بن عبدالرحمٰن دلاپوری: شخصیت اور کارنامے: ۴۳]

جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس میں ملک کے مشاہیر علمائے کرام تشریف لائے تھے، جن میں مولانا عبدالخبیر صادقپور، پٹنہ، مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری، مولانا عین الحق دربھنگوی، اور مولانا داؤد راز دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ کا خطاب عام مدلل اور بصیرت افروز تھا۔ [علامہ داؤد راز دہلوی: حیات وخدمات ۹۱/۱]

شہر آہن ٹاٹا نگر جمشید پور آپ دوبار، پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۸ء میں تشریف لائے تھے۔ دونوں موقعوں پر جمعیت اہل حدیث، جمشید پور کے سالانہ جلسے تھے۔ ان دونوں جلسوں کی رپورٹ پندرہ روزہ "ترجمان" دہلی میں شائع ہوئی ہے۔ پہلے جلسے کی رپورٹ آپ نے خود اپنے قلم سے لکھی ہے اور اس میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ان کی اس جلسہ میں دو تقریریں ہوئیں۔ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں!:

"ٹاٹا نگر ہندوستان میں لوہے کے کاروبار کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جمشید پور کے نام سے بھی مشہور ہے۔ لوہے کے کارخانوں میں کام کرنے والے یہاں ہزارہا مسلمان عرصہ سے سکونت پذیر ہیں، جن میں ہر خیال کے لوگ ہیں، الحمدللہ اہل حدیث حضرات بھی کافی موجود ہیں۔ ضرورت تھی کہ یہاں کے اہل حدیث حضرات اپنی تنظیم کر کے تبلیغ واشاعت کا فرض انجام دیں۔ اسی جذبہ کے تحت یہاں پچھلے سال سے "جمعیت اہل حدیث" جمشید پور قائم ہوئی، جس کا دوسرا سالانہ جلسہ ۳-۴/ نومبر کو زیر صدارت مولانا عبدالخبیر صاحب بمقام ریڈیو میدان، دھتکیڈیہہ منعقد ہوا۔ جس میں صدر محترم کے علاوہ حضرت مولانا ابوالبشار عبدالستار صاحب آسنسول، حضرت مولانا محمد حسین صاحب خطیب مسجد اہلحدیث کولوٹولہ، کلکتہ شریک ہوئے۔ محترم مست گنوری صاحب کی پُر جوش نظموں اور علمائے کرام کے مواعظ حسنہ سے سامعین بہت محظوظ ہوئے، جو کافی تعداد میں ہر نشست میں شرکت فرماتے رہے۔ خادم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مولانا محمد داؤد راز دہلوی) کی دو تقریریں بعنوان ''رسولِ عربی کے احسانات بنی نوع انسان پر'' اور ''بھولے ہوئے اسباق کی یاد'' ہوئیں۔ محترم اراکین جمعیت کو تنظیمی سلسلہ میں مفید مشورے دیئے، جلسہ بہت کامیاب رہا، اڑیسہ اور اطراف کے کافی مہمان جلسہ میں تشریف لائے تھے، ان کے قیام وطعام کا انتظام جمعیت کی طرف سے کیا گیا تھا، جمعیت کے صدر محترم نے خطبۂ صدارت پیش فرمایا، جس میں جمعیت کے قیام اور آئندہ کے عزائم پر روشنی ڈالی گئی، اللہ سب کی ہمتیں بلند فرمائے! ''محمد داؤد راز''۔

[پندرہ روزہ ترجمان، دہلی، یکم دسمبر ۱۹۶۰ء جلد: ۸، شمارہ: ۱۵]

جمعیت اہل حدیث کے قیام کے بعد ہر سال ایک دو روزہ جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا، جس میں بڑے بڑے علمائے کرام مدعو ہوتے تھے۔ مولانا محمد داؤد راز دہلوی نے دوسرے سالانہ جلسہ کے بعد پھر چوتھے سالانہ جلسہ میں شرکت کی تھی، اس جلسہ کی روداد ور پورٹ جمعیت اہل حدیث، جمشید پور کے سکریٹری محمد اسماعیل نے تحریر کی تھی، جو پندرہ روزہ ''ترجمان'' میں شائع ہوئی تھی۔ رپورٹ کی نص یوں ہے:

''بحمد للہ جمعیت اہل حدیث، جمشید پور کا چوتھا عظیم الشان اجلاس عام پروگرام کے مطابق ۸-۹ ر نومبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ وسنیچر بڑے شاندار پیمانہ پر دھتکیڈیہہ کے مغربی میدان میں انعقاد پذیر ہوا۔ ہماری دعوت خلوص پر لبیک فرماتے ہوئے باہر سے حضرت العلام مولانا محمد داؤد راز دہلوی، حضرت العلام مولانا محمد عارف سراجی آرگنائزر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس، دہلی، حضرت العلام مولانا قاری عبدالرشید خانجہانپوری ایم.اے. اور قرب وجوار کے بہت سے علمائے کرام اور عوام وخواص تشریف لائے۔ شامیانہ، روشنی اور خواتین کے پردے کا معقول بندوبست تھا، رنگ برنگ کتبوں اور مرکری بجلی کے قمقموں نے پنڈال کو بقعۂ نور بنا دیا تھا۔ اجلاس کی کل چار نشستیں ہوئیں، حاضری بے حد معقول تھی۔ مختلف مسالک فکر کے عوام وخواص اور اونچے مغربی تعلیم یافتہ حضرات شریکِ اجلاس ہوئے، جس سے اجلاس کی رونق ہزاروں گنا بڑھ گئی۔

توحید وسنت، مسلک اہل حدیث، سیرت النبی، ایمان وتقویٰ اور عبادات اسلامی کے فلسفے کے عنوانات پر علمائے کرام کے بیانات بحمدہ تعالیٰ انتہائی پسندیدہ، جاذب نظر، فکر انگیز اور ایمان افروز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، عوام وخواص کے اشتیاق کا عالم یہ تھا کہ بارہ بجے شب تک ٹھنڈی راتوں اور خنک ہواؤں میں سراپا اشتیاق بنے بیٹھے رہے، مسلکی اعتبار سے اس اجلاسِ عام کا مفید اثر ہوا۔ یہ تقریریں بحمدہ تعالیٰ مقبول عوام وخواص ہوئیں اور اہل حدیث سے متعلق بہت سی بدگمانیوں اور شبہات وشکوک کا ازالہ ہو گیا''۔[پندرہ روزہ ''ترجمان'' دہلی، یکم جنوری ۱۹۶۹ء، جلد:۱۶، شمارہ:۱۷]

جھارکھنڈ کے جن قریوں اور گاؤں میں آپ کی آمد ہوئی اور جلسوں کو آپ نے خطاب کیا، ان میں موضع پیپل جوریا (گڈا)، موضع ڈوکا ڈیہہ (صاحب گنج)، موضع رام پور (دیوگھر)، موضع منگیا مارنی (جامتاڑا) اور موضع پرنانگر (جامتاڑا) کے متعلق مجھے واقفیت حاصل ہو سکی۔

موضع پیپل جوریا دو سال (۱۹۶۵ اور ۱۹۶۶ء) آئے تھے، اور ۱۹۶۶ء ہی میں موضع ڈوکا ڈیہہ بھی تشریف لائے تھے۔ موضع منگیا مارنی کا اجلاس ۱۹۵۹ء میں ہوا تھا، جس میں مولانا محمد داؤد راز دہلوی کے علاوہ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری بھی شریک ہوئے تھے۔ ٹھیک اسی دن علاقے کے ایک جید عالم دین مولانا عبدالحق رحمانی ریاضی (بٹبریا) کا انتقال ہوا تھا، ان علمائے کرام نے مولانا کے جنازہ اور تدفین میں بھی شرکت کی تھی۔

موضع رام پور کے اجلاس کے بارے میں تفصیل معلوم نہ ہو سکی، البتہ موضع پرنانگر کے اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا شمس الحق سلفی بہاری (والد محترم ڈاکٹر عزیر شمس) نے بھی شرکت کی تھی اور اجلاس عام کی صدارت فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں علاقے کے حنفی عالم مولانا قاری محمد ایوب مظاہری بھی مدعو تھے اور ان کو خطاب کا وقت بھی دیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں ''چلہ کشی'' کی اہمیت وفضیلت پر تقریر کی تھی، جس پر مولانا محمد داؤد راز دہلوی اور مولانا شمس الحق سلفی دونوں حضرات نے قاری صاحب کا بہترین کلاس لیا تھا اور صحیح منہجِ دعوت وتبلیغ سے سامعین کو مستفید کیا تھا۔

اوپر مذکور لوگوں کے بیانات، کتابوں کے اقتباسات اور اخبارات وجرائد کے تراشے سے مولانا داؤد راز دہلوی کی گوناگوں خدمات کا ہمیں علم ہوتا ہے۔ اگر کوئی صاحب قلم ان اقتباسات اور تراشوں سے تاریخی وتہذیبی، علمی ودعوتی اور تحریکی وتنظیمی امور ومسائل کا استنباط اور استنتاج کرنا چاہے تو بیسیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتائج اخذ کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اور ہمارے دوسرے اکابر واسلاف کے اعمال وخدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت کرے، آمین!!

❁❁❁

(۱۰)۔ مولانا دیندار خاں محمدی رحمہ اللہ

داعیِ بے مثال، مبلغِ باکمال مولانا دیندار خان محمدی رحمہ اللہ ''ہریانہ'' کے رہنے والے تھے۔ رہپوہ، ضلع فرید آباد (میوات) میں اپریل ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ نشو ونما اور تعلیم وتربیت یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر صرف ایک سال تھی کہ مہربان ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور تین سال کی عمر مین والدِ بزرگوار بھی بے یار ومددگار اور بے سہارا چھوڑ کر اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ اسی حالت میں نشو ونما پائی، اور جب پڑھنے لکھنے کے لائق ہوئے تو ''شکراوا'' کے معروف ادارہ ''دارالعلوم'' میں داخلہ لیا، اور مولانا داؤد راز دہلوی اور مولانا مہر اللہ رحمہما اللہ سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔

آپ نے اوپر مذکور دونوں مشائخ کبار سے مدرسہ ''دارالعلوم'' میں کسب فیض کرنے پر اکتفا کیا، اور دوسری جگہ نہیں گئے، اور اس کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ دعوت اور امت کی اصلاح وتعمیر کی تڑپ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی لئے آپ نے اپنی عمر عزیز اسی راہ میں گزار دی۔ ہندوستان کا کوئی صوبہ اور کوئی علاقہ باقی نہ رہا ہوگا، جو آپ کی دعوت سے مستفید نہ ہوا ہو۔ آپ چھوٹے بڑے تمام جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ جمعہ کے خطبے دیتے تھے، اور بغیر بلائے بھی دعوت وتبلیغ کی ضرورت کی جگہوں پر تشریف لے جاتے تھے، اور اپنی دعوت سے فائدہ پہنچاتے تھے۔

آپ نے جن جگہوں کے دعوتی دورے کئے اور قریہ قریہ وگاؤں گاؤں گھوم کر وعظ وتذکیر، دعوت وتبلیغ اور اسلامی تربیت کی، ان میں جھارکھنڈ بھی ہے۔ مادر علمی جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کے کئی سالانہ جلسوں میں آپ نے شرکت کی تھی، اور کتاب وسنت کی روشنی میں تقریریں کی تھیں۔ اجلاس سے فارغ ہو کر آپ علاقے کی بستیوں میں گھومتے تھے، اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کرتے تھے۔ کسی کا بال بڑا دیکھتے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کٹوانے کی تاکید کرتے اور بتاتے کہ شریعت کس طرح سے بال رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ پوچھتے کہ نماز پڑھتے ہو؟، جواب نفی میں ملنے پر بڑے پیار سے سمجھاتے۔ عام طور پر نوجوانوں اور قریب البلوغ لڑکوں سے مصافحہ ضرور کرتے، اور مصافحہ کے دوران ہاتھ پکڑ لیتے تھے، اور ناخن چیک کرتے، اگر بڑا پاتے تو اپنی جیب سے ناخن تراش نکالتے اور خود کاٹ دیتے تھے۔اسی طرح بلا کسی شرم وحیاء کے پوچھتے کہ زیر ناف صاف کرتے ہو، یا نہیں؟، اور اگر صاف کرتے ہو تو کتنے دنوں پر؟، اور پھر اس کے متعلق شریعت کا حکم بتلاتے۔ بچوں اور نوجوانوں کو سلام کے آداب بتلاتے، دعائیں سکھلاتے اور نماز ووضو کے طریقے بتلاتے تھے۔آپ ہمارے گاؤں ''ہرلا'' بھی دعوتی کاز کے تحت تشریف لائے تھے، اور گلی گلی میں گھوم گھوم کر نوجوانوں سے مل کر ان کی تربیت کی تھی۔

آپ ایک بار جھارکھنڈ میں آئے تو پھر آتے چلے گئے۔ لوگ آپ کی تقریر بے حد پسند کرتے تھے۔ اللہ نے آپ کو خطابت کا زبردست ملکہ عطا ہی کیا تھا۔آپ نہایت حق گو انسان تھے۔اس راہ میں کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔تقریروں میں بھی کھلے عام حق کی آواز بلند کرتے تھے۔آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور بہتوں نے اپنی زندگیوں اور اعمال میں تبدیلیاں لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کے ساتھ تحریر وقلم کی بھی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔آپ نے ان دونوں صلاحیتوں کو دعوت وتبلیغ کی راہ میں استعمال کیا، اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی غرض سے ۱۹۵۳ء میں ایک دعوتی ادارہ ''احیاء الاسلام'' قائم کیا۔ اس ادارہ کے تحت مختلف موقعوں اور مناسبات سے دعوتی اور دینی پمفلٹ اور کتابچے شائع کر کے مفت تقسیم کرتے تھے۔کئی مسجدوں میں میں نے خود ان کے دعوتی پمفلٹس دیکھے ہیں۔ ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں آپ کا ایک دعوتی اشتہار سالوں تک لٹکا رہا، اور لوگوں نے اس سے پڑھ کر معلومات حاصل کیں۔

آپ نے ایک موقع سے ایک کتابچہ بعنوان ''ہندوستانی مسلمانوں کی کہانی: خشونت سنگھ کی زبانی'' شائع فرمایا تھا، اس کے صفحہ نمبر ۱۵ و ۱۶ پر ادارہ ''احیاء الاسلام'' کی خدمات وکارناموں کا تعارف کرایا ہے، اس کو پڑھ کر مولانا کی جہود ومساعی اور دعوتی تڑپ اور لگن کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ: ''ادارہ ''احیاء الاسلام''، ہریانہ کی مخلصانہ تقریری وتحریری خدمات ۱۹۵۳ء سے آج تک بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہیں، اور تب سے آج تک نوے اشاعتیں چھپ کر مفت تقسیم ہو چکی ہیں، جن میں ''جماعتِ اہل حدیث کے امتیازی مسائل'' (۶۴ رصفحات، تین مرتبہ، بارہ ہزار نسخے)، ''اطاعتِ رسول'' (۱۶ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''معیار اسلام'' (۱۶ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''دعاء کے غیر شرعی طریقے'' (۱۶ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''تحفۃ الحسنیٰ'' (۶۴ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''نورالہدیٰ'' (۶۴ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''گورونانک کا پیغام ہندوسکھ سنتوں کے نام'' (۶۴ رصفحات، چار ہزار نسخے)، ''تحریکِ اہل حدیث، میوات'' (۲۲۰ رصفحات، دو ہزار نسخے)، ''ایک مجلس کی تین طلاق'' (۳۵۰ رصفحات، دو ہزار نسخے، تین اشاعتیں) قابلِ ذکر ہیں''۔

آگے آپ نے چند پروجیکٹ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور چند زیرِ طبع کتابچوں کے نام گنائے ہیں، جو یقیناً بعد میں چھپ کر عوام وخواص کے افادے اور استفادے کے ذریعے بنے ہوں گے۔ لکھتے ہیں کہ ''ان کے علاوہ اشتہارات و پمفلٹ وقتاً فوقتاً وقت کے لحاظ سے چھپ کر مفت تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''مسلمانانِ ہند کی کہانی خشونت سنگھ کی زبانی''، ''فحاشی اور عریانی''، ''کھڑے ہو کر بلا عذر کھانا''، ''بزرگوں کے عرس'' وغیرہ ''قادیانیت سے متعلق اظہارِ حقیقت مولانا صادق سیالکوٹی کا مکالمہ مولانا مودودی کے ساتھ''، ''مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی ثنائی ڈائری''، ''ہم مسلمان کیوں ہوئے؟''، ان کے علاوہ بہت سارے منصوبے جات پیشِ نظر ہیں اور کتابت شدہ میں زیرِ طبع ہیں، جن کے لئے رقم خطیر کی ضرورت ہے''۔

آپ وفات سے قبل دعوت وتبلیغ کے مقصد سے وادیِ کشمیر گئے ہوئے تھے کہ آپ کے دماغ کی نس پھٹ گئی۔ کافی علاج چلا۔ گھر لائے گئے، مگر شفاء نہیں ملی، اور کئی ماہ تک بیمار رہ کر وفات کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں داخل کرے، آمین!!۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)۔ تلمیذ شیخ الکل

مولانا محمد صالح بندھولوی رحمہ اللہ

تلمیذ شیخ الکل مولانا محمد صالح بن گوہر علی بن محمد زماں بن محی الدین ملا دانش بن تاج الدین بن شفیع الرحمٰن بن ملا عبدالشکور ۱۸۵۲ء میں دربھنگہ کے مشہور و معروف بستی ''دیو رابندھولی'' کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کا خانوادہ ابتدا ہی سے علمی، دینی اور سلفی مزاج و منہج کا حامل رہا ہے، دولت و ثروت اور مال و منال میں بھی یہ خانوادہ منفرد بلکہ قرب و جوار میں بھی ممتاز تھا، آپ کے والد اتنے دیندار و تقوی شعار اور علم دین کے فداکار تھے کہ انہوں نے باضابطہ علم دین کے حصول کی رغبت دلاتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ میرا جو لڑکا عالم دین بنے گا اسے اپنی جائیداد میں سے ایک قیمتی زمین بطور انعام دوں گا اور جب مولانا محمد صالح دہلی سے شیخ الکل فی الکل سے پڑھ کر وطن مالوف واپس آئے، تو واقعتاً ان کے والد ماجد نے اپنے اعلان کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اپنی اراضی کا سب سے قیمتی ٹکڑا ان کو انعام میں دے دیا۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی، ان کے والد اپنے گھر پر ایک عالم دین کو باقاعدہ طور پر رکھے ہوئے تھے، جن سے گاؤں خاندان اور گھر کے بچے اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے اور اس معلم و مربی کا مشاہرہ شیخ کے پدر بزرگ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ پھر حصول علم کے لئے مظفر پور چلے گئے اور وہاں کے شیوخ و اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ جب آپ کا شوق علم اور بھی تیز گام ہوا تو اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے ''مدرسہ چشمۂ رحمت''، غازی پور تشریف لے گئے اور اس ادارہ کے شیوخ سے اکتساب فیض کیا اور کتب متداولہ کا درس لیا۔ غازی پور سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد انہیں اور بھی حصول علم کی فکر دامنگیر ہوئی تو ایشیائے کوچک کے شہرۂ آفاق ادارہ جس میں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین مونگیری ثم دہلوی مسند حدیث پر متمکن تھے، میں داخل ہوئے اور آپ نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، ان سے حدیث، تفسیر، اصول حدیث، فقہ وغیرہ جملہ علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت میاں صاحب دہلوی اپنے تلامذہ کو دو قسم کی سندیں عطا کرتے تھے، ایک سند فراغت کی ہوتی تھی، جو تمام طلبہ کو دی جاتی تھی، اور دوسری سندِ نیابت ہوتی تھی، جو صرف ان مخصوص طلبہ کو دی جاتی تھی، جو آپ کے نائب متصور ہوتے تھے۔ سندِ خاص میں ان کا فضل وکمال اور زہد وتقوی کا لحاظ فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کو سندِ خاص بھی ملی تھی اور آپ کو حضرت میاں صاحب نے بہار میں اپنا نائب متعین کیا تھا۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ وطن عزیز لوٹے اور مولانا عبدالرحیم صادق پوری اسیر کالا پانی کے ایما پر راج محل، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ میں درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہو گئے، اور مدت مدید تک آپ نے یہاں دعوت وارشاد کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، اور یہاں کے لوگوں کو کتاب وسنت سے واقف کرایا۔ اس کے بعد آپ کچھ دنوں تک آسنسول میں بغرض درس وتدریس اقامت پذیر رہے۔ جب آپ کی صحت خراب ہوئی تو آپ نے گھر پر مستقل سکونت اختیار کر لی اور یہاں بھی خرابیٔ صحت کے باوجود دعوت وارشاد کے فریضہ کو جاری وساری رکھا۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کو اللہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ کاشت کاری اور زمینداری ضرورت سے زیادہ تھی، لیکن اس کو دیکھنے کی فرصت کہاں؟ زہد وورع گویا آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔

آپ اپنے استاذ وشیخ کا ادب واحترام بے تحاشا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے استاذ ومرشد سید نذیر حسین مونگیری ثم دہلوی کو اپنے غریب خانہ پر مدعو کیا، جب شیخ الکل ''جو گیارہ اسٹیشن'' پر وارد ہوئے، تو مولانا اپنے بھائیوں کے ساتھ پالکی لے کر اسٹیشن پہنچے اور شیخ کو پالکی میں بیٹھا کر کہار کی جگہ خود اپنے سب بھائی کے ساتھ کاندھے پر پالکی رکھی اور میاں صاحب دہلویؒ کو اپنے غریب کدہ پر لایا، اور اپنے استاذ کی بے مثال عزت افزائی کی جو ایک بے نظیر کارنامہ سے کم نہیں۔

چونکہ آپ اور علامہ عبدالعزیز محدث رحیم آبادی گلشن شیخ الکل کے گل ولالہ تھے۔ دونوں حضرات ہم سبق تھے اور محدث رحیم آبادی مولانا موصوف پر بہت اعتماد رکھتے تھے، اس لئے آپ محدث رحیم آبادی کے زمانہ میں تحریک اہل حدیث کے مقامی امیر تھے۔ علاقے میں سلفیت آپ ہی کی تگ وتاز کا نتیجہ ہے۔

بہاروں میں رنگت جو آئی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان ہی کے بدن کی چرائی ہوئی ہے

[ماہنامہ مجلّہ طوبیٰ، مئی ۲۰۱۸ء]

❁❁❁

(۱۲)۔ شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ

شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب ''الرحیق المختوم'' رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ بر صغیر ہند و پاک اور عالم اسلام کا اہل علم طبقہ ان کی شخصیت و مقام سے بخوبی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا کی ذہانت و فطانت، علمی صلاحیت ولیاقت، اور تدریسی و تصنیفی تفوق و برتری عطا فرمائی تھی کہ کسی بھی علمی میدان کو انھوں نے تشنہ و خالی نہیں چھوڑا۔

شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کے جھارکھنڈ سے تعلقات دیرینہ تھے۔ آپ نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے سے پہلے کچھ دنوں تک ''سیونی''، مدھیہ پردیش میں اور پھر ''مدرسہ دارالتعلیم''، مبارکپور میں کام کیا تھا۔ جن دنوں آپ دارالتعلیم میں استاذ تھے، علاقہ جھارکھنڈ کے تین مؤقر علماء (مولانا عبداللہ مدنی، مولانا ابوالقاسم اثری اور مولانا امین الرحمٰن اثری) وہاں زیر تعلیم تھے۔ جھارکھنڈ کے ان طلبہ سے وہ بڑی محبت کرتے تھے۔ مولانا عبداللہ مدنی کے بقول:

''ہم لوگوں نے شیخ سے مبارکپور میں ''ترجمہ قرآن''، ''مشکاۃ المصابیح''، اور ''شرح شذور الذہب'' جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔ شیخ سے پڑھنے کا مزہ ہی الگ تھا۔ آپ سے ہم لوگوں نے بہت کچھ سیکھا۔ ان کی تربیت میں رہ کر بہت کچھ کر گزرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ سیکھنے اور مطالعہ کرنے کے طریقوں سے واقفیت ہوئی۔ اور انھوں نے شب و روز ہم لوگوں پر اتنی محنت کی کہ عربی اور اردو میں ہمیں اچھی خاصی مہارت حاصل ہوگئی۔ ہم لوگوں نے مبارکپور میں تین سال تعلیم حاصل کی۔ اس مدت میں آپ ہم لوگوں کے لئے سب سے بڑے مشرف و مربی تھے۔ آپ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ علاقہ جھارکھنڈ میں اجلاس منعقد ہوگا اور مجھے مدعو کرو گے تو ضرور پہنچوں گا۔ یہ ان کا اخلاص تھا اور دعوتی تڑپ تھی''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھارکھنڈ میں آنے اور اجلاس کو خطاب کرنے کا پہلا موقع آپ کو اس وقت ملا، جب جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند قائم ہوا اور یہاں ہر سال اجلاس کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولانا محمد خالد فیضی کے بقول:

''۱۹۷۷ء میں ڈابھا کیند میں ایک بڑی اسلامی درس گاہ کی تاسیس کا فیصلہ ملی طور پر کیا گیا۔ مدرسہ کی تاسیس اور عوامی تشہیر کے لئے ایک دوروزہ اجلاس کی تجویز بھی منظور کی گئی۔ اجلاس میں مہمان مقرر خصوصی کی حیثیت سے مشاہیر علماء کرام کا انتخاب ہوا، ان میں ایک نمایاں نام مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری صاحب کا تھا، مولانا جلسے میں شریک ہوئے، علاقہ اور علاقہ والوں کو دیکھا، ان کو دیکھنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کی کثیر تعداد جمع ہوئی۔ علاقہ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا دوروزہ اجلاس تھا۔ شاید اس لئے بھی حاضری بڑھی ہوئی تھی۔ مولانا کے تلامذہ کی اچھی خاصی تعداد اس علاقہ میں ہے، وہ بھی کسی نہ کسی طرح مولانا سے ملاقات کے لئے اجلاس میں آئے۔ الوداع کہنے سے پہلے مولانا نے اپنے مشاہدات کورجسٹر تاثرات میں ثبت کیا۔ جس کا ہر سطر خلوص ووفا کی خوشبو سے معطر ہے اور ہر لفظ ایمانی وروحانی نور سے منور ہے۔ آپ نے مدرسہ کے قیام پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ شاگردوں کے کام کو سراہا ہے اور مربیانہ نصیحتوں سے نوازا ہے۔ یہ ریاست بہار کے جھارکھنڈی خطہ کا ان کا پہلا دورہ تھا''۔

آپ دارالتعلیم، مبارکپور سے جامعہ سلفیہ، بنارس چلے آئے۔ یہاں پر بھی آپ نے جھارکھنڈ سے تعلق رکھنے والے طلبہ کا خاص خیال رکھا۔ مولانا عبداللہ مدنی کہتے ہیں کہ ''میں جب جامعہ سلفیہ، بنارس پڑھنے کے لئے پہنچا تو فجر کی نماز کے بعد شیخ سے مسجد میں ملاقات کی اور کہا کہ شیخ! آپ یہاں؟۔ انہوں نے اپنے مخصوص ظریفانہ لب ولہجہ میں جواب دیا کہ آپ یہاں تو میں یہاں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ میں رمضان میں دارالتعلیم مبارکپور کا چندہ کرنے بنارس آیا تھا، اور جامعہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا عبدالوحید عبدالحق سلفی سے ملاقات کی اور بتایا کہ میں دارالتعلیم کے چندے کے لئے آیا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تو خود ہی ادارہ چلاتے ہیں تو باہر والوں کا تعاون کیسے کرسکتے ہیں؟۔ شیخ نے کہا تو پھر ہم لوگوں کا کیا ہوگا؟۔ یہ سن کر ناظم صاحب نے کہا کہ کیا ہوگا، آپ ہمارے یہاں چلے آیئے، اور میں چلا آیا۔ جب میرا داخلہ مکمل ہوگیا تو مبارکپور ہی کی طرح آپ سے اخذ واستفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں آپ سے "هداية النحو" آپ کے رات کے کھانا کھانے کے دوران پڑھی"۔

اور مولانا محمد خالد فیضی نے لکھا ہے کہ "مدھوپور و مضافات کے طلبہ سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا، رد قادیانیت کے سلسلے کی تالیفات کی تبییض کے لئے ان کی نگاہ نے مدھوپوری طالب علم منتخب کیا۔ جامعہ سلفیہ میں امتحان داخلہ کے ممتحن آپ تھے، داخلہ کے لئے حدیث کی کتاب سنن ابوداؤد متعین تھی، ان کی شخصیت کی ہیبت سے میں نروس تھا۔ اندر داخل ہوا ضابطہ کے سوالات کے بعد آپ نے فرمایا چلئے کتاب کھولئے۔ میں نے پوچھا کہاں سے کھولوں؟، جہاں سے مرضی ہو کھول کر مجھے صفحہ بتا دیجئے!!۔ ایسا اختیار میرے لئے پہلا امتحان ہو گیا۔ دل مضبوط کیا۔ ایک جگہ کھول کر صفحہ بتایا۔ انہوں نے بھی صفحہ نکال لیا۔ پھر مجھے کوئی حدیث پڑھنے اور اس کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ میں نے عبارت تو پڑھ دی غنیمت ہوئی کہ عبارت خوانی سے وہ مطمئن ہو گئے جب کہ مجھے اس میں پھنسنے کا اندیشہ تھا، بولے ترجمہ کیجئے!۔ میں نے ترجمہ شروع سند کے بعد متن کا ترجمہ جوں ہی شروع کیا، پکڑ لیا گیا، "قال قال"، کا ترجمہ اس طرح کیا تھا: کہا کہ فرمایا، کہنے لگے "قال" کا ترجمہ آپ نے ایک جگہ "کہا" کیا، جب کہ دوسری جگہ اسی "قال" کا ترجمہ "فرمایا" کیا۔ یہ فرق کیوں کیا؟۔ میں نے کہا یہ فرق میں نے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے راوی حدیث کے لئے "کیا" اور نبی اکرم ﷺ کے لئے "فرمایا" کا ترجمہ کیا اور کوئی دوسری وجہ نہیں ہے۔ سن کر میری طرف گہری نگاہ سے دیکھا اور پھر کہا جائیے۔ میں رکا رہا، بولے جائیے۔ آپ کا امتحان ہو چکا ہے۔ امید و بیم کی کیفیت لئے میں باہر نکل آیا۔ نتائج کا اعلان آیا، تو اس میں مجھے کامیاب قرار دیا گیا تھا۔ جامعہ میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ اسباق شروع ہوئے اور ملاقاتوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ مولانا انتہائی حاضر جواب، نکتہ رس، محقق و جستجو کے شیدا، علم و آگہی کے دیوانے، بذلہ سنج اور تقریر و تحریر کے شہ سوار تھے۔ مناظرہ بجرڈیہہ نے آپ کی صلاحیتوں کو جملہ خاص و عام میں اجاگر کر دیا۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ فاتح قادیان مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بعد آپ کی بیش بہا غنیمت ذات جماعت کو ملی"۔

بلاشبہ آپ ایک باکمال مناظر بھی تھے۔ آپ نے صرف بجرڈیہہ (بنارس) ہی جیسے تاریخی مناظرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو نہ جیتا، بلکہ مدھیہ پردیش اور آندھرا پردیش کے متعدد خطوں میں جا کر اسلام اور سنت کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا سد باب کیا، اور جب ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ شہر ''مدھوپور''، دیوگھر، جھارکھنڈ میں منکرین حدیث کی ایک ٹولی پیدا ہوئی ہے اور اپنا بال و پر مضبوط کر رہی ہے تو آپ میدان عمل میں اتر پڑے اور منکرین مدھوپور سے تحریری مناظرہ کیا، جس کی روداد ان کی کتاب ''انکارِ حدیث: حق یا باطل'' کی شکل میں موجود، مطبوع اور متداول ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کو اس بات کا علم ہوا کہ منکرینِ حدیث مختلف مقامات پر گمراہ کن شبہات پھیلا رہے ہیں، تو انہوں نے ان کے اہم شبہات کی تردید لکھ کر سولہ صفحات کے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دی۔ یہ پمفلٹ ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور اس کا اپنوں اور غیروں نے خوب جم کر مطالعہ کیا۔ اس پمفلٹ کی کچھ کاپیاں منکرینِ حدیث مدھوپور کے ہاتھوں میں بھی پہنچ گئیں۔ چوں کہ اس کی ساری کاپیاں صرف دو تین ماہ کے عرصے میں نکل گئی تھیں اور اس کے دوسرے ایڈیشن کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ اس وجہ سے مولانا دوسرے ایڈیشن کی تیاری میں تھے کہ آپ کو جھارکھنڈ کے ضلع دیوگھر سے قرآنک ریسرچ سوسائٹی، مدھوپور کے لیٹر پیڈ پر ایک رجسٹرڈ مکتوب ملا۔ مکتوب کے ساتھ تین صفحات کا ایک سلسلہ مضمون بھی تھا، جس میں ''انکار حدیث یوں'' اور ''ایک ٹھوس حقیقت'' کے تحت گفتگو کی گئی تھی، اور مولانا کے رسالہ کے کسی ایک بھی حرف کی تردید نہیں کی گئی تھی۔ البتہ اس میں انکارِ حدیث کے لئے کچھ ایسے نکات کی نشاندہی ضرور کی گئی تھی، جن پر مولانا نے اپنے رسالہ میں گفتگو نہیں کی تھی۔ جب ان کو یہ سلسلہ مضمون ملا تو انہوں نے فوراً ان کا جواب لکھ کر رجسٹرڈ ڈاک سے مکتوب نگار کے نام روانہ کر دیا۔

آپ کا جوابی رسالہ تشفی بخش تھا، جس کو پڑھ کر منکرین حدیث انکار حدیث سے باز آ سکتے تھے، مگر اپنی ہٹ دھرمی پر رہے اور پھر ان کی خدمت میں جامعہ سلفیہ، بنارس اپنا دوسرا مکتوب بھیجا، جس میں پچھلے مکتوب کی کسی بھی بحث، گرفت اور سوال کا جواب نہیں دیا گیا تھا، البتہ رسول اور اطاعت رسول کا مطلب بیان کرتے ہوئے پھر انکار حدیث کا ایک نیا شوشہ چھوڑا گیا تھا۔ آپ نے اس مکتوب کا بھی فوراً جواب روانہ کر دیا، اس کے بعد ایک مدت مدید تک مدھوپوری منکرین کے اندر خاموشی طاری رہی، اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھڑ پھڑانے کی جرأت احمقانہ نہیں کی۔[تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: انکار حدیث: حق یا باطل کا مقدمہ]

اس طرح سے آپ نے مدھوپور کے منکرین حدیث کے رد اور ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنے میں بڑا اہم کردار ادا فرمایا۔ مولانا محمد خالد فیضی آپ کے رول اور نمایاں کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”مدھوپور کے منکروں نے ایک کتابچہ نکالا تھا، جس کا مفصل جواب آپ نے عالمانہ انداز میں دیا ”انکار حدیث کیوں؟“۔ جواب کے مشمولات پر شاید منکروں کو توفیق نہ ہوسکی، یا ان کے پلے نہ پڑی۔ اس لئے ان کی طرف سے دوسرا پرچہ ”انکار لہو الحدیث یوں“ کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے ”رزم حق و باطل“ تحریر فرمائی اور اس یہودی فتنہ کی ایسی تشریح فرمادی کہ منکروں کے خیمہ میں سناٹا چھا گیا۔ اس طرح مدھوپور و مضافات سے انکار سنت کو دم بریدہ کرنے میں آپ نے انتہائی اہم اور بے نظیر کردار ادا کیا“۔

چوں کہ آپ کا اس علاقے سے گہرا لگاؤ تھا۔ نیز آپ نے مدھوپور کے منکرین حدیث کے پیدا کردہ فتنہ انکار کا منہ توڑ جواب دینے اور یہاں سے اس فتنہ کو ختم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا، اس لئے جب جامعہ رحمانیہ، مدھوپور کا قیام عمل میں آیا تو یہاں کے لوگوں نے آپ کو ادارہ کا مشرف بنایا۔ تا کہ آپ کے اشراف میں کارواں آگے بڑھے۔ جامعہ رحمانیہ کا ایک تعارف نامہ عربی میں ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا تھا، اس میں جامعہ کے اراکین میں آپ کا عہدہ ”المشرف العام“ (نگرانِ اعلیٰ) دکھلایا گیا ہے۔ مگر مولانا محمد خالد فیضی جو ان دنوں جامعہ رحمانیہ کے نائب صدر تھے، انہوں نے اپنی ایک تحریر میں آپ کا عہدہ ”صدر“ کا بتایا ہے۔ مولانا خالد فیضی صاحب آپ کے انتخاب، وجہ انتخاب اور آپ کی آمد و رفت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”۱۹۸۵ء میں جب مولانا عبد المنان صاحب اثری شنکر نگری کے لنگوٹیا یار مولانا ثناء اللہ کو بلا کر ”مدرسۃ الرشاد“ کی زمین کا وقف نامہ ”جامعہ رحمانیہ“ کے نام سے کرالیا، اور منتظمہ کی تشکیل کا مرحلہ آیا تو آپ کے نام عہدہ صدارت پر اتفاق عام ہوگیا۔ اس طرح آپ رحمانیہ کے ”صدر منتظمہ“ ہوگئے اور جھارکھنڈ آنے جانے لگے، یہاں کی جماعتی ضرورتوں کے تعلق سے ہدایت و رہنمائی کرنے کی عظیم ذمہ داری بھی آپ کے سر آگئی۔ میرا ایسا گمان ہے کہ اس منصب جلیلہ کو قبول

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کر لینے کی فہمائش شیخ الحدیث مبارک پوری رحمہ اللہ کی ہوگی۔ کیونکہ شیخ الحدیث مبارک پوری رحمہ اللہ مدھوپور کی حالات سے کافی باخبر تھے، جماعت کی نازک حالات سے آگاہ تھے، اور مولانا عبدالمنان شنکر نگری رحمہ اللہ کے ساتھ بہت کچھ کرنے کا ارادہ بھی بنالیا تھا، اس کی پیش رفت بھی ہوئی تھی ''مگر تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ'' والی بات ثابت اس وقت نہیں ہوسکی، مگر جب ''کل شي مرهون بوقته'' کے مصداق یہ وقت آیا اور مدھوپور کی گاڑی پٹری پر آتی نظر آئی، تو شیخ نے اس میں بھرپور معاونت کی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا نے خود ہی شیخ الحدیث سے مشورہ کیا ہو اور انہوں نے صادر کردیا ہو۔ بہر کیف جو بھی ہوا، مدھوپور کے لئے فال نیک ثابت ہوا۔ آپ کے ''عہد صدارت'' میں جامعہ رحمانیہ میں مادی ومعنوی ترقی کی بہار آگئی''۔

آپ نے جامعہ رحمانیہ کی تعمیر وترقی میں واقعی ناقابلِ فراموش رول ادا کیا تھا، اس کو رحمانیہ فراموش کرسکتا ہے اور نہ علاقہ والے۔ آپ نے جامعہ کے تعارف اور اہل خیر سے تعاون کے لئے ایک قیمتی تحریر عربی میں قلمبند کر کے رحمانیہ کو مرحمت کی تھی، جس کا ہر جملہ آپ کے اخلاص وتڑپ کی گواہی دیتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على عبده ورسوله محمد وعلى آله وصحبه، ومن اهتدى بهديه، وبعد:

فان الجامعة الرحمانية بمدينة مدهوفور، بيهار، الهند، وعددا من القائمين عليها والمسئولين عنها معروفون لدىّ شخصيا، فهم ممن درسوا عليّ الكتب، وتلقوا منى الدروس أثناء دراستهم بالجامعة السلفية، بنارس، الهند.

وهذه الجامعة [الجامعة الرحمانية] تهتم أولاً بتدريس الكتاب والسنة في ضوء فهم السلف الصالح عقيدةً ومنهجاً، وتقوم ثانياً ببث الدعوة الاسلامية الخالصة في المنطقة التي تقع فيها، وتحاول ثالثاً القضاء على البدع والخرافات المنتشرة في هذه الأرجاء، ولاسيما فتنة رفض السنة وانكار الحديث، فهي في

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحقیقة مرکز اسلامی مھم، ومرجع نافع کبیر للمسلمین فی شئونھم الدینیة.

وحیث ان ھذہ الجامعة لیس لھا دخل ثابت الا ما یتبرع بہ أصحاب الخیر، فالرجاء منھم أن یمدوا الیھا ید العون السخیة حتی تقوم بانجاز مھماتھا ومشروعاتھا بیسر وسھولة، ونسأل اللہ السداد والتوفیق، وصلی اللہ علی خیر خلقه وأفضل رسله محمد وعلی آله وصحبه وبارک وسلم".

(حمد وصلاۃ کے بعد: جامعہ رحمانیہ، مدھو پور، بہار اور اس کے چند بانیان اور ذمہ داران کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے میرے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے، اور مجھ سے جامعہ سلفیہ، بنارس میں بعض کتابیں پڑھی ہیں۔

یہ جامعہ اولاً سلف صالحین کے منہج و طریق پر کتاب وسنت کی تدریس و تفہیم کرتا ہے۔ ثانیاً جس علاقے میں جامعہ قائم ہے، وہاں خالص اسلامی دعوت کی آبیاری کرتا ہے۔ ثالثاً اس علاقے میں پھیلے خرافات و بدعات کی بیخ کنی کرتا ہے، بالخصوص فتنہ انکارِ حدیث کے رد و ابطال میں کوشاں ہے۔ واقعی یہ ادارہ اس علاقے میں ایک مہتم بالشان اسلامی مرکز ہے، اور مسلمانوں کی دینی امور کی رہنمائی کے باب میں ایک عظیم الشان سنٹر ہے۔

چوں کہ جامعہ کے پاس اصحابِ خیر کے تبرعات کے علاوہ اپنا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے، اس لئے مجھے امید ہے کہ لوگ اپنا دست تعاون دراز کریں گے اور ادارہ کے ساتھ بھرپور امداد کریں گے، تاکہ ادارہ اپنے مشروعات اور مہمات کی تنفیذ و تکمیل بآسانی کر سکے۔ ہم اللہ سے توفیق و درستگی کے خواستگار ہیں)۔

ان کا یہ توصیہ اس زمانے کا ہے، جب آپ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے شعبہ "مرکز خدمة السنة والسیرة النبویة" میں بحیثیت محقق کام کر رہے تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ملک سے باہر رہ کر بھی ادارہ کا اشراف فرمایا تھا۔ کیوں کہ جہاں ان کا یہ توصیہ شائع ہوا ہے، اس کے ایک صفحہ پر آپ کا عہدہ "نگرانِ اعلیٰ" لکھا گیا ہے۔ اگر آپ مشرف نہ ہوتے تو ایسا نہ لکھا جاتا۔

جب آپ ایک بار مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے امیر بنے، ان دنوں مولانا عبدالوہاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلجی رحمہ اللہ ناظمِ اعلیٰ تھے۔آپ اپنا رشتہ اس علاقے سے دوبارہ استوار کرنا چاہتے تھے۔اس سے یہاں والوں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی تھی،مگر ایسا نہ ہوسکا۔اس سلسلے میں مولانا محمد خالد فیضی لکھتے ہیں کہ ’’ایک بار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر منتخب ہوئے (پھر کچھ دنوں کے بعد الگ ہوگئے) مدھوپور ومضافات کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ مولانا سے پھر رابطہ استوار ہوجائے گا،ان کے دوروں کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔راستہ نکل آیا،جریدہ ترجمان میں اس تعلق سے ان کا بیان بھی آیا تھا وہ کچھ کرنا چاہتے تھے،کچھ ایسا جواب تک نہیں ہوسکا تھا۔پھر اچانک معلوم ہوا کہ وہ امارت سے مستعفی ہوگئے اور جمعیت سے الگ ہوچکے ہیں۔آج تک کسی کو معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اسباب ووجوہ کیا تھے؟! جن کی وجہ سے آپ الگ ہوئے۔مدھوپور ومضافات کے سلفیوں کو اس واقعہ سے حددرجہ مایوسی ہوئی۔ منکرین سنت کی کمر توڑنے میں آپ نے جو جدوجہد کی تھی،اس پوری امت بالخصوص سلفیان مدھوپور میں آپ کی مقبولیت میں بہت اضافہ ہوا،یہاں کے باشندوں کا خواب تھا کہ آپ کی سرپرستی یعنی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اشراف میں مدھوپور دفاع عن السنۃ کا مضبوط قلعہ بن کر ابھرے۔احادیث رسول کو اپنانے اور معاشرہ میں جاری وساری کرنے کا عام ماحول بنے۔اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی اور حکمت بڑی مفید اور دوررس نتائج کی حامل ہوسکتی تھی۔مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ‘‘!!۔

بہرحال آپ نے جماعت اہل حدیث،جھارکھنڈ کو اوپر اٹھانے میں ہر نوع کی خدمت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے،آمین!!

(۱۳)۔ حافظ عبدالحکیم فیضی گونڈوی رحمہ اللہ

مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)،بنارس کے شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کے قدیم وموقر استاذ حافظ وقاری عبدالحکیم فیضی گونڈوی کا ۱۱/ستمبر ۲۰۱۸ء،بروز منگل،بوقت ۱۱/بجے دن طویل علالت کے بعد انتقال ہوا،نماز جنازہ دوسرے دن ۱۲/ستمبر کو ۹/بجے دن جھنڈا نگر،نیپال میں ادا کی گئی،نماز جنازہ آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے لڑکے مولانا عبد العلی فیضی نے پڑھائی، اور جھنڈا نگر کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔

حافظ عبد الحکیم فیضی رحمہ اللہ کی پیدائش ضلع بلرام پور، یوپی کے مشہور گاؤں ''شنکر نگر'' میں ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مدرسوں میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں داخلہ لے کر تعلیم کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد پوری زندگی درس وتدریس اور تعلیم قرآن اور حفاظ وقراء کو تیار کرنے میں لگا دی۔ جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم)، بنارس سے ۱۹۷۷ء میں جڑے اور ۲۰۱۷ء تک، جب تک صحت نے ساتھ دیا جڑے رہے، اور جامعہ کے شعبہ تحفیظ کو استحکام سے نوازا۔

محترم حافظ صاحب کو میں نے پہلی بار ۱۹۹۲ء میں جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں دیکھا تھا، جب میں وہاں کا ایک طالب علم تھا۔ آپ اور آپ کے زندگی کے یار ماسٹر احمد حسین صاحب جامعہ آئے ہوئے تھے۔ گورا چہرہ، لمبی داڑھی، دراز قد اور صاف شفاف پوشاک میں ملبوس پہلی بار ہی میں، میں آپ سے متاثر ہو گیا۔ پھر ۱۹۹۳ء میں جب میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم)، بنارس پڑھنے گیا، تو پھر آپ کو قریب سے دیکھتا اور محسوس کرتا گیا۔

آپ بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ شعبہ حفظ کے طلبہ کے علاوہ دوسرے طلبہ آپ سے دور ہی رہتے۔ آپ صاف رہتے اور اپنے طلبہ کو بھی صاف رہنے کے عادی بناتے تھے۔

شعبہ حفظ آپ کے دم سے ممتاز تھا۔ آپ اس شعبہ کے رئیس ہوتے تھے۔ آپ اتنا شاندار چلاتے تھے کہ کبھی جامعہ کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الجامعہ کو شعبہ حفظ کے تئیں کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جامعہ کا یہ شعبہ جامعہ سے الگ ہے۔ اس کا جامعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ ایک مخلص استاذ تھے۔ ذمہ داری کا آپ کو مکمل احساس رہتا تھا۔ کبھی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے نہیں دیکھا، اور کمال کی بات یہ کہ دوران کلاس کبھی بھی استنجا تک کرنے کے لئے کلاس سے اٹھتے نہیں دیکھا۔

آپ اپنے تمام طلبہ کو بالعموم اور جھارکھنڈ کے طلبہ کو بالخصوص بڑے عزیز رکھتے تھے۔ حافظ عبد الغفار (پوکھریا، جامتاڑا) اور حافظ امام الدین (سلیا، دیوگھر) کو بہت مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب برادرم حافظ امام الدین نے ''جمعیۃ السلام والتعلیم'' نامی ٹرسٹ کو کھولا اور اس کے زیرِ اشراف شعبہ تحفیظ قائم کیا، اور اس کے افتتاحی پروگرام منعقدہ ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء میں آپ کو مدعو کیا، تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور اپنے محترم یار ماسٹر احمد حسین بستوی رحفظہ اللہ کے ساتھ تشریف لائے، شعبہ حفظ کا افتتاح فرمایا اور اپنے شاگرد کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ اس موقع سے جمعیۃ السلام کے رجسٹر میں اپنا زیارت نامہ تحریر فرمایا۔ برادرم امام الدین نے ۲۰۱۴ء میں ''جمعیۃ السلام والتعلیم'' کا عربی میں تعارف نامہ شایع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے تیار کردینے کی درخواست کی۔ میں نے عربی میں (جمعیة السلام والتعلیم: تعریف. اهداف. نشاطات. مشاریع. اعضاء. انطباعات. التماس) کے نام سے ایک تعارف نامہ تیار کردیا، جو مطبوع ہے۔ اس میں محترم حافظ عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ کے اردو انطباعات وتاثرات کی تلخیص کا عربی میں ترجمہ کرکے شامل کیا گیا ہے۔ آپ کے انطباعات وتاثرات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور شاگرد کی ترقی کی تڑپ کا آئینہ دار ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''آج مورخہ ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء، بروز شنبہ امرتسر ہاوڑہ اکسپریس سے اپنے ایک رفیق جناب ماسٹر احمد حسین صاحب استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس کے ہمراہ صوبہ جھارکھنڈ کے مدھوپور شہر پہنچا۔ یہاں سے قریب دس کیلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں ''سلیا'' واقع ہے۔ مذکورہ گاؤں میں اپنے ایک باکمال شاگرد حافظ محمد امام الدین رسلمہ کی دعوت پر ان کے ذریعے چلائے جارہے ادارے ''مشن آف پیس اینڈ ایجوکیشن'' کے زیرِ اشراف ''مدرسہ مصباح الاسلام'' میں شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کے آغاز کے موقع پر ایک عظیم الشان پروگرام میں شریک ہوا۔

مذکورہ گاؤں پہنچ کر میں اور میرے شریک سفر جناب ماسٹر احمد حسین صاحب بہت خوش ہوئے، جب ہم نے ان کے ادارے کو قریب سے دیکھا۔ مدرسے کی دومنزلہ عمارت واقعتاً کسی عظیم ادارے کی منہ بولتی تصویر تھی۔ بڑے بڑے کشادہ کمرے، وسیع وعریض میٹنگ ہال، عالی شان دفتر اور نہایت عمدہ دارالاقامہ، عمارت میں باتھ روم، بیت الخلا، نل کے ذریعے پانی سپلائی کا انتظام، طلبہ وطالبات کے لئے بینچ ڈیسک وغیرہ کی سہولیات موجود ہیں۔ ادارے کے سامنے کی زمین پر ادارہ کا وسیع وعریض خوبصورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحن ہے، جہاں مختلف پروگرام اور انجمنیں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ مدرسے سے منسلک ایک عظیم الشان جامع مسجد بڑی خوش اسلوبی سے تعمیر کی گئی ہے، جس میں لگے ہوئے ماربل اور ٹائلس دیکھنے والوں کو یقینی طور پر متاثر کرتے ہیں۔

بہر حال ہم اس عظیم الشان پروگرام میں شریک ہوئے، جو خاکسار کی صدارت میں منعقد ہوا۔ یہ پروگرام بعد ظہر شروع ہوا اور مغرب تک چلتا رہا۔ درمیان میں کچھ دیر کا وقفہ ہوا، جس میں ہم سب نے نماز عصر ادا کی۔ تلاوت قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز ہوا اور اس کے بعد مدرسے کی ہونہار طالبات نے مختلف موضوعات پر اپنی سریں اور متاثر کن آواز میں نظمیں پیش کیں۔ پھر اس کے بعد چیدہ چیدہ علمائے کرام ودانشوران عظام کے خطابات ہوئے اور قرآن کریم کے حوالے سے دین ودنیا کی فوز وفلاح کی بہت ساری باتیں بتائی گئیں۔ اس طرح یہ پروگرام بہت خوش اسلوبی سے چلتا رہا اور مغرب کی اذان سے قبل کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

میں حافظ امام الدین اور ان کی منتظمہ کمیٹی کا مشکور وممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس علاقے کا معائنہ کرنے کی دعوت دی اور حتی المقدور میری اور میرے ساتھی کی ضیافت فرمائی۔ میں واقعی ان کی کوشش سے متاثر ہوا، اور میں نے محسوس کیا کہ اس دور افتادہ علاقے میں واقعتاً اس طرح کے ادارے کی اشد ضرورت ہے۔

لہذا میں جملہ مخیّر حضرات سے استدعا کرتا ہوں کہ حافظ صاحب اور ان کے احباب ورفقا نیز مدرسہ کے اساتذہ کی مساعی کو دیکھتے ہوئے اپنا بھرپور تعاون پیش فرمائیں، تاکہ یہ ادارہ علاقے کی تعلیمی وتربیتی ضرورت کو پورا کرنے میں کامیاب ہو، اور آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ بن کر آپ کی عاقبت کو سنوار دے۔ **وما توفیقی الا باللہ!**۔

والسلام

حافظ عبدالحکیم

استاذ شعبہ تحفیظ القرآن، جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۰۱۳/۲/۱۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴)۔ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ

مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کا انتقال ۲۰/اگست ۲۰۱۳ء کو ہوا۔ آپ کے انتقال سے جماعت اہل حدیث کی صف اول خالی ہوگئی، اور جماعت صف اول کے ایک بے باک مقرر وصحافی، اور سلفی منہج وفکر کے ترجمان سے محروم ہوگئی۔ آپ کے انتقال پر ہر کس وناکس کو افسوس ہوا اور سچ ہے کہ "موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس"۔

آپ یوں تو ہندوستان کے مرکزی شہر "دہلی" میں رہتے تھے، مگر آپ اترپردیش کے ضلع "سدھارتھ نگر" کے رہنے والے تھے، جہاں آپ نے اپریل ۱۹۴۳ء میں آنکھیں کھولیں، اور اپنے علاقہ ہی سے تعلیم وتربیت کا آغاز کیا اور مختلف علمی مراکز سے اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہوئے قدیم ادارہ "جامعہ سراج العلوم"، بونڈیہار میں داخل ہوئے اور وہاں کے کبار اساتذہ سے اکتساب علوم وفنون کیا، مگر فراغت بنارس میں قائم ادارہ "جامعہ رحمانیہ"، مدنپورہ سے کی۔ بعدازاں "جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ" چلے گئے اور وہاں کے اولین طلبہ میں شامل ہوکر ۱۹۶۶ء میں "کلیۃ الدعوۃ واصول الدین" کا چار سالہ کورس مکمل کیا اور اپنے وطن لوٹ آئے۔

آپ کو اپنے مادر علمی کے شہر بنارس اور اس کے باشندگان سے بے پناہ قلبی محبت اور شیفتگی تھی کہ آپ نے مدینہ منورہ سے وطن واپس آکر اپنے اس مادر علمی میں تدریس وتربیت اور تعلیم ودعوت کا فریضہ انجام دینے کو پسند فرمایا، اور اس میں دو سال تک کامیاب مدرس رہے اور پھر جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) منتقل ہوگئے۔ اہل بنارس بھی آپ کو ٹوٹ کر چاہتے تھے اور بے پناہ عزت واکرام سے نوازتے تھے، آپ جب بھی بنارس آتے مدنپورہ والوں سے ملتے، مدنپورہ میں دعوتی پروگرام رکھا جاتا اور آپ اس میں بلیغ خطاب فرماتے۔ میں جن دنوں جامعہ سلفیہ بنارس میں زیر تعلیم تھا، اس زمانے میں ایک مرتبہ آپ کا پروگرام مدنپورہ کی "سعیدیہ لائبریری" کے وسیع وعریض صحن میں منعقد ہوا تھا، جامعہ کے تمام طلبہ کو اس میں شرکت کی اجازت تھی، دیگر طلبہ کے ساتھ میں بھی پروگرام میں حاضر ہوا اور پہلی بار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کا شعلہ بیاں خطاب سنا۔

ایک دوسری مرتبہ آپ کا جامعہ سلفیہ آنا ہوا، شیخ مکرم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ نے طلبہ کے مابین خطاب کرنے کے لئے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے دعوت قبول کی اور عشاء کے بعد جامعہ کے ''دارالحدیث ہال'' میں دو گھنٹے تک ''تاریخ اہل حدیث ہند'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ شخصیات ورجال اہل حدیث کے ناموں کے ساتھ سن وفات اس طرح ذکر کرتے کہ لگتا کہ ان شخصیات ورجال نے آپ کی نگاہوں کے سامنے وفات پائی۔ یہ آپ کا خصوصی کمال تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے شخصیات ورجال کے ناموں کے ساتھ سن وفات کا ذکر کرنے کا طریقہ آپ کے اسی خطاب اور استاذ کبیر علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کی تحریروں سے سیکھا۔

آپ جن دنوں مرکزی دارالعلوم، جامعہ سلفیہ، بنارس کے استاذ تھے، مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی نظامت علیا کے لئے جماعت کے لوگوں نے آپ ہی کو موزوں سمجھا، اور آپ نے جماعت کے بزرگوں کی دعوت قبول کی اور جامعہ سلفیہ کی خدمت کے ساتھ ساتھ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے پروگراموں کی تکمیل اور اس کے اغراض ومقاصد کو زمینی وجود دینے کا کام انجام دینا شروع کر دیا، اور ساتھ ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پندرہ روزہ آرگن ''ترجمان'' کی بھی ادارت کو سنبھال کر وقیع وقیمتی مقالات لکھنے لگے۔ آپ کی نظامت کے دور میں مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے مشن وپروگرام نے بہت زیادہ وسعت وپھیلاؤ اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ناظم اعلیٰ ہونے کے بعد ملک کے وسیع وعریض خطے میں بس رہے جماعت کے افراد ورجال کو مرکزی جمعیت سے جوڑنے کے لئے ملک گیر پیمانے پر دعوتی وتنظیمی دورے کئے۔

۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کے عہدہ نظامت کو سنبھال کر مستعفی ہو گئے۔ اس کے بعد پھر آپ کے دل میں تدریسی شوق پیدا ہوا، اور اس بار جنوبی ہند کے عظیم ادارہ ''جامعہ دارالسلام''، عمرآباد چلے گئے، مگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات سے کچھ اور ہی کام لینا منظور تھا، اس لئے آپ بہت جلد وہاں سے مستعفی ہو گئے اور اپنے عمل ومشن کے لئے ملک کی راجدھانی ''دہلی'' کو اپنا مرکز بنایا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں پر آپ نے ”مركز أبو الكلام آزاد للتوعية الاسلامية“ (ابوالکلام آزاد اویکننگ سنٹر) کے نام سے ایک تعلیمی ودعوتی اور رفاہی و تصنیفی مرکز قائم فرمایا، اوراس کے پلیٹ فارم سے دہلی کے علاوہ ہندوستان کے مختلف بڑے شہروں میں تعلیمی ودعوتی ادارے کھولے، اور برصغیر میں تعلیم ودعوت کوفروغ دینے کے ساتھ ساتھ تعلیمی ودعوتی تحریک چھیڑ دی۔ آپ کے بعد آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کئی لوگوں نے ادارے کھولے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق ان کو استحکام وترقی دی۔

ہندوستان کی جن عظیم شخصیتوں نے بھرپور قلمی صلاحیتوں اور بے لاگ علمی لیاقتوں کے باوجود بہت کم لکھنے کا کام کیا، ان میں آپ کا نام بجا طور پر لیا جا سکتا ہے۔ آپ کی بلند ہمہ جہت صلاحیت ولیاقت کا دوست ودشمن سب معترف تھا، ”والفضل ما شهد به الأعداء“ ۔مگر آپ نے لکھنے کا کام بہت کم کیا، مگر جو بھی لکھا بہت کامیاب لکھا۔ میں ذاتی طور پر آپ کی تحریروں کا بڑا دلدادہ رہا، جب بھی آپ کی کوئی تحریر مجلّہ ”التبیان“ میں پاتا، سب کام چھوڑ کر پڑھتا اور بار بار پڑھتا، خاص طور پر جماعت وسلف کے رجال دعوت وتعلیم کے تذکروں پر مشتمل مقالات دیکھتا تو ان کو ذہن ودماغ میں محفوظ کر لینے کی غرض سے پڑھتا۔ جب آپ کی یادداشتوں کو قلمبند کر کے ”التبیان“ میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا، مجھے اس نوع کے مقالات کو پڑھنے کا شدید انتظار رہتا تھا اور ملنے پر خوب استفادہ کی غرض سے پڑھتا تھا۔ آپ نے اپنے قائم کردہ تصنیفی وتحقیقی ادارہ ”ادارة البحوث الاسلامية“ سے شائع ہونے والی تقریباً تمام ہی کتابوں پر تقدیم وعرض ناشر لکھنے کا اہتمام کیا، آپ کا منہج اچھوتا ہوا کرتا تھا، کتاب کے موضوع کا خلاصہ آپ اپنی مختصر تحریر میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی اس تحریر کو پڑھنے میں بڑا مزہ آیا، جو آپ نے باکمال عالم دین مولانا صلاح الدین مقبول مدنی رحفظہ اللہ کی کتاب ”الأستاذ أبو الحسن الندوی الوجه الآخر من كتاباته“ اور انہی کی دوسری کتاب ”زوابع في وجه السنة قديما وحديثاً“ کے آغاز میں بطور تقدیم تحریر فرمائی ہے۔ نیز ”علمائے اہل حدیث کا فکری منہج برصغیر کے تناظر میں“ کے موضوع پر ”علوم الحدیث: مطالعہ وتعارف“ میں شائع آپ کا وقیع خطاب نہ صرف پڑھنے میں بڑا مزہ آیا، بلکہ میں نے اس کی روشنی میں عربی واردو میں مقالات لکھے جو شائع ہو کر بے حد مقبول ہوئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں نے آپ کے اس خطاب کا گہرائی سے مطالعہ کر کے ''جامعہ امام ابن تیمیہ'' کی پرشکوہ جامع مسجد میں ایک بار خطبہ جمعہ دیا، تو کئی اساتذہ معلومات پر عش عش کر رہ گئے، اور ان کے حوالے مجھ سے مانگ بیٹھے۔

آپ جمعیت و جماعت اور منہج سلف کے بے باک ترجمان تھے۔ غیروں کے اسٹیج کی بھی کوئی پرواہ کئے بغیر عقیدہ سلف اور منہج سلف کی ترجمانی کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔ آپ بلند پایہ خطیب بھی تھے، اور عربی و اردو دونوں زبانوں میں خطاب کرنے کی غضب کی صلاحیت و مہارت تھی۔

ربیع الاول ۱۴۱۸ھ میں مدینہ یونیورسٹی کی جانب سے دورہ تدریبیہ ''ابوالکلام اویکننگ سنٹر''، نئی دہلی میں منعقد ہوا تھا، جس میں عالمیت کی سند سے مجھے بھی مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس کی جانب سے بھیجا گیا تھا، دورہ تدریبیہ کا کورس مکمل کرنے کے دوران آپ کو قریب سے دیکھنے اور ہر جمعہ کو آپ کا پُرمغز خطاب سننے کا زریں موقع نصیب ہوا تھا، چوں کہ جس مسجد میں آپ خطبہ جمعہ دیتے تھے، اس میں عرب مشائخ بھی جمعہ پڑھا کرتے تھے، اس بناء پر اردو میں تقریر شروع کرنے سے قبل کچھ عربی میں بولتے اور کبھی کبھی بیچ میں۔ آپ کے پُرمغز خطاب سے مکمل استفادہ کیا ہی تھا، عربی جملوں اور آواز و آہنگ کی مشق رہائش گاہ میں کرتا، اور جامعہ سلفیہ واپس آ کر ہفتہ واری انجمنوں میں اسی آواز و آہنگ میں عربی میں تقریر کرنے کی مشق کرتا، اور اس کا بعض موقعوں پر بڑا فائدہ بھی ہوا۔ آپ کا عربی بولنے کا لب ولہجہ اتنا پُرکشش اور پُرشکوہ ہوتا تھا کہ مجلس میں موجود عرب مشائخ بھی منہ تکتے رہ جاتے تھے، **''ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء''**۔

آپ کی گوناگوں اور متنوع ملی و جماعتی اور تعلیمی و دعوتی خدمات کو اللہ تعالیٰ نے پذیرائی عطا کی، عوام و خواص میں یکساں طور پر مقبول ہوئے، اور جوڑ توڑ کی کوششوں سے اللہ جو عہدے اور مناصب انسان کو عطا نہیں کرتا، وہ عہدے اور مناصب آپ کے سپرد ہوئے۔ آپ مختلف اوقات میں جنرل سکریٹری مرکزی جمعیت اہل ہند، صدر جمعیۃ الشبان المسلمین، بنارس، معاون سکریٹری مسلم مجلس مشاورت، ہند، رکن کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ، رکن کل ہند علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکشن کمیٹی، رکن دینی و تعلیمی کونسل اترپردیش، رکن **''مجلس الثقافة الاسلامية والتربية''**، جامعہ نگر، نئی دہلی، رکن مجلس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عاملہ ایجوکیشنل ڈیولپ منٹ آرگنائزیشن، نئی دہلی، رکن مرکزی ایڈوائزری حج کمیٹی، حکومت ہند، اور رکن اقلیتی کمیشن حکومت ہند رہے۔

ان کے علاوہ آپ اپنے قائم کردہ ادارہ ''ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر''، نئی دہلی اور اس کے تحت کھلنے والے جملہ تعلیمی ودعوتی اور تصنیفی اداروں کے بانی وصدر، ورلڈ اسلامک کونسل لندن اور مجلس تاسیسی اسلامی کونسل برائے مسلمانان جنوبی ایشیاء، سری لنکا کے رکن رہے۔

آپ کا علاقہ جھارکھنڈ سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جن علاقوں کے دعوتی دورے کئے اور جہاں کی جماعت اہل حدیث کی بہتری کے لئے اپنے مشوروں سے نوازا، ان میں جھارکھنڈ بھی ہے۔ آپ نے جھارکھنڈ کا دعوتی اور تنظیمی دورہ کئی بار کیا تھا، ایک بار جامعہ رحمانیہ، پتھر چپٹی، مدھوپور، دیوگھر کے کسی اجلاس میں تشریف لائے تھے، اور ''حدیث کے تشریعی مقام اور منکرین کے شکوک وشبہات کی تردید'' کے موضوع پر زبردست خطاب کیا تھا، اور اس کے بعد ہمیشہ آپ منکرین حدیث، مدھوپور کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کے ابطال وازالہ اور فتنہ انکار کے مکمل خاتمہ کی کوششوں پر علاقہ کے علماء کو برانگیختہ کرتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ علاقے کے مرکزی ادارہ ''جامعہ محمدیہ''، ڈابھاکیند، جامتاڑا کے سالانہ اجلاس میں تشریف لائے تھے۔ آپ کا پسندیدہ موضوع ''تاریخ اہل حدیث'' ہوتا تھا۔ اس اجلاس میں بنفس نفیس شریک اور آپ کی تقریر سننے والے علاقے کے مشہور عالم دین ڈاکٹر نوشاد عالم (جیروا)، جو ہر اجلاس میں شرکت کرتے تھے اور نہ صرف علماء کرام کی تقاریر سنتے تھے، بلکہ ان کی رکارڈنگ بھی کرلیا کرتے تھے، ان کے پاس اس وقت بھی بڑے بڑے علماء جیسے مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری، مولانا عبدالرشید خانجہانپوری، خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری اور مناظر اسلام مولانا عبدالمبین منظر وغیرہم رحمہم اللہ کی تقریروں کے آڈیو کیسیٹس موجود ہیں، ان کا بیان ہے کہ ''جامعہ محمدیہ کا سالانہ اجلاس تھا، اتفاق سے اس اجلاس کے آپ تنہا مہمان مقرر تھے اور بقیہ علاقائی مقررین تھے۔ آپ کو خطاب کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد ''تاریخ اہل حدیث''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوموضوع بنا کرخطاب کرنا شروع کیا،اور پورے پانچ گھنٹے تقریر کی۔آپ کی تقریر کیا ہی لا جواب تھی، مجمع میں سناٹا طاری تھا۔لگ رہا تھا کہ سامعین کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں‘‘۔

ایک مرتبہ آپ ضلع ’’صاحب گنج‘‘ کے مشہور ومعروف گاؤں ’’برہیٹ‘‘ تشریف لائے تھے۔ جھارکھنڈ کے موقر عالم دین، شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز حقانی رحفظہ اللہ کے بقول: ’’جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ کا سالانہ اجلاس عام تھا،اس میں آپ بحیثیت صدراجلاس مدعو تھے،آپ تشریف لائے تھے،اجلاس کی صدارت فرمائی تھی،اورزبردست خطاب کیا تھا،آپ کے خطاب کا موضوع تھا’’تحریک شہیدین اورتحریک آزادی میں جماعت اہل حدیث،جھارکھنڈ کا کردار‘‘۔

علاقہ کے موقر عالم دین مولانا محمد طالوت محمدی رحفظہ اللہ کے یہاں مجھے ایک اشتہار ملا،جس سے معلوم ہوا کہ موضع ’’پورنی گھاٹی‘‘،ضلع جامتاڑا میں ایک دوروزہ عظیم الشان سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجلاس عام ۳۔۴ رمئی ۱۹۸۰ء مطابق ۱۷۔۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ،سنیچر واتوار کو منعقد ہوا تھا،جس میں ہندوستان کی مایہ ناز شخصیتوں نے شرکت کی تھی،جن میں حکیم امت حضرت علامہ حکیم ابوالحسن عبیداللہ کشمیری ررحمہ اللہ اورمولانا رحمانی ررحمہ اللہ لائق ذکر ہیں۔اشتہار میں رحمانی صاحب کا نام یوں لکھا ہوا تھا،’’حضرت علام،ضیغم اسلام،شعلہ بیان جناب مولانا عبدالحمید صاحب رحمانی، دہلی‘‘۔خطاب اور موضوع کا علم نہ ہوسکا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کوقبول فرمائے اور جنت بریں میں داخل کرے،آمین!!

❁❁❁

(۱۵)۔ مولانا عبدالرشید خانجہانپوری ررحمہ اللہ

ہمارے گاؤں ہرلا اور علاقے کے بعض دینی اداروں میں جن نمونۂ اسلاف علمائے دین، جماعت اہل حدیث کے اکابرین ومعززین اورمخلص وبےلوث خادمین قوم وملت نے تشریف لاکر اپنے خطابات،تقریروں اورمواعظ حسنہ سے اصلاح سماج ومعاشرہ کا عظیم فریضہ ادا کیا،ان میں ایک بڑا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نابغۂ روزگار عالم دین، مقرر بے مثال، نمونہ سلف مولانا وقاری عبدالرشید بن عبدالاحد بن محمد یوسف بن فتح اللہ خانجہانپوری رحمہ اللہ کا ہے۔

آپ الٰہ آباد، یوپی کے معروف قصبہ ''لال گوپال گنج'' کے محلّہ خان جہاں پور کے رہنے والے تھے، اور یہیں آپ کی پیدائش ۱۴ ستمبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ جب چھ سال کی عمر ہوئی تو آپ نے تعلیم وتربیت کی تحصیل وطلب کا آغاز کیا اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھنے لگے۔ ساتھ ہی گاؤں ہی کے پرائمری اسکول میں بھی آمد ورفت جاری رکھا۔ ۱۹۴۰ء میں آپ نے فتح پور کائستھان میں مڈل اسکول میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۳ء میں مڈل پاس کر کے رائے بریلی میں نیشنل ہائی اسکول میں داخلہ لیا اور ابھی ایک ہی سال گزارے تھے کہ دل میں دینی تعلیم کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا اور اسی شوق کے تحت گھر آ گئے اور اپنے والد سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا، جس پر انہوں نے موافقت ظاہر کی، اس زمانے میں دینی ادارے خال خال ہی ہوا کرتے تھے۔ مئو آئمہ، الٰہ آباد کا ایک مشہور قصبہ ہے، وہاں مدرسہ چشمۂ صمد کا فیضان جاری تھا۔ اس چشمۂ فیض سے علمی تشنگی بجھانے کے لئے آپ تشریف لے گئے اور داخلہ لے کر ایک سال تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد علم وفن اور اہل علم کے قدیم شہر بنارس کے محلّہ مدنپورہ میں قائم قدیم سلفی ادارہ ''جامعہ رحمانیہ'' میں عربی کی پہلی جماعت میں داخلہ لے کر اساطین علوم وفنون سے کسب فیض کرنے میں مشغول ہو گئے۔ یہاں آپ نے جن اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علوم وفنون کی تحصیل کی، ان میں دو نام مولانا عبدالمعین بنارسی اور مولانا عبیداللہ پیغمبر پوری بڑی حیثیت کے حامل ہیں۔ جامعہ رحمانیہ میں بھی صرف دو سال (۱۹۴۵-۴۶ء) رہے، البتہ یہیں سے منشی اور مولوی کے امتحان الٰہ آباد بورڈ سے پاس کیا اور مشہور اہل حدیث قاری، قاری احمد سعید بنارسی سے غیر تعلیمی وقت میں فن قرائت وتجوید پڑھ کر سند اجازہ حاصل کی۔ اس کے بعد نہ معلوم کیا ہوا کہ آپ نے اس ادارہ کو چھوڑ دیا اور دوبارہ اسی مدرسہ چشمۂ صمد کا رخ کیا اور داخلہ لے کر پوری تندہی کے ساتھ دو سال تک کسب فیض کیا اور اسی ادارہ میں رہ کر الٰہ آباد بورڈ سے دو امتحانات کامل اور عالم دیئے۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں داخلہ لے کر تین سال تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۰ء میں الٰہ آباد ہی میں قائم ادارہ مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شیخ الحدیث مولانا جان محمد قریشی سے بخاری ومسلم اور کتب فقہ وغیرہ پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

آپ کی تعلیم کا آغاز عصری علوم کی تحصیل سے ہوا اور انتہاء بھی اسی پر۔ جب آپ نے انوار العلوم سے فراغت حاصل کی تو مدرسہ مجیدیہ انٹر کالج، الٰہ آباد میں داخلہ لیا اور میٹرک وانٹر تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں آپ علی گڑھ چلے گئے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بی اے میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۸ء میں بی اے پاس کر کے اسی یونیورسٹی میں ایم اے میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۰ء میں ایم اے پاس کر کے پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے میں کامیابی حاصل کی۔ پی ایچ ڈی میں آپ کی ریسرچ وتحقیق کا موضوع تھا: ''ہندوستان میں ادبِ حدیث کا ارتقاء''۔ ابھی بحث وتحقیق اور اعداد وترتیب کا مرحلہ طے ہی پا رہا تھا کہ مملکت توحید سعودی عرب میں آپ کو ملازمت مل گئی اور پی ایچ ڈی مکمل کئے بغیر دیارِ غیر کے سفر میں روانہ ہوگئے۔ سعودی عرب میں آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۵ء تک رہے اور پھر ہندوستان واپس آگئے۔

جن دنوں آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے، ان دنوں ایک عظیم کام آپ نے یہ کیا کہ شیخ الکل فی الکل علامہ سید نذیر حسین محدث بہاری ودہلوی کے تلمیذ رشید مولانا عبدالحکیم جیوری، جوان دنوں علی گڑھ میں مقیم تھے، سے صحیح بخاری وصحیح مسلم پڑھ کر سند اجازت حاصل کی۔ اسی طرح آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہوا کہ شیخ حسین بن محسن یمانی کے شاگرد مولانا محمد حنیف سے خانجہانپور میں بخاری ومسلم کا درس حاصل کیا اور سند اجازت لی۔

جب آپ سعودی عرب چھوڑ کر وطن لوٹ آئے تو ذریعۂ معاش تجارت کو بنایا، البتہ دعوت وتبلیغ آخری سانس تک جاری رکھی، اور جمعیت وجماعت سے ہمیشہ منسلک رہے۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۹۵ء تک مسلسل جمعیت اہل حدیث، مشرقی یوپی سے وابستہ رہے، اور اپنی علمی بصیرت اور دعوتی تجربات سے جمعیت کو استحکام دیتے رہے۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک جمعیت اہل حدیث، مشرقی یوپی کے امیر کے منصب پر فائز رہے۔ اور اپنی قیادت سے عظیم عظیم کارنامے انجام دیئے۔ آپ نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ اور محمدیہ گرلس انٹر کالج کے نام سے ایک لڑکیوں کا ادارہ کھولا تھا اور زندگی بھران دونوں اداروں کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ مدرسہ محمدیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہ دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادارے ابھی لال گوپال گنج میں کس حالت میں ہیں؟ نہیں معلوم۔

آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے میرے جامعہ سلفیہ، بنارس کے مشکوٰۃ جلد دوم کے نہایت موقر استاذ اور ضخیم کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' کے مصنف مولانا محمد مستقیم سلفی رحفظہ اللہ کے بقول: ''آپ شعر و شاعری کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ قاری آپ کا تخلص تھا۔ آپ کی کچھ نظمیں جریدہ ترجمان دہلی میں شائع ہوئی ہیں۔ کچھ دیگر نظمیں اور غزلیں بھی لکھیں جو شائع نہ ہوسکیں۔ آپ نے اپنی پہلی بچی کی پیدائش اور پھر اس کے انتقال پر جو نظم لکھی، اس کے چار مصرعے یہ ہیں:

پیدائش سعید سے کتنی خوشی ہوئی
ہر شخص پر عیاں ہے کسی سے بھی پوچھئے!
لیکن وفات حسرتِ آیات کا الم
کچھ اس کی انتہا نہ، میرے دل سے پوچھئے!

اور دوسری بچی کی پیدائش پر کہا:

نعم البدل کے ملنے سے مسرور ہو گیا
رنج و الم تھا جتنا وہ سب دور ہو گیا

[محدث بنارس، ستمبر ۱۹۹۷ء]

عام طور پر آدمی جب اپنی حیات کے آخری اسٹیج پر پہنچ جاتا ہے تو کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہی بیماری اس کی موت کا بہانہ بن جاتی ہے۔ مولانا عبدالرشید خانجہانپوری بھی آخری دنوں میں بیمار رہنے لگے۔ آپ کے بازو میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا، اور یہی آپ کی موت کا سبب بھی بنا، اس کا آپریشن کرایا گیا، مگر آپریشن کامیاب نہ ہوا اور الہ آباد کے ایک اسپتال میں ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۴/ اپریل ۱۹۹۷ء کو آخری سانس لی اور سیکڑوں محبین، دو بیویوں اور بارہ لڑکے اور لڑکیوں کو سوگوار کر گئے۔

آپ نے دینی و عصری دونوں تعلیم خوب حاصل کی تھی، اور دونوں سے قوم و ملت کو فائدہ پہنچانے میں بھی کوئی لمحہ بے کار جانے نہ دیا، آپ کی زندگی کا وہ کارنامہ بڑا درخشندہ ہے اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثرات بھی تابندہ ہیں، جو آپ نے میدان دعوت وتبلیغ اور مجال ارشاد واصلاح میں انجام دیا۔آپ ملک گیر پیمانے کے مقرر وخطیب تھے۔ آپ کو یہ عزت وشرف محنت ولگن اور کاوش کے نتیجے میں ملی تھی۔ دوران تحصیل وطلب ہی آپ نے مقرر وقاری سے اپنے آپ کا تعارف کرا لیا تھا۔ میرے محترم استاذ مولانا محمد مستقیم سلفی کہتے ہیں کہ: ''آپ چوں کہ ایک خوش الحان اور چرب زبان عالم تھے، ساتھ ہی تدین بھی تھا (اور میں کہتا ہوں کہ۔ نیز بلا کی علمی صلاحیت بھی تھی) اس لئے لوگ آپ کی تقریر سننے کے متمنی رہتے۔ دور طالب علمی ہی سے آپ جلسے جلوس میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۹۴۶ء (جن دنوں آپ جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، بنارس کے مبتدی درجات کے ایک طالب علم تھے) ہی سے جلسوں کے اشتہارات میں آپ کا نام بحیثیت قاری یا مقرر ملتا ہے۔

جماعتی غیرت اور دینی جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے تجارتی کاروبار میں مشغول ہو گئے لیکن جماعتی جلسے جلوس میں شریک ہونا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ ہندوستان کے طول وعرض میں جہاں بھی مدعو کیا جاتا ضرور پہنچنے کی کوشش کرتے۔ سفر کی صعوبتوں سے گھبراتے نہ تھے۔ تقریر کا انداز انتہائی دلکش تھا۔عوام وخواص دونوں ان کی تقریروں سے محظوظ ہوتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث، برطانیہ کی چار کانفرنسوں میں بھی بحیثیت مقرر شریک ہو چکے تھے''۔

[محدث، بنارس، ستمبر ۱۹۹۷ء]

آپ کی تقریر کے انداز واسلوب، مقبولیت وپذیرائی کے اسباب، قوم وسماج کی اصلاح وتڑپ میں پر مشقت سفر کو برضا ورغبت جاری رکھنا، دینی حمیت اور جماعتی غیرت سے سرشار ہونا وغیرہ امور پر استاذ محترم کے مذکورہ تبصرے کے بعد مزید کسی تعلیق کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔

علاقہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ میں اہل حدیثوں کی کثرت اور ان میں دینی حمیت وغیرت کے پائے جانے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ کی اصلاح وتعمیر کے لئے ہمیشہ ہمارے اسلاف نے یہاں کا دعوتی سفر کیا۔ان میں ایک بڑا نام ہمارے ممدوح مولانا عبدالرشید خانجہانپوری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔آپ پہلی بار جھارکھنڈ ٹاٹا نگر جمشید پور کے اجلاس میں ۱۹۶۶ء۔ ۱۹۶۷ء کے پس وپیش تشریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائے تھے۔اس موقع پر جمشید پور کے اجلاس میں مولانا امر اللہ عارف سراجی بھی پہنچے تھے، جمشید پور کا اجلاس ختم ہونے کے بعد دونوں نے رانچی کا سفر کیا تھا، اور کربلا چوک کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا تھا، جیسا کہ مولانا امر اللہ عارف سراجی کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں مدھوپور تشریف لائے تھے۔ ۹۔۱۰/دسمبر ۱۹۷۲ء، بروز سنیچر و اتوار ''مدرسۃ الرشاد''، پتھر چپٹی، مدھوپور کا اجلاس تھا، جس کو مولانا وقاری عبدالمنان اثری، شنکرنگری/رحمہ اللہ نے منعقد کیا تھا۔اس اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا صوفی نذیر احمد کاشمیری، مولانا عبدالقیوم رحمانی، مولانا عبدالخلاق ندوی، مولانا علی احمد بنارسی وغیرہم/رحمہم اللہ جیسے اساطین علوم وفنون اور کبار رجالِ دعوت وتعلیم تشریف لائے تھے۔

پھر ۱۹۸۵ء میں ہمارے گاؤں ہرلا آئے۔ ہمارے گاؤں میں اس سال ایک عظیم الشان دوروزہ اصلاح معاشرہ اجلاس عام منعقد ہوا تھا، جس میں آپ کے علاوہ مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، مولانا عبدالرب گونڈوی، مولانا عبدالاول بستوی اور مولانا ذکر اللہ ذاکر ندوی تشریف لائے تھے۔ یہ اجلاس اس علاقہ کا سب سے کامیاب اجلاس مانا جاتا ہے، اس کی شیرینی اور اثر آفرینی آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔اس اجلاس کی خوشبو کی مہک ایک زمانہ گزر جانے کے بعد بھی لوگ پاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں اس کے بعد کئی اونچے درجے کے اجلاس منعقد ہوئے، مگر اس اجلاس کو جو اہمیت، درجہ اور مقام حاصل ہوا، شاید ہی کسی اجلاس کو حاصل ہوا۔بستی کے لوگ اسے بڑکا جلسوا (بڑے اجلاس) سے آج بھی یاد کرتے ہیں اور اس کا تذکرہ آتے ہی چہرے میں مسرت و بشاشیت چھا جاتی ہے۔آپ نے اس اجلاس میں ''امہات المومنین رضی اللہ عنہن: حیات و اعمال'' کے موضوع پر تقریر کی تھی، اور بقول ڈاکٹر نوشاد عالم جیروا: ''آپ نے تفصیل سے ہر ایک کی زندگی اور ان کی خدمات واعمال پر روشنی ڈالی تھی، اور خواتین کو امہات المومنین کی زندگیوں کو آئیڈیل اور نمونہ بنانے پر برانگیختہ کیا تھا۔ بڑا مزہ آیا تھا ان کی تقریر سن کر۔ پوری تقریر کا ایک ایک حرف ذہن نشیں ہو گیا تھا''۔

اس اجلاس کا اشتہار بڑا خوبصورت چھپا تھا۔اس کے انعقاد میں استاذ محترم مولانا محمد طیب مظاہری نے اپنی ساری صلاحیت جھونک دی تھی۔علماء کے منظوری خطوط کو جیب میں لئے رہتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن بھر میں سیکڑوں بار لوگوں کو پڑھ کر سناتے تھے۔ اشتہار میں سب سے اوپر نام حضرت مولانا عبدالرشید خانجہانپوری کا تھا۔ میں اس وقت مکتب اصلاح المسلمین میں عم پارہ کا طالب تھا اور عمر سات آٹھ سال تھی، مگر اشتہار کا ایک ایک لفظ آج بھی یاد ہے۔ مولانا کا نام اس طرح لکھا گیا تھا: ''مقرر شیریں بیاں نمونۂ سلف حضرت مولانا وقاری عبدالرشید خانجہانپوری ایم اے علیگ الٰہ آباد یوپی''۔ ہمارے گاؤں کے جناب ابراہیم صاحب جوش میں اور مسرت میں ڈوب کر اجلاس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: ''اتنی لمبی داڑھی والا (ناف کے نیچے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) عالم دین اور نمونۂ سلف حضرت علامہ عبدالرشید خانجہانپوری کو کوئی دیکھا تھا؟''۔ آپ کی داڑھی اتنی لمبی تھی کہ ناف کے نیچے کمر تک پہنچ جاتی تھی۔ استاذ محترم مولانا محمد طیب مظاہری کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے ایسے عالم کو ہرلا کے اجلاس میں لانے میں کامیابی حاصل کی، جن کو میں نے دوسرے لوگوں سے چھپا کر رکھا تھا اور لوگ انہیں جاننے سے قاصر تھے اور آپ کا اشارہ حضرت مولانا عبدالرشید خانجہانپوری کی طرف ہوتا تھا۔

اجلاس کے دونوں دن آپ نے خطاب کیا تھا۔ یہ اجلاس بڑے بھائی جناب محمد نفیل اور جناب عبدالجلیل اور دیگر نوجوانان ہرلا و پھریڈیہہ کے اخراجات پر منعقد ہوا تھا، اللہ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین!

اس کے بعد آپ کئی بار مادر علمی علاقے کے مرکزی ادارہ جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کے اجلاسوں میں آئے۔ کبھی کبھار اجلاس کی مقررہ تاریخ سے بہت پہلے آجایا کرتے تھے اور دفتر اہتمام میں ٹھہرتے اور جامعہ کے طلبہ کو مختلف اوقات میں بلا بلا کر ان سے تقریریں، نظمیں اور تلاوت سنا کرتے تھے اور ہر ایک کو روپے کی شکل میں انعام دیا کرتے تھے۔ جامعہ کے ایک اجلاس میں آپ نے: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن﴾ کے موضوع پر تقریر کی تھی۔

آپ جامعہ کے طلبہ سے دلی محبت کرتے تھے اور ناظم جامعہ ہر دل عزیز شخصیت کے مالک عالم دین، استاذ محترم مولانا شفاء اللہ فیضی کو اپنا عزیز مانتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ آپ اپنے یہاں کے بچوں کو ہمارے ادارہ ''مدرسہ محمدیہ'' خانجہانپور لال گوپال گنج بھیجا کریں۔ چنانچہ جامعہ محمدیہ سے مولانا شمس الدین (گوراڈیہہ) محمد مشتاق بن مولانا عبدالرشید شائق، مولانا علیم الدین وغیرہم ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں پڑھنے گئے تھے، مگر تعلیم کی تکمیل دوسری جگہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس اس بزرگ کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات واعمال کو شرف قبولیت بخشے، اور ہم نوجوانان مسلم کو ان کے اور ان جیسے اسلاف کے نقش قدم پر چلائے، آمین!

❁❁❁

(۱۶)۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے جن فارغین نے اپنی دعوت و تعلیم اور صلاحیت وفکر سے ہندونیپال کی سرزمین کو مستفید فرمایا، ان میں خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ کی پیدائش جھنڈانگر، نیپال کے قریب آباد گاؤں ''کدربٹوا'' میں ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ گاؤں کے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ سراج العلوم، جھنڈانگر میں داخلہ لیا، اور ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، بنارس کا بڑا شہرہ تھا، اس لئے عربی درجات کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ رحمانیہ، بنارس (قدیم نام مدرسہ مصباح الہدیٰ) میں داخلہ لیا۔ کچھ دنوں تک یہاں تعلیم حاصل کر کے پھر مدرسہ سراج العلوم، جھنڈانگر چلے آئے۔ پھر از ہر ہند دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساطین علوم وفنون کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے ساتویں اور آٹھویں جماعت کی تعلیم حاصل کی اور فراغت پائی۔ فراغت کے بعد دارالحدیث رحمانیہ، دہلی، جامعہ رحمانیہ، بنارس اور مدرسہ سراج العلوم، جھنڈانگر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ زندگی بھر مدرسہ سراج العلوم، جھنڈانگر کے ناظم رہے اور اس کی تعمیر وترقی میں بھرپور کوششیں صرف کیں۔ آزادئ ہند کے بعد مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی نشأۃ ثانیہ میں آپ نے گراں قدر رول ادا کیا۔ ۱۹۶۱ء میں سرزمین نوگڑھ (ضلع بستی) میں منعقد ہونے والی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس میں خطبۂ استقبالیہ آپ ہی نے پیش کیا تھا۔ مارچ ۱۹۸۹ء میں مرکزی جمعیت اہلحدیث، نیپال قائم ہوئی، تو اس کے قیام میں آپ نے اپنی ساری تگ ودو صرف کر دی، اور زندگی بھر اس کے امیر رہے۔ ۱۹۷۷ء میں ''رابطہ عالم اسلامی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملکہ مکرمہ کے آپ رکن مقرر ہوئے اور پوری زندگی یہ رکنیت قائم رہی۔ جماعت اہل حدیث کے مرکزی ادارہ ''جامعہ سلفیہ''، بنارس کے بھی ممبر رہے اور اپنی صلاحیت وفکر سے جامعہ کو فائدہ پہنچایا، آپ ایک کامیاب مدرس، بے مثال مقرر اور نایاب منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ قابل فخر مصنف بھی تھے۔ آپ نے اڑتیس سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ کی کتاب ''ایمان وعمل'' ہر امام وخطیب کا ایک اہم مرجع سمجھی جاتی ہے۔ آپ کی وفات ۳۰/نومبر ۱۹۹۹ء کو ہوئی۔ آپ کی حیات وخدمات پر ماہنامہ ''السراج'' کا مئی تا اکتوبر ۲۰۰۰ء کا مشترکہ شمارہ ''خطیب الاسلام نمبر'' کے نام سے شائع ہوا ہے، جو چھ سو ستر (۶۷۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری کی سب سے زیادہ شناخت وشہرت ایک مقرر کی حیثیت سے ہوئی۔ یوں تو ہندونیپال اور پاکستان میں اردو کے بے شمار خطباء ومقررین پیدا ہوئے، مگر ''خطیب ہند'' اور ''خطیب اسلام'' کا لقب کسی اور کو نہیں، صرف آپ کو ملا۔ صاحب مرعاۃ شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری/رحمہ اللہ نے یہ دونوں خطابات دومختلف موقعوں پر عطا فرمائے۔ طیب پور، ضلع بلرام پور، یوپی کے ایک اجلاس میں ''خطیب ہند'' اور جامعہ دارالحدیث، مئو کے ایک اجلاس میں ''خطیب اسلام'' کے خطاب سے نوازا۔ مجھے آپ کا صرف ایک خطاب سننے کا موقع نصیب ہوا۔ آپ کسی مناسبت سے جامعہ سلفیہ، بنارس تشریف لائے ہوئے تھے، اس موقع سے دارالحدیث ہال میں عشاء کے بعد آپ کا پروگرام ہوا۔ اس وقت ہم لوگ ثانویہ کے درجہ میں تھے، اس لئے تقریر کے مواد تو مستحضر نہیں ہیں، البتہ یہ یاد ہے کہ آپ نے تقریر میں عربی، اردو، اور فارسی کے بے شمار اشعار استعمال کئے تھے۔

آپ نے یوں تو ہندونیپال کے لگ بھگ ہر علاقہ کا دعوتی دورہ کیا، مگر علاقہ جھارکھنڈ کے آپ کے دعوتی دورے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس زمانے میں اس علاقہ میں علماء خال خال ہی پائے جاتے تھے، اور علاقے میں شرک وبدعت، فسق وفجور، الحاد ولادینیت پائی جاتی تھی اور شرعی امور اور اسلامی تعلیمات سے دوری عام تھی۔ آپ نے جھارکھنڈ کے تبلیغی جلسوں اور دعوتی دوروں کو موضوع بنا کر ایک مقالہ ''سنتھال پرگنہ (دمکا) کے چند قابل ذکر تبلیغی جلسے'' کے عنوان کے تحت لکھا تھا، جو پندرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزہ ترجمان، دہلی (جلد نمبر۱۴، شمارہ نمبر۵، یکم جولائی ۱۹۶۶ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالے کی تمہید میں تبلیغی جلسوں کے فوائد و برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''دینی تبلیغ و ترویج کے مقصد سے اور اسلامی احکام و ہدایات سے لوگوں کو روشناس کرانے کی نیت سے اور ان میں عملی بیداری پیدا کرنے کے پاکیزہ جذبہ سے ہندو بیرون ہند میں جس قدر بھی اربابِ خلوص اسلامی مجالس اور کانفرنس منعقد کرتے ہیں، وہ یقیناً اپنے ایثار و اخلاص و تبلیغ دین کے مساعی جمیلہ کے اجر سے نوازے جائیں گے۔ بار بار دیکھا گیا ہے کہ ان جلسوں کے مواعظ سے متاثر ہو کر لوگوں نے سود خوری، شراب نوشی، نیز دیگر غیر شرعی اعمال سے توبہ کر لیا ہے۔ بیڑی سگریٹ نوشی سے باز آ گئے ہیں ''سرکی چماری بلبلیوں کو کٹا ڈالا ہے'' تو بموجب حدیث شریف ''لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم'' . اگر ایک آدمی کو بھی ان مواعظ سے عبرت و نصیحت حاصل ہو جائے اور اسلامی شعائر و عقیدہ و عمل سے متصف ہو جائے تو ان جلسوں کو لغو و بے کار اور رائیگاں نہ کہا جائے گا اور جلسوں کو منعقد کرنے والوں کو یقیناً ان کے حسن نیت و مبارک عزم اور خلوص و ایثار کا بہر حال اجر ملے گا''۔

اس پیراگراف کو پڑھنے سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ آپ کس نیت سے دعوتی دورے کیا کرتے تھے اور دشوار ترین جگہوں تک پہنچ کر مواعظ حسنہ سے عوام کو مستفید کرتے تھے۔ اگر موجودہ زمانے میں بھی مقررین کے دلوں میں ہمارے اسلاف کی یہی نیت ہو تو فائدے ضرور نظر آئیں گے، مگر ایسا بہت کم محسوس ہوتا ہے۔

آپ نے یہ مقالہ ۱۹۶۶ء میں لکھا تھا۔ اس سے پہلے آپ دس سال اس علاقے میں تشریف لا چکے تھے۔ اس زمانے میں اس علاقے پر جماعت کے لوگوں نے بہت کم توجہ دی تھی، ورنہ پورا علاقہ اہل حدیث ہوتا اور دوا کے لئے بھی دوسرے لوگ نہیں ہوتے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''اسلامی ہند کے آج ایک ایسے علاقے کے چند جلسوں کا ذکر میں کر رہا ہوں، جن میں میں عرصہ دس سال سے برابر شرکت کر رہا ہوں، مگر زبانِ قلم پر آج تک ان کا تذکرہ نہیں آیا، اس دفعہ کچھ اہل علم کہنے لگے کہ اس پسماندہ علاقہ کی اسلامی مجالس و مکاتب اور یہاں کے اشخاص و رجال کا آپ اگر تذکرہ کر دیں گے تو اہل حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کو علم ہو جاتا کہ ہماری آبادی اور کہاں کہاں ہے۔ اس موقع پر کوٹہ کے حافظ عبدالحلیم صاحب کی بات یعنی تجویز مردم شماری کی اسکیم بے ساختہ یاد آ جاتی ہے۔ بلاشبہ اس اسکیم کے بروئے کار آ جانے سے ہماری صحیح تعداد معلوم ہو سکتی ہے اور ہم ایک دوسرے سے متعارف رہ سکتے ہیں۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اب نشاۃ ثانیہ کے دوسرے مبارک دور میں داخل ہو رہی ہے، امید ہے کہ وہ اس مفید اسکیم کو اپنے جذبۂ عمل سے بروئے کار لائے گی“۔

آپ اپنی مذکورہ نیک خواہشات کے ذکر کے بعد اپنے دعوتی دوروں کا بالتفصیل تذکرہ کرتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ”آج سے دس بارہ برس پہلے سنتقال پرگنہ کے جلسہ مدھوپور میں میری شرکت ہوئی، جو یہاں کے مدرسہ اسلامیہ (حاجی گلی، مدھوپور) کی طرف سے منعقد ہوا تھا۔ مدھوپور کلکتہ کے راستہ میں کلکتہ کے قریب واقع ہے۔ اس مدرسہ کے سکریٹری محمد ابراہیم صاحب بڑے زندہ دل، دردمند جماعت و مخلص کارکن ہیں۔ اب تک (۱۹۶۶ء تک) برابر وہی سکریٹری چلے آ رہے ہیں۔ آج کل اس مدرسہ کے روح رواں قاری مولانا عبدالمنان صاحب اثری صدر مدرس کی حیثیت سے مدرسہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور کافی بیداری سے کام کرتے ہیں“۔

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگر، بلرام پور، یوپی کے رہنے والے تھے، مدھوپور کے منکرین حدیث کے خلاف نبرد آزما ہونے کی پاداش میں مدرسہ اسلامیہ کی نوکری چھوڑ دینی پڑی، مگر آپ ہمت ہار کر وطن لوٹ نہیں گئے بلکہ آپ نے منکرین کے فتنہ کی تردید کے لئے مدھوپور ہی میں ”مدرسہ الرشاد“ کے نام سے ایک مدرسہ کھول کر اس کو پلیٹ فارم بنایا۔ بقول مولانا محمد خالد فیضی رحفظہ اللہ: ”مدرسہ اسلامیہ کے ایک صدر مدرس مولانا عبدالمنان اثری شنکرنگری تھے۔ ان کے زمانے میں منکرین سنت کی ریشہ دوانیاں شباب پر تھیں۔ یہ زبان وقلم سے ان کی راہ کے چٹان بن گئے۔ شاید پہلی بار انہوں نے اس فتنہ سے نمٹنے کے لئے منصوبہ بند کوشش کی ابتداء کی، جس کے تحت صدر مدرس سے استعفیٰ دے دیا اور ایک آزاد درسگاہ ”مدرسہ الرشاد“ کے نام سے جاری کیا، جس کو پہلے وہ ایک پلیٹ فارم بنانا چاہتے تھے، جہاں سے دین اسلام اور قرآن وسنت کا دفاع کماحقہ کر سکیں“۔ واضح رہے کہ جامعہ رحمانیہ، پتھر چپٹی، مدھوپور اسی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"مدرسہ الرشاد" کی امتدادی شکل ہے۔

مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ مدھوپور کے جلسہ کے تذکرہ کے بعد آگے لکھتے ہیں کہ "اس کے بعد "مونگیا مارنی" کے جلسہ میں شرکت ہوئی، پھر "کروا"، سنتھال پرگنہ (جامتاڑا)، پھر "کریاڈ" ہزاری باغ (گریڈیہہ)، اس کے بعد "منکڈیہا"، ہزاری باغ (گریڈیہہ) کے جلسوں میں شرکت ہوئی۔ پھر چھٹے سال "چمپاپور"، آٹھویں سال "ولدہا"، سنتھال پرگنہ (دیوگھر) میں میری شرکت ہوئی، پھر نویں جلسے "بھاگاباندھ" میں میری شرکت ہوئی۔ اسی سال مدھوپور جارج ہائی اسکول کے جلسہ میں بھی میری شرکت ہوئی"۔

یہ دس جلسے ہوئے، جن میں شرکت کرنے کا تذکرہ مولانا نے خود اپنے مضمون میں کیا ہے۔ ممکن ہے ۱۹۶۶ء کے بعد بھی اس علاقے میں آئے ہوں گے، ان جلسوں میں بلانے اور خط و کتابت کرنے کا کام اس زمانے میں مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ کیا کرتے تھے، جیسا کہ جھنڈانگری رحمہ اللہ نے خود اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ "ان تمام جلسوں کے داعی عموماً مولوی محمد یاسین عادل ریاضی ہیں"۔

جس زمانے میں مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ اس علاقے میں آتے تھے، اہل علم کو انگلیوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ اس وجہ سے علماء کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ عوام نہایت متواضع اور سادہ فطرت و طبیعت کے حامل ہوتی تھی۔ مولانا نے اپنے دس سالہ سفر میں جو کچھ محسوس کیا، اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"جلسوں کو منعقد کرنے والے دیہاتی حضرات بے حد سادہ مزاج، مسکین و متواضع اور مہمان نواز ہیں، لیکن جہالت کی وجہ سے بدعقیدگی و بدعملی میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ کئی آدمی اس علاقہ میں ایسے سنے گئے ہیں، جنھوں نے دو بہنوں کو ایک ساتھ اپنے عقد میں رکھ لیا ہے۔ کئی طلاق و نکاح کے پرفریب چالوں میں مبتلا ہیں۔ کئی جگہ میراث میں اولاد کے درمیان ناانصافی موجود ہے۔ اس قسم کی مجالس میں یہ سب صورتیں سامنے آجاتی ہیں تو ان پر بھی شدید تنقید و تبلیغ حق کر دی جاتی ہے۔ اس سال میرے رفیق سفر مولانا شمس الحق صاحب سلفی مدرس مدرسہ فیض عام، مئو بھی تھے، انہوں نے بھی اپنے مواعظ میں اس طرح کے منکرات پر نہایت عمدہ و بلیغ نصیحت فرمائی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں مسلک و مشرب کا اختلاف بہت کم پایا جاتا تھا، اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپ نے "کریاد" جیسے حنفی گاؤں میں مدعو ہو کر اجلاس کو خطاب فرمایا تھا۔ بقول مولانا احمد حسین ریاضی رحمہ اللہ: "آپ نے کریاد میں سورۃ العصر کی تفسیر و تفہیم کے موضوع پر تقریر کی تھی۔ آپ کی تقریر تین گھنٹہ ہوئی تھی"۔ اگر بزرگوں کی طرح دعوتی کوششیں جاری رہتیں تو شاید یہ بستی اور اس کے مضافات کی بستیاں اہل حدیث ہوتیں!

مونگیاں مارنی کے اجلاس میں آپ کی تشریف آوری اور تقریر کے اثرات کے متعلق مولانا محمد خالد فیضی حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ "آپ مونگیا مارنی، جامتاڑا، کے اجلاس میں مدھوپور اسٹیشن سے بذریعہ بیل گاڑی آئے تھے۔ یک روزہ پروگرام تھا اجلاس کے خصوصی مہمان مقرر آپ تھے۔ آپ کے بیان کا موضوع "مسکرات: عقل و نقل کی روشنی میں" تھا۔ یہ تقریر میں نے نہیں سنی، مگر بڑے بزرگوں کی زبان سے تذکرہ سنتا رہا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا کا خطاب اتنا موثر، مدلل اور دلوں کو اپیل کرنے والا تھا کہ ہزاروں لوگ جلسہ گاہ ہی میں تائب ہو گئے، جو کچھ تمباکو، بیڑی اور سگریٹ ان کے پاس تھا سب پھینک دیا۔ صبح جب لوگ جلسہ گاہ میں پہنچے تو ہزاروں بنڈل بیڑی اور سگریٹ کے پیکیٹ بکھرے پڑے تھے اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہ تھا"۔

علاقے کے قدیم ادارہ "ندوۃ الاصلاح"، پھکبندی، جامتاڑا (جو ان دنوں خالص احناف کا ادارہ بن کر رہ گیا ہے)، کے قائم کرنے والوں (مولانا و حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ٹوپاٹانڑوی، مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری، جناب ابوالحسن کاظمی، ڈاکٹر امتیاز رحمہم اللہ) میں آپ بھی شامل تھے۔ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پوری زندگی اس کے سرپرست رہے۔

مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ نے اپنے وقیع اور تاریخی مضمون کے اخیر میں علاقے کی چند شخصیات اور ان کی خدمات پر سرسری روشنی ڈالی ہے، جو حقیقت میں تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان چند سطور سے ایک تاریخ کا طالب علم کئی ایک تاریخی حقائق و نتائج نکال سکتا ہے، وہ شخصیات مولانا محمد ابو نصر ناصر، مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری، مولوی محمد قاسم، مولوی محمد ہارون، مولانا و حافظ عابد حسین گنگوہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہم اللہ ہیں۔ جھنڈانگری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”بھاگا باندھ میں مدرسہ اسلامیہ قائم ہے۔ یہاں ابھی صرف ایک مدرس محمد ابونصر ناصر ہیں جو بہار کے مشہور مقام پیغمبر پور کے رہنے والے ہیں، مولانا عاقل رحمانی (صدر مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ) آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ محنت ولگن سے کام کررہے ہیں اور علماء نواز ہیں، اس علاقے کے استاذ الاساتذہ مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مدھوپوری ہیں۔ آپ بے حد بزرگ، دانا وعاقل وفرزانہ ہیں اور باوجود پیرانہ سالی کے جلسوں کی صدارت ۸ بجے شب سے ۱ بجے شب تک مسلسل بیٹھے رہ کر انجام دیتے ہیں۔ اس علاقے میں ایک جوان عمر، صالح ومتدین شخص مولوی محمد قاسم صاحب ہیں، ٹوپاٹانڑ کے مدرسہ دارالفلاح میں مدرس ہیں اور اچھے اسلامی شاعر ہیں ہر جلسہ میں ایک نئی اصلاحی نظم پیش کرتے ہیں، جس میں کافی درد وسوز ہوتا ہے۔

کرماٹار میں مولوی محمد ہارون صاحب ایک نوجوان ذی علم شخص ہیں۔ اکثر اسلامی جلسوں میں شرکت کرتے ہیں اور جماعتی ترقی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ٹوپاٹانڑ میں ایک زبردست، جید عالم، عابد وزاہد، سراپا تقویٰ سراپا خلوص حافظ مولانا عابد حسین صاحب گنگوہی گزرے ہیں، جو گنگوہ سے آکر یہیں آباد ہوگئے تھے۔ آپ نے دارالفلاح مدرسہ قائم کیا۔ انتقال سے پہلے اپنا مکان، اپنی آراضی وغیرہ مدرسہ پر وقف کردی۔ دسمبر ۱۹۶۰ء میں انتقال فرماگئے۔ اب اس علاقے میں اصلاح وتبلیغ کے لئے مکرمی صوفی نذیر احمد کشمیری جیسے مردِ مجاہد کی ضرورت ہے۔ علاقہ ان کے جیسے سراپا عمل شخص کے اصلاح وتبلیغ کے برکات کا منتظر ہے۔

کہاں ہیں وہ اللہ کے بندے
کہاں ہیں وہ جذبہ الٰہی کے پھندے

مولوی یاسین عادل ریاضی ڈابھاکیند عادل نگر کے مدرسہ میں مدرس ہیں، رات دن کی سعی سے مدرسہ کو ترقی پر لے جارہے ہیں۔ یہ اس علاقہ میں اچھے بولنے والوں میں ہیں۔ نرائن پور ہاٹ ایک مرکزی مقام ہے۔ عرصہ دراز سے اس کے باغ والے میدان میں جہاں دوہزار تین ہزار آدمی جمعہ کے لئے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جمع ہوتے ہیں، اس کے مستقل خطیب وامام ہیں۔ تقریباً آٹھ برس سے علاقہ جنوبی مشرقی بہار کی جماعتِ اہلحدیث نے ان پر اعتماد کیا ہے اور ان کو اپنا صدر منتخب کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عادل ریاضی صاحب انجمن ترقی اردو، پٹنہ کے رکن ہیں اور انجمن کی خصوصی دعوت پر مظفر پور، پٹنہ، جے پور وغیرہ کے اجلاسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ دینی دعوت وتبلیغ کے اہتمام کے اعتبار سے آپ سنتھال پرگنہ میں ممتاز ہیں''۔

جھنڈانگری رحمہ اللہ جھارکھنڈ کے اس علاقہ میں کام ہوتا اور جماعت کو ترقی کرتا دیکھنا چاہتے تھے، اس کا اندازہ ان کی اس دعاء سے کیا جاسکتا ہے، جو انہوں نے مضمون کے خاتمہ میں کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ دیگر بلادِ ہند کے مانند صوبہ بہار اور سنتھال پرگنہ کے عوام وخواص کو بھی اپنی بہترین توفیق اور اسلامی جذبہ عمل سے سرفراز کرے''۔

جامعہ رحمانیہ، مدھو پور، دیوگھر اس علاقے کا ایک قدیم ادارہ ہے، جس کے قیام کے پس منظر میں منکرین حدیث کے فتنہ انکار کی سرکوبی اور امت مسلمہ کو اس سے بچانا لائق ذکر ہے۔ اس وجہ سے ملک کے گوشے گوشے سے اس ادارہ کو ہر نوع کا تعاون حاصل رہا، مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ بھی اس ادارہ کی تعمیر وترقی کے خواہاں تھے۔ اس کا اندازہ آپ کی اس تحریر سے کیا جاسکتا ہے، جو آپ نے لکھ کر اس ادارہ کو مرحمت فرمائی، تاکہ آپ کی تحریر سے ادارہ کو تائید وتقویت حاصل ہو۔ آپ کی تائیدی تحریر عربی زبان میں ہے۔ آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد لکھا ہے کہ ''جامعہ رحمانیہ'' مدھو پور علاقے کا ایک اہم ترین تعلیمی ادارہ ہے، جس علاقے میں یہ ادارہ قائم ہے، وہاں متعدد باطل تحریکیں پھیلی ہوئی ہیں۔ نیز وہاں منکرین حدیث کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اس ادارہ کا قیام اسی مقصد کے تحت عمل میں آیا ہے کہ ان باطل تحریکات کا دعوتی اور تعلیمی سرگرمیوں کے ذریعہ قلع قمع کیا جائے۔ اس ادارہ میں اچھی خاصی تعداد میں طالبان علوم وفنون زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ کو فی الحال ایک ایسی بلڈنگ کی ضرورت ہے، جس کو طلبہ کی رہائش اور کلاس روم کے کام میں لایا جاسکے۔ اور یہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہی ممکن ہے۔ اس کے لئے اہل ثروت حضرات سے میری درخواست ہے کہ ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں''۔

جھارکھنڈ کی اصلاحی ودعوتی تحریک میں شامل اور یہاں کی جماعت اہل حدیث کی ترقی کے خواہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے بزرگ جھنڈانگری رحمہ اللہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ اللہ آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور جنت بریں میں آپ کو داخل کرے، آمین!

❁❁❁

(۱۷)۔ مولانا ڈاکٹر عبدالسلام اسلم کانپوری رحمہ اللہ

آزادی کے بعد سرزمین ہند میں جن خطبائے کرام کو بڑی مقبولیتیں اور شہرتیں حاصل ہوئیں، ان میں ڈاکٹر مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری رحمہ اللہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کا تعلق مغربی یوپی کے مشہور شہر ''کانپور'' سے تھا۔ آپ کے والد بزرگوار مولانا عبدالمعبود رحمہ اللہ اور آپ کے بڑے بھائی محمد احمد رحمہ اللہ عالم دین، داعی الی اللہ، اور مقرر وخطیب تھے۔ مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری رحمہ اللہ نے جب آنکھیں کھولیں تو دیندار اور تعلیم یافتہ گھرانا پایا۔ اسی ماحول میں آپ کی پرورش وپرداخت ہوئی۔ جب آپ مکتب جانے آنے کے لائق ہوئے تو ابتدائی تعلیم کے لئے کانپور کے محلّہ ''قلی بازار'' میں قائم ایک مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف چھ سال تھی۔ لگ بھگ چھ سال تک یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بارہ سال کی عمر میں اپنے شہر سے دور جا کر تحصیل علم وفن کرنے کا شوق دل میں موجزن ہوا۔ اس کے لئے انہوں نے آگرہ کا سفر کیا اور وہاں پر موجود ایک دینی ادارہ میں داخلہ لے کر کسب فیض کرنا شروع کیا۔ ابھی یہاں ایک ہی سال گزرا تھا کہ آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے آگرہ چھوڑ دیا، اور آگرہ چھوڑ دینا نیک فال بھی ثابت ہوا۔ اس لئے کہ اس کے بعد از ہر ہند، جماعت اہلحدیث، برصغیر کے قابلِ فخر ادارہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' دہلی میں داخلہ لیا، اور اس عظیم گہوارۂ علمی کی گود میں تین سال گزارا، پھر کیا ہوا، نہیں معلوم کہ آپ نے فضیلت وفراغت اس مرکز علم وآگہی میں رہ کر نہیں کی، بلکہ اسے الوداع کہہ کر گھر لوٹ آئے اور تکمیل علم کے لئے علم وتاریخ اور تہذیب وتمدن کے قدیم شہر بنارس میں موجود قدیم حنفی ادارہ ''مدرسہ مظہر العلوم'' میں داخلہ لیا اور محنت ولگن سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کر کے یکم جولائی ۱۹۴۴ء کو فراغت کی اور سندِ فضیلت حاصل کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینی علوم وفنون کی تحصیل وطلب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو علم طب حاصل کرنے کا شوق ہوا، اس کی تکمیل کے لئے وہ لکھنؤ گئے اور لکھنؤ کے طبیہ کالج میں ایڈمیشن لے کر طب کا کورس پورا کیا، اور ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں گھر کانپور واپس آئے اور باضابطہ پریکٹس شروع کردی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علاج ومعالجہ اور تشخیص امراض کا اچھا تجربہ اور صلاحیت عطا کیا تھا۔ بہت جلد آپ کے نام اور علاج کی شہرت ہوگئی، اور آپ بذریعہ علاج خدمت خلق کرنے لگے۔ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ آپ جب دیکھتے کہ مریض غریب قسم کا آدمی ہے، تو علاج کا خرچ کم لیتے اور کم قیمت کے نسخے بھی لکھتے تھے۔

ذہنی ارتداد کے موجودہ زمانے میں جب طالبانِ مدارس اسلامیہ کو کسی عصری یونیورسٹی کے معمولی کالج اور شعبۂ تعلیم میں داخلے کے مواقع مل جاتے ہیں تو بہت سارے لوگ اپنی شناخت اور فرائض دینیہ بھول جاتے ہیں۔ وضع قطع کو سب سے پہلے قربان گاہ کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں اور پھر ڈھیر سارے فرائض وواجبات کا استخفاف کرنے لگتے ہیں۔ مدارس اور وہاں کی تعلیم کو حقارت کی نظر سے نہ صرف دیکھتے، بلکہ ان کے خلاف تحریکیں تک چلانے لگتے ہیں، اپنے بچوں کو مدارس بھیجتے نہیں، دوسروں کو بھی دینی تعلیم سے متنفر کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے ممدوح مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری رحمہ اللہ نے دینی مدرسہ سے فراغت پانے کے بعد ''علم طب'' حاصل کیا اور پھر مطب کھول کر علاج ومعالجہ کا شغل جاری کیا، جو کامیاب رہا۔ پھر بھی انہوں نے دینی تعلیم اور دینی فرائض کی ادائیگی سے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔ اس کی پہلی شہادت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے محلّہ کے بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مدرسہ کھولا اور پوری زندگی اس کے انتظام وانصرام کی کل ذمہ داری خود نبھائی۔ مدرسہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے اور اس کی عمارت تعمیر کرائی۔

دوسری شہادت یہ ہے کہ وہ اپنے مطب میں آرام سے بیٹھ کر کما کھا سکتے تھے، مگر انہوں نے پوری زندگی دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا، اور اس کے لئے نزدیک ودور ہر نوع کا سفر کیا۔ آپ کو طبی مہارت کی طرح خطابت وتقریر کی بھی بلا کی مہارت وصلاحیت حاصل تھی۔ یہ مہارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ میراث میں ملی تھی اور کچھ خود کی محنت وکاوش سے حاصل ہوئی تھی۔آپ کے والد بزرگوار بلند پایہ خطیب تھے،اور وہ جہاں کہیں بھی تقریر کرنے جاتے تھے،ان کو ساتھ لے لیتے تھے،اور ہر پروگرام میں تقریر بھی کرواتے تھے۔اس طرح پریکٹس کرتے کرتے ملکی پیمانے کے مقرر ہو گئے۔

جھارکھنڈ، جو دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کے لئے ہمیشہ سازگار رہا ہے،اور یہاں کی سرزمین اجلاسوں کو منعقد کر کے مقررین وخطباء کو سننے کی ہمیشہ عادی رہی ہے،جس کا اس علاقہ میں سب سے زیادہ اثر ہوا ہے،یہاں بھی آپ مسلسل آتے تھے،مادر علمی جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند، جامتاڑا (قائم شدہ ۱۹۷۷ء) کا جو بھی سالانہ اجلاس عام منعقد ہوتا تھا،اس میں آپ ضرور مدعو ہوتے تھے۔جن دنوں میں ایک مکتب کا طالب تھا اور قاعدہ بغدادی پڑھ رہا تھا،آپ کی ایک تقریر سنی تھی،جس میں آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت وحیات کی روشنی میں عوام کو خطاب کر رہے تھے،اور انداز تکلم تھا''ابراہیم خلیل اللہ''۔آپ کو سننے والے ہمارے علاقے کے لوگ آپ کا نام بڑی عقیدت ومحبت سے لیتے ہیں،اور جب بھی نام آتا ہے،دعائیں دیتے ہیں۔آپ کی تقریر ہمارے علاقے میں اس قدر پسند کی جاتی تھی کہ لوگ پوچھتے تھے کہ کیا حضرت مولانا عبدالسلام اسلم کانپوری آرہے ہیں؟ اثبات میں جواب ملنے پر اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ منتظمین کے لئے اس کا سنبھالنا مشکل ہوتا تھا۔ٹھیک لکھا ہے، لکھنے والے نے کہ ''.....اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہی اجلاس کامیاب مانا جاتا تھا،جس میں آپ کا خطاب عام ہوتا تھا۔ بعض اوقات لوگوں کو مولانا سے تاریخ لینے کے بعد اجلاس کی تاریخ متعین کرنی پڑتی تھی۔اللہ نے آپ کو جو فن دیا،اس کا حق ادا کیا اور تاحیات دعوت وتبلیغ اور وعظ وتلقین سے وابستہ رہے''۔ [تراجم علمائے اہلحدیث:۲۴۹/۱]

جماعتی شخصیات اور مدارس وجامعات سے آپ کے گہرے روابط تھے،اور ان کے پلیٹ فارم سے منعقد ہونے والے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں آپ برابر مدعو ہوتے تھے۔مادرِ علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس سے زمانہ تاسیس سے آپ مربوط تھے،اور وہاں کے ہر پروگرام میں مدعو ہوتے تھے اور اپنے مواعظ حسنہ سے شرکاء کانفرنس کو مستفید کرتے تھے۔اس کا اندازہ مادرِ علمی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیمیناروں اور کانفرنسوں کی رپورٹوں اور مقالات وخطابات کے مجموعوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

آپ مقرر کی طرح ایک خوش گلو شاعر سے بھی متعارف تھے۔ آپ اچھی شاعری کرتے تھے اور پھر اتنا ہی بہتر خود پڑھتے بھی تھے۔ مشہور ومعروف مقرر عالم دین مولانا امر اللہ عارف سراجی رحمہ اللہ نے آپ کو ایک جگہ ''رفیق سحر البیان والکلام مولانا ڈاکٹر عبدالسلام اسلم کانپوری'' لکھا ہے۔ آپ کی اس نظم کی ریکارڈنگ میں نے بھی سنی ہے، جو آپ نے مادرِ علمی جامعہ سلفیہ، بنارس کی ایک عالمی کانفرنس میں پیش کی تھی۔ آپ کا تخلص ''اسلم'' تھا۔ بروایت تراجم علمائے اہل حدیث ''آپ کی شخصیت کا ایک عظیم پہلو آپ کی شاعری ہے۔ ایک عظیم عالم دین، خطیب ومقرر اور طبیب ہونے کے ساتھ آپ ایک اچھے اسلامی شاعر بھی تھے۔ مزید یہ ہے کہ خوش الحان تھے۔ جس محفل میں آپ کوئی حمد ونعت پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے اور ایک سماں بندھ جاتا''۔

آپ کا مجموعۂ کلام شائع بھی ہوا ہے۔ مولانا امر اللہ عارف سراجی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''منتخبات'' کے صفحہ ۵۷۹ پر آپ کی ایک نظم بعنوان ''خطاب بہ مسلم'' نقل فرمائی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

خودی کو اپنے مٹا کے کب تک جہاں میں ہم جیا کریں گے
قفس میں گھٹ گھٹ کے خون ارماں نہ جانے کب تک پیا کریں گے

اور مقطع کا شعر ہے ؎

یہ ہے تقاضائے وقت اسلم خدا کو اپنا بنائیں گے ہم
اسی سے مانگیں گے ہم دعائیں، اسی سے اپنا گلہ کریں گے

آپ کی یہ نظم ایسی ہے کہ اس کی ہر لائن اور اس کا ہر مصرعہ اور ہر شعر، بلکہ اس کا ہر ہر لفظ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ نظم کے بقیہ اشعار یوں ہیں:

ہزار طعنے، ہزار شکوے، ہزار باتیں غم والم کی
کسی کے غیض وغضب کا کب تک جواب ہنس ہنس کر دیا کریں گے

ضرور لائے گی رنگ اک دن خدا کے بندوں کی فاقہ مستی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بکھر پڑے گا نظام ہستی جو دل سے آہ و بکا کریں گے

یہ کہہ رہی ہے فضائے عالم، سنا رہی ہے یہ بات پیہم
اگر نہ ٹوٹا جمودِ مسلم تو روز فتنے اٹھا کریں گے

خدا کی دنیا میں رہنے والے، خدا پہ ایمان رکھنے والے
متاعِ ایماں لٹا کے کب تک بتوں کو سجدہ کیا کریں گے

تلاش منزل میں جانے والو نشان منزل نہ بھول جانا
کہ راہِ حق میں ہزاروں شیطاں ملا کئے ہیں ملا کریں گے

مٹے گی ایک دن یہ چیرہ دستی بڑھے گی پھر کیف رنگ و مستی
اگر یہ عہدِ جدید کر لیں، خدا سے بس التجا کریں گے

آپ کا انتقال ۲۸/ مارچ ۱۹۸۹ء کو ہوا، اور اپنے آبائی شہر ''کانپور'' میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں داخل کرے، آمین!

(۱۸)۔ مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ

بقول ایک عربی رائٹر کے: ''کسی بھی ملک کے نوجوان آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے آئیڈیل ونمونہ ہوا کرتے ہیں، بلکہ ان کے لئے سرمایہ افتخار ہوتے ہیں، جن کے نقش قدم کی پیروی کی جاتی ہے، اور جن کے طریقوں پر چلنے کے تانے بانے بنے جاتے ہیں، ان کے کارناموں کو فخریہ بیان کیا جاتا ہے، اوران کے آثار ونقوش کو موضوع بنا کر مباحثے کئے جاتے ہیں''۔ ایسے ہی انسانوں اور ملک کے سپوتوں میں سے مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ تھے، جن کا انتقال ۲۹/ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ہوا۔

مولانا عبدالسلام رحمانی بن محمد عباس خان ضلع بلرام پور کے ایک گاؤں ''کنڈو'' میں اگست ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کا آغاز جامعہ سراج العلوم، بونڈیہار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کیا، اس کے بعد جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، بنارس میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۸ء میں فراغت حاصل کی۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کی شروعات مدرسہ اسلامیہ، اکرہرا، سدھارتھ نگر سے کی، پھر مختلف اوقات میں نیپال کے مرکزی ادارہ ''جامعہ سراج العلوم''، جھنڈانگر اور جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ کو کارگاہ عمل بنایا۔ ۱۹۷۸ء میں آپ دعوت وتبلیغ کی غرض سے فیجی (جزیرہ آئس لینڈ) چلے گئے، جہاں آپ نے سات سال گزارا۔ واپسی ۱۹۸۵ء میں ہوئی، تو جامعہ سراج العلوم، بونڈیہار میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور ۲۰۱۱ء تک اسے وابستہ رہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے اہم مناصب اور عہدوں پر فائز ہو کر جن شخصیتوں نے دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، تحقیق وتصنیف اور تحریک وتنظیم جیسے اہم فرائض ادا کئے، ان میں مولانا عبدالسلام رحمانی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے ۱۰/ستمبر ۱۹۷۲ء سے ۲۶/جولائی ۱۹۷۵ء تک مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے نائب ناظم اور ۲۷/جولائی ۱۹۷۵ء سے ۲۲/جون ۱۹۷۸ء تک ناظم اعلیٰ کے باوقار منصب پر فائز رہے۔ اس کے بعد دعوت وتبلیغ کے لئے فیجی چلے گئے، جہاں آپ سات سال رہے۔ اس کے بعد جب وطن واپس آئے تو ذمہ داران مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند نے آپ کو ۱۱/مئی ۱۹۸۵ء کو دوبارہ ناظم اعلیٰ بنایا، اور اس کے بعد ۱۹۸۷ء تک اس منصب پر رہے اور اس کے بعد مرکزی جمعیت کی نظامت علیا سے مستعفی ہو گئے، مگر اس کے باوجود مولانا مختار احمد ندوی اور شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنے اپنے دور امارت میں انہیں نائب امیر بنائے رکھا۔

آپ نے اپنے ان ادوار میں مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی بیش بہا خدمت کی، اور اس کی تنظیم وتحریک میں ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے اپنے دور نظامت میں ملک گیر دورہ کر کے یادگار تنظیمی ودعوتی کارنامہ انجام دیا۔ کیرالا، کشمیر اور آسام جیسے صوبے آپ ہی کی نظامت کے زمانے میں مرکزی جمعیت سے وابستہ ہوئے۔

ایک بلند وہمہ جہت شخصیت کی شناخت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مختلف دعوتی وتعلیمی مراکز نے اسے قبول کیا ہو، اور اس کے قد کے حساب سے اسے مناصب دیئے ہوں۔ مرکزی جمعیت کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن دعوتی و تعلیمی مراکز اور مسلم تنظیموں نے انہیں پذیرائی بخشی اور شایان شان عہدے تفویض کیے، ان میں قابل ذکر یہ ہے کہ آپ تاحیات مسلم پرسنل لاء بورڈ، جامعہ سلفیہ، بنارس، جامعہ خیرالعلوم، ڈومریا گنج کے رکن اور ضلعی جمعیت اہل حدیث، بلرام پور کے امیر رہے۔

ان ساری مشغولیات و مصروفیات کے باوجود آپ نے لکھنے کا کام کیا، اور خوب لکھا۔ آپ نے دیکھا کہ واعظین کے یہاں ضعیف و موضوع روایات کا چلن عام ہے، جب کہ شریعت کے جملہ احکام و مسائل کے حل کے لئے صحیح احادیث کافی ہیں، تو آپ نے ''ضعیف و موضوع روایات'' نامی کتاب لکھی، اس کے علاوہ آپ کی کتابوں میں ''اتباع سنت''، ''خضاب کی شرعی حیثیت''، ''اسلامی کہانیاں'' (۳/ جلدیں)، ''حضرت حسن بصری: حالات و ملفوظات''، ''بڑے بڑے گناہ''، ''اتباع سنت کا مفہوم کتاب و سنت و اقوال سلف کی روشنی میں''، ''مکاتیب شیخ الحدیث''، ''دیار غیر میں'' (سفرنامہ)، ''ساعتے با اہل دل'' وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

آپ جن دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے ناظم اعلیٰ تھے، ان دنوں مرکزی جمعیت کے نقیب و آرگن پندرہ روزہ ''ترجمان'' کے مدیر بھی رہے، اور اس میں قیمتی مقالات لکھے۔

آپ ایک متحمس عالم دین تھے۔ جماعت کے خلاف سننا تک گوارہ نہیں کرتے تھے۔ مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس میں ایک عالمی کانفرنس تھی، جس میں ملک و بیرون ملک سے بڑے بڑے مفکرین و دانشوران نے شرکت کی تھی، اس میں ندوۃ العلماء سے مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (مدیر البعث الاسلامی) بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے اور اپنے خطاب میں کہا کہ اہل حدیث کی پیدائش ۱۹۰۶ء میں ہوئی ہے۔ اس کا جواب دینے کے لئے دو شخصیتوں (مولانا عبدالحمید رحمانی و آپ) کا انتخاب ہوا، مولانا رحمانی نے کہا کہ میرا جواب سخت ہو جائے گا، اس لئے مولانا عبدالسلام رحمانی ہی جواب دیں۔ آپ نے مولانا سعید الرحمٰن ندوی کی تقریر ختم ہونے کے بعد جواب دیا، جس کو سن کر یہ کہہ کر مولانا سعید نے معذرت کر لی کہ مجھے واقفیت نہ تھی۔

آپ ایک کامیاب مقرر اور جماعت اہل حدیث کے بے باک ترجمان تھے۔ آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے شمال وجنوب کے دعوتی دورے کئے اور بڑے بڑے اجلاسوں اور کانفرنسوں کو خطاب کیا۔ آپ کا علاقہ جھارکھنڈ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ یہاں آپ کے تلامذہ رہتے ہیں۔ اس وجہ سے اس علاقہ سے ہمدردی کچھ زیادہ ہی تھی اور یہاں منعقد ہونے والے جلسوں، اصلاحی کانفرنسوں اور مدارس وجامعات کے سالانہ اجلاسوں میں جب بھی دعوت دی گئی، آپ نے کبھی بھی نہ نہیں کہا۔ جھارکھنڈ کے تمام دعوتی دوروں کا علم تو نہ ہو سکا، البتہ آپ نے ایک بار مادرِ علمی جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے سالانہ اجلاس عام میں شرکت کی اور ہزاروں کے مجمع عام کو خطاب کیا۔ اس موقع سے ذمہ داران جامعہ کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ تاثراتی رجسٹر میں اپنے تاثرات قلمبند فرمایا، اور ملک کے مالدار حضرات کو اس جامعہ کی حیثیت وضرورت سے روشناس کیا اور اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کی سفارش کی۔ ایک دوسری بار ڈابھاکیند کے باشندوں کا اجلاس تھا، یہ اجلاس ڈابھاکیند میں نئی جامع مسجد اہل حدیث کی تعمیر کے لئے فنڈ کی فراہمی کے مقصد سے منعقد ہوا تھا۔ اس میں بھی آپ نے شرکت کر کے مجمع عام کو خطاب کیا تھا۔

علاقہ میں اجلاسوں کو منعقد کرنے کا سہرا جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے بعد علاقے کے قدیم ادارہ ''جامعہ اسلامیہ یوسفیہ''، منکڈیہا، گریڈیہہ کے سر جاتا ہے۔ اس ادارہ نے اب تک درجنوں اجلاسوں کا انعقاد کیا ہے اور بڑے بڑے علماء اور خطباء کو مدعو کیا ہے۔ مولانا عبدالسلام رحمانی کو بھی ایک اجلاس میں مدعو کیا گیا۔ آپ تشریف لائے اور اپنا بلیغ خطاب فرمایا، اور جامعہ کے تاثراتی رجسٹر میں اپنے قلبی تاثرات تحریر فرمائے۔

اس علاقے میں آپ کو جامعہ سراج العلوم، بونڈیہار جا کر لانے کی ذمہ داری ادا کرتے تھے مولانا حبیب اللہ سراجی، جو جامعہ سراج العلوم کے فارغ التحصیل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۹)۔ استاذِ محترم مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ

مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس میں جن اساتذہ کرام سے سب سے زیادہ پڑھنے کا موقع ملا، ان میں قابل فخر عالم دین، بے مثال مقرر، کامیاب مدرس اور کئی کتبِ احادیث کے محشی و معلق مولانا عبدالسلام مدنی بن ابواسلم رحمہ اللہ بھی ہیں، جن کا انتقال ۱۶/جولائی ۲۰۱۸ء، بروز سوموار، ساڑھے پانچ بجے شام ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون!

آپ سابق ضلع بستی، اور حال ضلع سدھارتھ نگر کے ایک گاؤں ''ٹیکریا'' کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش ۷/فروری ۱۹۴۴ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں میں قائم مدرسہ ''مفتاح العلوم'' میں حاصل کی، اس کے بعد معروف ومشہور دینی ادارہ ''جامعہ سراج العلوم'' بونڈیہار میں داخلہ لیا اور نو سال تک وہاں کے کبار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علوم وفنون کی تحصیل کی۔ بعدازاں ۱۹۶۰ء میں جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، بنارس میں داخلہ لیا اور فضیلت سال اول تک کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی جامعہ سلفیہ میں آئے ہی تھے کہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے لئے ترشیح ہوگئی، اور اس طرح فضیلت کا کورس مکمل کرنے سے پہلے سعودی عرب چلے گئے، اور جامعہ اسلامیہ کے ''کلیۃ الدعوۃ واصول الدین'' میں داخلہ لیا، اور کلیہ کا چار سالہ کورس کی تکمیل کر کے ۱۹۷۰ء میں وطن لوٹ آئے۔ وطن واپسی کے چند دنوں بعد ہی آپ کی تقرری جماعت اہل حدیث کے مرکزی ادارہ ''جامعہ سلفیہ'' بنارس میں ہوگئی، اور اس وقت سے ۳۰/جون ۲۰۱۱ء تک چالیس سال، چھ مہینہ بیس دن جامعہ سلفیہ سے منسلک رہ کر درس وتدریس، تحقیق وتصنیف، دعوت وتبلیغ اور بحث وافتا کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ اس طول طویل مدت میں ہزاروں کی تعداد میں طالبان علوم وفنون نے آپ سے کسب فیض کیا۔ چالیس اور چالیس سے زیادہ سالوں تک ایک ہی ادارہ سے منسلک رہ جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ ناخوشگوار حالات بھی پیش آئے ہوں گے۔ مگر صبر وتحمل سے جھیل کر کے امت اور نسلِ نو کے لئے زندگی وقف کر دی اور کبھی بھی حرف شکایت تک زبان پر نہیں لایا۔ یہ ایک انسان کے عظیم ہونے کا بین اور واضح ثبوت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس میں میرا داخلہ 1993 میں اولی ثانویہ میں ہوا۔ اس میں کل ایک سو کے قریب لڑکے تھے، جماعت دو گروپوں میں منقسم تھی۔ ہمارے گروپ میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے تیسرے فرزند برادرم ڈاکٹر عبدالباسط بھی تھے۔ اس وجہ سے شیخ کے متعلق جاننے اور انہیں محسوس کرنے کا قبل از وقت موقع ملا۔ ابھی آپ سے باضابطہ کلاس میں کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی مگر جمعہ کو آپ کے خطبے سن سن کر بے حد متاثر ہو گیا تھا۔ پہلے پہل آپ سے فقہ حنفی کی معروف کتاب ''شرح الوقایۃ'' جلد اول اور دوم پڑھی۔ اس کتاب کو پڑھنے میں زیادہ مزہ تب آتا جب آپ فقہ حنفی کے دور از نصوص معقولات پر تنقیدی روشنی ڈالتے۔ بالخصوص جس دن باب الحیض پڑھایا اور پورے صفحہ میں موجود لاتعداد 'ح' اور 'ط' پر بھرپور تنقیدی روشنی ڈالی اور اپنے مخصوص لہجے میں کہا: واہ رے شرح وقایہ والے آپ کا سروے بڑا مضبوط ہے!!، پھر آپ نے ہم لوگوں کو ''شرح العقیدۃ الواسطیۃ''، ''الباعث الحثیث''، ''نسائی'' جلد دوم اور ''بخاری'' جلد اول پڑھائی۔ سب سے اچھا آپ سے نسائی پڑھنے میں لگا۔ آپ راجح قول پر اکتفا کرتے تھے۔ مسائل کے استنباط اور استخراج کے گر سکھلاتے تھے۔ عموم سے استدلال پر زور دیتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ امام نسائی بھی عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ کہہ کر آپ ان لوگوں پر لطیف نقد کرتے تھے جو ہر مسئلہ میں دلیل خصوص کو ہی حجت مانتے ہیں۔ آپ ان حدیث کی کتابوں کو پڑھاتے ہوئے اور توضیحات وتشریحات بتلاتے ہوئے سب سے زیادہ تین کتابوں (فتح الباری، نیل الاوطار، مرعاۃ) اور تین شخصیات (ابن حجر، شوکانی اور شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری) کے حوالے دیتے تھے۔ اور شخصیت و کتاب اور قول کی طرف اشارہ کرنے کا آپ کا انداز بڑا نرالا ہوتا تھا۔ کہتے تھے: صاحب نیل نے بڑی اچھی بحث کی ہے، حافظ ابن حجر نے تفصیل سے بحث کی ہے، مگر شیخ الحدیث کی ترتیب عمدہ ہے۔ یہ اور اس نوع کے جملے ادا کرنے کے بعد ان حوالوں میں موجود بات پیش کرتے تھے۔ نسائی پڑھاتے ہوئے امام نسائی کا تعارف ''التعلیقات السّلفیہ'' سے نوٹ کرایا اور افادیت یہ بتلائی کہ ایسا عمدہ تعارف کہیں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسائی کی آپ نے جو تعلیق تیار کی ہے ''التعلیق المنتقی علی سنن المجتبی'' کے نام سے، اس میں اسی تحریر کو ہو بہو نقل کر کے حوالہ دے دیا ہے۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی کتابیں پڑھاتے ہوئے وہ تمام دعائیں یاد کراتے تھے جو مقررات میں پڑھنے کے دوران گزرتی تھیں اور باضابطہ امتحان میں بھی پوچھ دیتے تھے۔ہم لوگوں کو نسائی میں دعاء استخارہ لکھنے کے لئے دیا تھا۔آپ کا درجہ کے طلبہ کی علمی وغیرہ غلطی پر متنبہ کرنے کا بھی ایک مخصوص لب ولہجہ ہوتا تھا،جس کو سننے کے لئے بھی کبھی کبھی ہم لوگ غلطی کرتے تھے۔کہتے تھے واہ رے بخاری والو! آپ لوگ بھی یہ بات نہیں جانتے!!،آپ طلبہ کی ان کی اچھی کوشش پر حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔طلبہ اس بات کو اپنے لئے اعزاز اور افتخار سمجھتے تھے۔ایک بار بخاری پڑھاتے ہوئے آپ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے یہ عزیز بڑی اچھی عبارت خوانی کرتے ہیں'' میں آج بھی اس جملے کو آپ کے حوالے سے جامعہ امام ابن تیمیہ کے مختلف درجات کے طلبہ میں بیان کرتا رہتا ہوں۔آپ وقت کی پوری پابندی کرتے تھے،اور جو اساتذہ کرام دیر سے کلاسوں میں پہنچتے،کہتے کہ انسان کو جوابدہی کا احساس ہونا چاہئے!. گھنٹی ختم ہونے سے پانچ منٹ پہلے درس بند کردیتے تھے اور اس میں مناقشہ اور سوال وجواب کرتے تھے اور طلبہ کو سبق سے متعلق اور عام سوالات کرنے کی کھلی اجازت دیتے تھے۔کسی دن کسی بھی طالب کی طرف سے کوئی سوال نہ ہونے پر یا تو خود طلبہ سے کوئی سوال کرتے اور طلبہ کے جواب کے بعد اپنا جواب بتاتے تھے،افادہ کا یہ ایک انوکھا انداز تھا۔یا کہتے کہ آپ لوگ لیل ونہار کیسے گزارتے ہیں کہ نہ کوئی سوال ہے اور نہ کوئی استفتاوفتوی ؟!.

آپ کبھی کبھی ندوۃ الطلبہ کے ذمہ دار بھی ہوتے تھے۔آپ ذمہ دار ہوتے تھے تو ہم لوگوں کو ایک فائدہ یہ ہوتا تھا کہ درخواست وغیرہ لکھنا سیکھ لیتے تھے۔اس لئے کہ درخواست قبول یا عدم قبول کرنے سے پہلے تحریر وزبان کی غلطیاں دیکھتے تھے اور پھر اصلاح کرتے تھے۔اس وجہ سے ہم لوگ درخواست اچھی سے اچھی لکھنے کی کوشش کرتے تھے۔کبھی کبھی خط اور درخواست لکھنے کا طریقہ بتانے کے لئے آپ اپنی درخواستیں اور خطوط لاکر پڑھ کرسناتے تھے۔

آپ ندوہ کے پروگرام کی صدارت بھی کراتے تھے اور برنامج میں تحریر وقت سے ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں کرتے تھے۔کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا تھا کہ ناشتہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بلا ناشتہ کے چلے آتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے تھے کہ میں دو بسکٹ کھا کر چلا آیا۔ کیوں کہ میں نے آٹھ بجے حاضر ہونے کے لئے دستخط کیا تھا۔ ظاہر ہے وعدہ خلافی سے پوچھا جاؤں گا!۔ آپ طلبہ کی تقریریں سن کر اصلاح نہ صرف تقریروں اور ان سے متعلق امور کی کرتے تھے۔ بلکہ مقررین کی بھی اصلاح کرتے تھے اور کہتے تھے۔ مقرر کے ہونٹوں کے بیچ میں سفیدی آجائے تو خراب لگتا ہے، مقرر کا دیوار یا اوپر دیکھنا اور کھڑے ہو کر کرتا یا پاجامہ ٹھیک کرنا معیوب ہے۔ آپ کے جملے ہوتے تھے: "**النظر خارج الغرفة، بیاض بین شفتیه**"، وغیرہ۔ پھر بہتری کے طریقے بتاتے تھے۔ آپ طلبہ کو تلاوت قرآن بالخصوص جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت پر برانگیختہ کرتے تھے۔ اور باضابطہ پوچھتے تھے کہ کس نے سورہ کہف کی تلاوت کی ہے۔ ہر صبح فجر نماز کے بعد کی تلاوت کے بارے میں آپ کا جملہ الگ ہوتا تھا کہ "آج فجر کی نماز کے بعد کس نے کس نے قرآن کی تلاوت دیکھ کر کی ہے"۔ ایسا جملہ یعنی دیکھنے کے لفظ کے ساتھ اس لئے ہوتا کہ بعض لڑکے جو تلاوت نہیں کئے ہوتے تھے وہ جھوٹ سے بچنے کے لئے بعض چھوٹی سورتوں کو جھٹ سے پڑھ لیتے تھے اور کہتے تھے۔ ہاں تلاوت کی ہے۔

آپ ایک منجھے ہوئے خطیب تھے۔ نصوص کتاب وسنت اور صحیح ومستند واقعات کی روشنی میں تقریریں کیا کرتے تھے۔ کسی بھی موضوع پر تقریر کرنے سے قبل یا تقریر کر کے واپس آنے کے بعد اس کا خلاصہ اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا کرتے تھے، اور ہم لوگوں کو اس کا فائدہ یہ بتاتے تھے کہ آئندہ اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کے لئے دوبارہ محنت نہیں کرنی ہوگی۔ آپ کا تقریری نوٹ دو جلدوں میں جمع ہو گیا تھا۔ ممکن ہے جلد شائع بھی ہو۔ آپ کی تقریر کی ایک خاص خصوصیت یہ ہوا کرتی تھی کہ ہر تقریر کے اختتام میں اس موضوع سے متعلق ماثور دعائیں کیا کرتے تھے۔ ایسا دوسرے مقررین کے یہاں بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

آپ دعوتی اسفار بھی کرتے تھے۔ ہمارے علاقہ جھارکھنڈ سے بھی آپ کا لگاؤں تھا۔ کئی بار جھارکھنڈ تشریف لائے۔ جھارکھنڈ بننے کے بعد صوبائی سطح پر اب تک ایک ہی کانفرنس زیر انتظام ضلعی جمعیت اہل حدیث، دیوگھر بمقام رام پور منعقد ہوئی ہے۔ اس کے صدر آپ ہی تھے، مگر کسی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریف نہیں لا سکے تھے۔ ۲۰۰۴ء میں نہایت عظیم الشان ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' جھارکھنڈ کے شہر پاکوڑ میں منعقد ہوئی، تو اس میں آپ نے شرکت فرمائی اور ''اسلام میں جانوروں کے حقوق'' کے موضوع پر قیمتی خطاب فرمایا۔ اور ایک بار صاحب گنج تشریف لائے تھے۔ سفر سے واپسی پر یہاں کے لوگوں کی سادگی کا تذکرہ کرتے تھے اور کہتے کہ جھارکھنڈ کے لوگ محبت میں کیلے چھیل چھیل کر دیتے تھے۔ اس موقع سے آپ نے خطبہ جمعہ بھی دیا تھا، جس کا تذکرہ بھی آپ کرتے رہتے تھے۔

استاذ محترم نے جامعہ میں چوالیس سال پڑھایا۔ صرف نسائی چونتیس بار پڑھائی۔ ہم لوگوں کو جس سال نسائی پڑھائی تھی، وہ پچیسواں سال تھا۔ اس لمبی مدت میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ سے پڑھا اور آپ کی تربیت وتعلیم سے فائدہ اٹھایا۔ یہ سب یقیناً آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے: ''........ أو علم ینتفع به،، آپ ہمارے بیچ نہیں رہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی نیکیوں، کارناموں اور خدمات واعمال کو قبول فرمائے، بشری لغزشوں سے درگزر کرے، قبر کے عذاب سے بچائے، جنت بریں میں داخل کرے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین!!

❁❁❁

(۲۰)۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ

مدارس ومعاہد کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ اسلام۔ تاریخ مدارس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے اپنی ضیاء بار کرنوں کے ساتھ نمودار ہونے سے پہلے، جسے زمانۂ جاہلیت کہا جاتا ہے، عربوں میں تعلیم اور قیام مدارس کا کوئی رواج نہ تھا۔ مکہ مکرمہ کو اس دور میں بھی بڑی حیثیت حاصل تھی، مگر پھر بھی وہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد اس قدر کم تھی کہ ان کا شمار انگلیوں میں کیا جا سکتا تھا۔ رسولِ کریم ﷺ کا خاندان حسب ونسب اور شرف ومنزلت میں دیگر خاندانوں میں نمایاں مقام رکھتا تھا، اس کے باوجود اس خاندان میں بھی تعلیم دلانے کی روایت موجود نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ جیسے محبوبِ نظر چشم وچراغ اُمّی تھے۔ مگر جب اسلام آیا تو دارِ ارقم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھا ہونے لگے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور رسولِ کریم ﷺ سے دین وشریعت کی باتیں سیکھنے لگے۔اس طرح اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ دار ارقم قرار پایا۔ پھر ہجرت رسول ﷺ کے بعد مسجد نبوی اور صفہ کو تو اسلامی تاریخ کی سب سے عظیم یونیورسٹی ہونے کا درجہ حاصل ہوگیا۔اسلام جب ہندوستان پہنچا تو مسلمانوں کی یہ تاریخ وروایت بھی ساتھ آئی اور برصغیر کے جن خطوں کی جانب بھی مسلمانوں نے رخ کیا، مدارس ومساجد کے قیام واستحکام کو اولین فریضہ سمجھا، اوراس طرح ہندوستان میں دینی وعربی مدارس کے قیام کا سلسلہ چل پڑا، جن کا کردار ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ نمایاں اور مستحسن رہا۔ ہندوستان جب انگریزوں کے زیر تسلط آ گیا اور ہندوستانیوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص تعلیم کے میدان میں پسماندہ کرنے کی سازشیں منصوبہ بند طریقے سے ہونے لگیں تو دینی مدارس کی بقاء وتحفظ کے لئے مسلمانوں نے کچھ زیادہ ہی کوششیں کیں، تاکہ مغرب کی مادی تہذیب کے انسانیت سوز اثرات سے لوگوں کو دور رکھ سکیں اور عیسائیوں کے ناپاک اغراض ومقاصد کی تکمیل نہ ہوسکے۔

اسی زمانے میں جماعت اہلحدیث کے پلیٹ فارم سے دو شخصیتوں نے ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا، ان میں سے ایک علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے نادر ونایاب کتابوں کی طباعت وتقسیم اور مدرسین ومبلغین کے لئے وظائف کے اجراء کا فریضہ ادا کیا، اور دوسری شخصیت شیخ الکل فی الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ) رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے شہر دہلی میں ولولہ انگیز درس وتدریس کا عمل شروع کیا، یہ سلسلہ باسٹھ سالوں کے پس وپیش تک جاری رہا، اس اثناء میں آپ سے کسب فیض کرنے والوں میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے نہ صرف درس وتدریس کا کام انجام دیا، بلکہ قیام مدارس میں تاریخی رول ادا کیا۔

آپ کے انہی تلامذہ میں علامہ عبدالعزیز محدث رحیم آبادی (متوفی ۱۳۳۶ھ) کا شمار ہوتا ہے، جو برصغیر ہندوپاک اور جماعت اہل حدیث کے ایک عبقری عالم، مجاہد، مناظر، مبلغ، مصنف اور مصلح امت تھے۔آپ نے صرف صوبۂ بہار وجھارکھنڈ کو اپنی دعوتی واصلاحی اور تدریسی ومناظراتی کاوشوں سے فیض یاب نہ کیا، بلکہ صوبہ کے باہر ہندوبیرون ہند جیسے موجودہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے شرک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وبدعت اور کفر وضلالت میں مبتلا لوگوں کی اصلاح خالص کتاب وسنت اور عقیدۂ سلف صالحین کی روشنی میں فرمایا۔ آپ نے کتاب وسنت کے ٹھوس عقیدے کو عام کرنے اور اتباع قرآن وحدیث کی تعلیم سے ہرکس وناکس کو روشناس کرانے کی غرض سے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں کا سفر کیا، وہیں آپ نے بڑے بڑے جلسے جلوس، کانفرنسوں اور مناظرے کی مجلسوں میں تقریریں کیں۔ آپ نے ایک طرف جماعتی تنظیموں کی بنیاد ڈالی، تاکہ دعوتی مشن منظّم ڈھنگ سے انجام پائے، وہیں آپ نے عقیدۂ سلف اور علوم کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے لئے نیز دعاۃ ومدرسین کی ٹیمیں تیار کرنے کی خاطر دینی اداروں کے قیام واستحکام میں درخشاں کارنامہ انجام دیا۔ از ہر ہند دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کی تاسیس آپ کے ایماء ومشورے کی مرہون منت تھی اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ جو اس وقت جماعت اہل حدیث کا مایہ ناز اور قابل فخر ادارہ ہے، یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے قیام کے پس منظر میں مولانا محمد فضل الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے کہ ''جناب حاجی عبدالرحمٰن اور جناب حاجی عطاء الرحمٰن رحمہما اللہ کا ایک بھانجہ گم ہوگیا، جس کی خوب تلاشی کی گئی اور اس پر کافی اخراجات ہوئے، لیکن پتہ نہ چل سکا۔ کچھ دنوں کے بعد پاربتی پور بنگال کے اسٹیشن پر کسی نے پہچانا۔ شیخ صاحب کو خبر دی گئی، آدمی آیا اور اس لڑکے کو دہلی لے گیا۔ اس بچہ کے مل جانے کی خوشی میں یہ لوگ اپنی دولت سے شکر ادا کرنے کا پروگرام بنارہے تھے، مولانا مرحوم نے مشورہ دیا کہ سب سے اچھا شکرانہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ کھول دیں۔ چنانچہ یہ مشورہ ان لوگوں کو بہت پسند آیا اور عبدالرحمٰن صاحب کے نام کی مناسبت سے مدرسہ رحمانیہ کھول دیا، جس کی افادیت سے ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا واقف ہے''۔ [مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات وخدمات: ۹۳]

مولانا ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ: ''دارالحدیث رحمانیہ'' کا قیام ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی تجویز اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریض پر ہوا۔ اس کے بانی شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن روسائے دہلی تھے، جنھوں نے زرِ کثیر صرف کر کے باڑہ ہندوراؤ کے اندر عالی شان بلڈنگ تعمیر کروائی، جس میں دارالتعلیم اور دارالاقامہ علیحدہ علیحدہ تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلباء کے خورد ونوش کا ذمہ دار مدرسہ تھا۔ کھانا عمدہ اور اساتذہ کو معقول تنخواہ دی جاتی تھی"۔ [پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدماتِ حدیث: ۵۱]

اور یادگار مجلّہ اہل حدیث کے اندر ہے کہ برصغیر ہندو پاک میں اس مدرسہ کے قیام سے پہلے بھی اہل حدیث مکتب فکر کے حامل بے شمار مدارس ومکاتب قائم تھے اور اسلام کی نشر واشاعت، کتاب وسنت کی ترویج وترقی، شرک وبدعات کی تردید، تقلید وجمود کی تغلیط اور باطل افکار وخیالات کے قلع قمع کرنے میں اپنی بساط کے مطابق مصروف عمل تھے، لیکن پھر بھی ایک ایسے مثالی دارِحدیث کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو تحریک اہل حدیث اور احیائے کتاب وسنت کا حقیقی مرکز اور مثالی گہوارہ ہو، جہاں سے ایسے بے مثال علماء، عدیم النظیر مناظر، جلیل القدر محدث اور قادر الکلام مقرر وخطیب پیدا ہوں جو ملک وملت کی کتاب وسنت کی روشنی میں حقیقی معنوں میں رہنمائی کرسکیں۔

اس اہم ضرورت کے پیش نظر مجاہد اسلام علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی (متوفی ۱۳۳۶ھ) کی ترغیب وایما پر پرانی دہلی کے مشہور ومعروف تاجر شیخ عبدالرحمٰن (متوفی ۱۹۲۱ء) اور ان کے برادر صغیر شیخ عطاء الرحمٰن (متوفی ۱۹۳۸ء) نے ماہ شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں دارالحدیث کا سنگ بنیاد رکھا"۔ [یادگار مجلّہ اہلحدیث دہلی: ۲۹۹]

اور مشہور مورخ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے اپنی شاندار کتاب "تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں ص: ۴۹۳-۴۹۴" میں ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر مجاہدین صوفی عبداللہ وزیرآبادی (متوفی ۱۹۷۵ء) ایک بار دارالعلوم دیوبند گئے، اور علامہ انور شاہ کشمیری کے درس ترمذی میں بیٹھ گئے، مولانا وزیرآبادی علامہ انور شاہ کی حدیث کی تاویلات کو برداشت نہ کرسکے اور بول پڑے، حضرت آپ ترمذی پڑھا رہے ہیں یا اس کی تردید فرمارہے ہیں؟ یہ جرأت دیکھ کر کچھ افغانی لڑکے آپ کو مارنے پر تل گئے، علامہ نے انہیں روکا اور مہمان خانہ میں لے جانے کا حکم دیا۔ اتفاقاً جو لڑکا صوفی صاحب کو مہمان خانہ لے جارہا تھا، وہ اہل حدیث تھا، اس نے بتلایا کہ یہاں ساٹھ ستر کے قریب اہل حدیث طلبہ ہیں، جو اپنے مسلک کو مخفی رہ کر تحصیل علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کررہے ہیں۔صوفی صاحب نے کہا کہ کیوں اہل حدیث اداروں میں داخلہ نہ لے لیتے؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی بھی اہل حدیث ادارہ بیس تیس سے زیادہ طلبہ رکھنے کا متحمل نہیں ہے۔صوفی صاحب نے اس کے بعد مولانا رحیم آبادی سے ملاقات کر کے دارالعلوم دیوبند کا سارا ماجرا بیان کیا، چنانچہ صوفی صاحب کی تجویز اور مولانا رحیم آبادی کی تائید، توثیق، ترغیب اور تحریک سے دارالحدیث رحمانیہ کی بنیاد رکھی گئی۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (متوفی ۱۳۷۵ھ)، جنہوں نے مدرسہ احمدیہ آرہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۰۶ء میں سینکڑوں علمائے کرام کی موجودگی میں ایک ملک گیر کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی تھی، اور جن کی رائے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اسی اجتماع میں ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' کی تشکیل عمل میں آئی تھی، ''دارالحدیث رحمانیہ'' کے قیام سے پہلے ایک ادارہ ''دارالحدیث'' کے نام سے چلا رہے تھے، جہاں وہ خود بھی ایک مدرس کا فریضہ ادا کر رہے تھے، انہوں نے جب اس ادارہ کے قیام کی خبر سنی تو اپنا ادارہ، اساتذہ، طلبہ اور مکتبہ رحمانیہ منتقل کر دیا۔اس طرح حاجی عبدالرحمٰن اور حاجی عطاء الرحمٰن رحمہما اللہ کے ناموں سے ''رحمٰن'' لیا گیا اور میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے ادارہ ''دارالحدیث'' کو، اور ملا کر پورا نام ''دارالحدیث رحمانیہ'' رکھا گیا۔اس ادارہ نے تعلیم و تربیت کے فروغ اور علماء و دعاۃ کو تیار کرنے کے میدان میں اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ تحریک اہل حدیث برصغیر ہندوپاک میں ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔یہ ادارہ اپنی عمر کی ستائیس بہاریں ہی دیکھ پایا تھا کہ ۱۹۴۷ء کے مسلم کش فسادات اور تقسیم ملک کا سانحہ پیش آگیا اور آگے جاری نہ رہ سکا۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی کوششوں سے ایک دوسرا عظیم ادارہ ''دارالعلوم احمدیہ سلفیہ'' دربھنگہ، بہار کھلا۔اس کی تاسیس کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا ابومحمد ابراہیم آروی (متوفی ۱۳۱۹ھ) رحمہ اللہ نے ۱۲۹۸ھ میں شہر آرہ میں ''مدرسہ احمدیہ'' قائم کیا، جہاں بڑی بڑی اہل حدیث شخصیات نے تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے پہلے صدر مدرس حافظ علامہ عبداللہ غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) رحمہ اللہ مقرر ہوئے تھے۔ادارہ ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا، مگر کچھ سالوں بعد مولانا ابومحمد ابراہیم آروی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ نے مکہ ہجرت کر جانے کا ارادہ بنایا، اور مدرسہ کو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کو سونپ دیا۔ آروی رحمہ اللہ کے ہجرت کر جانے کے بعد سابق شان وشوکت کے ساتھ رحیم آبادی رحمہ اللہ مدرسہ احمدیہ چلاتے رہے، مگر جب آخری عمر میں آپ کو بڑی کمزوری لاحق ہوگئی اور ادارہ کے لئے وقت دے پانا دشوار ہونے لگا تو انہوں نے سوچا کہ اب اس عمر میں آرہ میں اس مدرسہ کو رکھ کر انتظام کرنا مشکل ہے۔ نیز اخراجات کا اکثر حصہ علاقۂ ترہٹ سے وصول ہوتا تھا۔ جس میں آپ کی پیرانہ سالی کی وجہ سے کمی ہونے لگی تو خیال پیدا ہوا کہ اس مدرسہ کو یہاں سے منتقل کر کے دربھنگہ ہی لے جایا جائے، جہاں انتظام کرنا آسان ہوگا۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت مدرسہ احمدیہ آرہ ۱۹۱۸ء میں دربھنگہ منتقل ہوگیا، اور ترقی کرتا ہوا ''دارالعلوم احمدیہ سلفیہ'' بن کر ہندو بیرون ہند میں مشہور ہوگیا۔ [تفصیل کے لئے دیکھیں: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات وخدمات: ۶۱-۶۲، ۹۰-۹۱]

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے ہاتھوں قائم ہونے والے اداروں میں مدرسہ احمدیہ، مظفرپور بھی ہے، جواب مدرسہ **دار التکمیل** کے نام سے جانا جاتا ہے، اس مدرسہ کو انہوں نے شروع میں تحریک اہل حدیث کو پھیلانے کے لئے مرکز بنایا تھا، بعد میں جب مدرسہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوگیا، اور یہ لگنے لگا کہ مولانا رحیم آبادی کی یہ یادگار اپنا وجود کھودے گی تو مولانا عبدالنور (متوفی ۱۹۴۱ء) رحمہ اللہ نے ''دار التکمیل'' کے نام سے اس کی نشأۃ ثانیہ کی اور تعمیر وترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ مختلف ادوار میں اس ادارہ کا تعلیمی معیار مختلف رہا۔ کبھی فضیلت تک پڑھائی ہوتی تھی، مگر اس وقت ثانویہ تک پڑھائی ہوتی ہے اور مدرسہ، بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق ہے۔

آپ کی مبارک کوششوں سے قائم ہونے والے اداروں میں ضلع مدھوبنی، بہار کے تین ادارے ''مدرسہ اسلامیہ'' راگھونگر، بھوارہ، ''مدرسہ محمدیہ سلفیہ'' دیودھا، جےنگر، اور ''مدرسہ عربیہ عالیہ'' رہیکا ہیں۔

آپ نے مدرسہ اسلامیہ، راگھونگر کی بنیاد ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں رکھی، اور اس کی نئی عمارت کی بنیاد مولانا عبدالوہاب آروی کے ہاتھوں رکھی گئی۔ شروع میں اس ادارہ میں ابتدائی، اور عربی درجات میں ثانویہ تک تعلیم کا انتظام تھا، مگر رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوتی گئی اور اب فراغت وفضیلت تک کی تعلیم ہورہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ مدرسہ ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ'' سے ملحق ہے۔ مدرسہ اسلامیہ کا تعلیم وتربیت کے فروغ اوردعوت واصلاح کے میدان میں بڑا کردار ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس ادارے سے فارغ ہوئے ہیں، جنہوں نے دعوت وتعلیم کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

مدرسہ محمدیہ سلفیہ کی بنیاد مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور حافظ محمد نواب علی رحمہا اللہ اور دیگر معززین کے مبارک ہاتھوں سے ۱۹۱۸ء میں پڑی۔ یہ مدرسہ بھی ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ'' سے ملحق ہے اوراس میں عالمیت تک بضابطہ پڑھائی ہوتی ہے۔ یہ مدرسہ ہندونیپال کی ایسی جگہ پرواقع ہے، جس کے اطراف واکناف میں شرک وبدعت کا دور دورہ تھا۔ لیکن اس مدرسہ کی برکت سے لوگ توحید سے روشناس ہوئے، اوران کے اذہان وقلوب عقیدۂ توحید کی روشنی سے منور ہوئے۔ اس ادارہ کے فیض یافتگان میں بڑے بڑے نام آتے ہیں، ان میں مولانا عین الحق سلفی رحمہ اللہ، مولانا شمس الحق سلفی رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث، جامعہ سلفیہ، بنارس) اور مولانا ابوالقاسم فیضی رحمہ اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اورمدرسہ عربیہ عالیہ، رہیکا کی بنیاد مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور حافظ علامہ عبداللہ غازی پوری رحمہما اللہ نے رکھی، جوکسی نہ کسی شکل میں اب تک قائم ہے۔[جماعت اہلحدیث کی تدریسی خدمات:۱۰۱-۱۰۲]

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے جھارکھنڈ میں بھی عظیم کارنامے رہے ہیں، اور دعوت وتبلیغ، مناظرہ ومناقشہ کا فریضہ انجام دینے کے علاوہ کئی مدارس وجامعات کے قیام کے سبب بنے ہیں۔

مدھوپور میں جھارکھنڈ کی دوسری جگہوں کی بہ نسبت ہرطرح کی سہولیات موجود تھیں.اس لئے یہاں جماعتی کاز، دعوت وتبلیغ اور افتا ومناظرہ کے لئے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے کئی تلامذہ آئے، جن میں فاتحِ قادیان، شیرِ پنجاب علامہ ثناء اللہ امرتسری، رئیسِ متکلمین امامِ مناظرین، صاحبِ ''حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان'' علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی، مدرسہ احمدیہ، آرہ کے بانی علامہ ابومحمد ابراہیم آروی، دفاعِ سنت کی شمشیرِ بے نیام علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی اور مولانا عبدالعزیز اعظمی رحمہم اللہ خصوصیت کےساتھ قابلِ ذکر ہیں.

جھارکھنڈ کے شمال مشرقی خطے میں جو دینی تبدیلیاں اور انقلابات آئے، ان میں مناظرہ مرشد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آباد بڑی اہمیت کا حامل ہے اور برصغیر میں منعقد ہونے والے مناظروں میں ''مناظرہ مرشد آباد'' کو سب سے بڑا اور تاریخی حیثیت کا حامل مناظرہ تسلیم کیا گیا ہے. یہ مناظرہ میاں صاحب کی زندگی میں ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں منعقد ہوا تھا، جس میں اس زمانے میں چالیس پچاس ہزار لوگوں نے شرکت کی تھی. یہ مناظرہ اہل حدیث اور احناف کے درمیان ''تقلید شخصی کے وجوب'' کے موضوع پر ہوا تھا. اہلحدیثوں کی طرف سے جو علما و اسلاف مناظر تھے، ان میں علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی، علامہ ابو محمد ابراہیم آروی، علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد سعید بنارسی اور مولانا محمد صاحب منگل پوری رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، البتہ ابتدا سے انتہا تک علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی متکلم رہے. احناف کی طرف سے جو علما مناظر تھے، ان میں مولانا ہدایت اللہ منطقی رامپوری اور مولانا عبدالحق حقانی (مفسر تفسیر حقانی) لائق ذکر ہیں. یہ مناظرہ کئی دنوں تک جاری رہا اور بالآخر احناف مناظرہ ہار گئے اور اہلحدیثوں کو نصرت و فتح حاصل ہوئی. اس مناظرہ میں آپ نے آیتِ کریمہ **''فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون''** کی جو تفسیر بیان کی، اس کی نسبت میاں صاحب فرماتے تھے کہ مولانا عبدالعزیز نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے کہ امام رازی کو بھی نہیں سوجھی. اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ اس میں شرکت کرنے والی عوام کی نہ صرف بڑی تعداد نے مسلک اہل حدیث کو حق مان کر قبول کر لیا، بلکہ بنگال و جھارکھنڈ کی بستیاں در بستیاں اہل حدیث ہوگئیں. [تذکرہ المناظرین: ۱/۱۶۴-۱۹۵]

ڈاکٹر بہاء الدین اس مناظرہ کے اثرات و برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ ''اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ بنگال کے قریب قریب کے اضلاع میں اللہ کے بے شمار بندے اہل حدیث اور آپ کے (عبدالعزیز رحیم آبادی کے) ایسے معتقد ہوگئے کہ پروانہ کی طرح آپ پر نثار ہونے لگے''۔ [تحریک ختم نبوت: ۲/۲۰۳]

اس مناظرہ کے اثر سے اس علاقے میں یوں تو کئی ادارے معرضِ وجود پر آئے، مگر ان میں جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ، صاحب گنج سب سے نمایاں ادارہ ہے، جہاں پر لڑکے اور لڑکیوں کی فضیلت و فراغت تک تعلیم ہوتی ہے. مولانا عبدالعزیز حقانی لکھتے ہیں کہ ''احناف و اہل حدیث کے درمیان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ قریبی مقام مرشد آباد میں ہوا. اس میں احناف کو شکست فاش ہوئی. اس کا بھی اچھا خاصا اثر مرشد آباد کے ساتھ ساتھ سنتھال پرگنہ (صاحب گنج) کے اتری حصہ پر ہوا۔ اس علاقے میں دعوت الی الکتاب والسنہ کے لئے مقامی ونواحی گشت کے علاوہ ایک دینی ادارہ جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ کا قیام عمل میں آیا''۔[محدث، بنارس، مارچ ۱۹۹۳ء، ص:۲۶]

مولانا کے دعوتی اثرات جھارکھنڈ کے جنوبی حصوں اور اڈیشہ کے شمالی خطوں میں بھی محسوس کئے جاتے ہیں. سنگھ بھوم، جھارکھنڈ کا ایک ضلع ہے. اس ضلع میں ایک اہل حدیث قصبہ ''جینت گڑھ'' ہے، جہاں پر مدرسہ اصلاح المسلمین ۱۹۳۳ء سے چل رہا ہے. اس مدرسہ کے تعارف میں میرے ''صحیح مسلم'' جلد دوم کے استادِ محترم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے کہ ''یہاں کے مسلمان مولانا ابو محمد ابراہیم آروی کے ہاتھ سے اہل حدیث ہوئے اور کچھ لوگ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے ذریعہ دعوتِ اہل حدیث سے روشناس ہوئے اور اس کے فوراً بعد ایک مکتب کھول دیا گیا اور ۱۹۳۳ء میں ترقی دے کر مدرسہ اصلاح المسلمین کا نام دیا گیا''. [جماعتِ اہلحدیث کی تدریسی خدمات:۱۲۱]

ہمارے ان دونوں بزرگوں کی دعوت سے ۱۹۳۵ء تک پورا جینت گڑھ اہل حدیث ہو چکا تھا، جیسا کہ مسلم گزٹ، دہلی کے مئی ۱۹۳۵ء کے شمارہ میں شائع مناظرہ جینت گڑھ کی رپورٹ میں یہ درج ہے کہ ''چوں کہ جینت گڑھ میں کوئی دینیات کا تعلیم یافتہ نہیں اور ہیں سب لوگ الحمدللہ اہل حدیث، لہٰذا دوندوی صاحب نے موقع غنیمت سمجھ کر مذہبی لن ترانیاں شروع کیں''.

یہ اور اس نوع کے دیگر اداروں کا قیام واستحکام فرما کر اور اپنی جہود ومساعی کے ذریعہ ان کو تعمیر وترقی کی راہ پر گامزن کر کے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ ۴/جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷/مارچ ۱۹۱۸ء، اتوار کو اس دارفانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشوں سے درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں داخلہ عطا فرمائے۔ آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۱)۔ مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ

[تحریر: مولانا محمد خالد فیضی]

اترپردیش اسمبلی انتخابات چھٹی دہائی کے اواخر میں ہورہے تھے، اس میں مولانا مفسر قرآن امیدوار تھے، ان کا انتخابی نشان ''ہاتھی'' تھا۔ ہر امیدوار کی طرح آپ بھی چناؤ پرچار کررہے تھے، ان کا پرچار بھی مزے کا تھا، ان کی تقریر قرآن وسنت کی تشہیر پر مرکوز ہوتی، کہتے ووٹ دینا نہ دینا تقریر سنو، انتخابات ہوئے نتائج آئے، آپ چناؤ ہار گئے۔ جیتنے والے امیدوار نے جلوس فتح نکالا ایک نعرہ جو اس جلوس میں لگایا گیا یہ تھا:

میں نے سنا ایک ساتھی سے

مولوی قیوم گر گئے ہاتھی سے

یہ مولانا کے تعلق سے میری جانکاری کی ابتدا تھی میں اس وقت شمس العلوم سمرا بستی میں زیر تعلیم تھا پھر تلسی پور ضلع گونڈہ میں صوبائی کانفرنس کے موقعہ پر ان کو سنا کھڑے ہوکر خطاب فرمایا تھا، شعور وفکر میں ناپختگی تھی اس لئے موضوع کے بارے میں کچھ معلوم نہیں مگر انداز خطاب، پرجوش پیش کش، بکثرت تلاوت آیات، حرکات واداا اور انگلیوں کی لرزش یاد رہ گئی، میں دم بخود ٹکٹکی باندھے ان کو دیکھ اور سن رہا تھا، تقریر ختم ہوئی وہ اپنی عینک اسٹیج پر بھول کر قیام گاہ پہنچ گئے۔ بعد میں ان کو معلوم ہوا تو اسٹیج سے اعلان کیا اسی سے ہم جان سکے بعد میں عینک کا یہ واقعہ ان کی وارفتگی اور قرآن سے دیوانگی کے طور پر لوگوں میں گشت کرنے لگا۔ ان سے یہ میری پہلی پہچان ہوئی۔

مفسر قرآن کو ریاست جھارکھنڈ سے بڑا لگاؤ تھا۔ یہاں کے لوگوں سے بڑی انسیت تھی۔ اور لوگ بھی انہیں ٹوٹ کر چاہتے تھے۔ تقریباً چالیس سال تک اس ریاست کے مختلف مقامات پر جلسوں میں انہوں نے شرکت فرمائی، کبھی ایسا بھی ہوا کہ مسلسل خطاب فرماتے رہے۔ آج اس گاؤں کل اس گاؤں میں، ان کے بے دھڑک انداز، سادہ وسستہ زبان اور پرخلوص طرز ادا سے حاضرین جھوم جاتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محظوظ ہوتے۔ پہلے سے دریافت کرتے وہ آرہے ہیں؟ آ گئے یا نہیں؟ اگر معلوم ہوتا کہ نہیں آرہے ہیں یا نہیں آسکے ہیں تو بہت مایوس ہوتے اور منتظمین اجلاس کو برا بھلا کہتے۔ کچھ ایسے بھی ہوتے جو واپس چلے جاتے کہ مفسر صاحب نہیں ہیں تو کیا خاک تقریر سنیں، نیند کیوں خراب کریں، چلو گھر چلیں۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۷ء تک باقاعدہ ان کے جلسوں میں شریک ہوتا رہا ہوں کبھی ناظم اجلاس کی حیثیت سے، کبھی مقرر کے طور پر، کبھی سامع بن کر اور کبھی صرف ملاقات کی غرض سے بہت سی باتیں ہیں، اور کئی یادیں ہیں جو اس لائق ہیں کہ بتائی جائیں اور آپ کے ساتھ شیئر کی جائیں، ان کو تحریری صورت میں لانے کا خیال کبھی میرے خوابوں میں نہیں آیا تھا، اور نہ ہمارے کسی دوست نے اس کی طرف توجہ دلائی تھی، مگر بھلا ہو شیخ کلیم انور مدنی حفظہ اللہ کا جو انہوں نے ایک دعوتی مجلّہ کے اجراء کا فیصلہ کیا اور جمعیت ابن باز ستلا، گانڈے، گریڈیہہ کے دائرہ عمل کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیا۔ ان کے پیہم اصرار اور پر خلوص دعوت نے مجھے کچھ لکھنے پر مجبور کر دیا۔

بہت پہلے جب اعضاء میں اعتدال تھا، میں نے سوچا تھا کہ اس کوردہ علاقے میں دعوت وتبلیغ کرنے والوں کے بارے میں کچھ لکھوں!۔ کچھ لکھا بھی تھا جو میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ اب تو عمر رواں ڈھلان پر ہے، قوت ذہنی وجسمانی میں کافی کمزوری آ چکی ہے، گر ذوق وشوق تو باقی ہے اور غالب نے ساغر ومینا کے نظارہ کے لئے جو کہا تھا: ''رہنے دو ابھی ساغر ومینا میرے آگے'' تو ابھی اس اسٹیج سے دور ہوں۔ اور داعیہ ہو تو مرتے مرتے بھی کچھ نہ کچھ کیا جا سکتا ہے، ہمارے مفسر صاحب اکثر اپنے خطاب میں کہا کرتے تھے: ''مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا'' وہ جو کہتے ہیں دل کبھی بوڑھا نہیں ہوتا شاید اس کی ترجمانی مولانا اپنے انداز میں کرتے تھے۔ اور آدمی جوں جوں بزرگی کی طرف بڑھتا ہے، اس کی تمناؤں کے بال وپر ہرے ہو جاتے ہیں، تا آنکہ وہ مر جاتا ہے اور منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے عقلمند وہی ہے، جو اپنی جوانی کو کام میں لگا دے۔ ''اغتنم خمساً قبل خمسٍ'' سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

مولانا مفسر قرآن کے ساتھ، جیسا کہ میں نے عرض کیا، مجھے شرکت کی سعادت ملی، کچھ ان جلسوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حوالے سے لکھا جا رہا ہے، تا کہ سند رہے، اپنے خطاب کے دوران وہ اکثر کہا کرتے تھے تقریر ختم۔ پڑھو ''الحمد لله رب العالمين''!۔لوگ سوچتے، یہ شاید ان کا تکیہ کلام تھا، مگر نہیں۔ایسا وہ کسی آیت کی تلاوت کے بعد کہا کرتے تھے، آیت کی گہرائی و گیرائی، کلام الٰہی کا اعجاز فصاحت و بلاغت اور معنوں کی وسعت ان کے ذہن میں آجاتی تھی، وہ سوچتے اب اس آیت کے بعد کیا تقریر کی جائے، ساری تقریر تو اسی پر ختم ہوگئی۔کبھی کبھی جب ابتداء تقریر ہی میں یہ جملہ ارشاد فرماتے تو سامعین گھبرا جاتے، ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے، یہ کیا بات ہوئی تقریر ابھی شروع ہو رہی ہے اور مولانا نے ختم ہونے کا اعلان کر دیا، بعد میں لوگوں نے اس کو انداز تکلم سمجھ لیا۔لیکن جاننے والے جان سکتے ہیں، اس مختصر جملہ میں کیا پیغام چھپا ہوتا تھا!

مولانا مفسر صاحب اس شخصیت کا نام ہے، جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین تبلیغ کتاب وسنت قرار دے دیا تھا۔قرآن کی تلاوت اور تفاسیر کے مطالعے کی وجہ سے ان کے اندر روحانی طاقت آگئی تھی۔وہ ﴿لو أقسم على الله لأبره﴾ کے زمرہ میں آچکے تھے،ان کو پوشاک پہناوے کی فکر کبھی نہیں رہی، جامہ زیبی کا شوق انہوں نے کبھی نہیں پالا۔ہمارے ایک جاننے والے نے اپنا واقعہ اس طرح بیان کیا: ایک بار وہ گھومتے ہوئے ان کے مدرسہ میں پہنچ گئے، کپڑے گندے ہو رہے تھے انہوں نے فرمائش کی لائیے صاف کر دوں۔مولانا نے کہا ٹھیک ہے لے جاؤ صاف کر دو، انہوں نے کپڑے صاف کئے پھر پریس کر کے ان کے پاس پہنچا دیئے۔کہنے لگے یہ کیا؟۔میں نے تو صاف کرنے اور دھلنے کے لئے دیا تھا، تم لوہا مار لے آئے۔پھر کپڑوں کو لے کر خوب رگڑائی کی، یہاں تک کہ اس میں جگہ جگہ شکن نمودار ہوگئے، پھر کہا اب ٹھیک ہے۔

وہ اپنی تقریروں میں بار بار مجاہدین بالاکوٹ مستقر دلال پور اور صادقپور کی باتیں کرتے، کہا کرتے مجاہدین نے اس علاقے میں اتنی تبلیغ کی ہے، اتنی تقریر کی ہے، کہ اگر سب کو تحریری صورت میں جمع کر دیا جائے تو دنیا کی عظیم لائبریری بن جائے، جو امریکن لائبریری سے بھی عظیم تر ہو۔جھارکھنڈ جو مغل عہد اقتدار میں دامن کوہ سے معروف تھا، پہاڑی خطہ ہے۔جگہ جگہ پہاڑی سلسلے ہیں۔جنگلوں کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقہ تھا اب شہری ضرورتوں کی وجہ سے جنگل اجڑ رہے ہیں۔ پھر بھی کل رقبہ کا ۲۷ فیصد ابھی بھی جنگلوں سے بھرا ہوا ہے۔ فرنگی استعمار نے جب تحریک شہیدین کے استیصال کی تگ ودو کی، قتل وغارت گری، قید و بند، جلاوطنی، نظر بندی و پھانسی کی سزاؤں کا سلسلہ شروع کیا اور دار و گیر سے مجاہدین کے لئے عرصہ حیات تنگ کردیا، تو مجاہدین اس ریاست کے بیشتر خطوں میں روپوش ہوگئے، اور مشن کے تسلسل کو آگے بڑھایا، مولانا ان مجاہدین کی کوششوں کو اپنی تقریر میں دہراتے۔ بسا اوقات ان کا تذکرہ کرتے ہوئے جذباتی اور گلوگیر ہوجاتے۔ ان کی ایک خاص عادت دوران خطاب کسی حافظ یا مولوی صاحب سے کسی آیت یا سورت کی تلاوت کرانے کی بھی تھی۔ ان کی اس عادت سے ایک فائدہ یہ ہوتا کہ اسٹیج پر کم بوجھ پڑتا، اکثر حضرات وہاں بیٹھنے سے کتراتے۔ وہ اپنی تقریر کی عملی تاثیر دیکھنا چاہتے تھے، اکثر معاش وروزگار کی بات کرتے، کہتے اسلام غربت کے خاتمے کے لئے آیا، نماز کے ساتھ زکوۃ دینے کا حکم ہے، یہ ایک رکن ہے، آدمی صاحب نصاب نہیں ہوگا تو زکوۃ کیسے دے گا؟!۔ اور اس رکن اسلام پر عمل کیسے ہوگا؟!۔ اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان کمائیں، دولت بنائیں، صاحب نصاب بن جائیں اور زکوۃ ادا کریں!۔ ہمارے گاؤں چھاتا پتھر آئے تو ہم سے کہا کہ ندی کو باندھ کر پانی بچاؤ۔ لوگوں کی بے روزگاری ختم ہوجائے گی۔ مدرسے میں عشرہ آنے لگے گا۔ شہر پور میں بھی یہی بات کہی اور وہاں کے لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ ندی کا پانی میدان اور صحرا میں دوڑنے لگا۔ سبزی اور گیہوں کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جانے لگی۔ بے روزگاری ختم ہونے لگی، لوگ معاش کے لئے دربدر بھٹکنے سے بچنے لگے۔ جامتاڑا سے متصل گریڈیہہ کا ایک گاؤں ہے لچھوڈیہہ، یہاں کے لوگ آپ کے بڑے معتقد تھے۔ مولانا کہیں بھی آتے، یہ لوگ ان سے ملنے پہنچ جاتے اور اپنے یہاں باصرار لاتے، وہاں کے عبدالرشید ومحمد عباس صاحبان آپ کے خصوصی میزبان ہوتے، یہاں کوئی ندی، یا تالاب نہیں ہے، پھر بھی مولانا نے انہیں زراعت کی ترغیب دلائی اور انہوں نے عمل بھی کیا۔ آپ کی تحریک سے بنجر زمین لہلہانے لگی، ان کے اندر خوشحالی آئی، مدرسوں پر عشر وصدقات اور عطیات کی بارش ہوئی۔

مولانا کو ڈابھا کیند کے مدرسہ سے خاص تعلق تھا۔ یہاں کے سالانہ جلسوں کے مقرر خصوصی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا کرتے، سامعین آپ کو بڑی توجہ سے سنتے تھے، یہاں کے اجلاس دوروزہ ہوا کرتے، منتظمین ان جلسوں سے حسب ذیل مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے:

- دعوت وتبلیغ۔
- تعلیمی وتعمیری پیش رفت کا سالانہ جائزہ۔
- ادارہ اوراس کی سرگرمیوں کی تشہیر۔
- عوام کی توجہ وعنایت کا حصول۔

یہ اجلاس گرمی کے موسم میں اور خصوصی طور پر چاندنی راتوں میں ہوا کرتے تھے، کیونکہ انتہائی پسماندہ علاقہ میں اس وقت مہمانوں کے لئے ضروری انتظامات کے وسائل میسر نہ تھے۔ موسم گرما میں لوگ جہاں تہاں سہولت سے رہ لیتے تھے۔

ایک بار کی بات ہے جلسہ معمول کے مطابق گرمی کے موسم میں ہورہا تھا، مقررہ تاریخ آئی تو آسمان ابرآلود ہوگیا۔ دن بھر کالے مہیب بادلوں کی بارات آتی جاتی رہی، اور پھر سرشام کالی کالی گھٹاؤں سے برسات کے موسم کا سماں پیدا ہوگیا۔ چاندنی رات شب دیجور میں بدل گئی، ٹھیک پروگرام کے وقت بارش شروع ہوگئی، کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوئے سامعین میں افراتفری مچ گئی۔ ہمارے بھی اوسان خطا تھے، مولانا کی خدمت میں پہنچے، بارش کی تڑتڑاہٹ، وہ بھی مضطرب تھے، ہمارے شفیق استاذ مولانا شمس الحق صاحب سلفی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بھی تشریف فرما تھے، وہ بھی قریب ہی بے کلی و بے چینی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ مفسر صاحب نے ہمیں کہا گناہوں سے توبہ کرو، پھر یک بیک نا معلوم کیا ہوا، نہایت تیزی کے ساتھ باہر آگئے، ان کے پیچھے شیخ الحدیث بھی تھے، صحن میں آئے تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے: "**اللهم حوالينا ولا علينا**" کی آواز ہم نے بھی سنی، پھر ہم نے مسرت انگیز منظر دیکھا۔ موسم کا مزاج بدلتے بادلوں کو سرکتے ہوئے دیکھا، بارش کے موٹے قطرے فواروں میں تبدیل ہوتے چلے گئے، بالآخر چاند نکل آیا، ماحول دلفریب اور سہانا ہوگیا، ایسا محسوس ہوا جلسہ گاہ میں چھڑکاؤ کے لئے بارش آئی تھی، اپنی تقریر کے دوران مولانا نے ایک سے زائد باراس کا تذکرہ فرمایا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اسے توحید کا پھل کہتے تھے۔

ضلع جامتاڑا کے تھانہ نرائن پور سے مغرب میں ایک گاؤں شہر پور کے نام سے آباد ہے، اس گاؤں میں ایک اجلاس میں نظامت کی ذمہ داری میں نبھا رہا تھا، کئی مقررین خطاب کر چکے تھے، لگ بھگ ساڑھے بارہ بجے رات حاضرین کے بے حد تقاضے پر مولانا مفسر قرآن کے خطاب کا اعلان ہوا، مولانا کے تعارف کے لئے کچھ کہنا بے سود تھا، میں نے کہا قرآن مجید کو جس ہستی نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہو، سفر وحضر میں جو آیات کے اسرار و معانی پر غور کرتے رہے ہیں، جو تلاوت کرتے ہیں، تو ڈوب جاتے ہیں، شغف اور استغراق میں ان کے رونگٹے اور بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب محفلوں میں اپنے لے اور آہنگ میں قرآن پڑھتے ہیں تو سماں بندھ جاتا ہے، مجمع دم بخود رہ جاتا ہے، ہاتھ اور انگلیوں کی خود کی حرکت یہ احساس دلاتی ہے کہ یہ قرآن تو ابھی نازل ہو رہا ہے۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

اور

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

لیجئے آیات الٰہی کے رموز و اسرار سمجھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں ہمارے آپ کے محبوب مقرر مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی رحفظہ اللہ مولانا کرسی پر بیٹھ چکے تھے، کہا چلو ہو گیا، ان کی آواز کچھ بدلی بدلی محسوس ہوئی، تقریر شروع ہوئی تو آیات قرآنی کی جھڑی لگ گئی، صوت و آہنگ میں جوانی وشباب کا رنگ نظر آیا، جوش وجذبات کا طوفان امنڈ رہا تھا، توحید کا بیان ہو رہا تھا۔

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو راز داں اپنا

اسی پچاسی سالہ بوڑھا اپنا علم، اپنا تجربہ سب کچھ اس محفل میں لٹانے پر آمادہ نظر آیا، تقریباً دو گھنٹہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد پوچھا کیا وقت ہوگیا؟۔ جواب ملا ڈھائی بجے ہیں، فرمایا اللہ اکبر، دیکھو یہ ہے قرآن کا اعجاز، مسلسل دو گھنٹے سے بول رہا ہوں اور محسوس ہو رہا ہے، ۱۵ر منٹ ہی بولا ہوں۔کیا کروں میرے عزیز نے ایسی باتیں کہہ دیں، جس سے میں از خود رفتہ ہوگیا۔شہر پور کا یہ اجلاس اور مولانا کا بیان ابھی ابھی لوح حافظہ میں تازہ ہے۔

مولانا کے انداز بذلہ سنجی کے اوصاف ان کی متانت وسنجیدگی کی وجہ سے مستور ہو گئے تھے،کبھی کبھی بڑے لطیف پیرائے میں کسی واقعہ پر تبصرہ فرماتے،جس سے اہل علم ہی محظوظ ہو پاتے تھے۔

ٹوپاٹانڑ کے مدرسہ والوں نے جلسہ رکھا،کئی مشاہیر مدعو ہوئے،ایک نام مولانا محمد زکریا صاحب کا بھی تھا، جوکسی وجہ سے شریک اجلاس نہیں ہو سکے تھے،مولانا کے آس پاس کھڑے بیٹھے منتظمین ان کے نہ آنے کی شکایت کررہے تھے،مولانا نے فرمایا ارے کیسے آئیں گے تم نے اشتہار میں ان کا نام 'ذکریا' ذال سے لکھ مارا ہے،سن کر سمجھ دار لوگوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔

مولانا اس بات کے قائل تھے کہ دیہات اور چھوٹے شہروں میں تعلیم وتدریس کی درسگاہیں جاری کی جائیں۔ بڑے شہروں میں علم وآگہی کے کافی انتظامات ہیں۔کئی بار مولانا عبدالحمید رحمانی کے ادارے کے حوالے سے کہا وہ شہر دہلی میں قلعہ ٹھونک رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا بہار کے اس علاقے پر دھیان دو، بہار سے باہر کے جلسوں میں بھی جھارکھنڈ علاقے کا تذکرہ فرماتے اور اصحاب خیر کو اس علاقے کے اداروں کی سرپرستی کرنے کی گزارش کرتے۔

جھارکھنڈ خطہ میں وہ کم وبیش ۴۰ر سال تک سرگرم رہے،ابھی تو حالات بدل گئے ہیں،آمدورفت کی اچھی سہولیات ہیں، پہلے نہ سڑکیں تھیں، نہ سواریاں میسر تھیں، لوگ پیدل ہی سفر کرتے تھے، یا سائیکل ہوا کرتی تھی، گنے چنے لوگوں کے پاس موٹرسائیکلیں تھیں،اپنے پڑھنے کے زمانے میں کئی بار میں خود مدھوپور وکرماٹار اسٹیشن پیدل گیا ہوں،جلسوں میں بلائے جاتے تو منتظمین بیل گاڑیوں کا انتظام کرتے،کئی بار تو آپ پیدل بھی ۲۰۔۲۵ر کیلومیٹر کا سفر طے کرکے جلسہ گاہ پہنچ جاتے۔

وہ جھارکھنڈ کی معدنیات کا ذکر بھی کرتے،زمین کے اندر سے معدنیات کو کس طرح نکالا جاتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا انہوں نے بچشم خود معائنہ بھی کیا۔ اپنے معتقدین کے ساتھ کوئلہ کان کے اندر گئے، ابرق، لوہا، تانبا وغیرہ حسب حال ان کی تقریروں میں جگہ پا جاتے۔

وہ ایک عالم ہی نہ تھے، بلکہ ان کے اندر گوناگوں صلاحیتیں تھیں، وہ فکر سلیم کے مالک تھے، دانشوری میں کیا کوئی ان سے آگے ہوگا۔ بلند نگاہی اور فکر و آگہی سے قدرت نے خوب نوازا تھا۔ حالات کا تجربہ کر کے کچھ کہنا پیشین گوئی کرنا ہمہ شما کا کام نہیں ہے، کبھی کبھی آپ نے کچھ باتیں کہیں جو حرف بہ حرف پوری ہوگئیں۔ بنگلہ دیش کو بنے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، ایک جلسہ میں انہوں نے کہا کہ جو لوگ اس سانحے کے ذمہ دار ہیں ان کا انجام خیر نہیں ہوگا۔ ۱۹۸۵ء میں ہرلا، گریڈیہہ تشریف لائے میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا، علیک سلیک اور خیر و خیریت کے بعد میں نے کہا کہ مولانا آپ کی بات حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔ کہا کون سی بات؟ میں نے کہا بنگلہ دیش کے حوالے سے آپ نے کہا تھا، اس کے ذمہ دار اپنے برے انجام کو بھگتیں گے۔ اور واقعی اسی طرح ہوا، جس طرح آپ نے کہا تھا...... چارپائی پر لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے توجہ سے میری باتیں سن رہے تھے، نہ جانیں کیا ہوا، جب میں نے اپنی بات پوری کی تو وہ اچانک اٹھ کر کھڑے ہوئے اور جذباتی انداز میں مجھ کو دبوچ لیا۔ پھر بولے کیا سمجھتے ہو تم مجھ کو؟ میں نے کہا صوفی، کہنے لگے ہونہہ! صوفی تو نامرد ہوتا ہے، کیا میں تم کو نامرد نظر آتا ہوں، میں تو ہکا بکا رہ گیا، صوفی کا یہ معنی میرے لئے بالکل نیا تھا اور کافی معنی خیز تھا۔ پھر اس معنی پر اور بھی باتیں ہوئیں۔

یہ مختصر باتیں ہیں، ان کے جھارکھنڈ میں آنے اور جلسوں میں خطاب کرنے کے تعلق سے۔ ان کے متعلق کچھ تفصیلات کا تذکرہ عزیز اشفاق سجاد سلفی رسلمہ نے اپنی کتاب ''تاریخ اہل حدیث چھوٹا ناگپور'' کے اندر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۲)۔ مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ

مولانا عبداللہ بن عبدالتواب سلفی مدنی رحمہ اللہ نہ صرف جماعتِ اہل حدیث، نیپال کے نامور اور چوٹی کے علماء میں سے تھے، بلکہ اہل حدیثان نیپال کے مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ کے بعد آپ مربی ومشرف کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۵۵ء میں جھنڈانگر، کرشنانگر، نیپال میں ہوئی۔ آپ نے علاقے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ بنارس سے ۱۹۷۶ء میں سند فراغت اور سند عالمت حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لے کر تخصص برائے عربی ادب کے ایک سال کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں اللہ رب العالمین نے آپ کو عالمِ اسلام کی مشہور اسلامک یونیورسٹی ''جامعہ اسلامیہ''، مدینہ منورہ میں داخلہ نصیب فرمایا، آپ نے اس سے چار سالہ شریعت کورس کی تکمیل کی۔ اس کے بعد اپنے ملک واپس آگئے اور دعوت وتعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ آپ نے کئی مدارس میں دعوتی وتدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی، اوراس کے لئے کرشنانگر میں ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ لتعلیم البنات'' قائم کیا، جو نہایت خیر وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔ پورے نیپال میں دعوت کے کام کو احسن طریقہ پر انجام دینے کے لئے ''مرکز التوحید'' نام کا ادارہ قائم کیا، اوراس کے تحت ماہنامہ مجلّہ ''نورتوحید'' جاری فرمایا، اوراس کے تاوفات آپ مدیر مسئول رہے اور نہایت کامیاب ووقیع اداریے تحریر فرماتے رہے، جسے قارئین اور علمی طبقہ نے ہمیشہ پسند کیا۔

آپ نے دعوت کی غرض سے ملک سے باہر کے بھی دورے کئے، ان دعوتی اسفار میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، انڈونیشیا، مالدیپ، متحدہ عرب امارات، قطر، کویت، بحرین، سعودی عرب اور برطانیہ وغیرہ ملکوں کے اسفار قابل ذکر ہیں۔

آپ ایک منجھے ہوئے صحافی اور قادر کلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری حامد سراجی کے شاعرانہ تخلص اور نام سے شائع ہوا کرتی تھی۔ آپ ایک ماہر مصنف اور مترجم اور شعلہ بیاں خطیب بھی تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی تقریریں ٹی وی پروگراموں میں بھی نشر ہوا کرتی تھیں، آپ جن ٹی وی پروگراموں میں نظر آتے تھے، ان میں شارجہ ٹی وی، نیپال اے. بی. سی ٹی وی، پیس ٹی وی (اردو) اور ایم. بی. سی (عربی چینل) وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

جامعہ امام ابن تیمیہ سے آپ کا قلبی لگاؤ تھا یہاں کے ذمہ داران سے ملاقاتوں کے دوران جامعہ اور اس کے شعبہ جات کی تعمیر وترقی کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ جامعہ کے ایک سالانہ پروگرام میں آپ تشریف بھی لائے تھے اور اپنے بلیغ خطاب سے جامعہ کے اساتذہ ومعلمات اور طلبہ وطالبات کو مستفید فرمایا تھا۔

آپ کا جھارکھنڈ کے علماء اور دعاۃ سے بڑا گہرا لگاؤ تھا، جھارکھنڈ کے مختلف خطوں میں منعقد ہونے والے جلسوں میں آپ نے شرکت کی تھی اور عوام وخواص کو خطاب کیا تھا۔

آپ کا انتقال ۲۲/دسمبر ۲۰۱۵ء کو عین اسی دن ہوا تھا، جس دن مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی/رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

(۲۳)۔ قاری عبدالمنان اثری، شنکرنگری/رحمہ اللہ

[بانی جامعہ رحمانیہ، مدھوپور]

جن شخصیات ورجالِ ہند نے سرزمینِ جھارکھنڈ کو اپنے ذہن ودماغ، فکر ونظر، دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، بحث ومناظرہ، تعلیم وتدریس، اجلاسوں کے انعقاد، مدارس ومعاہد کے قیام، اثر ورسوخ، ذاتی تعلقات ومراسم، تنظیم وتحریک اور مالی قربانیوں سے بے تحاشا اور عدیم نظیر فیض پہنچایا، ان میں مولانا قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری/رحمہ اللہ کا نام سرِفہرست ہے۔

آپ اتر پردیش کے ضلع ''بلرام پور'' کے نہایت معروف ومشہور گاؤں ''شنکرنگر'' کے رہنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مشہور صاحبِ قلم عالم دین شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی، جو خود اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں، شنکر نگر کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ''ہمارے گاؤں ''شنکر نگر'' کو ضلع گونڈہ، بستی اور سدھارتھ نگر میں ایک خاص مقام حاصل ہے، یہاں بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کا ورود مسعود ہوتا رہا ہے، اور ان علمائے ربانی کی دعوت وتبلیغ کا ایک خاص اثر گاؤں کے باشندوں پر نمایاں رہا، دین داری، دینی شعور وافر مقدار میں پایا جاتا رہا ہے، اور رسم ورواج، بدعات وخرافات سے لوگ بیزار نظر آتے رہے ہیں'' [ماہنامہ نور توحید، اگست وستمبر۲۰۱۳ء]

آپ کس تاریخ ودن اور سال پیدا ہوئے، اس کا علم نہ ہو سکا۔ آپ جب تحصیل علم وفن کے لائق ہوئے تو اپنے علاقے کے ایک مشہور عالم منشی محمد یاسین (بنھونی والے) سے ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس کے بعد حافظ عبدالعلیم (پیری والے) سے ''جھنڈانگر''، نیپال میں قرآن کریم حفظ کیا اور تکمیل ''مدرسہ فرقانیہ''، لکھنؤ میں کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کی تحصیل بالترتیب جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو، جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو اور دارالعلوم، دیوبند سے کی، فراغت اور سندِ فضیلت آخر ذکر ادارہ سے حاصل کی، مگر آپ ''اثری وشنکرنگری'' کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ہمارے علاقہ ''جھارکھنڈ'' میں قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری سے ہی متعارف ہوئے۔

فراغت کے بعد آپ نے قرأت وتجوید کی پختگی کے لئے مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد میں بھی داخلہ لیا تھا اور وہاں سے سبعہ وعشرہ کے قاری بن کر نکلے تھے۔

شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی (شنکرنگری)، جنھوں نے قاری عبدالمنان اثری کو نزدیک وقریب سے دیکھا، ان کے ساتھ نشست وبرخواست کی، ان کو محسوس کیا اور ان سے خوب خوب اخذ واستفادہ کیا، قاری صاحب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''قاری صاحب کا سراپا کچھ یوں تھا: لمبا قد، بھاری بھرکم جسم، سانولا رنگ، گول چہرہ، خشخشی داڑھی، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، تھوڑے تھوڑے سر پر بال اور مخملی ٹوپی، زیب تن کرتا پائجامہ، کبھی کبھی شیروانی، چلتے تو رفتار میں تیزی، خوش طبیعت اور خوش گفتار، اندازِ گفتگو سنجیدہ اور مودبانہ مخاطب چھوٹا ہو یا بڑا، بات میں وزن اور وقار، کبھی کبھی گفتگو میں قدرے جلالی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیاض دل، کھلا ہاتھ، مزاج عارفانہ وقلندرانہ، مجسم صبر اور توکل کا پیکر۔ یہ تھے قاری عبدالمنان عارف اثری رحمہ اللہ۔

قاری صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں بڑا تنوع تھا، سادگی تھی، سنجیدگی تھی، وقار تھا، نکھار تھا، خودی کا رکھ رکھاؤ تھا، لوگوں میں اعتبار تھا، اپنے تو اپنے ان کو غیروں سے بھی پیار تھا، قرآن مجید کا پاکیزہ ذوق تھا، احادیث نبویہ سے لگاؤ اور محبت تھی، سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انس اور عقیدت تھی، اردو زبان وادب کا اچھا ذوق تھا، گاؤں ''شنکرنگر'' میں قاری صاحب کا شمار بڑے علماء میں تھا'' [حوالہ مذکور]

قاری صاحب ایک قابل، باصلاحیت، علوم قرآن وحدیث کے ماہر، منطق، فلسفہ اور علم عروض میں مکمل دسترس رکھنے والے عالم دین تھے، اور قادر الکلام خطیب ومقرر، شاعر اور صاحبِ قلم بھی تھے۔ آپ فطری شاعر تھے، تخلص ''عارف'' تھا، قرآن وحدیث کی آبیاری اور ان دونوں سے اشتغال رکھنے کی وجہ سے شاعری کی طرف بہت زیادہ توجہ نہیں دی، البتہ جماعت اہل حدیث کی دو عظیم شخصیتوں (مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا سید عبدالخبیر جعفری) کے انتقال پر دونوں کی یاد میں طول طویل نظمیں لکھی ہیں۔ دونوں نظمیں پڑھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ مولانا امرتسری کی یاد میں کہی گئی نظم دس اشعار پر مشتمل ہے، جس کا مطلع ہے:

اے ثناء اللہ اے دیں کا امیں حق کا وکیل
اے ثناء اللہ وجہ ارض پر حق کی دلیل

اور مولانا جعفری پر لکھی نظم کے اشعار کی تعداد چھ ہے۔ اس کے مطلع کا شعر ہے:

قافلہ سالار ملت حضرت عبدالخبیر
جا ملے مولا سے اپنے آج وہ روشن ضمیر

اور مقطع کا شعر ہے:

گھوم کر ہر سمت پہنچی تجھ پر عارف کی نگاہ
کاش ہو آغوش میں تیرے ولایت سا بصیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فراغت کے بعد عملی زندگی کا آغاز عروس البلاد، ممبئی سے کیا، اور مومن پورہ کی جامع مسجد اہل حدیث میں کچھ دنوں تک امامت وخطابت اور دعوت واصلاح کی ذمہ داری ادا کی۔ اس کے بعد جنوبی ہند کے قدیم ادارہ ”جامعہ دارالسلام“، عمرآباد چلے گئے، اور صرف ایک ڈیڑھ سال رہ کر وہاں بھی چھوڑ دیا۔ ان دونوں جگہوں کے بعد ایک لمبے وقفے تک جھارکھنڈ کے علاقہ مدھوپور میں کام کرنا شاید مقدر تھا، اسی لئے تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد چھوڑتے گئے۔ آپ نے مدھوپور کو چھوڑنے کے بعد پھر کسی کے ماتحت رہ کر کام نہ کیا۔ مدھوپور چھوڑنے کے بعد وفات تک آپ کا ذریعہ معاش کیا رہا، اس کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی لکھتے ہیں کہ ”پھر اس کے بعد (مدھوپور چھوڑنے کے بعد) عمر بھر آزاد رہے۔ لال تیل اور عطریات بناتے تھے اور اسی پر ان کا نان ونمک چلتا رہا، گزر بسر ہوتی رہی اور پوری زندگی نستم پشتم گزر گئی، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بوڑھاپے تک چھپر کے مکان میں زندگی گزار دی، آخری عمر میں نیم پختہ مکان بنا سکے اور صحیح وسالم چارپائی نصیب ہوئی، خستگی کا یہ عالم تھا، مگر علم کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور خودداری کو گلے لگائے رکھا، وہ اکثر کہا کرتے تھے:

نہیں یہ شانِ خودداری چمن سے توڑ کر مجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیب گلو کر لے“

[حوالہ مذکور]

آپ مدھوپور، ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ ایک روایت کی روشنی میں ۱۶/ مارچ ۱۹۶۶ء کو آئے تھے، جیسا کہ ”الجامعۃ الرحمانیۃ“ نامی کتابچہ میں مذکور ہے۔ اس میں لکھا ہے: **”استقدم سكان هذه المنطقة فضيلة الشيخ الحافظ و المقرى عبدالمنان الأثرى الشنكرنغرى ليتولى على منصب الخطابة فى مسجد جامع و التدريس فى المدرسة الاسلامية الحكومية المتصلة بالمسجد الجامع المذكور فى مدينة مدهوفور فى ١٦/ مارس ١٩٦٦م“.**

ترجمہ: [مدھوپور والوں نے جامع مسجد (حاجی گلی) میں خطابت کی، اور مسجد سے متصل قائم سرکاری مدرسہ اسلامیہ میں تدریس کی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۶/ مارچ ۱۹۶۶ء کو مدعو کیا]۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی، مدھوپور میں تدریسی ودعوتی خدمات انجام دینے کے لئے آئے تھے، اور وہ بھی اوپر مذکور تاریخ کو، مگر مدرسہ اسلامیہ کی آفس میں لگے صدر مدرسین کے ناموں اور ان کی مدت کار کے بورڈ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ دو سال (۱۹۶۵ اور ۱۹۶۶ میں) مدرسہ اسلامیہ کے صدر مدرس رہے۔

دونوں حوالوں میں سے جو بھی صحیح ہو، یا دونوں کے درمیان جو بھی تطبیق ممکن ہو، آپ جب مدھوپور آئے تو پوری تندہی اور محنت ولگن سے بحیثیت صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی کو ترقی دینا شروع کیا، اور اپنے وعظ وارشاد، دروس ومحاضرات، اور جمعہ کے خطبوں سے جامع مسجد، حاجی گلی، مدھوپور کے مصلیان کو مستفید کرنے لگے کہ آپ کا ٹکراؤ منکرین حدیث، مدھوپور سے ہونا شروع ہوگیا، اور یہ ہونا امر بدیہی ولازمی بھی تھا۔ اس لئے کہ ان دنوں منکرین حدیث، مدھوپور اور فتنہ انکار سنت کا دور شباب چل رہا تھا، اور پورے طور پر منکرین مدرسہ اسلامیہ اور جامع مسجد اہل حدیث، جو ان دنوں پورے شہر میں واحد اہل حدیثوں کی مسجد تھی، پر قابض اور حاوی تھے۔

قاری عبدالمنان اثری ایک باغیرت وحمیت عالم دین تھے۔ سنتِ نبوی سے محبت نہ صرف خاندانی تھی، بلکہ حدیث وسنت اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اشتغال اور حدیث وسنت کے بڑے بڑے علماء سے شرف تلمذ اور صحبتِ بزرگاں نے مزید چراغ میں تیل ڈالنے کا کام کیا۔ چنانچہ جب آپ نے انکار سنت کے فتنے کو مدھوپور میں واضح طور پر دیکھا تو نوکری اور معاش کی چنداں فکر کئے بغیر میدانِ عمل وجہاد میں اتر گئے اور اس فتنہ کے خلاف جو بھی ذرائع ووسائل بروئے کار لائے جاسکتے تھے، سب اختیار کئے۔ بالآخر اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے میدانِ عمل میں اترنے کی بناء پر مدرسہ اسلامیہ (سرکاری مدرسہ) کی صدر مدرسی کی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑا۔ آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہ ہی اپنے وطن واپس ہوئے، بلکہ انہوں نے ٹھان لیا کہ اس فتنہ کا مکمل طور سے قلع قمع کرکے ہی دم لینا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنا ایک مستقل پلیٹ فارم بنانے کے لئے محلّہ ''پتھر چپٹی''، مدھوپور میں اکتوبر ۱۹۷۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ''مدرسۃ الرشاد'' کے نام سے ایک ادارہ اور تبلیغی مرکز کھولا۔ ابتداء میں مدرسہ ایک شخص کے ایک چھوٹے سے مکان میں شروع ہوا، اور طلبہ محلّہ پتھر چپٹی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام کرتے تھے۔ کام آگے بڑھتا گیا۔ اسی اثناء میں مولانا واعظ الحق بہاری کو بھی مدرسہ اسلامیہ سے نکال دیا گیا۔ قاری صاحب نے ان کو بھی اپنے ساتھ کرلیا اور مستحکم و مضبوط طریقے سے اپنے مشن میں رواں دواں ہو گئے۔

مدرسۃ الرشاد کو آگے بڑھانے کے لئے دو چیلنج تھے، ایک فنڈ کی فراہمی اور مالی حالت کی مضبوطی، وہ وقت بڑی غربت وافلاس اور کسمپرسی کا تھا، اور دوسری چیز تھی، اس کے لئے اچھی خاصی زمین کی فراہمی۔ اسی چیز کے پیشِ نظر انہوں نے ایک دوروزہ عظیم الشان اجلاس عام کے انعقاد اور اس میں ملک کے چیدہ چیدہ علماء و دعاۃ کو بلانے کا فیصلہ کیا۔ یہ اجلاس ۹۔۱۰/ دسمبر ۱۹۷۲ء، بروز سنیچر و اتوار محلّہ پتھر چپٹی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے اشتہار سے اس کی عظمت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ میرے پاس وہ اشتہار ہے، جس کی روشنی میں اس اجلاس پر تبصرہ کر رہا ہوں۔

اجلاس کا عنوان ہے ''مدرسۃ الرشاد کا پہلا عظیم الشان تاریخی اسلامی اجلاس''۔ اشتہار کے اوپر کے دونوں کونے میں دو اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اور دوسرا شعر ہے:

ہمارے درماندہ کارواں کو کوئی نہ گم کردہ راہ سمجھے
پہنچ ہی جائے گا اپنی منزل پہ وقت جب ساز گار ہوگا

اوپر بیچ میں ''کلمة الله هي العليا، ومن انصاری الی الله'' درج ہے اور اس کے نیچے ایک اور شعر ہے:

لسان غیب سے آتی ہے بار بار صدا
کٹھن ہے راہ نئے راستے بنا کے چلو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس اجلاس کی صدارت میں، اور مقرر دوم میں شیخ الحدیث، علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کا نام ہے۔ میں نے مولانا محمد زکریا فیضی حفظہ اللہ سے پوچھا کہ کیا شیخ الحدیث اس اجلاس میں تشریف لائے تھے؟ تو ان کا جواب تھا کہ میں ۱۹۷۳ء میں مدھوپور آیا اور تب سے یہیں ہوں، میں نے قاری صاحب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ نہیں آسکے تھے۔

اشتہار میں مقررین کی تعداد تیرہ (۱۳) ہے، جن میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے علاوہ علامہ صوفی نذیر احمد کاشمیری، مفسر قرآن علامہ عبد القیوم رحمانی، مولانا قاری عبد الرشید خانجہانپوری، اور مولانا عبد الخلاق ندوی رحمہم اللہ کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

فنڈ کی کمی کی وجہ سے مدرسۃ الرشاد کو چلانے میں قاری عبد المنان اثری کو سخت ابتلاء وآزمائش کے دور سے گزرنا پڑا۔ ادھر مولانا واعظ الحق جوان کے معین ومددگار تھے، کوکسی نے لڑ جھگڑ کر مدھوپور چھوڑ نے پر مجبور کر دیا۔ قاری صاحب نے اس کے بعد مولانا محمد یاسین عادل ریاضی رحمہ اللہ سے مل کر ''مدرسۃ البلاغ''، ڈابھاکیند میں چلانے کی نیت کی، مگر کام آگے نہ بڑھ نہ سکا۔ مدرسۃ الرشاد چل رہا تھا۔ قاری صاحب شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ سے مل کر اور بذریعہ خطوط ان کو یہاں کے احوال وکوائف سے آگاہ کرتے ہی رہتے ہوں گے۔ نیز ادھر کے جلسوں میں مفسر قرآن علامہ عبد القیوم رحمانی رحمہ اللہ بار بار آتے رہتے تھے، وہ بھی جا کر یہاں کی صورت حال اور منکرین کی نقل وحرکت سے شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو آگاہ کرتے رہتے تھے، جیسا کہ مفسر قرآن نے خود ''جامعہ رحمانیہ'' کے لئے لکھے اپنے تائیدی خط میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ ''مدھوپور میں حجیت حدیث کے منکرین موجود ہیں، جنہوں نے ڈھیر سارے لوگوں کے عقائد کو خراب کر رکھا ہے۔ اس بات کا تذکرہ میں نے فضیلۃ الشیخ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری سے کیا تو انہوں نے اس علاقے کا دورہ کرنے کے لئے مجھے کئی بار بھیجا اور مجھے اس بات کی وصیت وتاکید فرمائی کہ میں جماعت اہل حدیث کے اہل خیر حضرات کو ترغیب دلاؤں کہ وہ ایک مدرسہ کی تاسیس کے لئے اس علاقے میں ایک قطعۂ اراضی خریدیں، تو اس کام کے لئے چند سلفی نوجوان بالخصوص قاری عبد المنان اثری اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مناسب زمین خریدی''۔ (تائیدی خط عربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہے، جس کو مفصل مع ترجمہ شیخ الحدیث کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیں!)۔

جس آدمی نے حدیث کی تشریح و تفہیم اور اس کی حفاظت و صیانت اور اس کے خلاف اٹھنے والے طوفانوں کا رخ موڑ دینے کو اپنا اوڑھنا و بچھونا بنا رکھا ہو، وہ آدمی دور رہ کر بھی مدھوپور میں حدیث و سنت کے انکار و استخفاف کو کیسے گوارہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ مدھوپور اور اس کے مضافات کے مسلمانوں کو اس فتنہ انکار سے بچانے اور اس فتنہ کو دبانے کا شیخ الحدیث نے ایک ہی راستہ، اسلامی مرکز کا قیام اور صحیح عقیدہ وفکر کی اشاعت اور تعلیم کے فروغ کو سمجھا، اور یہاں کے لوگوں کی غربت و افلاس کو دیکھ کر انہوں نے ایک بڑی رقم اپنے ایک معتمد خاص کو دے کر مدھوپور روانہ کیا۔ اسی رقم سے محلّہ ''پتھر چپٹی'' میں ایک چار پانچ کٹھے کی اراضی خریدی گئی، اور اس پر ''مدرسۃ الرشاد'' چلنے لگا۔ آگے چل کر مدرسہ سخت مالی مشکلات سے دوچار ہوا، جس کی وجہ سے منکرین حدیث کے شکوک وشبہات کے ازالہ وتردید کے لئے قائم ہونے والا یہ ادارہ بند ہو گیا۔ منکرین نے یہ دیکھ کر پھر اپنی شرانگیزیاں کر دیں۔ اس وجہ سے قاری عبدالمنان اثری اور ان کے رفقاء پھر فکر مند ہوئے اور اوپر مذکور زمین کو زیادہ قیمت میں بیچ کر اور کچھ مزید چندے کر کے موجودہ ''جامعہ رحمانیہ'' کی زمین کو ایک آدی واسی سے اپریل ۱۹۸۰ء میں خریدا۔ چوں کہ قاری صاحب باہر کے تھے، اس وجہ سے ان کے نام پر رجسٹری نہ ہو سکی۔ اس بناء پر مدھوپور کے ڈاکٹر ثناءاللہ کے نام پر زمین کی رجسٹری کرائی گئی۔ اس زمین کو اپریل ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر صاحب کے نام سے ''جامعہ رحمانیہ'' کے نام پر منتقل کرائی گئی، جس پر ''مدرسۃ الرشاد'' کو ''جامعہ رحمانیہ'' کے نام سے بدل کر ۱۹۸۷ء مطابق شوال ۱۴۰۸ھ میں از سر نو شروع کیا گیا، جہاں سے سیکڑوں کی تعداد میں تشنگان علوم وفنون ہر سال اپنی اپنی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

اوپر مذکور اس طویل داستانِ عجیب سے یہ اندازہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں کہ محترم قاری صاحب کتنے عظیم انسان تھے، اور دیارِ غیر میں شمع کتاب وسنت کو جلانے اور امت مسلمہ کو یہودی فطرت لوگوں کے فتنوں اور اسلام و پیغمبرِ اسلام اور کتاب وسنت کے خلاف کی جانے والی سازشوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے انہوں نے کتنی مشکلات کو برداشت کیا، اور کس طرح کی آزمائشوں سے گزرتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقے کے لوگوں کو ''جامعہ رحمانیہ'' کی شکل میں ایک مرکز علم وحکمت عطا کیا۔

منکرین حدیث کا جب دورِ شباب تھا، اور علاقے کی بستیاں در بستیاں اس فتنہ کی زد میں آ رہی تھیں۔ اس دور میں اس کا مقابلہ قاری عبدالمنان نے جس جواں مردی، اور پوری ہمت وشجاعت کے ساتھ ایک باہر کا آدمی ہونے کے باوجود کیا۔ اس کے واقعات اور قصے بزرگوں سے سن کر حیران ودنگ رہ جاتا ہوں۔ آپ نے منکرین حدیث کا جواب نہ صرف تحریر وتقریر، وعظ وارشاد اور بحث ومناظرہ سے دیا، بلکہ کئی دفعہ بعض منکروں سے ہاتھا پائی تک کی نوبت آ گئی، تو انہوں نے منکروں کو پٹک پٹک کر مارا، اور ''من رأى منكم منكرا فليغيره بيده'' کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ سچی بات یہ ہے کہ فتنہ خلق قرآن سے لوگوں کو بچانے کے لئے امام احمد بن حنبل کو کھڑا کر دیا، تو منکرینِ حدیث، مدھوپور کے فتنہ انکار حدیث سے یہاں کے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قاری عبدالمنان اثری کو شنکرنگر، بلرام پور، یوپی سے مدھوپور بھیج دیا۔ آپ نہ ہوتے تو نہ معلوم علاقے کی کیا حالت وکیفیت ہوتی۔ شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی کے بقول: ''جھارکھنڈ میں منکرین حدیث کے خلاف تو آپ پورا محاذ تنہا سنبھالے ہوئے تھے، اور ہر موڑ پر منکرین حدیث کو دھول چٹائی''۔ اور یہ بھی کہ ''آپ پورے اذعان وایقان اور بصیرت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ دفاع عن السنۃ کا فریضہ ادا کرتے رہے، اور محدثین کے موقف کی وضاحت اور وکالت کرتے رہے۔ محدثین پر کئے گئے اعتراضات کا مسکت ومدلل جواب دیتے رہے''۔

اور مولانا محمد خالد فیضی کے بقول: ''مدرسہ اسلامیہ کے ایک صدر مدرس جناب مولانا عبدالمنان اثری شنکرنگری تھے، ان کے زمانے میں منکرین سنت کی ریشہ دوانیاں شباب پر تھیں۔ یہ زبان وقلم سے ان کی راہ کے چٹان بن گئے۔ شاید پہلی بار انہوں نے اس فتنہ سے نمٹنے کے لئے منصوبہ بند کوشش کی ابتداء کی، جس کے تحت صدر مدرسی سے استعفیٰ دے دیا اور ایک آزاد درس گاہ ''مدرسۃ الرشاد'' کے نام سے جاری کیا۔ وہ پہلے ایک پلیٹ فارم بنانا چاہتے تھے، جہاں سے دین اسلام اور قرآن وسنت کا دفاع کما حقہ کر سکیں''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالرزاق نے اپنے مضمون کے اخیر میں علماء ومشائخ عظام کے بعض ان خطوط وتوصیہ جات کونقل کیا ہے، جواکابرین جماعت نے قاری صاحب کی تائید،تعریف اور تحسین میں تحریر فرمائے ہیں۔ میں یہاں ان خطوط اورتوصیہ جات سے صرف ان اقتباسات کونقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں، جن کا تعلق مدھو پور سے اوران کے یہاں کے کام وکارنامے سے ہے۔

شیخ الحدیث،علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ ۲۶ر فروری ۱۹۹۳ء کواپنے ایک تائیدی خط میں لکھتے ہیں کہ ’’میں جناب قاری عبدالمنان اثری کو جوشنکرنگر،ضلع گونڈہ، یوپی کے باشندے ہیں، اچھی طرح جانتا ہوں، وہ ایک عالم وفاضل اوراسلام کے رواں دواں (ہمہ وقتی) داعی اور مبلغ ہیں، سلفی عقیدہ وفکر کے سلسلے میں ان کے اندر بڑی ہی غیرت اور جوش ہے۔ اسلامی میدان میں وہ بڑی محنت، اخلاص اورشرح صدر کے ساتھ کام کررہے ہیں۔انہوں نے صوبہ بہار کے شہرمدھوپور (ضلع سنتھال پرگنہ) کے دینی ادارہ ’’جامعہ رحمانیہ‘‘ میں ایک عرصہ درازتک کام کیا ہے،اوراس مدرسہ اور جماعت کے لئے وہاں کے دیہات اوربستیوں میں عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

اس علاقے میں منکرین سنت کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، جہاں وہ سرگرم عمل ہیں، عبدالمنان اثری صاحب نے منکرین سنت نبویہ کی زبان وقلم سے نہایت سخت اور مدلل وپرزور تردید کی ہے اورسلفی عقائد کا نہایت کامیاب دفاع اورتحفظ کیا ہے‘‘۔[نورتوحید،اگست۔ستمبر ۲۰۱۳ء]

شیخ عبدالصمد شرف الدین (بھیونڈی) مقیم جدہ، اپنے ایک مکتوب گرامی (مرقوم یکم ستمبر ۱۹۸۸ء) میں قاری صاحب کی تحسین میں یوں رقم طراز ہیں کہ ’’جناب مولانا وقاری عبدالمنان صاحب اثری، ساکن شنکرنگر، بلرام پور، ضلع گونڈہ، یوپی، جومدھوپور، ضلع سنتھال پرگنہ، بہار میں ایک بڑے اوراہم دینی وعلمی اور جماعتی وملی کام میں مصروف تھے،آج وہی کام اپنے وطن بلرام پور میں انجام دے رہے ہیں‘‘۔ [حوالہ مذکور]

سرزمین جھارکھنڈ کونصف صدی تک اپنی دعوتی جولان گاہ بنائے رکھنے والے اوراس علاقے میں باربار کثرت سے آنے والے داعی عظیم مفسرقرآن علامہ عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ قاری صاحب کی تائید

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ۸/ جون ۱۹۹۱ء کو لکھے اپنے ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ "مولانا عبدالمنان صاحب اثری میرے قدیم متعلق اور سفر وحضر میں میرے ساتھ رہے ہیں۔ اثری صاحب دین وملت کے لئے بے حد مخلص، دردمند، وفکرمند، ایثار پیشہ، سخت جدوجہد کرنے والے اور صاحب استقامت شخص ہیں۔

عزیز موصوف نے مدھوپور، سنتھال پرگنہ، بہار میں جوانکار حدیث، سادھوازم، اور مہدویت وغیرہ انواع واقسام کے ارتدادی فتنوں اور جہالت وجاہلیت کا گڑھ تھا، اس کے خلاف سخت محنت وجہاد کیا، اوران کو توڑا ہے، اور کفر وجہالت کی ساری تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے خاص شہر مدھوپور میں جامعہ اثریہ مدرسۃ الرشاد کے نام سے دین وعلم کا ایک چراغ روشن کیا، اور اس کے لئے لب سڑک ایک بڑی زمین کا بیع نامہ کرایا، جس پر ان کے شاگردان "جامعہ رحمانیہ" کے نام سے ایک کامیاب مدرسہ چلا رہے ہیں۔ اثری صاحب موصوف کا دینی وعلمی موقف نہایت مضبوط ومستحکم اور ان کے عزائم ومنصوبے بہت بلند رہے ہیں"۔ [حوالہ مذکور]

عظیم محقق ومصنف شیخ عزیر شمس/ حفظہ اللہ جناب زبیر صاحب کے نام لکھے اپنے ایک خط میں قاری عبدالمنان اثری کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "اس بار قاری عبدالمنان اثری صاحب سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، وہ جماعت کے معروف عالم بلکہ مجاہد ہیں، ان کی پوری زندگی باطل سے مقابلہ میں گزری ہے۔ ایک عرصہ تک انہوں نے مدھوپور، بہار میں قیام کیا ہے، اور وہاں جماعت کو منظّم کیا۔ ایک بڑا جامعہ قائم کیا۔ منکرین حدیث سے مباحثے کئے"۔ [حوالہ مذکور]

سرزمینِ جھارکھنڈ کو اپنی صلاحیتوں، ترکتازیوں، محنتوں اور قربانیوں سے سنوارنے والی اس شخصیت عظیم نے ۲۲/ فروری ۱۹۹۵ء مطابق ۲۳/ رمضان ۱۴۱۵ھ، بروز بدھ، قدر کی رات (شبِ قدر)، تقریباً ساڑھے بارہ بجے لگ بھگ ساٹھ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔

اللہ جل شانہ اس داعی کبیر کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، حسنات واعمال اور کارناموں کو قبول کرے، جامعہ رحمانیہ کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور انہیں جنت الفردوس میں داخل کرے، آمین !!۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۴)۔ شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحبِ ''**مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح**'' رحمہ اللہ ایک ایسی عظیم شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی حکمت ودانائی اور شعور وآگہی سے جھارکھنڈ کو بہت زیادہ فائدہ پہنچایا اور یہاں کی مٹی سے محبت کی۔

آپ محتاج تعارف نہیں، ''سیرۃ البخاری'' کے مولف مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمہ اللہ آپ کے والدگرامی قدر ہیں۔آپ کی ولادت ۱۳۲۷ھ میں ''مبارکپور'' جیسے معروف شہر میں ہوئی۔آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز ''جامعہ عالیہ عربیہ''، مئو سے کیا، اس کے بعد ''جامعہ سراج العلوم''، بونڈیہار اور ازہرِ ہند ''دارالحدیث رحمانیہ''، دہلی میں تعلیم حاصل کی۔فراغت آخر ذکر ادارہ سے ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

فراغت کے فوراً بعد اپنی عملی زندگی کی شروعات اپنی مادر علمی دارالحدیث رحمانیہ سے کی، اور اس میں تقریباً اٹھارہ سال تک مدرس رہ کر تعلیمی وتدریسی، دعوتی واصلاحی اور صحافتی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک دارالحدیث رحمانیہ کے شیخ الحدیث رہے۔رحمانیہ سے منسلک ہی تھے کہ علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری صاحبِ ''تحفۃ الأحوذی شرح جامع الترمذی'' کی بینائی کمزور ہونے کے سبب ان کی اس عظیم تالیف میں تعاون کرنے کی غرض سے رحمانیہ کی اجازت پر مبارکپور چلے آئے، مگر رحمانیہ کی طرف سے اس اثناء میں تنخواہ جاری رہی۔پھر دو سال کے بعد دارالحدیث رحمانیہ لوٹ گئے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند اور ہندو مسلم بھیانک ترین فسادات کے نتیجے میں دارالحدیث رحمانیہ اجڑ گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون!)، تو آپ کا تدریسی عمل بھی منقطع ہوگیا۔اس کے بعد کہیں بھی تدریس نہیں کی۔البتہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس کے قیام کے بعد سے وفات تک ''رئیس الجامعہ'' کے منصب پر فائز رہے اور اپنے دماغ وصلاحیت سے جامعہ کو شہرت عام بخشی۔

آپ کو صحافت کی اچھی مہارت حاصل تھی۔دارالحدیث رحمانیہ کے ترجمان ''محدث'' کے اکتوبر ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء تک مدیر رہے، پھر نگران اصول کی حیثیت سے کام کیا، اور اس میں ہمیشہ وقیع وقیمتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالات لکھے، اور جب اس میں فتاویٰ کے کالم کا اضافہ ہوا، تو آپ کے بیش بہا فتاوے اس میں شائع ہوتے رہے۔

آپ کا لگاؤ ہمیشہ حدیث کی آبیاری سے رہا، تدریس حدیث کی خدمت کا آغاز فرمایا، دو سال ''تحفۃ الأحوذی'' کی تالیف میں معاونت کی، اور اسی ٹریننگ کے نتیجے میں ''مرعاۃ المفاتیح'' جیسی ''مشکوٰۃ'' کی عظیم شرح لکھی، مگر افسوس کہ ابھی اس کی نو (۹) ہی جلدیں پایہ تکمیل کو پہنچی تھیں کہ آپ کا انتقال ۵/جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۲۲/رجب ۱۴۱۴ھ کو ستاسی سال کی عمر میں ہو گیا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی اداروں کی خدمت، حدیث کی تشریح و تفہیم اور آبیاری، دفاع حدیث اور منکرین حدیث کی تردید میں گزاری۔ بھلا جس آدمی کو حدیث وسنت سے دلی لگاؤ ہو، اس کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہو، اور اس کی حفاظت وصیانت کو اپنا فرضِ عظیم سمجھتا ہو، اس آدمی کو کسی جگہ حدیث کے خلاف کی جانے والی ریشہ دوانیوں، اس کے خلاف پھیلائے جا رہے شکوک وشبہات، اور ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہے حملوں کی خبر معلوم ہو اور وہ خاموش رہ جائے، کیسے ہو سکتا ہے؟!۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو مدھوپور کے منکرین حدیث کی حدیث کے خلاف محاذ آرائی کا علم ہوا، تو آپ نے ہر ممکن طریقہ سے اس کا مقابلہ کرنے اور مدھوپور سے اس فتنہ کو ختم کرنے کی کوشش کی، آپ بذاتِ خود تشریف تو نہیں لا سکے، البتہ اس فتنہ کی گردن زدنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس علاقے میں قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری/رحمہ اللہ کو رب ذوالجلال نے ایک نعمت کے طور پر بھیج دیا تھا، جنہوں نے منکرین حدیث کے پیدا کردہ فتنہ کے ازالہ کا بیڑا اٹھایا، اور بہت بڑا رول ادا کیا، ان کے کردار ورول کو بالتفصیل میں نے ان کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے یہاں کے منکرین اور ان کے کروفر سے شیخ الحدیث کو واقف کرانے اور اس فتنہ کو دبانے کے لئے ان سے مدد ورہنمائی لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

مولانا محمد خالد فیضی لکھتے ہیں کہ ''ان کے منصوبے میں ملک کے چیدہ وچنیدہ علماء کو مدھوپور میں جمع کرنا بھی تھا۔ اس سلسلے میں ان کی مراسلت شارح مشکوٰۃ، ترجمان سنت، نمونہ سلف، یکے از عندلیبان گلشن دارالحدیث رحمانیہ، دہلی، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ سے برابر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی رہی۔کئی بار بالمشافہ گفت وشنید بھی ہوئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ایک مدرسہ کے لئے زمین یا بلڈنگ خریدنے کے مقصد سے رقوم دے کر اپنے ایک معتمد خاص کو مدھوپور بھیجا، ایک مختصر سی زمین چار پانچ کٹھہ رقبہ کی خریدی گئی، پھر اس زمین کو بیچ کر وہ زمین خریدی گئی جس پر ابھی جامعہ رحمانیہ قائم ہے۔مدرسۃ الرشاد کا نام ''جامعہ رحمانیہ'' رکھا گیا''۔

شاید فدائے سنت اور دفاع حدیث نبوی کے علمبردار شیخ الشیوخ حضرت علامہ شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کی انہی مبارک کوششوں، جہد و مساعی، دماغ سوزی اور گراں قدر کارناموں کی بنیاد پر اصحاب فکر ودانش اور علماء واعیان جماعت نے آپ کے نام کے ساتھ جڑی ''رحمانی'' نسبت کی مناسبت سے اس ادارہ کا نام ''جامعہ رحمانیہ'' رکھنے کا ایک قابل رشک فیصلہ لیا ہوگا، اس جامعہ کے قیام واستحکام کی تحریک سے وابستہ ہمارے اکابر علماء واعیان اپنی کسی تحریر وتقریر میں ضرور اس کی وضاحت کریں گے۔

انہوں نے جامعہ رحمانیہ کے لئے ایک تائیدی خط اور اعیان جماعت واہل خیر حضرات کے نام ایک تصدیق نامہ لکھا، جودرج ذیل ہے:

''بسم الله و الحمد لله و الصلاة و السلام على رسول الله، وبعد:

فإن مدينة ''مدهوفور'' دائما في صراع و ابتلاء في العقيدة بين المنكرين والمبتدعة وأهل الحديث، وأفراد جماعة أهل الحديث هناك قليلون عددا وضعفاء اقتصاديا، وبالعكس أفراد المبتدعة ومنكري الحديث كثيرون واقتصادياتهم قوية، وقد امتد نفوذهم في هذه المنطقة، وانتشرت نظرياتهم الباطلة ضد الإسلام فلا بد من إغلاق هذه الأبواب.

ونظرا إلى هذه الضرورة قد اشترى أهل الخير والإخلاص قطعة من الأرض وأسسوا فيها جامعة باسم ''الجامعة الرحمانية'' حتى يأمن الجيل الجديد من هذه الفتنة، وقد أنشأوا ثلاث غرف وبدؤوا فيها تعليم أبناء المسلمين وبناتهم، وللحفاظ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علی هذه القطعة من الأرض عن أطماع المخالفين لا بد من إقامة السور حولها، فهم لذلك يحتاجون إلى مبلغ كبير من النقود.

وهذه المدرسة في هذه المنطقة من حيث الأهمية والضرورة بمثابة جامعة كبيرة للتعليم والتدريس والدعوة والتبليغ فإبقاء ها وترقيتها فريضة علينا، لذا نرجو من جميع أهل الخير والمحسنين ان يتعاونوا مع هذه الجامعة والله لا يضيع أجر المحسنين".

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں، تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، اور درود وسلام نازل ہو اللہ کے رسول پر۔ حمد وصلاۃ کے بعد:

شہر مدھو پور ہمیشہ اہل حدیثوں اور منکرین و بدعتیوں کے مابین عقیدہ کے سلسلے میں ابتلاء ومعرکہ آرائی سے دوچار رہا ہے، جماعت اہل حدیث کے افراد یہاں بہت تھوڑے ہیں اور اقتصادی اعتبار سے کمزور بھی ہیں، اس کے برعکس بدعتی لوگ اور منکرین حدیث کثرت میں ہیں اور ان کی اقتصادی حالت بھی مضبوط ہے، اور انہیں اس علاقے میں اثر ورسوخ حاصل ہے۔ اسلام کے خلاف ان کے باطل نظریات پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کا سدباب نہایت ضروری ہے۔

اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے اہل خیر اور مخلص لوگوں نے ایک قطعۂ اراضی خرید کر اس میں ''جامعہ رحمانیہ'' کے نام سے ایک جامعہ کی بنیاد رکھی ہے، تاکہ اس کے پلیٹ فارم سے نئی نسل کو اس فتنہ سے محفوظ رکھا جاسکے۔ جامعہ کے تین کمرے تیار ہوچکے ہیں، اور اس میں مسلمانوں کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کا آغاز بھی ہوچکا ہے۔ ادارہ کی زمین کو مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی احاطہ بندی ضروری ہے، جس کے لئے ایک خطیر رقم درکار ہے۔

یہ مدرسہ جس علاقے میں قائم ہے، اس علاقے کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر یہ تعلیم وتربیت، درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا ایک بڑا جامعہ ہے، اس کی بقاء وترقی کی کوشش کرنا ہم سبھوں کا ایک دینی فریضہ ہے۔ لہٰذا ہم جملہ اہل خیر اور محسنین حضرات سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس جامعہ کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑھ چڑھ کر تعاون کریں گے، اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا‘‘۔

آپ نے تقریر و وعظ، اور دروس و محاضرات کے ذریعہ فتنہ انکار حدیث کے قلع قمع کے لئے کبار علماء اور اپنے بعض تلامذہ کو بھیجا، جن میں مفسر قرآن علامہ عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ جیسا کہ مفسر قرآن رحمہ اللہ نے ۱۸/۳/۱۹۹۰ء کو جامعہ رحمانیہ کے تاثراتی رجسٹر میں اپنا تاثر عربی میں لکھا ہے اور اس میں اس کا تذکرہ کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعوت وارشاد کی غرض سے میں نے مدھوپور اور اس کے اطراف وجوانب کا سفر کیا، یہاں حجیت حدیث کے منکرین موجود ہیں، جنہوں نے ڈھیر سارے لوگوں کے عقائد کو خراب کر رکھا ہے۔ اس بات کا تذکرہ میں نے فضیلۃ الشیخ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری سے کیا تو انہوں نے اس علاقے کا دورہ کرنے کے لئے مجھے کئی بار بھیجا اور مجھے اس بات کی وصیت وتاکید فرمائی کہ میں جماعت اہل حدیث کے اہل خیر حضرات کو ترغیب دلاؤں کہ وہ ایک مدرسہ کی تاسیس کے لئے اس علاقے میں ایک قطعۂ اراضی خریدیں، تو اس کام کے لئے چند سلفی نوجوان بالخصوص قاری عبدالمنان اثری اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مناسب زمین خریدی۔ جہاں پر ’’جامعہ رحمانیہ‘‘ کی بنیاد رکھی، اس زمین کی احاطہ بندی ہو چکی ہے اور جامعہ میں درس نظامی کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔

جامعہ کو اس وقت تقریباً دس لاکھ روپئے کی شدید ضرورت ہے تاکہ جامعہ سلفیہ، بنارس کی طرح بیس کمروں پر مشتمل کلاس روم کی بلڈنگ کی تعمیر انجام پا سکے، میں اللہ تعالیٰ سے دعاء گو ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق سے نوازے، وہ تو توفیق سے نوازنے والا اور بڑا ہی مددگار ہے‘‘۔

اس علاقے کے جو بھی شخص آپ سے ملتے، اس سے یہاں کے لوگوں کے احوال وکوائف معلوم کرتے اور مدھوپور کے منکرین کے متعلق ضرور پوچھتے تھے۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ان کے گھر مبارکپور میں ملنے اور ان کے اس علاقے کی جماعت کی خبر وخیریت دریافت کرنے کا ایک واقعہ استاذ محترم مولانا عبدالستار اثری رحمہ اللہ نے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ میں اور ناظم صاحب (مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ) شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران سے دعائیں لینے اور جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کی تعلیمی وتربیتی اور دعوتی واصلاحی سرگرمیوں سے آگاہ کرنے کے لئے ان کے گھر مبارکپور گئے، جب ہم لوگ ان کے گھر پہنچے تو وہ بیت الخلاء میں تھے، ہم لوگوں نے ان کا انتظار کیا، جب وہ قضائے حاجت کے بعد آئے تو یہ کہتے ہوئے معذرت کرنے لگے کہ میں نے آپ لوگوں کو انتظار کروایا، ہم لوگ یہ سن کر شرما گئے اور کچھ بولا نہیں جا رہا تھا، پھر آپ نے بڑے احترام سے ہم لوگوں کو بیٹھایا، اور ہم لوگوں کی جانب سے لاکھ معذرت کے باوجود آپ نے خود چائے بنا کر پلائی اور پھر ہم لوگوں کے احوال اور جامعہ وجماعت کے احوال پوچھتے اور سنتے رہے، آپ نے ہم لوگوں کو خوب محنت کرنے اور جامعہ کو خوب سے خوب ترقی دینے کی نصیحت ووصیت کی، جب ہم لوگ اجازت لے کر آنے لگے تو دروازے کے باہر تک ہمیں چھوڑنے آئے۔

ایک دوسرا واقعہ مولانا اشفاق اسحاق اثری (استاذ مدرسہ دارالعلوم، چھوٹا چاندپور، جھارکھنڈ) بیان کرتے ہیں کہ ”۱۹۸۷ء میں میری فراغت ہوئی، دورہ حدیث کے چند طلبہ کا ایک وفد محدث العصر شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ سے لقاء وسماع کے لئے تیار ہوا۔ وفد میں میں بھی تھا۔ ہم لوگ عصر کی نماز کے وقت شیخ الحدیث کی مسجد میں پہنچے۔ نماز ہوئی، امامت شیخ الحدیث نے فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد انہوں نے تعارفی مجلس قائم کی، انہوں نے سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا، پھر ہم لوگوں سے تعارف پوچھا۔ جب میری باری آئی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے جب جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ، دلالپور کا ذکر آیا، تو آپ کچھ دیر خاموش ہو گئے، پھر فرمایا کہ اس ادارہ میں مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ گزرے ہیں، وہ ہندوستان کے علماء کے سرتاج تھے، اور تین بڑے محقق عالموں میں سے ایک تھے۔ ہم لوگوں نے دوسرے اور تیسرے کے نام پوچھے، تو آپ نے دوسرے کا نام بتایا، جو میں بھول گیا، البتہ تیسرے کے متعلق پوچھتے رہ گئے، آپ نے نہیں بتایا۔ ہم لوگوں کا ظن غالب یہی تھا کہ وہ آپ ہی ہوں گے“۔ [شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان دلالپوری: شخصیت اور کارنامے: ۴۷]

آپ نے ایک بار جھارکھنڈ کا پُر مشقت سفر بھی کیا، اور جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ، دلالپور تشریف لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس کا قیام جب ۱۹۶۳ء میں عمل میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آیا، تو اعیان جماعت نے ایک باکمال، باوقار، اور جامعہ کے شایانِ شان شیخ الحدیث کی تلاش شروع کی، شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مولانا عبدالحنان دلاپوری (شیخ الحدیث، جامعہ شمس الہدیٰ، دلاپور) کی شخصیت وصلاحیت سے واقف تھے۔ نیز اکابرین جماعت کی بھی نظر انتخاب سب سے پہلے آپ پر پڑی، آپ کو جامعہ سلفیہ تشریف لے جانے اور شیخ الحدیث کا منصب قبول کرنے کی دعوت لے کر شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری بنفس نفیس طول طویل سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر کے دلاپور تشریف لائے، اور مولانا کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا، اور اپنا مقصد سفر رکھا۔ مولانا عبدالحنان نے پیرانا سالی کی وجہ سے اور آبائی ادارہ چھوڑ کر جانے سے معذرت کر لی، اور کہا کہ "مرکزی دارالعلوم بھی ہمارا ہی ادارہ ہے، میں اپنے بدلے میں جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ کے استاذ اور دارالحدیث رحمانیہ، دہلی کے خوشہ چیں مولانا احمداللہ رحمانی بن مولانا عبدالکریم کو بھیج دیتا ہوں"۔ [حوالہ مذکور: ۴۸]

مولانا احمداللہ رحمانی (متوفی ۲۰۰۸ء) جامعہ سلفیہ، بنارس گئے اور وہاں اولین شیخ الحدیث کی حیثیت سے ۱۹۶۶ء تا دسمبر ۱۹۶۷ء اپنی خدمات پیش کیں۔ [المنار، ندوۃ الطلبہ، جامعہ سلفیہ، بنارس، ۲۰۱۸ء، :۱۸۳]

آپ جلسہ جلوس کے آدمی نہیں تھے۔ اس لئے آپ کی حیات وخدمات سے متعلق تحریروں میں اس کا ذکر نہیں ملتا، البتہ مصلح جھارکھنڈ قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری نے مدھوپور میں اپنے قائم کردہ ادارہ "مدرسۃ الرشاد" کے پہلے اجلاس منعقدہ ۹۔۱۰/ دسمبر ۱۹۷۲ء میں آپ کو بحیثیت صدر اجلاس اور بحیثیت مقرر دوم مدعو کیا تھا۔ اشتہار میں یوں نام لکھا گیا تھا: زیر صدارت عالمِ المعی، فاضلِ لوذعی، محدثِ کبیر حضرت مولانا ابوالحسن عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری دامت برکاتہم (شارحِ مشکوٰۃ)۔ [اجلاس کا اشتہار]

میں نے پرانے علماء اور بزرگوں سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ اجلاس میں تشریف نہیں لائے تھے۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۵)۔ مولانا حکیم عبیداللہ کشمیری رحمانی رحمہ اللہ

مقرر شعلہ بیاں مولانا حکیم عبیداللہ کشمیری رحمانی بن مولانا محمد عبدالرحمٰن (ڈوکمی) بن محمد یعقوب کا اصلی گھر سدھارتھ نگر، یوپی کے مشہور قصبہ ''بانسی'' سے قریب آباد گاؤں ''ڈوکم'' تھا۔ آپ کے والد بزرگوار بڑے عالم، مقرر اور شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا بشیر احمد شہسوانی، اور حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہم اللہ کے شاگرد تھے۔ دعوت وتبلیغ کی تڑپ ولگن آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے ایک مبلغ کی حیثیت سے ایک لمبے عرصے تک دعوتی وتنظیمی ذمہ داریاں ادا کیں۔ جماعتی دورہ کرتے ہوئے ''رائے بریلی'' پہنچے اور وہیں پر مقیم ہوگئے اور ایک تعلیمی ادارہ ''مدرسہ محمدیہ'' قائم کیا اور اسی کو ترقی دیتے ہوئے انتقال کر گئے، اور وہیں ''رائے بریلی'' میں مدفون ہوئے۔

مولانا حکیم عبیداللہ رحمانی کشمیری رحمہ اللہ یہیں ''رائے بریلی'' میں پیدا ہوئے اور والد بزرگوار کے زیر سایہ نشو ونما اور ابتدائی تعلیم وتربیت پائی۔ مزید تعلیم کی تحصیل کے لئے بنارس کا رخ کیا، اور ''مدرسہ سعیدیہ''، دارانگر میں داخلہ لے کر وہاں کے کبار اساتذہ کرام جیسے مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالکبیر بنارسی اور مولانا عبدالآخر وغیرہم رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا۔ بعد ازاں ازہر ہند ''دارالحدیث رحمانیہ''، دہلی میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علم طب حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا، اس لئے لکھنؤ کا سفر کیا اور کسی طبیہ کالج میں داخلہ لے کر علم طب حاصل کیا۔

علوم وفنون کی تحصیل اور علم طب کی تکمیل کے بعد ایک لمبے زمانے تک ''طبیہ کالج، کشمیر'' میں بحیثیت لکچرر خدمات انجام دیں، اوران کے ''کشمیری'' نسبتی نام کی وجہ یہی ہے۔

آپ ایک قابل انسان تھے۔ اللہ نے آپ کو بڑی قلمی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہمیشہ مقالات ومضامین لکھتے رہتے تھے، جو ملک سے شائع ہونے والے جرائد ومجلّات میں چھپا کرتے تھے۔ آپ نے کچھ کتابیں بھی لکھیں، جن میں سے بعض کشمیر سے شائع بھی ہوئیں۔

آپ بڑے زبردست، شعلہ بیاں اور پُر جوش وباہمت مقرر تھے۔ آپ کی تقریر سے مخالفین کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا تھا۔ ہندوستان کے کونے کونے میں جماعتی سطح پر مدعو کیئے جاتے تھے۔ آپ نے علاقہ جھارکھنڈ کے بھی دعوتی دورے کیئے اور اپنے پُر جوش خطاب سے لوگوں کو مستفید کیا۔ آپ کی تقریروں کی مٹھاس لوگ آج بھی محسوس کرتے ہیں، جو آپ نے ضلع جامتاڑا کے گاؤں ''پُرنی گھانٹی'' اور ''مدھوپور'' میں کی تھی، اور جن میں منکرین حدیث کو للکارا تھا۔ مولانا محمد خالد فیضی کے بقول: ''ایک بار خصوصی طور پر ''پرنی گھانٹی'' متصل ''نرائن پور'' کے جلسے میں تشریف لائے، صرف آپ ہی مہمان مقرر تھے۔ باقی علاقائی علماء کرام تھے۔ اس وقت فتنۂ انکار سنت کا زوال ہو چکا تھا۔ ایک مولوی صاحب ان کی خدمت کر رہے تھے اور علاقہ کے بارے میں بھی جانکاری دے رہے تھے۔ کہتے کہتے انہوں نے کہا، ادھر کچھ لوگ حدیث رسول کا انکار کرتے ہیں، صرف قرآن ماننے کے دعوے دار ہیں۔ تین وقت کی نماز پڑھتے، ایک سجدہ کرتے ہیں۔ رکوع نہیں کرتے، سلام نہیں پھیرتے، اللہ اکبر نہیں کہتے، اس کی جگہ ''اللہ اجل'' کہتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا حدیث کے بارے میں اور کیا کہتے ہیں؟۔ مولوی صاحب ان کی اندرونی کیفیت سے ناواقف تھے، جھٹ سے کہہ دیا وہ کہتے ہیں کہ حدیث ۴رسو سال بعد لکھی گئی، اس کو ایرانیوں نے لکھا۔ سارے بڑے محدثین سب عجمی ہیں۔ احادیث عجمی سازش کا نتیجہ ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں کو دریابرُد کر دینا چاہئے۔ بخاری و مسلم کے اوراق سے پاخانہ صاف کرنا چاہئے۔ حکیم صاحب اچانک اٹھ کھڑے ہو گئے، انتہائی پر جوش آواز میں کہا۔ بس کرو بس کرو آگے سننے کی ہمت نہیں ہے، مولوی صاحب نے کہا بڑی اچھی تقریر ہو رہی ہے، کہنے لگے خاک تقریر ہو رہی ہے۔ تقریر تو اب ہوگی۔ کہا چلو اسٹیج پر، مجھ کو وقت دلاؤ، وہ جیسے تھے اسی حال میں اسٹیج پر آ گئے۔ کچھ کہنے کے لئے مضطرب ایسے کہ اناؤنسر کو بھی کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ مائک سنبھالا، خطبہ مسنونہ پڑھا اور ''**باب: کیف کان بدء الوحی**'' بخاری کے باب کو عنوان خطاب بنایا۔ پھر رواں ہو گئے، مجمع خاموش اور علماء مبہوت تھے، یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے، صوت و آہنگ میں غضب کی للکار پیدا ہو گئی۔ زندہ مردہ سبھی منکرین حدیث کو تحدی کر دی آؤ...... اور اپنے گڑے مردے بھی اکھاڑ لاؤ، اکیلا عبداللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ مولانا نے اس خطاب سے نزول وحی کی کیفیت ایسی بیان فرمائی جو ماڈرن ذہنوں کو بھی اپیل کر رہی تھی۔ اتفاق سے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلسہ میں ایک جاہل منکر حدیث بھی تھا، مولانا کی باتوں سے ایسا سراسیمہ ہوا کہ کہیں روپوش ہو گیا۔لوگ چاہ رہے تھے کہ مولانا کے سامنے اس کو حاضر کردیں، لیکن بہر حال بے چارہ بچ کر نکل گیا۔ پورنی گھاٹی کی یہ تقریر ''دفاع عن السنہ'' کی تحریک میں ایک بے نظیر تقریر تھی۔ منکرین کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بعد میں کچھ لوگ ہی اس یہودی فکر کے پروردہ رہ گئے، بیشتر لوگوں نے توبہ کرلی۔ کچھ ایسے بھی تھے جو منکر ہی رہ گئے۔ اللہ انہیں ہدایت دے!!۔

مولانا کی عادت بے خوف اور بے دھڑک کہنے کی تھی۔ مخاطب کے حسب ونسب اور جاہ ومنصب کی پرواہ انہوں نے کبھی نہیں کی۔ بلاخوف لومۃ لائم ہر وہ بات کہہ ڈالتے جو حق ہوتی۔ مدھوپور فٹ بال گراؤنڈ میں ان کی تقریر دھماکہ خیز تقریر تھی، تھانے دار کو گھبراہٹ ہو گئی کہ کہیں اعلیٰ حکام تک خبر نہ پہنچ جائے اور باز پرس نہ ہو جائے۔ لیکن بات فساد کے لئے نہیں، اصلاح کی غرض سے کہی گئی تھی، اور حق وانصاف پر مبنی۔ اس لئے کہیں سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔

مدھوپور میں قیام کے دوران انہوں نے کئی سلفی بستیوں کا دورہ کیا۔ جس میں بطور خاص کچھ یہ گاؤں ہیں: بارہ پنساری، لکرا کھوندا، گوندلی ٹانڑ، نواہر، نرائن پور، آماٹیلہ، چھاتا پتھر، برآباد، (سبھی دیوگھر کے)، ہرلا، جامجوری، لچھوڈیہہ، (ضلع گریڈیہہ کے)، ڈابھا کیند، ٹوپاٹانڑ، نرائن پور، پوکھریا (سبھی گاؤں ضلع جامتاڑا میں واقع ہیں)۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا کا تعلق جھارکھنڈ کے سلفیوں سے برابر قائم رہا۔ دین وجماعت کا یہ رشتہ بڑا مستحکم اور مضبوط رہا ہے''۔

آپ جب ہمارے گاؤں ''ہرلا'' آئے تھے، تو گاؤں کے ''پرائمری اسکول'' کے صحن میں پروگرام ہوا تھا۔ میں ان دنوں اسی اسکول میں بالکل مبتدی درجات کا طالب تھا، اس لئے تقریر کے مواد تو یاد نہیں، البتہ آپ کی شکل وصورت اور بیان کا انداز آج بھی یاد ہے۔

اس عظیم مصلح وداعی الی اللہ کا ۲۴ر جنوری ۲۰۰۴ء، سنیچر کو ''رائے بریلی'' میں انتقال ہوا، اور دوسرے دن تدفین عمل میں آئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۶)۔ مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ

میں نے اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے اور اپنے مستقبل کو روشن و تابناک شاہراہ پر گامزن کرنے کی خاطر حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی قدر اور ان کے اعلیٰ اوصاف وخصائل اور ان کی شیریں تحریروں وتقریروں سے بہت کچھ اخذ واستفادہ کیا ہے۔ حقیقت میں رب کریم نے ان کی شخصیت کو اس لائق بنایا بھی تھا۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ جامعہ سلفیہ بنارس آپ ایک مرتبہ تشریف لائے ہوئے تھے اس وقت کے وکیل الجامعہ استاذ جلیل مفکر ملت و جماعت حضرت الشیخ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کے کہنے پر آپ نے بعد صلوۃ عشاء جامعہ کی پر شکوہ وعالی شان جامع مسجد میں طلبہ کے مابین ایک بلیغ خطاب فرمایا تھا، جس میں آپ نے کہا تھا کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی کسی بھی دعوت وعمل کو پیش کرنے سے پہلے خود اس پر عمل فرمایا تھا، جس کے نتیجہ میں رب کریم نے ان کو خلیل کے لقب سے ملقب کیا۔ لہٰذا اساتذہ سے لے کر اہل دنیا تک کی نگاہ میں مکرم ومحبوب طلبہ بننے کے لئے اور صحافت وخطابت، تصنیف وتالیف اور ترجمہ وتدریس کے میدان میں اچھی پہچان وشناخت بنانے کے لئے اول طلبہ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا''۔ ان کی اس تقریر نے میرے اوپر اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ آج بھی محنت وجفاکشی، کتابوں سے دوستی، لکھنے سے محبت اور اہل علم سے لگاؤ وتعلق میری زندگی کے شب وروز کا حصہ بن گیا ہے۔

آج ایسے بہت سے واعظ اور مقرر ملیں گے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ کی زبان میں ''دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت'' کے عملی ترجمان ہوں گے۔ ظاہر ہے ایسے دعاۃ وواعظین کی نصیحت ودعوت سمندری جھاگ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، بلکہ بسا اوقات خود دعوتی وتبلیغی مشن وتحریک کے اندر تخفیف لازم آتی ہے۔ مگر دنیا بحسن وخوبی واقف ہے اور گذشتہ تقریباً ایک صدی کی تاریخ دعوت وعزیمت کے صفحات گواہ ہیں کہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے جن چیزوں کی طرف لوگوں کو بلایا ہے، جس کی دعوت دی ہے اور جس فکر واختراع کو کسی بھی بزم میں پیش فرمایا ہے تو اس پر اپنی زندگی کے کسی نہ کسی زمانے میں عملی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ثبوت ونمونہ ضرور پیش کیا ہے۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے قیام واستحکام کے بعد آپ اس کی تمام میٹنگوں میں زور دیتے رہے کہ جامعہ سلفیہ، شعبۂ بنین کی طرح جامعہ سلفیہ، شعبۂ بنات بھی قائم کیا جائے۔ اور مسلم دعاۃ کے اندر اقتصادی پختگی لانے اور مسلم سماج ومعاشرہ کے گرتے معیار کو بلند تر کرنے کی خاطر جامعہ سلفیہ بنارس میں طلبہ کو دینی علوم وفنون سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ کلیۃ الطب (طبیہ کالج) کا قیام کر کے ان کو اس نوع کے علم سے بھی بہرہ ور کیا جائے۔ اور جب یہ چیزیں جامعہ سلفیہ بنارس میں کسی مجبوری کی بنا پر روبہ عمل نہ آسکیں تو جب انہوں نے جامعہ محمدیہ ایجوکیشن سوسائٹی سرزمین ممبئی میں قائم کی اوراس کے تحت جو ادارے کھولے ان میں نسواں تعلیمی ادارے اور طبی تعلیمی ادارے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

یہ بات آچکی ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنے ایک بلیغ خطاب میں طلبائے جامعہ سلفیہ بنارس کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کی روشنی میں ہر میدان میں اول طلبہ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرنے کی قیمتی نصیحت فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ چیز صرف آپ کی زبان تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے والا یہ محسوس کرے گا کہ آزادئ ہند سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد مسلم لڑکیوں کی علیحدہ تعلیم وتربیت کا کوئی خاص انتظام ہندوستان میں تھا۔ چنانچہ جس اللہ کے نیک ومخلص بندے نے اس کے لئے منظّم پلان کے تحت پہل کی اور سب سے پہلے میدان عمل میں آئے وہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے درجنوں عظیم الشان نسواں تعلیمی ادارے کھولے۔ ان اداروں کی متخرجات وفاضلات آج ہندو بیرون ہند کو اپنا فیض پہنچارہی ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں دینی تعلیم کے نصاب کے اندر عصری علوم کو داخل کر کے اس کے فوائد ومضرات کا سب سے پہلا اور انتہائی کامیاب تجربہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ ہی نے کیا۔ قلم کے رو میں بہک نہ جاؤں اور مجھ سے اس حقیت کا اعتراف فوت نہ ہو جائے کہ ہندوستان کی سرزمین میں مساجد بنانے وبنوانے اور مساجد کے لئے فنڈ کی فراہمی، تعمیر مساجد کے بعد ان میں ائمہ ودعاۃ کی تقرری کا منصوبہ سب سے پہلے آپ ہی نے پیش کیا اور اس پر عمل کر کے دکھلا بھی دیا، چنانچہ آج ہندوستان کے شمال وجنوب میں چار سو سے زائد عظیم الشان، وسیع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعریض اورنہایت پختہ مسجدیں (جن میں وضوخانے، مکاتب، لائبریروں کے علاوہ علیحدہ طور پر خواتین اسلام کے لئے بھی پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کا انتظام ہے) جوآپ کے ذریعہ سے بنی ہیں، وہ اس بات کی گواہی پیش کرتی ہیں کہ مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کی ذات وشخصیت ہمہ گیر وہمہ جہت تھی۔ بقول استاذ گرامی قدر حضرت مولانا اصغرعلی امام مہدی السّلفی رحفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند):

''مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے جو خدمات جماعت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے تن تنہا انجام دی ہیں، دوسری ظاہری چمک دمک پیش کرنے والی جماعتیں اپنے وجود وقیام سے تاحال ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہی ہیں''۔

جنہوں نے بھی حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کو دیکھا ہے اور نہایت اخلاص کے ساتھ ان کی شخصیت کو پڑھا ہے، وہ ضرور اس بات کا کھلے لفظوں میں اعتراف کریں گے کہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے ۱۹۸۰ء میں ''ادارہ اصلاح المساجد'' قائم فرمایا اور نہایت قلیل مدت میں اس ادارہ کے اہداف ومقاصد بروئے کار لاکر دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ مولانا رحمہ اللہ گرچہ سرزمین ''مئو'' میں پیدا ہوئے اور تعلیم وتربیت کی تحصیل سے فراغت حاصل کرکے دعوت وعمل کا آغاز شہر کولکاتا سے فرمایا مگر اپنی عملی زندگی کا بیشتر حصہ صوبۂ مہاراشٹر میں گزارا اور وہیں سے ہندوستان کے تمام ہی خطوں کو اپنا فیض پہونچایا۔ اسی لئے میں نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ ان کی عملی زندگی کے نقوش وادی کشمیر سے کنیا کماری تک اور سرزمین پنجاب سے بنگال کی کھاڑی تک نظر آتے ہیں۔

ہندوستان کے جن صوبوں اور خطوں کو ان کی شخصیت سے فائدہ پہنچا ہے، ان میں صوبۂ جھارکھنڈ بھی ہے، صوبۂ جھارکھنڈ میں یوں تو گنتی کے حساب سے لاتعداد مدارس وجامعات ہیں مگر نسواں تعلیمی معیاری اداروں سے پورا صوبہ بالکل خالی ہے ماضی میں لڑکیوں کی تعلیم وتربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں تھی، کچھ جید وجدید فارغین مدارس وجامعات جب تحصیل علوم وفنون کے بعد گھر آئے اور ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے لئے فارغات وفاضلات لڑکیوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی اور سینکڑوں کی تعداد میں لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا شروع کیا۔ سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ جہاں کی فاضلات وفارغات اس وقت صوبۂ جھارکھنڈ میں پائی جاتی ہیں اور تعلیم وتربیت کے مجال اور تدریس ودعوت کے میدان کو سنبھالے ہوئی ہیں، وہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کے ادارے ''کلیہ فاطمۃ الزہرا الاِسلامیہ لتعلیم البنات'' اور ''کلیہ عائشہ صدیقہ''، منصورہ، مالیگاؤں ہیں۔

قدیم مدارس وجامعات کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ قدیم زمانے میں جو تعلیمی مراکز قائم تھے ان میں سب سے زیادہ اہمیت مساجد کو حاصل تھی۔ واضح رہے کہ آج بھی مساجد کی یہ اہمیت وفضیلت باقی ہے، صوبۂ جھارکھنڈ میں مولانا رحمہ اللہ نے پانچ مسجدیں بنوائی ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک عظیم تعلیم گاہ اور دعوتی سنٹر ہے۔ ایک وسیع وعریض نہایت پختہ وعالی شان مسجد آپ نے جھارکھنڈ کے معروف شہر ''ٹاٹانگر جمشید پور'' کے محلّہ ذاکرنگر میں بنوائی ہے جہاں پر باغیرت وباحمیت ومخلص جماعتی احباب واخوان رہتے ہیں۔ یہ مسجد ایک عظیم دعوتی سنٹر اور تربیت گاہ ہے۔

دوسری مسجد انہوں نے جھارکھنڈ کی راجدھانی ''رانچی'' کے محلّہ کربلا ٹینک روڈ میں بنوائی ہے جس کی اہمیت وافادیت کو بیان کرنے سے میرا قلم قاصر ہے کہ شہر رانچی میں جتنی خدمات رانچی پاگل شفاخانے کو طبی میدان میں اور رانچی یونیورسٹی، رانچی کو تعلیم کی راہ میں نہیں اس سے کہیں زیادہ خدمات جامع مسجد اہلحدیث کربلا ٹینک روڈ کی تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کی راہ میں ہیں۔ گویا یہ جامع مسجد کسی عظیم یونیورسٹی سے کم نہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ جس علاقہ میں بھی مسجد بنواتے تھے تو مسجد کے تعمیری اخراجات کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے تھے، البتہ صاحب خطہ وقریہ اور علاقہ کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ مسجد کے لئے زمین کی فراہمی کرے۔ مگر صوبۂ جھارکھنڈ کی اصلاح وتعمیر اور دعوتی کاز کو تحریک دینے کا جذبہ آپ کے اندر کس قدر موجزن تھا کہ جب اہالیان رانچی اور افراد جماعت رانچی نے یہ کہا کہ مولانا ہم لوگوں کے پاس زمین خریدنے کی استطاعت نہیں، لہٰذا اس کی بھی ذمہ داری آپ ہی کو قبول کرنی ہوگی تو انہوں نے اس گزارش کو بھی قبول کرلیا اور زمین خرید کر نہایت عالیشان دومنزلہ مسجد تعمیر کروائی جو جماعت اہلحدیث جھارکھنڈ کی شان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری مسجد آپ نے ضلع سنتھال پرگنہ، جھارکھنڈ کی مشہور و معروف بستی ''بوریو'' میں بنوائی ہے اور چوتھی مسجد ضلع ''صاحب گنج'' کی معروف بستی ''دلالپور'' میں۔ واضح رہے کہ دلال پور میں آزادی و تقسیم ہند سے پہلے ہی سے نہایت عظیم ادارہ ''جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ'' قائم ہے جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ فائدہ سے یہ بات بھی خالی نہیں کہ دلال پور بستی تحریک شہیدین سے وابستہ حضرات کے لئے اس علاقہ کا مرکز رہ چکی ہے اس مہتم بالشان بستی میں ایک عظیم جامع مسجد کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی تھی اور جس کی تعمیر و تکمیل وہاں کے باشندوں سے نہیں ہو پا رہی تھی، جب حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کو اس بات کا علم ہوا تو صوبۂ مہاراشٹر سے اس کی جانب توجہ فرمائی اور اتنی شاندار مسجد کی تعمیر کروائی کہ تحریک شہیدین کا دور وزمانہ (جس زمانہ میں اس بستی سے دعوت و تبلیغ کی نشر و اشاعت کا زبردست کام ہوا ہے) یاد دلاتی ہے۔ کیوں کہ اس وقت جب صوبۂ جھارکھنڈ میں عموماً اور صاحب گنج ضلع میں خصوصاً غریب طبقہ کے مسلمان روٹی، کپڑا اور مکان کے لالچ میں تبدیلی مذہب کر کے عیسائیت کو گلے لگا رہے ہیں، یہ مسجد مسلمانوں میں عقیدۂ توحید کی نشر و اشاعت کرنے اور تبدیلیٔ مذہب سے ان کو محفوظ رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

ضلع ''جامتاڑا'' جھارکھنڈ میں ایک معروف بستی ''پوکھریا'' ہے اس بستی میں جماعت اہل حدیث کے افراد زمانۂ قدیم سے بستے ہیں۔ یہاں پر پہلے سے ایک مسجد تو تھی، مگر بوسیدہ حالت میں ہوگئی تھی، جس کی اصلاح و تجدید اور پختہ تعمیر کی ضرورت تھی، مولانا ندوی رحمہ اللہ کی خدمت میں اس کی جانکاری دی گئی تو فوراً اس کی تجدید و تعمیر نو کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوگئے، اور نہایت قلیل مدت میں اس قدیم مسجد کو نہایت عالیشان مسجد میں تبدیل کروا دیا۔

یہ اور اس نوع کی آپ کی گراں قدر خدمات صوبۂ جھارکھنڈ میں کثیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی ان خدمات کے عوض اجر جزیل عطا فرمائے، آمین!!

ہندوستان کی تاریخ اہل حدیث گواہ ہے کہ جماعت کے فروغ و استحکام کے باب میں صوبۂ جھارکھنڈ بالخصوص سنتھال پرگنہ، صاحب گنج، مدھوپور، گریڈیہہ، جامتاڑا اور پاکوڑ اضلاع کے اہل حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔اسی طرح تحریک شہیدین کی تاریخ شاہد عدل ہے کہ اس جماعت سے وابستہ دعاۃ ومجاہدین کو سب سے زیادہ مالی ومعنوی اور جسمانی تعاون جھارکھنڈ کے اس علاقے سے ملا ہے، جس پر زمانۂ قدیم میں بنگال کا اطلاق ہوتا تھا۔اس اعتبار سے جھارکھنڈ کے ان خطوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔شاید اسی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ذمہ داران مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد کے لئے جھارکھنڈ کے ضلع پاکوڑ کا انتخاب فرمایا تھا۔حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے جسمانی ضعف وکمزوری اور سفر کی صعوبتوں ومشقتوں کے باوجود اپنے دو بیٹوں اکرم مختار اور ارشد مختار کے ساتھ اس میں شرکت فرمائی تھی، تاکہ ماضی کی طرح اس مبارک موقع پر بھی جھارکھنڈ کے مسلمان آپ کی ذات گرامی قدر اور ہمہ گیر شخصیت سے مستفید ہوسکیں۔کانفرنس کے دوسرے دن کی رات کی نشست میں آپ نے نہایت بلیغ خطاب فرمایا تھا، جس میں نوجوانوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائی تھیں، مسلمانوں کو ان کے وجود کا مقصد بتلایا تھا اور ملت وجماعت کی بہی خواہی وترقی کے لئے افراد جماعت کو ہر نوع کا تعاون پیش کرنے کی اپیل کی تھی۔میں اسٹیج پر موجود تھا اور مولانا رحمہ اللہ کی ایک ایک بات کو اپنے ذہن ودماغ میں جگہ دے رہا تھا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنے خطاب کو ختم کیا۔مجھے لگا کہ صرف چند منٹوں کا خطاب ہوا ہے، جب کہ تقریباً ایک گھنٹے کا خطاب ہو چکا تھا سننے اور استفادہ کی چاہت وخواہش ابھی دل میں باقی رہ گئی تھی، مگر جب مولانا سے قریب ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ نقاہت وکمزوری کے سبب پسینے میں ڈوب گئے ہیں اور تیز تیز سانسیں چلنے لگی ہیں، فوراً آپ کو کرسی پر بٹھایا گیا اور خوب ہوا پہنچائی گئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا رحمہ اللہ کی لغزشوں کو درگزر فرمائے، حسنات کو قبول کرے، اعلیٰ علیین میں ان کو جگہ عطا فرمائے اور انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے ساتھ ان کا حشر فرمائے!!۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۷)۔ علامہ مصلح الدین اعظمی رحمہ اللہ

خطہ جھارکھنڈ کو دعوت و تعلیم، بحث و تحقیق، مباحثہ و مناظرہ، اور تقریر و تحریر سے جن علمائے کبار، مدرسینِ عظام، اور حدیث و تفسیر کے اساتذہ و معلمین نے بہت زیادہ فیض پہنچایا ہے، ان میں ایک بڑا نام علامہ مصلح الدین اعظمی (سابق شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور، جھارکھنڈ، و جامعہ سلفیہ، مرکزی دارالعلوم، بنارس) رحمہ اللہ کا ہے۔

علامہ مصلح الدین اعظمی ضلع ''اعظم گڑھ''، اترپردیش کے معروف مقام ''جیراجپور'' کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے علاقے کے مدارس و معاہد میں حاصل کرنے کے بعد جماعتِ اہل حدیث کے قدیم ترین ادارہ ''دارالعلوم، احمدیہ سلفیہ''، دربھنگہ میں داخلہ لیا، اور وقت کے نابغہ روزگار علماء وافاضل اور ماہرین علوم وفنون جیسے مولانا علی اصغر چھپروی، مولانا عبدالغفور جیراجپوری، مولانا محمد اسحاق آروی، اور مولانا محمد عثمان ازہری رحمہم اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے مختلف علوم وفنون اور مروج تعلیم و تربیت کی تحصیل کی، اور ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں فراغت حاصل کی۔ آپ کے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے ساتھیوں میں ایک سے بڑھ کر ایک اہل علم تھے، جن میں سے ایک مولانا شمس الحق سلفی، بہاری (شیخ الحدیث) رحمہ اللہ بھی تھے۔ مولانا عزیر شمس سلفی بن مولانا شمس الحق سلفی اپنے والد بزرگوار کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ''فارغین کی تعداد اس سال سات افراد پر مشتمل تھی، جنہیں ان کی علمی صلاحیت اور قابلیت کی بناء پر آج تک ''سبعہ سیارہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مرحوم (مولانا شمس الحق سلفی) کے علاوہ ان کے ساتھیوں میں ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی، مولانا مصلح الدین جیراجپوری، مولانا عبدالخالق (راج شاہی)، مولانا عبدالودود گیاوی، مولوی محمد زکریا دربھنگوی، قاری عرفان دمکاوی شامل تھے''۔ [ماہنامہ محدث، بنارس، اکتوبر ۱۹۸۷ء]

مسلم اہل حدیث گزٹ، دہلی (جنوری ۱۹۳۷ء) میں فارغین کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے، اس میں بعض ناموں کے ساتھ جگہ کی نسبت میں اوپر کے اقتباس سے مختلف ہے، اس میں نام یوں درج ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی حافظ عبدالحفیظ گیاوی، مولوی حافظ محمد مصلح الدین اعظم گڑھی، مولوی محمد شمس الحق دربھنگوی، مولوی عبدالخالق راجشاہی، مولوی عبدالودود گیاوی، مولوی محمد زکریا دربھنگوی، مولوی محمد عرفان مرشد آبادی''۔

علامہ مصلح الدین اعظمی نے جھارکھنڈ کے ضلع ''صاحب گنج'' میں قائم ادارہ ''جامعہ اسلامیہ سلفیہ''، عبداللہ پور میں تیس سے بھی زیادہ سالوں تک تدریسی وتربیتی، دعوتی وتصنیفی، اور تردیدی ودفاعی خدمات سرانجام دیں، اور منکرین حدیث، بریلوی، دیوبندی، قادیانی، عیسائی اور دیگر لوگوں سے مناظرہ ومباحثہ کیا، اور احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ آگے بڑھ کر انجام دیا۔ جامعہ اسلامیہ سلفیہ کی تاسیس ۱۹۴۰ء میں مولانا شمس الہدیٰ رحمہ اللہ کے ہاتھوں عمل میں آئی، جب کہ علامہ مصلح الدین کی فراغت ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ اس بیچ انہوں نے کہاں کہاں خدمات انجام دیں، تحقیق طلب ہے۔ البتہ جب وہ جھارکھنڈ کے ایک ایسے علاقے میں آئے، جہاں عیسائی مشنریاں خوب متحرک تھیں، اور اقتصادی اعتبار سے کمزور مسلمان اور خاص طور سے آدی واسی قبائل عیسائی تبلیغوں سے متاثر ہوکر عیسائیت قبول کر رہے تھے۔ قادیانی اور منکرین حدیث بھی متحرک وسرگرداں تھے۔ الحاد، کیونزم اور دیگر نظریات کی بھی خوب خوب تبلیغ ہورہی تھی۔ ایسے ماحول میں آپ نے جھارکھنڈ میں آکر جو مہتم بالشان فرائض انجام دیئے ہیں، وہ ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے ہر ایک سے مناظرہ ومباحثہ کیا۔ غلط عقائد ونظریات کی تردید میں علاقے کی مختلف زبانوں میں کتابچے اور پمفلٹس لکھے۔ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور کے تعارف میں مولانا منظور الحق (مدرسِ جامعہ) کی رپورٹ کی روشنی میں ہمارے ''صحیح مسلم'' جلد دوم کے استاذِ گرامی قدر مولانا عزیز الرحمٰن سلفی رحفظہ اللہ اپنی کتاب ''جماعتِ اہل حدیث کی تدریسی کتاب'' میں لکھتے ہیں کہ ''اس مدرسہ کے شیخ الحدیث عرصہ تک مولانا حافظ مصلح الدین صاحب رحمہ اللہ تھے، اور انہی کی سرکردگی میں تبلیغ کا کام بڑی تندہی سے ہوتا تھا۔ اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کیا جاتا تھا اور دینی اشتہارات، کتابچوں سے اشاعتِ اسلام کی پوری کوشش کی جاتی تھی، تبلیغ کے سلسلے میں مدرسہ ہذا نے قابل قدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ مختلف مذاہب مثلاً عیسائیت، قادیانیت، ہندومت، الحاد، کمیونزم ودیگر نظریات کی تردید، اور اسلام پر کیئے گئے حملوں کے جواب کے سلسلے میں یہاں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف موضوعات پر اردو، ہندی، بنگلہ میں مسلسل ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات اور کتابچے شائع ہوئے ،جن کا اچھا خاصا اثر رہا''۔[جماعتِ اہل حدیث کی تدریسی کتاب:۱۱۰]

اس اقتباس میں مذکور سرگرمیوں کا قائد، بلکہ تمام تر سرگرمیاں انجام دینے والے کوئی اور نہیں، علامہ مصلح الدین اعظمی ہی تھے۔مولانا عبدالعزیز حقانی (شیخ الحدیث، جامعہ اصلاح المومنین، برہیٹ) رقمطراز ہیں کہ ''یہاں کے علماء نے آج تک کوئی رسالہ یا کتابچے وغیرہ تصنیف نہیں کیے، البتہ قریبی نشیبی علاقہ میں جامعہ سلفیہ، عبداللہ پور کے شیخ الحدیث مولانا مصلح الدین رحمہ اللہ نے مختلف موضوع پر کتابچے لکھے اور مفت تقسیم کئے اور آج بھی تقسیم ہو رہے ہیں''۔[ماہنامہ محدث، بنارس، مارچ ۱۹۹۳ء]

اسی طرح علاقے کی دعوتی صورت حال اور مولانا مصلح الدین اعظمی اور دیگر دعاۃ ومبلغین کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے حقانی صاحب یوں لکھتے ہیں کہ ''اسی طرح ہمارے علاقے میں ''جھانا گڑیا'' ہے۔مولانا عبدالحنان، مولانا مصلح الدین، حاجی امام الدین، اور مولانا عفان رحمہم اللہ کی محنتوں سے کافی حد تک اس گاؤں کی اصلاح ہوگئی ہے۔معرفتِ عقیدہ کے لوگ نہیں کے برابر ہیں۔ مولانا مصلح الدین اور حاجی امام الدین نے ''جھانا گڑیا''، اور اس کے اردگرد کے درجنوں گاؤں میں اصلاح وتبلیغ کا کام کیا۔اس کے لئے مولانا مصلح الدین اور حاجی امام الدین نے کئی میلوں تک پیدل سفر کیا، اور دعوت بالکتاب والسنہ کا فریضہ ادا کیا۔آج اسی کا نتیجہ ہے کہ اس علاقے سے شرک وبدعت کا خاتمہ ہو رہا ہے اور کثیر تعداد میں علمائے کرام تیار ہو رہے ہیں۔چنانچہ مولانا علی حسین سلفی (مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس)، مولانا نظام الدین سلفی (صدر مدرس، شنکر پور، بنگال)، مولانا علی حسین مفتاحی (مدرس گوراپاڑ، مرشدآباد)، مولانا عبداللطیف سلفی (مدرس مدرسہ غازی نگر، مرشدآباد) وغیرہم قابلِ ذکر ہیں''۔[حوالہ مذکور]

علامہ مصلح الدین اعظمی کی شخصیت واقعی جھارکھنڈ کے لئے ایک بیش بہا نعمت الٰہی سے کم نہ تھی۔ آپ نے دیارِ غیر میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، وہ یہاں کے باشندوں سے بھی نہیں ہو سکے۔ ضرورت ہے کہ آپ کی خدمات وکارناموں کی جستجو کی جائے اور صفحہ قرطاس پر لانے کی کوشش کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔تاکہ آنے والی نسلوں کو عمل وکار کے میدان میں اس سے رہنمائی اور روشنی حاصل ہو۔

آپ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور کے شیخ الحدیث اور سینئر استاذ تھے۔آپ چاہتے تو جامعہ کے صحن میں آرام سے بیٹھ کر زندگی گزار سکتے تھے، مگر آپ نے آرام پر آبلہ پائی کو ترجیح دی، اور جھارکھنڈ کے نزدیک ودور کے پر مشقت اسفار کر کے دعوتی مشن کو عام کیا۔ مجھے بزرگ عالمِ دین مولانا محمد طالوت محمدی رحفظہ اللہ کی فائل سے ایک اشتہار ملا، جس میں آپ کا نام دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ آپ گونا گوں مصروفیات کے باوجود دعوتی سفر کر کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے تھے اور تقریریں کرتے تھے۔ موضع ''نیاڈیہہ''، ضلع دیوگھر میں ۱۶ر مئی ۱۹۷۶ء، اتوار کو ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا تھا، جس میں مقررین میں مناظرہ اسلام مولانا عبدالمبین منظر (سمرا، بستی) رحمہ اللہ کے علاوہ آپ نے بھی شرکت کی تھی، اشتہار میں آپ کا نام یوں لکھا گیا ہے: ''مجاہدِ ملت جناب حضرت مولانا ڈاکٹر مصلح الدین صاحب عبداللہ پور، سنتھال پرگنہ''۔

موجودہ زمانے میں جب کوئی اچھا عالم کسی ادارہ میں ہوتا ہے، تو اس کی کوشش (سازش) ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر صلاحیت وعلم کا مالک کوئی دوسرا عالم وہاں نہ آسکے اور نہ ہی ٹکے۔تاکہ اس کی چودھراہٹ تادیر باقی رہے۔اس کے لئے وہ کسی بھی حد تک جاکر مکروفریب انجام دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔اس طرح کے سلوک سے امام البانی رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ جیسی جگہ میں دوچار ہو چکے ہیں۔اس کے برعکس، وہ عالم اگر اس ادارہ میں باصلاحیت لوگوں کو لانے کی کوشش کرے، تو وہ کتنا عظیم ہوگا۔علامہ مصلح الدین اعظمی رحمہ اللہ اسی ثانی ذکر قسم کے اہل علم تھے۔آپ نے جامعہ اسلامیہ سلفیہ میں تدریسی خدمات میں مامور ہونے کے زمانے میں جھارکھنڈ کے ایک قابل ترین عالم مولانا عبدالعزیز حقانی کو یہاں تدریسی ودعوتی خدمات انجام دینے کے لئے مدعو کیا۔حقانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''میری ملاقات ایک بار مناظر اسلام، شیخ الحدیث علامہ مصلح الدین اعظمی رحمہ اللہ سے ہوئی۔دوران گفتگو انہیں لگا کہ میں ایک قابل آدمی ہوں اور مختلف علوم وفنون میں مجھے مہارت تامہ حاصل ہے۔اس لئے انہوں نے باصرار مجھے جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور میں تدریسی ودعوتی خدمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انجام دینے کے لئے مدعو کیا۔ میں ان کی درخواست کو ٹال نہ سکا، اور ان کی طلب پر یہاں بحیثیت مدرس ومبلغ بحال ہو گیا، اور مسلسل چار سالوں تک درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا''۔ [حیاۃ الشیخ عبدالعزیز الحقانی وخدماتہ (مقالہ، قلمی نسخہ، موجود سنٹرل لائبریری، جامعہ امام ابن تیمیہ) ۳۲/]

ابھی آپ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور، جھارکھنڈ میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دے ہی رہے تھے کہ ۱۹۸۱ء میں مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی فرائض انجام دینے کے لئے مدعو کئے گئے۔ جامعہ میں آپ کا تقرر ۱۰/ اگست ۱۹۸۱ء کو ہوا، اور بہت جلد نومبر ۱۹۸۱ء میں آپ کا یہ تدریسی دور ختم ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۹/ دسمبر ۱۹۸۱ء کو ہوئی۔

آپ نے دو درجن کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں اردو، ہندی اور عربی میں لکھیں، بعض کتابوں کا بنگلہ میں بھی ترجمہ ہوا۔ اکثر کتابیں اور بیشتر مقالات آپ نے جامعہ اسلامیہ سلفیہ میں کام کرنے کے دوران لکھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر آدمی کام کرنا چاہے تو وسائل سے محروم اور سہولیات سے دور جگہوں میں بھی بیٹھ کر آرام سے کام کر سکتا ہے۔ میرے ''مشکوۃ المصابیح'' جلد دوم کے استاذِ محترم مولانا محمد مستقیم سلفی/ حفظہ اللہ نے ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' نامی جماعتی تصنیفی کاموں کے انسائیکلو پیڈیا میں آپ کی جن کتابوں کا تعارف کرایا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعات کا شرعی آپریشن، (۲) تحفہ شریعت، (۳) بریلویت کا علمی، عقلی، تاریخی اور شرعی اکسرے، (۴) بریلویت کی خانہ تلاشی، (۵) اصول تبلیغ، (۶) موجودہ عیسائیت، (۷) مقدس بائبل اور اس کی تعلیمات، (۸) یسوع مسیح، (۹) **الكتاب المقدس وتعاليمه في ضوء القرآن المجيد والعقل**، (۱۰) بابا گرونانک کی قیمتی اور روشن تعلیمات، (۱۱) اختلاف امت کے اسباب اور ان کا صحیح حل، (۱۲) خدا کا بھیجا ہوا دھرم ایک ہی ہو سکتا ہے [ہندی]، (۱۳) دھرم کا چھپانا مہا پاپ ہے [ہندی]، (۱۴) ختم نبوت کی حقیقت: عقل ونقل کی کسوٹی پر، (۱۵) مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عقائد، دعاوی اور تصنیفات کے آئینے میں، (۱۶) مدلل جواب، (۱۷) دجال موعود، (۱۸) مرزا بشیر احمد قادیانی کی کتاب ''علم نبوت'' پر، (۱۹) کمیونزم اور اسلام، (۲۰) **مقترحات هامة حول الدعوة الاسلامية**۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر کتاب کے نام سے موضوع اور اس کی افادیت واضح ہے۔ آپ کا ایک مقالہ جامعہ سلفیہ، بنارس کے عربی مجلّہ "مجلة الجامعة السلفية" کے کسی شمارہ میں شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے خطہ سنتھال پرگنہ (جھارکھنڈ) کا جغرافیائی وزمینی نقشہ کھینچا ہے، مذہبی اعتبار سے یہاں کی آبادی کا حال اور پادریوں سے ہوئے مناظروں اور مباحثوں کی روداد قلم بند کی ہے۔ یہ شمارہ جامعہ امام ابن تیمیہ کی لائبریری میں نہ ہونے کی وجہ سے اس خاکہ کی تیاری میں اس سے مدد نہ لی جاسکی۔

اللہ جل شانہ آپ کی ہمہ جہت خدمات اور جہود ومساعی کو قبول فرمائے اور جنت بریں میں داخل کرے، آمین!!

❁❁❁

(۲۸)۔ استاذِ کبیر علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

استاذ محترم ازہری صاحب رحمہ اللہ کا تعلق علم وفن اور صنعت وحرفت کے معروف ومشہور شہر "مئوناتھ بھنجن" سے تھا۔ آپ کی ولادت ۸/اگست ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ آپ کا خاندان شروع سے علم وفضل، زہد وورع اور خلوص وللّٰہیت میں مشہور ومعروف رہا ہے۔ آپ کے والد محترم جناب محمد یاسین رحمہ اللہ اہل علم کی خدمت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سرزمین مئو میں منعقدہ ایک آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے مئو اسٹیشن پر اترے تو ہاتھ سے کھینچے جانے والے "ٹھیلے" پر ان کو بٹھا کر انہوں نے اور مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کے والد نے جلسہ گاہ تک پہنچایا تھا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ عالیہ عربیہ، مئو میں ہوئی۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ "جامعہ عالیہ عربیہ میرا مادر علمی ہے۔ میری تعلیمی زندگی کی بسم اللہ یہیں ہوئی ہے۔ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حفظ قرآن یہیں شروع کیا تھا، لیکن اس کا اختتام کہیں اور ہوا، پھر میں نے فارسی کا مقررہ نصاب اور عربی کے چار درجات اسی ادارہ میں مکمل کیئے۔

بلاد بها نيطت عليّ تمائمي

وأول أرض مس جلدي ترابها

[عالیہ جنتری ۱۰۔ ۲۰۰۹ء /۱۲]

جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو اور جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو میں بھی آپ نے تعلیم پائی، البتہ فراغت کی سند آپ نے جامعہ اثریہ دارالحدیث سے ۱۹۶۱ء میں حاصل کی۔ الٰہ آباد (یو. پی) بورڈ سے آپ نے مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات اچھے نمبرات سے پاس کیئے۔ آپ ایک ذہین وفطین، لائق وہونہار طالب علم تھے۔ علمی وادبی ذوق سے بھی سرفراز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں آپ اپنے اساتذہ کے محبوب ومنظور نظر رہے۔ جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ فیض عام کے ذمہ داروں نے آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کو بھانپ کر آپ کو جامعہ کی تدریسی ٹیم میں شامل کرلیا۔ دوسال تک آپ پوری محنت ولگن سے تدریسی فریضہ انجام دیتے رہے، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپ آگے چل کر علوم وفنون، عربی زبان وادب، کتاب وسنت، جماعت وجمعیت اور قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مزید تعلیم حاصل کرنے کی راہ ہموار کردی۔ آپ اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۹۶۳ء میں دنیا کی مشہور ومعروف یونیورسٹی "جامعہ ازہر" مصر کے تعلیمی وظیفہ پر قاہرہ چلے گئے۔ وہاں أصول الدین فیکلٹی میں داخلہ لے کر ماجستیر (M.A) کیا۔ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد قاہرہ ریڈیو کے شعبہ اردو میں دوسال تک مترجم اور اناؤنسر کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں آپ ہندوستان واپس آگئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ جماعت اہلحدیث کے مخلص اکابر علماء کے ہاتھوں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس کی ابھی ابھی بنیاد رکھی گئی تھی، اور اس کے لئے لائق وفائق اساتذہ کی تلاش وجستجو جاری تھی۔ اس نوخیز ادارہ کے ذمہ داروں نے اس گوہر نایاب کو پہچان لیا، اور آپ کی خدمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرلیں۔آپ جامعہ سلفیہ، بنارس کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں سے جڑ گئے۔

کچھ دنوں کے بعد جامعہ سلفیہ، بنارس میں ملازمت اور تدریسی فریضہ انجام دینے کے ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ عربی میں ریسرچ کے لئے داخلہ لیا اور ۱۹۷۲ء میں ایم فل (M.Phil) کیا، پھر ۱۹۷۵ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مایہ ناز علمی وادبی شخصیات سے کسب فیض کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور سے جامعہ سلفیہ، بنارس کی تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور انتظامی ذمہ داریوں کے حوالہ کردیا۔ جب کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرلینے کے بعد مختلف سرکاری وغیرسرکاری، ملکی وغیرملکی اداروں میں اعلیٰ واونچے مناصب کے لئے آپ کو بلایا جارہا تھا، مگر آپ نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کی خدمت وآبیاری کو ترجیح دی۔

میدان دعوت وعمل اور تدریس وتربیت میں قدم رکھنے کے بعد ابھی کچھ ہی ایام گذرے تھے کہ آپ نے علمی، دینی اور ادبی حلقوں میں اپنی ایک خاص پہچان اور ممتاز شناخت بنالی۔ آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آنے لگیں اور آپ مقبول خاص وعام ہونے لگے۔

يغوص البحر من طلب اللآلي
ويحظى بالسيادة والنوالي

۱۹۶۹ء کا زمانہ سلفیانِ ہند کے لئے بڑا قابل فخر گزرا ہے۔یہی وہ زمانہ ہے کہ اہلحدیثوں کا عربی نقیب وترجمان ماہنامہ "صوت الجامعة السلفية" (موجودہ" صوت الأمة") جاری ہوا۔اس کے اجراء کے اول دن سے ہی آپ اس کے ایڈیٹر بنائے گئے۔آپ کی ادارت میں نکلنے والا یہ مجلّہ روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا، اور کبھی بھی بند نہ ہوا۔آپ نے ہر شمارہ میں خوب لکھا۔آپ کی تحریروں کی ملک وبیرون ملک میں ایک خاص شناخت بن گئی۔آپ نے فکری مضامین اور اداریے لکھے، مگر منہج سلف سے موئے سر کے برابر بھی انحراف گوارہ نہ کیا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں کی بڑی شہرت ہوئی، علمی وادبی حلقوں نے اسے کافی سراہا اور دلچسپی سے پڑھا۔آپ کی تحریروں میں چاشنی اور قاری وسامع کے احساسات وجذبات کو متاثر کرنے کا وصف نمایاں ہوتا۔آپ کی ایک تحریر کی سرخی "زيارة أغضبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المتوھمین ودولة أذلت المسالمین" (جسے امریکہ سے واپسی پر آپ نے سپرد قلم کیا تھا) کی حلاوت وشیرینی سے آج بھی زبانیں تر ہیں۔

تصنیف وتالیف اور دینی علوم کی اشاعت وتعمیم کے لئے آپ نے عربی زبان کے علاوہ اردو زبان کو بھی منتخب کیا اور اردو ادب میں بھی آپ نے اپنی شناخت قائم کی۔ اردو ماہنامہ "محدث" کو ہمیشہ آپ نے اپنی گراں قدر اردو تحریروں سے مزین کیا۔ روزنامہ اردو اخبار "آواز ملک" بنارس میں برابر لکھا، نیز ملک کے بہت سارے مجلّات وجرائد میں آپ کے گراں قدر علمی وفکری مقالات ومضامین شائع ہوتے رہے۔

۱۹۸۷ء میں جامعہ سلفیہ، بنارس کی مجلس عاملہ نے آپ کو "وکیل الجامعۃ" (ریکٹر) کا باوقار عہدہ تفویض کیا۔ اس وقت سے آپ نے وفات تک ملک وبیرون ملک میں جامعہ سلفیہ کی مکمل وکامیاب نمائندگی کی۔ اس سے خوب خوب تعارف کرایا، اور جامعہ کی تعمیر وترقی کی راہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس عہدہ پر رہتے ہوئے انہوں نے عرب ممالک کے امراء وحکماء اور علماء کے نام جو خطوط لکھے ہیں، ان کو کتابی شکل میں ترتیب دے دی جائے تو کئی جلدوں میں علم وادب کا بہترین ذخیرہ بن جائے گا۔ ۲ر جولائی ۲۰۰۶ء کو آپ "رئیس الجامعہ" بنائے گئے۔ اس عہدہ پر رہ کر جامعہ کے تعمیری وتعلیمی وانتظامی امور کو اس قدر خوش اسلوبی وتندہی کے ساتھ انجام دیا کہ ۹ر اگست ۲۰۰۹ء کو مجلس منتظمہ نے دوبارہ آپ کو اس عہدہ پر بحال رکھا۔

آپ نے ملک وبیرون ملک بین الأقوامی علمی مجلسوں، اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان میں پیش کئے گئے مقالات کی کاپیاں جامعہ سلفیہ میں محفوظ ہوں گی۔ ترتیب دے کر شائع کئے جائیں تو علم وفن کی دنیا میں ایک عظیم اضافہ ہوگا۔ آپ کے علم وفن کی دنیا میں قدم رکھنے اور ملی وجماعتی خدمات کی ادائیگی کی راہ میں مصروف عمل ہونے کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے تین عالمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں:

- ۱۴، ۱۵، ۱۶ر اپریل ۱۹۹۵ء کو مئو میں۔
- ۱۳، ۱۴، ۱۵، مارچ ۲۰۰۴ء کو پاکوڑ میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔ اور ۱۸، ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو دہلی میں۔

ان تینوں کانفرنسوں میں جماعت وجمعیت اہلحدیث کے لوگوں نے مجلس استقبالیہ کی صدارت کی عظیم ذمہ داری آپ ہی کو سونپی۔ آپ نے ان کانفرنسوں کی کامیابی وکامرانی میں اہم رول ادا کیا اوراپنے بہترین خطبات استقبالیہ کے ذریعہ علماء وعوام دونوں طبقہ کے لوگوں کو جمعیت وجماعت سے جڑنے، عقیدۂ سلف پر گامزن رہنے اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی دعوت دی۔ ان کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے دیگر پروگراموں کو بھی آپ نے کامیاب کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ جامعہ سلفیہ، بنارس میں منعقد ہونے والی متعدد کانفرنسوں، اجتماعات، علمی سیمیناروں اورعرب مہمانوں کی تشریف آوری کے موقع سے منعقد استقبالیہ مجلسوں کے انتظام وانصرام میں آپ نے ہمیشہ گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔

بنارس ادیان وملل کا قدیم شہر ہے۔ وہاں غیر مسلموں کے پلیٹ فارم سے پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں اور ہر دین ودھرم کے مفکرین ودانشوران کو اپنے اپنے مذہب ودھرم کی نمائندگی کی دعوت دی جاتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ ان پروگراموں میں اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور مقالات پڑھے۔ عصری یونیورسیٹوں کی جانب سے بھی منعقد ہونے والے متعدد پروگراموں میں آپ کو دعوت ملتی رہی اور آپ نے ان میں اپنی شرکت کو یقینی بنا کر جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ اہل علم وعوام کو اپنی آراء وتجاویز سے مستفید کیا۔

جامعہ سلفیہ کی مسند تدریس پر آپ ابتداء سے تاوفات فائز رہے۔ آپ نے ہم لوگوں کو عربی ادب میں ''سبع المعلقات''، ''مختارات''، ''تاریخ ادب عربی'' اور ''تفسیر بیضاوی'' پڑھائی۔ آپ گوناگوں علمی، ملی وانتظامی امور کے ہجوم کو سنبھالنے کے باوجود ایک فرض شناس مدرس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ وقت پر کلاس میں موجود ہوجاتے اور گھنٹی کا پورا وقت افادہ وتدریس میں صرف کرتے۔ جب آپ کا بیرون ملک کا کوئی علمی ودعوتی سفر ہوتا تو قبل از سفر خارجی اوقات (بعد نماز مغرب) میں ان اسباق کو پڑھا دیتے، جن کے سفر کی وجہ سے نہ ہو پانے کا اندازہ ہوتا۔ تاکہ طلبہ کا کسی بھی طور پر علمی نقصان نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔طلبہ کی کردار سازی اور ان کی ذہنی وفکری تربیت کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہوا کرتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ کاموں کے انبار ہونے کے باوجود ''ندوۃ الطلبہ'' کے تحت منعقد ہونے والے ہفتہ واری تقریری پروگراموں کی آپ برابر صدارت کراتے اور توجیہات ونصائح مفیدہ سے طلبہ کو نوازتے تھے۔آپ کے ہزاروں شاگردان ملک و بیرون ملک میں میدان دعوت وتصنیف، تالیف وترجمہ اور درس وتدریس کے اونچے اونچے مقام پر فائز ہیں، اور بعض بڑے تعلیمی ودعوتی، تصنیفی وتالیفی اور رفاہی ادارے چلا رہے ہیں۔ان سب کے پیچھے دیگر اساتذہ کے بشمول آپ کی توجیہات کا اثر کارفرما رہا ہے۔

تصنیف وتالیف، تعریب وترجمہ اور انشاء پردازی ومضمون نگاری آپ کا خاص میدان تھا۔اس میدان کو آپ نے تشنہ نہیں چھوڑا۔عربی اور اردو دونوں زبان میں آپ کی تین درجن سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ ''صـــوت الأمة'' (عربی مجلّہ) کے اداریے، ماہنامہ ''محدث'' میں شائع شدہ مضامین اور ملک و بیرون ملک کے دیگر رسائل اور مجلّات میں شائع ہونے والے مقالات وانٹرویوزان کے علاوہ ہیں۔اہلحدیث مکتبہ ''الفہیم''، مئو نے آپ کے جملہ مقالات ومضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی پیش کش کی تھی۔آپ نے اس چیز کو قبول بھی کرلیا تھا اور عربی واردو کے مضامین کو ترتیب دینے کا سلسلہ شروع کردیا تھا، مگر شاید یہ کام آپ کی ذات سے لینا اللہ کو منظور نہ تھا کہ کام انجام پانے سے قبل ہی آپ کی وفات ہوگئی۔

آپ نے پوری زندگی جامعہ سلفیہ، بنارس کے شعبۂ تالیف وترجمہ ''ادارۃ البـــحـــوث الإسـلامية'' کے ڈائرکٹر کا فریضہ انجام دیا۔اس شعبہ سے شائع ہونے والی علمی وفکری، دعوتی وتحقیقی اور درسی ودعوتی کتابیں آپ کے عمدہ ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ان کتابوں میں ''عرض ناشر'' کے عنوان سے شائع شدہ آپ کی عربی واردو فکری تحریریں زبان وادب اور علم وفن کی شاہکار ہیں۔برصغیر ہند کے مختلف اہلحدیث مکتبات والے بعض کتابوں میں آپ سے ''تأثرات'' اور ''تقدیمات'' لکھواتے تھے۔مکتبہ الفہیم، مئو سے علامہ اسماعیل سلفی (گجرانوالہ) رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''تحریک آزادئ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی'' شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کا آپ نے گراں قدر مقدمہ پچپن صفحات پر مشتمل قلمبند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔آپ جب دہلی میں اسپتال میں زیر علاج تھے تو آپ کی خواہش تھی کہ کتاب چھپ گئی ہو تو اس کا ایک نسخہ اسپتال پہنچایا جائے۔کتاب چھپی نہیں تھی،اس وجہ سے آپ کی یہ خواہش پوری نہ کی جاسکی۔

عربی زبان وادب پر آپ کے کامل عبور نے ۱۹۹۲ء میں آپ کو صدر جمہوریہ ایوارڈ کا مستحق بنایا۔ اور''تاریخ ادب عربی'' (۵ر جلدیں) عربی زبان وادب کی تاریخ پر ایک شاہکار تصنیف قرار دی گئی۔

آپ کے تراجم وتصانیف میں رحمۃ للعالمین،**قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، مسألة حياة النبی، حرکة الإنطلاق الفکری، حقیقة الأدب ووظیفته فی ضوء تصریحات الأدباء والنقاد، مشکلة المسجدالبابری، الإسلام تشکیل جدید للحضارة**، خاتون اسلام، راہ حق کے تقاضے، رسالت کے سائے میں، آپ بیتی، عظمت رفتہ وغیرہ کتابیں بے حد مشہور ومتداول اور مقبول خاص وعام ہیں۔آپ کی خواہش تھی کہ''فتاویٰ شیخ الاِ سلام ابن تیمیہ'' کی تلخیص اردو زبان میں ''معارف ابن تیمیہ'' کے نام سے اور تحریک شہیدین کے جھود ومساعی کو سلفی نقطۂ نظر سے عربی زبان میں ہدیہ قارئین کریں۔مگر آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی کہ وقت موعود آ گیا۔

ہندوستان کے دینی وتعلیمی اداروں سے آپ کے تعلقات بڑے گہرے تھے۔جامعہ امام ابن تیمیہ،مدینۃ السلام، بہار جو سرزمین ہند کا ایک عظیم ادارہ ہے۔اس کو دیکھنے اور اس کے اساتذہ وطلبہ اور معلمات وطالبات سے ملنے، ان کو کچھ کہنے اور ان سے کچھ سننے کی شدید خواہش آپ کے اندر موجزن تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی تکمیل بھی فرمائی اور جامعہ امام ابن تیمیہ میں کھلنے والے عظیم ادارہ ''**المعهد العالی للتخصص فی التدریس والتربیة**'' کے افتتاحی پروگرام میں بحیثیت مہمان خصوصی مدعو کئے گئے۔ یہ پروگرام ۳۱ر جنوری ۲۰۰۹ء کو منعقد ہوا تھا، اور آپ کے نیز ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی (مؤسس ومشرف اعلیٰ، جامعہ امام ابن تیمیہ) وشیخ حفیظ الرحمٰن اعظمی (استاذ جامعہ دارالسلام،عمرآباد) کے ہاتھوں سے''المعهد العالی للتخصص فی التدریس والتربیة'' کا افتتاح عمل میں آیا تھا۔اس علمی وفکری ادارہ کو آپ جیسے تجربہ کار اور ماہرین فن اہل علم کے اشراف ونگرانی کی ضرورت تھی۔ آپ سے یہ درخواست کی گئی تو آپ نے پورے شرح صدر کے ساتھ نہ صرف اس کو قبول کیا، بلکہ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

آپ نے اس موقع پر علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی رحفظہ اللہ کی خدمات ومساعی کو خوب سراہا۔اس علم وفن کی بستی کو دیکھ کر بڑی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا اور نیک دعائیں دیں۔ یہاں کی جملہ نشاطات وسرگرمیوں کا معائنہ کرنے اور ان کے پیچھے علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی رحفظہ اللہ کی کارفرما محنتوں اور کاوشوں سے متاثر ہوکر جامعہ کے حق میں آپ نے دوصفحات پر مشتمل جوتأثرات عربی میں تحریر کئے۔وہ اس ادارہ کے تئیں آپ کے نیک جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''۳۱رجنوری ۲۰۰۹ء کو جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام میں ''المعھد العالی للتخصص فی التدریس والتربیۃ'' کی تقریب افتتاح کی مناسبت سے جامعہ کے مؤسس ورئیس عزت مآب ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی رحفظہ اللہ کی دعوت پر راقم الحروف کو اس کی زیارت کا موقع ملا۔ میں محترم ڈاکٹر صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے جامعہ کی زیارت کی دعوت دی۔اس زیارت نے میری ان خواہشات اور آرزوؤں کو عملی جامعہ پہنا دیا جو میرے دل میں اس وقت سے موجزن تھیں جب میں نے بغیر دیکھے ہی اس جامعہ کے بارے میں لکھا تھا۔لیکن آج جب کہ میں نے اپنی آنکھوں سے جامعہ کے کامیاب تعلیمی منصوبوں اور یہاں کے اساتذہ ومعلمات، طلبہ وطالبات کی سرگرمیوں کا نظارہ کیا تو مجھے ایک عجیب سی سرخوشی کا احساس ہوا،اور اس مرد مجاہد کی ہمت کی داد دینی پڑی جس نے نہ صرف اپنی زندگی جامعہ کے لئے وقف کر رکھی ہے، بلکہ اس کی تعمیر وتوسیع، اساتذہ کی ہمت افزائی اور طلبہ کی رہنمائی میں اپنا سب کچھ قربان کردیا ہے۔

جامعہ میری نظر میں ایک عظیم علمی ودعوتی تحریک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بابرکت تہذیبی مشن ہے جو نہ صرف صوبۂ بہار کی تعلیمی وتربیتی ضرورتوں کو پورا کررہا ہے، بلکہ اس کی روشنی پورے افق ہند پر پھیلتی جارہی ہے۔ میں اس جامعہ کے مؤسس ورئیس ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی رحفظہ اللہ کو بے تکلف اور پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں، جنہوں نے یہ عظیم علمی قلعہ قائم کیا، فرزندان ملت کو صحیح علم وعقیدہ کے حصول کے لئے یہ خوبصورت فضا عطا کی اور باحثین ودعاۃ کو علم اور دین کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادا کرنے پر ابھارا۔ کسی شاعر کا یہ شعر ان پر بجا طور پر صادق آتا ہے ؎

فأنت منار المکرمات وربها
وأعظم ساع للمعالی وراغب"

آپ سے ہمیشہ گوناگوں مسائل وامور متعلق ہوتے تھے، اس کے باوجود آپ نے ہندوستان کی مختلف جگہوں، خطوں اور علاقوں کے علاوہ سعودیہ عربیہ، کویت، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین، قاہرہ، انڈونیشیا، پاکستان، امریکہ اور لندن کے دعوتی، ملی وجماعتی دورے کئے۔ آپ کے یہ ملکی وغیر ملکی اسفار ودورے اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ضرور ہیں، مگر ان تمام اسفار ودوروں میں وہ دورے اور اسفار کچھ الگ ہی حیثیت ومقام کے حامل ہیں، جو آپ نے صوبۂ جھارکھنڈ اور اس کے مخصوص خطہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ کے کئے۔ کیونکہ زمانۂ طالب علمی اور فراغت کے بعد بھی آپ نے مسلسل سات سالوں تک اس خطہ کی معروف اہل حدیث بستی "ٹوپاٹانڑ" میں نماز تراویح پڑھائی اور درس قرآن وحدیث اور خطبۂ جمعہ دیا۔ اس مدت میں یہاں ان کو دعوت وتعلیم کی بڑی بڑی شخصیتوں کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ نیز اپنی علمی صلاحیت ولیاقت سے لوگوں کو مستفید فرمایا۔

ٹوپاٹانڑ بستی آپ پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور آپ جامعہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن میں زیر تعلیم تھے۔ کیونکہ اس ادارہ میں آپ نے تعلیم ۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۵ء پائی ہے۔ اس زمانے میں جامعہ عالیہ عربیہ میں موضع جگواڈیہہ (جو ٹوپاٹانڑ سے متصل ہے اور ان دنوں اس گاؤں کی بھی مسجد ٹوپاٹانڑ ہی میں ہوا کرتی تھی) کے مولانا عنایت اللہ صاحب زیر تعلیم تھے، جو ہم درس تو نہیں ایک دو کلاس آگے پیچھے تھے۔ ان سے اور مولانا احمد حسین ریاضی سے جو جامعہ اسلامیہ فیض عام میں زیر تعلیم تھے، اچھے مراسم اور گہرے ودوستانہ تعلقات قائم تھے۔ استاذ محترم علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کا اکثر اٹھنا بیٹھنا ان ہی جھارکھنڈی طلبہ کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور بوقت ضرورت روپے پیسے بھی لیا دیا کرتے تھے۔

مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ ٹوپاٹانڑ میں مقیم ومتوطن تھے۔ انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان طلبہ سے ایک کامیاب حافظ قرآن کو ٹوپا ٹانڑ کی جامع مسجد میں تراویح پڑھانے کے لئے مدعو کرنے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں کی کوشش سے آپ نے ۱۹۵۵ء میں ٹوپا ٹانڑ کی جامع مسجد میں نماز تراویح پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا جو مسلسل سات سالوں تک چلا اور جب آپ کی فراغت ۱۹۶۱ء میں جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئوناتھ بھنجن سے ہوئی تو اس سال بھی تراویح پڑھا کر اس سلسلہ کو منقطع کر دیا۔ سات سال کی مدت کوئی معمولی نہیں ہوتی۔ آپ اس بیچ آمد ورفت اور امامت کی وجہ سے بے تحاشا مشہور ومقبول ہو گئے۔ ٹوپا ٹانڑ اور اس کے آس پاس کے اہل حدیث گاؤں والوں کے بیچ ایک قابلِ تعظیم وتوقیر ''حافظ صاحب'' کے عرفی نام سے جانے جانے لگے۔ چھوٹے بڑے سب آپ سے مانوس ہو گئے۔

اس تحریر سے قارئین کو شاید تعجب ہو اور جستجو بھی کہ آخر کیا وجہ تھی کہ استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ نے جھارکھنڈ کے اس علاقہ میں مسلسل سات سالوں تک آنے جانے کا سلسلہ جاری رکھا اور دیگر بڑے بڑے شہروں ومقامات پر اس کو ترجیح دی۔ آپ ایک عظیم عربی واردو اسکالر، مفکر ودانشور اور مصنف وادیب فراغت کے بعد بنے۔ مگر اس قسم کی صفات آپ کے اندر فراغت سے پہلے بھی نمودار ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ ٹوپا ٹانڑ پہنچے تو انہوں نے یہاں چند ایسی چیزیں دیکھیں جو یکجا طور پر دوسری جگہوں پر بہت کم دیکھی جاتی ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر دنوں تک یہاں آنا جانا پسند فرمایا اور تا زندگی اس علاقہ کو محبوب رکھا اور اس کی بہتری چاہی۔

۞۔ ان دنوں ٹوپا ٹانڑ میں مولانا وحافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸ دسمبر ۱۹۶۰ء) موجود تھے۔ وہ صرف اس گاؤں کے نہیں بلکہ پورے علاقے کے سب سے بڑے داعی، عالم اور مشرف ومربی تھے۔ آپ ''بوڑھا مولوی صاحب'' سے آج بھی بڑی ہی عقیدت ومحبت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ایک جید اور باصلاحیت عالم دین تھے۔ پروقار شخصیت، بلند نگاہی، دوررسی، نکتہ سنجی، معاملہ فہمی اور سخن دلنوازی جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ آپ ریاست یوپی کے مشہور ومعروف گاؤں ''گنگوہ'' کے رہنے والے تھے، جہاں مشہور زمانہ حنفی عالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ گذرے ہیں۔ آپ تلاش ملازمت کی خاطر ضلع جامتاڑا کی معروف ومشہور اہل حدیث بستی ٹوپا ٹانڑ پہنچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہیں پر مقیم ہو گئے۔ آپ ایک حنفی عالم تھے، مگر ایک موقع پر علاقہ کے کامیاب داعی منشی نورالدین ننڈومہاشے کٹھڑابری رحمہ اللہ اور مدھوپور کے علمائے اہل حدیث سے آمین اور رفع الیدین کے مسئلے پر زبردست مناظرہ ہوا۔ دلائل کی رو سے گنگوہی رحمہ اللہ مناظرہ ہار گئے اور طے شدہ شرط کے مطابق اہل حدیث ہو گئے۔ اس کے بعد آپ پورے علاقے کی جماعت اہل حدیث کے مرجع اور ٹوپاٹانڑ گاؤں کے دینی وروحانی مرکز بن گئے۔ پورا علاقہ آپ کا ثنا خواں ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق آپ سے شرف ملاقات کے لئے آتے اور سلفیت واہلحدیثیت قبول کرتے تھے۔ آپ نے عقیدۂ سلف کی اشاعت، مسلک اہلحدیث کے فروغ اور تعلیم ودعوت کی اشاعت وتعلیم کی خاطر گیارہ (۱۱) ایکڑ پچپن (۵۵) ڈسمل زمین خرید کر وقف کر کے ۱۹۶۰ء میں ضلع گریڈیہہ کے گاؤں ٹرمنڈا (عابدنگر) اور ٹوپاٹانڑ میں ایک ہی نام "دارالفلاح" سے موسوم دو اداروں کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں اداروں نے تعلیم وتربیت اور دعوت اسلامی کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کو جناب گنگوہی رحمہ اللہ سے بہت کچھ سیکھنے، سمجھنے اور روشن مستقبل کی خطہ سازی میں مدد ملتی ہوگی، کہا جاتا ہے، بڑوں کی صحبت انسان کو بڑا بنا دیتی ہے۔

مولانا محمد خالد فیضی کہتے ہیں کہ "آپ ٹوپاٹانڑ میں حافظ ابوالفلاح عابد حسین مرحوم کے ساتھ نشست وبرخاست رکھتے تھے۔ حافظ ابوالفلاح علاقے میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، عدالتوں سے معاملات آپ کے یہاں فیصل کے لئے آتے تھے۔ وہ جلال وجمال اور متانت وسنجیدگی کے پیکر تھے۔ اس وقت علاقے میں ان کی طوطی بولتی تھی۔ پیرومرشد کی طرح قابلِ احترام اور قائد ورہنما کی طرح لائق اقتداء تھے۔ خدمت خلق ان کا کام تھا۔ اس کے لئے سیر وسفر فرماتے، حاجب ودربان رکھتے، مخبر ومشیر ہوتے، دربار لگتا، نشستیں ہوتیں، دعوتیں چلتیں۔ دربار کے ارکان میں ٹوپاٹانڑ، جگوا ڈیہہ، ڈابھا کیند، پہاڑپور، ہرلا وغیرہ کے چیدہ لوگ شامل ہوتے۔ ڈاکٹر حافظ ازہری صاحب نے رمضان المبارک کے دنوں میں اپنی ذات کو اس انجمن میں شامل کر کے ایک نئے اور ننھے رکن کا اضافہ کر دیا تھا۔ حافظ ازہری صاحب کی تربیت میں، مجرد حافظ ابوالفلاح صاحب کا اگر کہا جائے، کچھ نہ کچھ حصہ اور ہاتھ تھا تو بے جا نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ازہری صاحب کا جلالی انداز، پھنکاروں والی بے تکلف ادا شاید حافظ ابوالفلاح سے مستفاد ہو۔ ازہری صاحب جب تراویح پڑھا کر جاتے ہوں گے، تو ضرور ان کے ساتھ مراسلات ہوتے ہوں گے۔اس لئے کہ دونوں کے درمیان ایک رابطہ اور رشتہ تھا''۔

۞۔ دوسری اہم چیز یہ ہے کہ چھوٹا ناگپور وسنتھال پرگنہ کا یہ علاقہ ایک زمانے میں ''تحریک شہیدین'' اور ''تحریکِ مجاہدین'' کا ایک اہم مرکز ہوا کرتا تھا۔اس علاقہ کی چار اہم شخصیتیں (جی.او میاں جو موضع نرائن پور، ضلع دیوگھر کے رہنے والے تھے، ضمیر میاں، جو 'چورکٹا'، جگدیش پور کے باشندہ تھے، سبحانی میاں، جو لچھوڈیہہ، گریڈیہہ کے تھے، اور مولانا محمد یوسف شمسی گریڈوی) اس تحریک کے رکن رکین اور مخلص وفعال داعی ومبلغ تھیں۔ جی او، ضمیر اور سبحانی کی تگی بڑی مشہور ہے۔ان لوگوں نے تحریکِ شہیدین کے دور شباب میں تحریک کے لئے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ان تینوں کے متعلق ایک شعر زبان زد خاص وعام ہے، جو علاقہ کی مقامی زبان میں ہے کہ:

جی او، ضمیر اور سبحانی
تینوں کے انت کوئی نہ جانی

ضمیر میاں لنگڑے تھے اور گھوڑ سواری کے ماہر۔گھوڑے پر پورے علاقے کے دورے کرتے تھے۔لوگوں میں تحریک شہیدین کے تئیں جوش وعقیدت پیدا کرنے کے لئے بنگلہ زبان کی انقلابی کتابیں، جیسے زیتون بی بی، جنگِ علی، جنگ حمزہ، جنگِ خیبر، اور دلائل حشر وغیرہ مفت تقسیم کرتے تھے۔

ان لوگوں نے جماعت مجاہدین کے منتشر ہو جانے کے بعد اس علاقہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، وہ تاریخ ساز ہیں۔ان لوگوں کے کارناموں اور خدمات کو جن لوگوں نے سن رکھا تھا، ان لوگوں سے اور آخر الذکر مولانا محمد یوسف شمسی رحمہ اللہ کے معاصرین سے استاذ محترم ازہری رحمہ اللہ کی ٹوپاٹانڑ بستی میں ہمیشہ ملاقات ہوتی رہتی تھی، بلکہ اکثر مولانا شمسی کے معاصرین آپ ہی کے پیچھے نماز تراویح پڑھا کرتے تھے۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کو ان لوگوں سے جی او، ضمیر، سبحانی اور مولانا شمسی کے حوالہ سے ''جماعت شہیدین'' اور ''جماعتِ مجاہدین'' کے متعلق بہت کچھ سننے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے اور استفادہ کرنے میں مدد ملی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ''پاکوڑ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' میں آپ کے پیش کردہ خطبۂ استقبالیہ کی ورق گردانی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ اس علاقہ کے متعلق تحریر کرتے ہوئے جذباتی ہوجاتے ہیں، اور وفور اخلاص ومحبت کے عالم میں لکھتے چلے جاتے ہیں اور باشندگان جھارکھنڈ کے فضل ومقام کے اعتراف میں متعدد صفحات لکھ ڈالتے ہیں۔

۞۔ تیسری اہم چیز جوان کو اس علاقہ میں نظر آئی ہوگی، وہ اس علاقہ کے لوگوں کی سادگی، دینداری، علم پروری، علماء نوازی، قدر شناسی اور اہل علم وفن سے محبت ولگاؤ ہے۔ انہوں نے جو محبت یہاں کے لوگوں سے پہلی ملاقات میں پائی وہ بھلا نہ سکے۔ نیز انہوں نے اپنی دوراندیشی سے یہ بھانپ لیا ہوگا کہ جو لوگ گنگوہ سے آکر آباد ہونے والے عالم کو اپنا بھائی بنا سکتے ہیں اور اپنی زمین وجائداد میں مکمل حصہ دار ٹھہرا سکتے ہیں، ان میں اور وہاں کے باشندوں میں علم ودعوت کی آبیاری بحسن وخوبی کی جاسکتی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جب ٹوپاٹانڑ بستی میں مولانا محمد عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ مقیم ہوگئے تو جناب تراب علی میاں اور مدھو میاں (جو بڑے زمین دار اور اثر ورسوخ کے مالک تھے) نے مولانا کو اپنا بھائی بنالیا اور ساری زمین وجائداد اور گھر ومکان کو تین حصوں میں برابر برابر تقسیم کیا۔ ایک ثلث کا مکمل حصہ دار مولانا کو بنایا اور کورٹ سے رجسٹری کردیا۔ مولانا کے حصہ کی زمین وجائداد مدرسہ دارالفلاح کے نام پر وقف ہے۔ اس خاندان کے لوگوں نے مولانا کو عزت بخشی تو علاقہ کے لوگوں نے بھی ان کو وہ مقام دیا کہ ان کی موجودگی میں لوگ چارپائی پر بیٹھنا ان کی شان میں گستاخی سمجھتے تھے۔ مولانا پوری زندگی پالکی پر چلتے تھے اور پورے علاقے کے لوگ بلکہ ہندو تک ان کو اپنا قائد ورہنما مانتے تھے۔ اگر مولانا اور ان کے معتقدین بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تو ٹوپاٹانڑ میں آج ان کا مزار ہوتا اور لوگوں کے لئے مشکل کشا سمجھے جاتے۔ انگریز دور حکومت کے بڑے بڑے حکمراں ان سے مشورہ لیتے اور ان کے فیصلہ کو حکومت تسلیم ونافذ کرتی تھی۔ استاذ محترم ازہری رحمہ اللہ نے اس علاقہ کے لوگوں کو اچھی طرح پڑھا اور سمجھا ہوگا، اور ان کو یہاں ضرور کوئی ایسی خوبی نظر آئی ہوگی کہ انہوں نے ایک لمبی مدت تک اپنی دعوت وتعلیم اور آمد ورفت کا اس علاقہ کو مرکز بنایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ نے جامعہ سلفیہ، بنارس میں اپنی طول طویل خدمت کے دوران اور ایک عالمی مقبول ومشہور شخصیت کے مالک ہوجانے کے باوجود ہمیشہ اس علاقہ سے اپنی وابستگی رکھی اور اپنے دوستوں واحباب سے مراسلات جاری رکھے۔ علاقہ کے دینی، علمی اور دعوتی مسائل سنتے اور مناسب حل ومشورہ سے نوازتے رہے۔ اس علاقہ کے طلبہ جامعہ سلفیہ، بنارس پہنچے تو ان کے داخلہ پر خصوصی توجہ اور تعلیم وتربیت پر خاصا دھیان دیا۔ اس علاقہ کے فارغین کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں ہر موڑ پر مناسب رہنمائی کی۔ دعوتی اجتماعات اور عام مجلسوں میں کثرت مشغولیات کی بناء پر بنفس نفیس شرکت نہ کر پانے پر جامعہ سلفیہ کے ممتاز اور دعوتی اوصاف کے حامل اساتذۂ کرام کو بھیج کر اپنی خلا پر کرائی اور پیغامات بھیج کر لوگوں کی دل شکنی نہ ہونے دی۔ عالمیت وفضیلت میں پہنچنے والے اس علاقہ کے طلبہ سے اس علاقہ کے متعلق دعوتی وتعلیمی، دینی اور سماجی خدمات وتاریخ پر مقالات تیار کروائے، خود اشراف قبول کر کے معلومات ومقالات کی تصحیح فرمائی۔ میں ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں جامعہ سلفیہ کے طلبہ کے میگزین ''المنار'' کا ایڈیٹر بنا۔ میں اس سال فضیلت سال اول میں تھا۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ میں ان کے محبوب علاقے سے تعلق رکھتا ہوں، تو انہوں نے خصوصی طور پر میرے اوپر توجہ مبذول فرمائی۔ مناسب رہنمائیوں کے ساتھ حوصلہ افزائی کی۔ میرے اداریہ کے ایک ایک حرف کو پڑھا، سراہا اور آئندہ صحافت سے وابستہ رہنے کی تاکید وتلقین فرمائی۔

مجلّہ جوں ہی چھپ کر منظر عام پر آیا، تو مجھے طلب کیا، اور مجلّہ لے کر اس کی ظاہری ومعنوی خوبیوں کو دیکھ کر دلی دعائیں دیں۔ بنارس کا ایک اور واقعہ یہاں قابل ذکر ہے۔ عالمیت سال آخر کا میں طالب تھا۔ کلاس میں ستر واسی کے پس وپیش مختلف منطقہ واسٹیٹ کے طلبہ تھے۔ اللہ کے فضل وکرم سے جامعہ سلفیہ میں میری ہمیشہ تینوں ممتاز پوزیشنوں میں سے ایک ضرور رہتی تھی۔ آپ عالمیت کے سال آخر میں عربی ادب کی کتاب ''مختارات'' اور ''معلم الانشاء'' جلد دوم پڑھاتے تھے۔ انشاء کی گھنٹی میں ایک دن انہوں نے ایک لفظ کی فاش غلطی دیکھی، کہا کہ تم نے خود انشاء نہ بنا کر کہیں سے نقل کر لیا ہے، چوں کہ میں نے خود سے بنایا تھا، اس بناء پر میں اپنی بات پر اڑا رہا۔ اور اس لفظ کو لغت سے دیکھ کر بنانے کا دعوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اس پر انہوں نے لغت کی کتاب منگوائی، اور میری غلطی نکلنے پر انہوں نے کہا کہ قابل بنتے ہو، چھڑی منگاؤں اور پٹائی کردوں؟ بعد میں انہوں نے لغت سے استفادہ کرنے اور جملوں کو ترکیب دینے کے اصول بتائے اور کہا کہ محنت کرتے رہو، مستقبل میں کامیاب ہوگے۔ گستاخی کے اس موقع پر ان کی یہ رہنمائی اور محبت وشفقت استاذ وشاگرد کے مابین رشتہ کو اجاگر کرتی ہے۔

استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کی زندگی نہایت مشغول تھی۔ شب وروز کے ایک ایک لمحہ کو لکھنے پڑھنے میں صرف کرتے تھے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تمام مشغولیات ومصروفیات کے باوجود ۲۸/نومبر ۲۰۰۰ء کو مکمل ایک ہفتہ کا وقت نکال کر اپنے دیرینہ رہ ورسم کو تازہ کرنے کے لئے چھوٹا ناگپور کے اس علاقہ کا دورہ کیا، جہاں آپ سات سالوں تک تراویح پڑھا چکے تھے۔ اس دورہ میں آپ کے ہمراہ استاذ محترم شیخ احمد مجتبیٰ مدنی حفظہ اللہ تھے۔ میں مرکز آزاد التعلیمی، گریڈیہہ میں استاذ تھا، معلوم ہوا کہ آپ پنجاب میل اکسپریس سے آرہے ہیں، فوراً گریڈیہہ سے مدھوپور آیا۔ ٹرین کے آنے کا وقت معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک بجے آئے گی۔ نیند آرہی تھی پلیٹ فارم پر سوگیا۔ ٹھیک بارہ بجے رات نیند کھلی تو اسٹیشن پر شیخ عبدالعلیم مدنی، شیخ محمد طیب مدنی، شیخ عبدالستار سلفی، اوران کے ادارہ کے دو استاذ شیخ عبدالمالک سلفی اور شیخ عبدالمالک فیضی نظر آئے۔ میں بھی ساتھ ہولیا۔ ٹرین آکر رکی اور دوڑ کر گاڑی ہی سے ریسیو کیا۔ اس وقت خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ آپ نے میرے اوپر ایک نظر ڈالی اور گویا ہوئے عزیز! سابق اور حال کی زندگی میں کوئی فرق نظر آیا۔ اس جملہ سے درحقیقت آپ ایک میری ظاہری کمی کی اصلاح چاہتے تھے۔ میں فوراً سمجھ گیا اور سر نیچے کرلیا۔ آپ نے رات کو مولانا عبدالستار سلفی کے ادارہ ”کلیة التربية السلفيه“ پناہ کولہ میں قیام فرمایا۔ میں بھی وہیں رک گیا۔ صبح ناشتہ کے بعد آپ نے مدھوپور میں قائم ادارہ ”جامعہ رحمانیہ“ پتھر چپٹی کی زیارت کی، مختصر خطاب فرمایا، اور جامعہ کے حق میں تأثرات لکھے۔ اس کے بعد قافلہ سیدھا جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں علاقہ کے دینی، تعلیمی اور دعوتی مسائل پر گفتگو کرتے گئے۔ مدھوپور سے جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کی دوری ستائیس کیلومیٹر ہے۔ لگ بھگ دو بجے یہاں پہنچنا ہوا، مگراس سے قبل راستہ میں قائم مدرسہ فیض عام، چھاتاپتھر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی زیارت فرمائی اور پھکبندی میں قائم مدرسہ فاطمہ للبنات کا سنگ بنیاد رکھا۔

جامعہ محمدیہ میں آپ کا قیام تین روز رہا۔اس درمیان آپ نے اپنی محبوب بستی ''ٹوپا ٹانڑ'' اور مولانا وحافظ محمد عابد حسین گنگوہی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارہ ''دارالفلاح'' ٹوپاٹانڑ، وعابدنگر ٹرمنڈا کی زیارت فرمائی۔ادارہ کی تعمیر وترقی کے حق میں نیک مشورے دیئے۔بچپن میں ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ملاقاتیں کیں۔حاجی ابوالحسن جگواڈیہہ، مولانا احمد حسین ریاضی، مولانا عنایت اللہ جگواڈیہہ، مولانا محمد قاسم مخلص سیمرگڈھا، جناب محمد اسماعیل ٹوپاٹانڑ اور دیگر اپنے بچپن کے ساتھیوں سے ویسے ہی ماحول اور رنگ میں ملے، جیسے بچپن میں ملا کرتے تھے۔کبھی کبھی ہنسی مذاق کرتے ہوئے دیکھ کر میں شرم سے دور ہٹ جایا کرتا تھا۔استاذ محترم مولانا عبداللہ مدنی حفظہ اللہ کے گھر تشریف لے گئے، ان کی بچی بشریٰ یاسمین کو گود میں لیا، اور ناشتہ کیا۔اسی طرح اپنے پرانے یار حاجی ابوالحسن کے گھر گئے اور گھر میں گھستے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی گھر ہے، جس میں تراویح پڑھانے کے زمانے میں کبھی کبھی آ کر آرام کیا کرتے تھے۔

آپ نے اس سفر میں استاذ محترم مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب'' کے قائم کردہ لڑکیوں کے ادارہ ''مدرسۃ البنات''، آشاڈیہہ کی بھی زیارت فرمائی، جگہ دیکھی اور اپنے ساتھی مولانا احمد حسین ریاضی کی تحسین وتعریف فرمائی اور کہا کہ آپ کام کریں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم سے جو بن سکے گا، وہ تعاون ہم ضرور کریں گے۔

جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند کے صحن میں آپ نے ایک جلسۂ عام کا انعقاد کرایا، جس میں آپ نے نہایت بلیغ خطاب فرمایا۔آپ کا یہ طریقہ برسوں پہلے میں دیکھ چکا تھا کہ خطاب کرنے سے قبل پوائنٹ کی چیزیں کاغذ کے ایک پرزے پر نوٹ کر لیا کرتے تھے۔آپ نے مجھ سے کہا اشفاق کس موضوع پر خطاب کیا جائے، اتنے بڑے آدمی اور مجھ سے یہ مشورہ، میں شرمندہ ہوگیا۔میں نے کہا کسی اصلاحی موضوع پر تقریر کردیجئے۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے جاؤ جب میرا وقت ہو جائے گا، آ کر بلا لینا۔جب وقت قریب ہوا تو میں آیا، دیکھا کہ آپ معلومات ومواد کو ذہن میں ترتیب دے رہے ہیں۔آج کچھ ملے لوگ بھاری بھرکم تقریر بلا مطالعہ اور غور وفکر کے کر لینے پر فخر کرتے ہیں۔اس قسم کے لوگ خود قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وحدیث کے معنیٰ ومفہوم کو غلط سمجھتے اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں، چنانچہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ہمیں محترم ازہری رحمہ اللہ جیسے صاحب علم وفن کے طرز عمل سے سبق سیکھنا چاہئے۔

میں نے ان سے شیروانی پہننے کی درخواست کی، کہا عزیزم! شیروانی لے کر آنا بھول گیا۔ میں نے کہا شیخ احمد مجتبیٰ مدنی صاحب شیروانی لائے ہیں، انہی کی پہن لیجئے۔ آپ نے پہن کر دیکھا، مکمل اتری، چنانچہ اسٹیج کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ میرا قدم آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ ہمت نہیں ہورہی تھی کہ کیسے آپ کے آگے چلوں۔ میں نے انہی سے بزرگوں کے ساتھ چلنا سیکھا تھا۔ مادر علمی جامعہ سلفیہ، بنارس میں رابطہ ادب اسلامی کا سیمینار تھا۔ اس میں مشہور عربی ادیب مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تشریف لائے تھے۔ پروگرام دارالحدیث ہال میں چل رہا تھا۔ آپ اسٹیج پر براجمان تھے کہ اتنے میں مہمان خانہ سے مولانا علی میاں رحمہ اللہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا۔ آپ اسٹیج سے نیچے آئے اور سائڈ سے قدرے آگے سے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے (سراپا ادب واحترام بنے) ان کی اسٹیج تک رہنمائی کررہے تھے۔ سیکڑوں کا مجمع تھا۔ سبھوں نے اس منظر کو دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔ چنانچہ جب میں ان کو لے کر اسٹیج کی جانب چلا تو فوراً انہی کا یہ طرز عمل یاد آگیا اور اسی انداز سے آپ کو اسٹیج تک پہنچایا۔ اجلاس کی نظامت استاذ محترم مولانا عبداللہ مدنی (سابق استاذ جامعہ محمدیہ، ڈابھاکیند، جو ازہری صاحب کے شاگرد بھی ہیں) کررہے تھے، ازہری صاحب کو دعوت مائک دینے سے پہلے آپ کا مختصر مگر نہایت جامع تعارف کرایا، اور ادب واحترام سے استاذ محترم کو دعوت خطاب دی، آپ مائک پر تشریف لائے اور ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی، اور ہزاروں کے مجمع نے اتنے بڑے عالم کی نصیحت ووعظ سے فائدہ اٹھایا۔

صبح جمعرات کا دن تھا، ظہر بعد مدھوپور کے لئے روانہ ہونا تھا، اس لئے صبح سے دوپہر تک علاقہ کے لوگوں سے کچھ سننے اور کچھ سنانے کا اچھا موقع تھا، مجھ سے کہا کہ صبح دس بجے ایک نشست رکھو اور علاقے کے لوگوں کو اس میں شرکت کرنے کا عام اعلان کروادو! حکم کی تعمیل ہوئی اور وقت پر نشست منعقد ہوئی، علاقے کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک میٹنگ ہوئی۔ اس میں آپ نے کچھ ان کو سنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ اپنی سنائی، اس نشست میں علماء، اور مدارس کے ذمہ داران نے بھی شرکت کی تھی، ان سب کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ لوگوں کے کندھے پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لئے مدارس کی تعمیر وترقی کی خاطر جہود ومساعی صرف کرنے کا مجھ سے عہد کریں، اور آپسی اختلافات ناپید کردیں!، اس نشست میں اساتذہ جامعہ محمدیہ نے آپ کے سامنے دو پیشکش رکھی، اول یہ کہ جامعہ محمدیہ کا جامعہ سلفیہ، بنارس سے تعلیمی الحاق کرادیں!، اور دوم یہ کہ جامعہ محمدیہ کی سرپرستی اور اشراف کی ذمہ داری آپ قبول فرمالیں!۔ پہلی گزارش پر آپ نے کہا کہ اس کی ضرورت پڑی تو ضرور الحاق کرایا جائے گا، اور دوسری درخواست پر آپ نے فرمایا کہ میں بے حد مشغول رہتا ہوں، اور عہدے ومناصب سے دور رہنا چاہتا ہوں، پھر بھی آپ لوگوں کی اس درخواست کو قبول کرتا ہوں، اور باضابطہ آپ نے جانے کے بعد اپنی سرگرمی شروع کردی تھی، اور کئی خطوط لکھے تھے، مگر نہ معلوم کس وجہ سے آپ کے خطوط کا جواب نہ دیا گیا اور نہ ہی آپ سے کوئی رابطہ ہی رکھا گیا، ازہری صاحب کا کہنا تھا کہ جب مجھے یہ محسوس ہوا تو میں نے بھی اپنے لئے عافیت محسوس کی، اور آئندہ خط لکھنا اور ادارہ کے احوال معلوم کرنا چھوڑ دیا۔

جمعرات کو عصر کے بعد مدھوپور روانہ ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، مغرب بعد مدھوپور پہنچے، رات مولانا عبدالستار سلفی کے مدرسۃ البنات میں قیام فرمایا، اور دیر رات تک تعلیم ودعوت کے مسائل پر علماء کے ساتھ گفتگو کرتے رہے، صبح جمعہ کا دن تھا، آپ نے عیدگاہ جامع مسجد اہل حدیث، پتھر چپٹی، مدھوپور میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ عصر بعد ''کلیۃ التربیۃ السلفیۃ'' میں طالبات کا پروگرام ہوا، جس میں ان کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔

آپ نے اس سفر جھارکھنڈ میں جن اداروں کی زیارت فرمائی، ان میں سے جس ادارہ کے بھی ذمہ داران نے آپ سے ادارہ کے معائنہ رجسٹر میں زیارت نامہ تحریر کرنے کی درخواست کی، آپ نے ضرور تحریر فرمایا اور حوصلہ افزائی کی، ان میں جامعہ رحمانیہ، جامعہ محمدیہ، جامعہ دارالفلاح، اور کلیۃ التربیۃ السلفیۃ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ جامعہ دارالفلاح کے رجسٹر میں شیخ احمد مجتبیٰ مدنی نے آپ کی طرف سے زیارت نامہ قلم بند کیا، مگر آپ نے دستخط کرنے سے قبل یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ ''میری علاقہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے ایک مخلصانہ گزارش یہ ہے کہ اتحاد وتعاون کے ساتھ اس علاقہ میں دینی تعلیم اور عصری تعلیم دونوں کے لئے بھرپور کوشش کریں، ہم لوگ جو تعاون ممکن ہوگا، پیش کریں گے“۔

سارے زیارت نامے تو مجھے نہیں مل پائے۔ اس لئے صرف ایک کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں۔

آپ کلیۃ التربیۃ السلفیۃ کے معائنہ رجسٹر میں لکھتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

فان الله تعالى يسر لنا زيارة ”كلية التربية للبنات“ في مدينة مدهوفور بولاية بيهار في ۹/شعبان ۱۴۲۱ھ = ۳/۱۱/۲۰۰۰ء، واطلعنا على أنشطة الطالبات المتنوعة، وسمعنا منهن قرائة القرآن الكريم والشعر الديني وكلمات التوجيه وخطب الوعظ.

وعدد البنات المتعلمات يبلغ نحو مائة طالبة، والمعلمات والمعلمين الذين يقومون بمسئولية التعليم والتربية قد لمسنا فيهم جميعاً، ولله الحمد، الاخلاص وحسن العمل، ولا نزكي على الله أحدا، والمأمول أنهم يشعرون بمسئوليتهم نحو الطالبات، ويبذلون أقصى الجهد في تطوير هذه الكلية، والبلوغ بها الى المرحلة التي تقتضي هذه المنطقة.

وفي زيارتنا لهذه المنطقة سررنا بأن النهضة التعليمية، وخاصة تعليم البنات، بدأت في هذا العصر في هذه المنطقة التي يوجد فيها عدد كبير من السلفيين، نرجو أن الله تعالى يوفق القائمين على شئون التعليم والتربية لأن يوجهوا هذه النهضة الى ما فيه الخير والسعادة والصلاح والاصلاح، والله الموفق.

كتبه بقلمه:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(الدکتور) مقتدی حسن الأزھری

وکیل الجامعة السلفیة ببنارس"

ترجمہ:[حمد وصلاۃ کے بعد: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ۹ رشعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۳ رنومبر ۲۰۰۰ء کو ''کلیة التربیة السلفیة''، مدھوپور، بہار (جھارکھنڈ) کی زیارت کی توفیق بخشی۔ ہمیں طالبات کی نوع بنوع نشاطات وسرگرمیوں سے واقفیت حاصل ہوئی، اور ہم نے ان کی تلاوتِ قرآنِ کریم، حمد ونعت اور تقریریں سنیں۔

(کلیہ میں) زیرِ تعلیم طالبات کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ تعلیم وتربیت کی ذمہ داری پر مامور اساتذہ ومعلمات کے اندر ہم نے اخلاص وحسنِ عمل کا مشاہدہ کیا۔ حقیقتِ حال کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ لوگ طالبات کے تئیں اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں کا (ہمیشہ) ادراک کریں گے، اور کلیہ کی تعمیر وترقی میں اپنی ساری توانائیاں صرف کریں گے، اور اسے اس مقام تک پہنچائیں گے، جس کی علاقے کو ضرورت ہے۔

ہمیں اس علاقے کی زیارت سے اس بناء پر بھی خوشی ہوئی کہ تعلیمی بیداری بالخصوص لڑکیوں کو زیورِ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کا عمل اس زمانے میں اس علاقے میں شروع ہو گیا ہے، جہاں اہلِ حدیثوں کی کثرت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پُر امید ہیں کہ وہ علَم بردارانِ تعلیم وتربیت کو اس بات کی توفیق سے نوازے گا کہ وہ اس بیداری کو اس مقام تک پہنچائیں گے، جہاں صرف خیر وسعادت اور صلاح واصلاح ہو، اور اللہ ہی توفیق سے نوازنے والا ہے]۔

آپ کے اس سفر کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جو بجا طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپ مدھوپور میں اترے اور علاقے کی مختلف جگہوں اور تعلیمی اداروں کا دورہ کر کے ٹرین پکڑنے کے لئے پھر مدھوپور ہی پہنچے۔ شاید آپ کو مدھوپور کی حاجی گلی میں ۱۹۲۳ء سے رواں دواں ادارہ ''مدرسہ اسلامیہ'' سے مطلع نہیں کیا گیا، اس لئے آپ وہاں نہیں جا سکے۔ یا آپ کو یہ بتلایا گیا کہ وہاں بہت اختلاف ہے، آپ کا جانا مناسب نہیں۔ بہر حال مدرسہ اسلامیہ کے صحن میں آپ کو آپ کے شایانِ شان ایک استقبالیہ دینے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروگرام بنا، جس میں مولانا محمد خالد فیضی، مولانا حافظ قطب الرحمٰن فیضی اور مدرسہ اسلامیہ کے اساتذہ پیش پیش تھے۔ایک تحریری دعوت نامہ ازہری صاحب کی خدمت میں موصول ہوا۔آپ کلیۃ التربیۃ کے مہمان خانے میں تھے۔آپ نے خط کو پڑھا تو ہم لوگوں سے کہا کہ اب ہمارا مدرسہ اسلامیہ میں جانا بہت ضروری ہو گیا، مگر ابھی عشاء کا وقت ہونے جا رہا ہے اور رات بارہ ایک بجے میری ٹرین ہے۔اس لئے حافظ قطب الرحمٰن کو بلوایا جائے، تاکہ میں بالمشافہ ان سے بات کروں!۔اگر انہوں نے کہا کہ مدرسہ اسلامیہ کی زیارت بہت ضروری ہے، تو پھر ٹکٹ کینسل کرا کر رک جاؤں گا، اور اگر انہوں نے جانے کی اجازت دے دی، تب ہی جاؤں گا۔فوراً حافظ قطب الرحمٰن فیضی کو بلوایا گیا، آپ آئے اور کلیہ کی چھت پر لگ بھگ ایک گھنٹہ تک مدھوپور اور علاقے کی جماعت اہل حدیث کی تعلیمی ودعوتی صورت حال اور مدھوپور کے منکرینِ حدیث کی فتنہ سامانیوں پر گفتگو ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ کی ماضی اور حال کی تاریخ وکردار سے واقفیت کرائی، اور کہا کہ چوں کہ مدرسہ اسلامیہ کو توجہ کی ضرورت ہے۔اس لئے ہماری خواہش تھی کہ آپ کا وہاں ایک پروگرام ہو، جس سے ہمیں کام کرنے میں تقویت ملتی۔مگر چوں کہ آپ کا آج کا ٹکٹ ہے، اس لئے ہم لوگ پروگرام کینسل کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آئندہ آپ جب بھی اس علاقے میں تشریف لائیں، مدرسہ اسلامیہ کو اپنی خدمت کا موقع ضرور دیں!۔آپ نے اس بات پر یقین دہانی کرائی، اور اسی پر مجلس ختم ہوئی۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ اس علاقے سے کیسی ہمدردی رکھتے تھے اور کس طرح اپنی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

جب آپ اس سفر سے واپس ہونے لگے تو لوگوں سے کتاب وسنت پر قائم رہنے، ملی وجماعتی خدمات انجام دینے اور تعلیم وتربیت کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا وعدہ لیا۔

استاذِ گرامی قدر علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ عالمی شخصیت کے مالک تھے۔مادر علمی جامعہ سلفیہ، بنارس کی خدمت کے علاوہ ملت وجماعت کی خدمت آپ کی زندگی کا حصہ تھی۔ملکی سطح پر ملت وجماعت کے مسائل سے آپ ہمیشہ گھرے رہتے تھے۔ساتھ ہی عالمی مسلم مسائل پر بھی آپ کی گہری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر ہوتی تھی، اوران میں عالم اسلام کی رہبری کرتے اور رہنمائی فرماتے تھے۔ان تمام تر مشغولیات ومصروفیات کے باوجود اپنے تلامذہ کی رہنمائی اوران کی حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے! ''صوت الامۃ''، ''محدث'' کے شمارے اور ابناء جامعہ سلفیہ کی ''ادارۃ البحوث الاسلامیۃ'' سے شائع کتابوں میں عرضِ ناشر اور تقدیم کے تحت شائع تحریریں اس کی گواہ ہیں۔

میری فراغت مادر علمی جامعہ سلفیہ سے دسمبر ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔اس کے بعد مجھے مختلف مراکز ومدارس اور جامعات میں تدریسی ودعوتی اور تالیفی وصحافتی سرگرمیاں انجام دینے کے مواقع میسر ہوئے۔خاص طور سے سب سے سنہری موقع ''جامعہ امام ابن تیمیہ''، مدینۃ السلام، بہار میں تدریس کا اور ''مرکز علامہ ابن باز برائے دراسات اسلامیہ'' میں تحریر وانشاء پردازی کا ملا۔ان دونوں اداروں کے اشراف میں بہت کچھ سیکھنے اور بہت کچھ کرنے کا موقع ملا۔اس سلسلہ میں شکریہ کے مستحق ہیں محترم بانی جامعہ امام ابن تیمیہ علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحفظہ اللہ اور معزز سابق نائب رئیس جامعہ ڈاکٹر محمد ارشد فہیم مدنی رحفظہ اللہ، جن کی توجیہات ورہنمائیاں میرے لئے مشعل راہ بنیں۔ان دونوں موقر شخصیات کے علاوہ اگر کوئی کرم فرما ہیں تو وہ ہیں استاذِ گرامی قدر علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ۔آپ نے ہر موڑ پر میری رہنمائی فرمائی اور میری تزئین وآرائش کے لئے ہدایتیں کیں۔آمنے سامنے ملاقات کے علاوہ خطوط کے ذریعہ ان سے جو رہنمائیاں حاصل ہوئیں، ان کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ آپ جب بقید حیات تھے، تو آپ کے خطوط کو پڑھتا اور بار بار پڑھتا۔ہر بار ایک نئی مسرت حاصل ہوتی، اور عمل وکام کا ایک نیا لائحہ عمل تیار کرتا۔اب جب کہ آپ ہمارے درمیان نہیں ہیں، ان کے ان خطوط کو پڑھ کر رو پڑتا ہوں، اور جب بھی پڑھتا ہوں ایک نیا حوصلہ ملتا ہے اور ایک نئی جہت کی تعیین کی رہنمائی ملتی ہے۔

میں نے ۲۰۰۱ء میں ایک عربی مضمون بعنوان ''العلامة عبدالحی اللكنوی الحنفي ورده على الحنفية المقلدة'' (علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی اور تردید احناف) لکھا۔علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی فرنگی محلی ایک بہت بڑے عالم ومحقق اور مصنف سرزمین ہند میں گزرے ہیں۔آپ علامہ نواب صدیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسن خان بھوپالی رحمہ اللہ کے معاصر تھے۔ دونوں کے درمیان علمی مباحثے اور تحقیقی مناقشات جاری رہتے تھے۔ آپ کثیر التصانیف مصنف تھے۔ مختلف علوم وفنون میں آپ کی ایک سو سے زائد کتابیں ہیں، جن میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ''**امام الکلام فیما یتعلق بالقرأة خلف الامام**'' بڑی اہمیت کی حامل ایک مبسوط کتاب ہے۔ آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے مسائل کی تحقیق وتشریح میں منہج تقلید کی بجائے منہج تحقیق کو اپنایا، اور اس کی وجہ سے بہت سارے دینی مسائل واحکام میں ان کا دیگر علمائے احناف سے اختلاف ہوا۔ انہوں نے اس راہ میں ایک نئی علمی روش اختیار کی اور تحقیق سے جو مسائل انہیں صحیح لگے، ان کو راجح قرار دینے میں کوئی پریشانی محسوس نہیں کی۔ چنانچہ بہت سے ایسے مسائل واحکام ہیں، جن میں ان کی رائے عام علمائے احناف کی آراء سے ہٹ کر ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ احناف کے یہاں دیگر علماء ومصنفین کی طرح ان کو مقبولیت وپذیرائی نہیں ملی۔ میرے ایک کرم فرمانے مجھے علامہ عبدالحی لکھنوی کی ان آراء واقوال کو جمع کرنے اور کتابی شکل میں ترتیب دینے کا مشورہ دیا، جو مختلف احکام ومسائل میں انہوں نے عام علمائے احناف سے ہٹ کر اختیار ونقل کیا ہے۔ میں نے یہ کام شروع کر دیا تھا، اور تیس صفحات کے پس وپیش مواد ومعلومات جمع کر لیا تھا کہ اسی موضوع پر مشہور پاکستانی عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''علامہ عبدالحی لکھنوی اور احناف'' نگاہ سے گزری، چوں کہ جو کام میں کرنا چاہتا تھا، وہ محترم اثری صاحب کر چکے تھے، اس بناء پر میں نے اپنا کام موقوف کر دیا، اور جو معلومات میں نے جمع کی تھیں، ان کو عربی میں ترتیب دے کر استاذِ جلیل علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کی خدمت میں مجلّہ ''صوت الأمة'' میں اشاعت کی غرض سے بھیجا، اور ساتھ ہی ایک طویل مکتوب بھی روانہ کیا، جس میں دو باتیں خاص طور پر لکھیں کہ مضمون نگاری ومقالہ نویسی کی راہ میں آپ رہنمائی فرمائیں، تاکہ مستقبل میں اس کی روشنی میں لکھ پڑھ سکوں۔ اور دوسری بات یہ لکھی کہ آپ عربی زبان میں کوئی ایسی کتاب تحریر فرمائیں، جو مدارس میں داخلِ نصاب کی جا سکے۔ اس کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ بعض اداروں کے فارغین سے بحث ومباحثہ کے دوران اس کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کو جب مقالہ موصول ہوا تو آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو ''صوت الأمۃ'' میں شائع فرمایا اور اس شمارہ کو مجھے بھیج دیا۔ نیز حوصلہ افزائی کے لئے جامعہ سلفیہ، بنارس سے مطبوع وشائع اپنی دس کتابیں بذریعہ ڈاک بھیج دیں، اور خط کا جو جواب ارسال فرمایا، وہ درج ذیل ہے، جس میں آپ کی بلند شخصیت کی عظیم چھاپ موجود ہے، آپ خود پڑھیں، اور اس کے ایک ایک حرف پر غور کر کے دیکھیں تو اس کے اندر شخصیتِ ازہری کا جلوہ نظر آئے گا۔ لکھتے ہیں:

''عزیز مکرم مولوی اشفاق احمد سلفی رفقہ اللہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔

امید کہ بخیر ہوں گے! مضمون کے ساتھ خط بہت پہلے ملا تھا، لیکن جواب میں تاخیر ہوئی۔ اس مضمون کو کوشش کر کے جلد شائع کر دوں گا، البتہ ایک بات کا خیال رکھیں تو مناسب ہوگا، مضمون لکھنے کے لئے شخصیت یا تصنیف کا انتخاب کرنا ہو تو ترجیح اہل حدیث شخصیت یا تصنیف کو دینا چاہئے، یا پھر اولین صدیوں کی شخصیات وکتب میں سے کسی کو منتخب کرنا چاہئے!

دوسرا مسئلہ آپ نے میری عربی ادب کے فن میں کسی تصنیف کا اٹھایا ہے، شاید لوگوں کے ساتھ بحث میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، اس نوعیت کا مباحثہ مفید نہیں۔ ہر شخصیت کا اپنا مقام ہے، ''**تفضيل بعض على بعض**'' سے ذہن میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔

میں نے اردو زبان میں عربی ادب کی تاریخ مرتب کی ہے، جس کے پانچ حصے شائع ہو چکے ہیں، ''**قرة العينين للشاه ولي الله**'' کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، ''رحمۃ للعالمین'' کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر القرطبی کی کتاب ''**بهجة المجالس**''، جلد دوم کی تحقیق کی ہے، ''**صوت الأمة**'' کو ۱۹۶۹ء سے مرتب کر رہا ہوں، اور اس میں برابر مضمون بھی لکھتا ہوں، اور ان تمام خدمات کو حقیر جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہوں، اور کسی کے ساتھ تقابل یا کسی پر فوقیت کا جذبہ نہیں۔ آپ لوگ بھی اس سے بچے رہیں تو بہتر ہوگا۔

وہاں لوگوں سے سلام کہہ دیجئے، پتہ گھر کا اور ابن تیمیہ کا انگریزی میں مع پن کوڈ لکھیں!

والسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری

۲۴ر نومبر ۲۰۰۱ء

صوبہ جھارکھنڈ کے علاقہ سنتھال پرگنہ و چھوٹا ناگپور میں مسلمانوں کی آبادی کثیر ہے۔اس علاقہ میں کئی ایک دعوتی و تعلیمی ادارے قائم ہیں، اور اپنی اپنی وسعت وبساط کے مطابق کام کر رہے ہیں۔نومبر ۲۰۰۷ء میں میرے دل میں ان قائم اداروں میں ایک ایسے ادارہ کے اضافہ وقیام کا خیال پیدا ہوا، جو قدیم صالح اور جدید نافع کا جامع ہو، جہاں عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ اسلامی اور دیگر دینی مضامین کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی معیاری تعلیم وتربیت کا مناسب ومنظّم انتظام ہو، جہاں لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی تمام تر تعلیم وتربیت کا ٹھوس بندوبست ہو، جہاں سے قوم کو جگانے اور ملت کو بیدار کرنے کے لئے ایک ماہانہ مجلّہ کا اجراء اور پھر پوری پابندی کے ساتھ اس کی اشاعت ہو، جہاں دعوت وارشاد اور اصلاح سماج کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے ایک دعوتی سینٹر قائم ہو، جہاں نوجوان جید وباصلاحیت فارغین کو تصنیف وتالیف اور بحث وتحقیق کے کام میں لگانے اور اپنے اندر موجود علمی لیاقت وصلاحیت کو جلاء دینے کا موقع فراہم کیا گیا ہو، جہاں ایک ایسی شاندار لائبریری قائم ہو، جس میں مختلف زبان وادب کی ہزاروں کتابیں جمع ہوں کہ رات ودن باحثین ومحققین اور عام قارئین ان سے مستفید ہوں، جہاں ایک ایسا رفاہی ہوسپیٹل ہو کہ علاقے کے غرباء ومساکین اس میں جاکر طبی سہولیات سے فائدہ اٹھائیں، اور جہاں رفاہِ عام کے نام پر ایتام، بیواؤں، بے سہارا لوگوں اور آفت سے دوچار افراد واشخاص کو سہارا مل سکے۔انہیں تخیلات کو عملی جامہ دینے کی غرض سے استاذِ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کو ۳ر نومبر ۲۰۰۷ء کو ایک مبسوط خط لکھا، جس میں مذکورہ تخیلات کا ایک خاکہ بھی خط کے ساتھ منسلک کیا، جس میں بطورِ خاص یہ لکھا کہ ادارہ کا نام "**جامعۃ الدکتور مقتدیٰ حسن الأزھری**" ہوگا۔یہاں کے فارغین وفارغات اپنے ناموں کے ساتھ "**الأزھری**" لکھیں گے۔بحث وتحقیق کے لئے الگ سے ایک ادارہ ہوگا، جہاں سے ایک ماہانہ رسالہ جاری ہوگا، جس کا نام "مقتدیٰ" ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔میرا یہ خط جب استاذِ گرامی قدر کی خدمت میں موصول ہوا، تو انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاتاخیر اس کا جواب لکھا، اور چند نصیحتیں کیں۔ آپ کا وہ خط تھا:

عزیز مکرم مولوی اشفاق سجاد السّلفی /وفقہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔

امید کہ بخیر ہوں گے۔ ۳/نومبر ۲۰۰۷ء کا آپ کا خط اور اس کے ساتھ منسلک دوسرے کاغذات میرے سامنے ہیں۔ علاقے کی ضرورت کا انکار نہیں، مسلمانوں کی دینی اور دنیوی دونوں تعلیم کے انتظام وتسہیل کی ضرورت ہے، لیکن موانع وعوائق کے وجود کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اداروں کو شخصیات سے جوڑنے کا حشر اچھا نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی ادارہ قائم کیا جائے تو کسی متعین شخصیت سے جوڑے بغیر کرنا چاہئے، کچھ اور بھی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جن کا تحریر میں ذکر ٹھیک نہیں۔

میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میرا نام کسی ادارہ یا جمعیت میں نہ ڈالئے، جب ملاقات ہوگی تو تفصیل سے بات ہوگی، اگر عجلت نہ ہو تو انتظار کیجئے، ورنہ فون سے بات کیجئے، اور میرے نام کے بغیر اگر کچھ کام کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

احباب ومتعارفین سے سلام کہہ دیجئے، وطن جانا ہو تو وہاں بھی لوگوں کو سلام کہہ دیجئے، میری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام

مخلص

(ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری

۲۳/نومبر ۲۰۰۷ء

استاذِ جلیل علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری /رحمہ اللہ کے علاقہ چھوٹا ناگپور میں کئی ایک معاصر تھے اور ہیں، ان میں ایک موقر نام مولانا احمد حسین ریاضی /رحمہ اللہ کا ہے۔ ازہری صاحب /رحمہ اللہ نے کچھ سالوں تک جامعہ اسلامیہ فیض عام /مئو میں تعلیم حاصل کی تھی اور مولانا احمد نے بھی اس ادارہ میں عربی کی چھٹی جماعت تک تعلیم پائی تھی۔ وہیں دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات اور اچھے مراسم قائم ہوئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران سے اور مولانا عنایت اللہ سے تعلقات ہونے ہی کی بناء پر ازہری صاحب ضلع جامتاڑا کی بستی ''ٹوپاٹانڑ'' اپنے تعلیمی زمانے میں تراویح پڑھانے کے لئے آئے اور پھر فراغت کے بعد ہی یہ سلسلہ رکا۔ اس مدت میں آپ کا حلقہ یاراں بڑا وسیع ہو گیا تھا۔ ان دوستوں کے ساتھ ہمیشہ اچھے مراسم قائم رہے، جن کے ساتھ خط وکتابت بھی ہوتی ہی ہوگی۔ میں نے آپ کی وفات کے بعد کئی ایک سے ملاقات کی اور خطوط حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اسی کوشش کے نتیجہ میں مجھے ایک خط مولانا احمد حسین کے یہاں ملا۔ ازہری صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محترمی ومکرمی جناب مولانا احمد حسین ریاضی صاحب

استاذ مدرسۃ البنات، آشاڈیہہ، پوسٹ سندوری حفظہ اللہ وتولاہ!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

امید کہ بخیر وعافیت ہوں گے، ۱۴؍مارچ ۲۰۰۱ء کا مکتوب گرامی موصول ہوا، اس کے لئے شکر گزار ہوں، آپ نے جس درد اور معاملہ فہمی کے ساتھ خط لکھا ہے، میں اس سے متاثر ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

یقیناً میری دلی خواہش ہے کہ جامعہ محمدیہ اور مدرسۃ الفلاح دونوں ایک منصوبہ کے تحت کام کریں، میں نے اس خواہش کا وہاں اظہار کیا تھا، اور مولانا جرجیس (پوکھریا) کو ایک مختصر خط آپ کے بعد بھیجا تھا، لیکن ان کا کوئی جواب نہ آیا، اس لئے میں نے خود کوئی اقدام مناسب نہ سمجھا، مسائل زیادہ ہیں، اس لئے جن سے چھٹکارا ملا ہو، اس کو غنیمت جانتا ہوں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ مدرسۃ البنات کے لئے آپ نے زمین وقف کی، اور اسی پر مدرسہ کا قیام ہوا، اب علاقہ کے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس پودے کی آبیاری کریں۔

میری یہ تمنا تو ضرور ہے کہ اس علاقہ میں کام کو بڑھایا جائے، اور آپ کا ادارہ بھی ترقی کرے، نیز آپ کے ذاتی مسائل بھی حل ہوں، لیکن عرض کروں کہ میں بھی مالک ومختار نہیں، لوگ مجھ سے کہتے ضرور ہیں، اور میں کوشش بھی کرتا ہوں، لیکن عام طور پر کامیابی نہیں ہوتی، باہر کا سفر بھی مجبوری سے بند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردیا ہے، اس لئے لوگوں سے براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ آپ کا مسئلہ میرے ذہن میں ہے، لیکن ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے، اور استطاعت کے مطابق کوشش کرتے رہیئے، اللہ کریم ہے۔ گھر کے لوگوں کو اور جماعت کے لوگوں کو سلام عرض ہے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مخلص

(ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری

۱۴/اپریل ۲۰۰۱ء

۲۰۰۷ء میں استاذِ محترم مولانا عبداللہ مدنی/حفظہ اللہ پر ایک علمی کام کررہا تھا۔ اسی اثناء میں محترم ازہری صاحب/رحمہ اللہ کا ایک خط ان کی فائل میں ملا۔ اولاً پڑھا اور پھر اسے میں نے اپنی فائل میں رکھ لیا۔ اس خط کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ ۲۰۰۰ء میں جب آپ ٹوپاٹانڑ کے پرانے متعلقین اور احباب سے ملنے کے لئے آئے اور علاقہ کی جو دینی وعلمی اور دعوتی صورت حال دیکھی، تو اس کی اصلاح کی غرض سے جامعہ سلفیہ، بنارس سے استاذِ گرامی قدر مولانا محمد جرجیس سلفی/حفظہ اللہ اور عبداللہ مدنی/حفظہ اللہ کو کئی خطوط بھیجے۔ سب مجھے نہیں مل سکے۔ یہ خط ٹوپاٹانڑ کے محمد منظر بن محمد لقمان تک تعاون پہنچوانے کی غرض سے لکھا۔ استاذِ محترم/رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محترم مولانا عبداللہ مدنی صاحب/وفقہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔

امید کہ بخیر وعافیت ہوں گے۔ میں نے مولانا محمد جرجیس صاحب کے لفافہ میں ایک رقعہ آپ کے نام بھی بھیجا تھا، جواب دونوں حضرات میں سے کسی نے نہ دیا، **ولعل المانع خير!**

وہاں سے آنے کے بعد عزیزی محمد منظر کے دو خط مجھے ملے، ایک کے ساتھ آپ کا سفارش نامہ بھی تھا، یقیناً وہ لڑکا مدد کا محتاج ہے، لیکن اہل خیر اس طرح کے شخصی معاملات کی طرف کسی دوسرے کے کہنے سے متوجہ نہیں ہوتے، نیز ان کی اولین توجہ مقامی مستحقین کی طرف ہوتی ہے۔ میں نے عزیز مذکور کے لئے ایک صاحب کے سامنے زبان کھولی تو خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ سے مبلغ پانچ سو (۵۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روپے دے دیئے، انہیں حافظ عبدالمعید سلمہ کے ذریعہ بھیج رہا ہوں، ملنے پر ضرور مطلع کیجئے، اور مشار الیہ کے حوالہ کردیجئے!۔

علاقہ کے لوگوں سے اور گھر کے لوگوں سے سلام کہہ دیجئے، نیز ہم لوگوں کے لئے دعائے خیر کیجئے۔

والسلام

دعا گو: (ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری

۲۸؍فروری ۲۰۰۱ء

اس خط سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اس علاقہ والوں کی مالی امداد بھی کی، اور بسا اوقات ضرورت مندوں کے لئے دوسروں کے سامنے درخواست بھی رکھی، تعاون کی گزارش کی، اور اصحابِ ثروت سے چندے بھی کئے اور کسی معتمد کے ذریعہ ان ضرورت مندوں تک رقم وتعاون پہنچوایا۔ یہ چیز اس وجہ سے بھی بہت اہم ہے، کیوں کہ آپ اس چندے کا آدمی نہیں تھے۔

آپ نے اس علاقہ کے علماء وفضلاء کے تعاقد کے لئے مختلف مراکز وجمعیاتِ عالم کے نام سفارشی خطوط بھی لکھے، تاکہ تعاقد کا معاملہ حل ہو جانے پر وہ پورے انشراح واطمینان کے ساتھ دعوتی وتدریسی فرائض انجام دے سکیں۔ اس سلسلے میں کئی ایک کے لئے تزکیات وتوصیات لکھے ہوں گے، مجھے ایک سفارشی خط مولانا عبداللہ مدنی (رئیس الجامعہ، جامعہ امام ابن باز اسلامیہ، گریڈیہہ) کی فائل میں ملا، جس کو انہوں نے اِن کے لئے دارالافتاء، ریاض (سعودی عرب) کے نام لکھا تھا، وہ خط درج ذیل ہے:

إلى من يهمه الأمر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

فإن الشيخ/ عبدالله محمد سليمان، هندى الجنسية من خريجى الجامعة السلفية ببنارس قد حصل على شهادة الليسانس من الجامعة الاسلامية بالمدينة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المنورة.

وهو الآن يرغب في التعاقد مع رئاسة ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد بالرياض للقيام بخدمة علوم الكتاب والسنة ونشر الدعوة الاسلامية الحقة.

واني لا أزكي على الله أحداً، ولكنه معروف لدينا باخلاصه في العمل، واستقامته في السيرة والسلوك، وشعوره بالمسئولية، ولذا أرجو من المسئولين عن التعيين في الرئاسة التكرم بالموافقة على تعيينه مدرساً وداعيةً في أحد الأقطار المحتاجة لذلك، سدد الله خطاه، ونفع بعلومه الاسلام والمسلمين، انه ولي التوفيق.

(د. مقتدیٰ حسن محمد یاسین)

وكيل الجامعة السلفية

۲۱/۷/۱۴۰۵ھ

ترجمہ:[حمد وصلاۃ کے بعد:

شیخ رعبداللہ محمد سلیمان، ہندوستان کے رہنے والے، اور جامعہ سلفیہ، بنارس کے فارغ ہیں، انہوں نے جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ علومِ کتاب وسنت کی خدمت، اور صحیح اسلامی دعوت کی اشاعت کا فریضہ انجام دینے کے لئے دارالافتاء، ریاض سے تعاقد کرانا چاہتے ہیں۔ حقیقتِ حال سے تو اللہ ہی واقف ہے، لیکن میں انہیں جانتا ہوں کہ کام کو انجام دینے میں مخلص ہیں، اچھے اخلاق وکردار کے حامل ہیں، اور ذمہ داری کا بھرپور ادراک وشعور رکھتے ہیں۔

اس لئے مجھے دارالافتاء کے شعبہ تقرر کے ذمہ داران سے امید ہے کہ جہاں کہیں بھی مدرس وداعی کی ضرورت ہو، وہاں ان کا تقرر بحیثیتِ مدرس وداعی فرمانے کی زحمت گوارہ کریں گے!

اللہ انہیں درستگی پر قائم رکھے، اوران کے علوم سے اسلام ومسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، اللہ ہی توفیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مالک ہے۔

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن محمد یاسین

ریکٹر جامعہ سلفیہ

۲۱/۷/۱۴۰۵ھ]

آپ اس علاقے کے ذہین وفطین اور اچھے طلبہ وفارغین کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بھی کوشش کرتے تھے، تاکہ اس علاقے میں اچھے علماء پیدا ہوں، جو علاقے میں کام کر کے علاقے کی علمی، دعوتی اور دینی پسماندگی کو دور کرنے میں اپنی حصہ داری نبھائیں۔ میری فراغت جب ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ میں جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ اپنے کاغذات بھیجنا چاہتا ہوں، تو نہ صرف آپ نے بھرپور رہنمائی کی، بلکہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے شعبہ داخلہ کے صدر کے نام ایک توصیہ بھی لکھ کر مرحمت فرمایا، جس میں آپ نے لکھا:

إلى صاحب السعادة عميد القبول والتسجيل الموقر

الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة/ حفظه الله وتولاه

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وبعد:

فإن السيد/ أشفاق أحمد بن سجاد حسين قد حصل على شهادته الدراسية من الجامعة السلفية ببنارس، ويرغب الآن في مواصلة الدراسة في الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة حتى تقوى ملكته في اللغة العربية، ويتمكن من تزويد نفسه بالعلوم والمعارف الاسلامية، ومن خدمتة الدعوة الاسلامية في بلاده على طريقة أحسن.

وبما أني لمست فيه الرغبة في التحصيل، ورأيت أنه مستقيم في السيرة والسلوك، ولا أزكي على الله أحدا، فأرجو من سعادتكم التكرم بتحقيق أمله والموافقة على قبوله على المنحة الدراسية، والله الموفق، رعاكم الله تعالى، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(د. مقتدیٰ حسن بن محمد یاسین)

وكيل الجامعة السلفية

۱۴۲۰/۱/۴ھ

ترجمہ: [عالی جناب ڈائرکٹر ایڈمیشن ڈپارٹمنٹ

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ/حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد:

طالب/اشفاق احمد بن سجاد حسین نے جامعہ سلفیہ، بنارس سے سندِ فراغت حاصل کی ہے، اور اب اس کی خواہش ہے کہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں داخلہ لے کر اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھیں، تاکہ عربی زبان وادب میں خوب مہارت حاصل ہو، اسلامی علوم ومعارف سے خود کو زیادہ سے زیادہ آراستہ وپیراستہ کرسکیں، اور جب لوٹ کر اپنا وطن واپس آئیں، تو احسن طریقہ سے اسلامی دعوت کی خدمت کرسکیں۔

چوں کہ میں نے اس کے اندر تحصیلِ علم وفن کی للک محسوس کی ہے، اور درست اخلاق وکردار اور چال چلن کا خوگر پایا ہے، اور حقیقتِ حال سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ اس لئے میری آپ سے یہی توقع ہے کہ آپ اس کی ارمان وآرزو پوری کریں گے، اور اس کا داخلہ منظور کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔ اللہ ہی توفیق سے نوازنے والا ہے۔ اللہ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(ڈاکٹر مقتدیٰ حسن بن محمد یاسین)

ریکٹر جامعہ سلفیہ

۱۴۲۰/۱/۴ھ]

یہ معاملہ صرف جامعہ سلفیہ، بنارس کے فارغین کے ساتھ ہی خاص نہ تھا، بلکہ اس علاقے کے دوسرے مدارس وجامعات کے فارغین کی بھی بھرپور حوصلہ افزائی کرتے تھے، اور ان کے پاس توصیہ لینے پہنچتے تو ان کی رہنمائی کرتے اور بلا کسی ٹال مٹول کے انہیں اپنا توصیہ مرحمت فرماتے تھے۔ ڈاکٹر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالمبین فیضی (جیروا، جامتاڑا) کا بیان ہے کہ میری فراغت جامعہ اسلامیہ، فیض عام، مئو سے ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔ میں سابق شیخ الجامعہ مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی کا سفارشی خط لے کر عزت مآب ازہری صاحب، رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچا، اتفاق سے جامعہ کی مسجد میں ان کے بغل میں عصر کی نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ مغرب کی نماز کے بعد ان کی آفس میں حاضر ہوا اور شیخ الجامعہ کا سفارشی خط دیا۔ انہوں نے خط کو پڑھا، اور مجھ سے پوچھا کہ تفسیر میں کون کون سی کتاب پڑھی ہے؟، میں نے چند کتابوں کے نام گنائے۔ انہوں نے کہا کہ سورہ ''مومنون'' کی آیت ''**قد أفلح المومنون الذين هم في صلاتهم خاشعون**'' کی تفسیر کرو!۔ میں نے ٹوٹی پھوٹی تفسیر کی، اور میں نے دل میں یہ سوچا کہ شاید جو بھی آپ سے توصیہ لینے کے لئے پہنچتا ہے، اس سے آپ اسی طرح کچھ سوالات پوچھتے ہیں، مگر اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم عصر کی نماز میں سر پر بار بار اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے، بتاؤ، اس تفسیر کی روشنی میں تمہارا وہ کام مناسب تھا۔ اب مجھے سمجھ میں آیا کہ آپ نے ٹیسٹ کی غرض سے نہیں، بلکہ تربیت کے لئے ایسا پوچھا، پھر آپ نے اپنا گراں قدر توصیہ عنایت فرمایا۔

آپ اس علاقے کے اصحابِ قلم تلامذہ اور دیگروں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے، اور اگر کسی نے اپنی کسی تالیف کو ''ادارۃ البحوث الاسلامیۃ''، جامعہ سلفیہ، بنارس سے شائع کرانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے اس کی آرزو کی تکمیل فرمائی۔ اس علاقے کی اولین کتاب ''قولِ فیصل'' مانی جاتی ہے، جسے استاذِ محترم مولانا محمد طیب مدنی نے ''منکرینِ حدیث''، مدھوپور، جھارکھنڈ کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے ازالہ وتردید میں تصنیف کی ہے، جس کی اشاعت ''ادارۃ البحوث'' سے اس زمانے میں ہوئی، جب ازہری صاحب اس کے مدیر تھے، اس سے اس کتاب کی مقبولیت ومعنویت میں خاصہ اضافہ ہوا۔

۲۰۰۰ء کے سفرِ جھارکھنڈ میں جب آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ مولانا محمد جرجیس کریمی، اسی علاقے کے ہیں اور ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ میں رہ کر قرآنِ کریم کو موضوع بنا کر کچھ علمی کام کر رہے ہیں، اور مقالات وکتب لکھ رہے ہیں، تو مسرت کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ حدیث کو موضوع بنا کر کام کرنے والے بہت ہیں، قرآن کو موضوع بنا کر بھی علمی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ چاہتے تھے کہ علم ودعوت سے پسماندہ اس علاقہ میں، جہاں اہلِ حدیثوں کی کثرت ہے، ان کے تلامذہ خوب کام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ یہاں کے سفر میں تھے اور جامعہ سلفیہ، بنارس کے ایک قدیم فارغ ڈاکٹر عبدالحمید سلفی (پنڈریا، گریڈیہہ) چند دعوتی اشتہارات اور پمفلٹس لے کر پہنچے، اور آپ سے دعا لینے کے لئے دکھلانے لگے، تو آپ دیکھتے جارہے تھے، اور تحسین وتعریف کے کلمات ارشاد فرماتے جارہے تھے۔ بعد میں مجھ سے کہا کہ لگتا ہے یہ لڑکا کچھ کرنے کا عزم وحوصلہ رکھتا ہے۔

۹۳۔۱۹۹۲ء میں قاری محمد ایوب سلفی، حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی (متوفی ۱۹۶۰ء) کے قائم کردہ مدرسہ ''دارالفلاح''، عابد نگر، ٹرمنڈا، گریڈیہہ خود چلانے کے لئے اپنی تحویل وسرپرستی میں لینا چاہتے تھے۔ اس موقع سے انہوں نے ''دارالفلاح'' کے کیمپس میں ایک اجلاسِ عام منعقد کیا تھا، جس میں انہوں نے بحیثیت مہمانِ خصوصی ازہری صاحب رحمہ اللہ اور اس وقت کے ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند مولانا عبدالوہاب خلجی رحمہ اللہ کو مدعو کیا تھا۔ ثانی ذکر خلجی صاحب تو بنفس نفیس شریکِ اجلاس ہوئے تھے، مگر ازہری صاحب مشغولیات کے انبار کی وجہ سے خود تشریف نہیں لا سکے تھے، البتہ انہوں نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس کے تین اساتذہ کرام، فقیہ ہند، حضرت علامہ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالوہاب حجازی حفظہ اللہ، اور حضرت مولانا علی حسین علی سلفی حفظہ اللہ کو اپنی نیابت میں بھیج دیا تھا۔ تینوں نے تقریریں بھی کی تھیں، ندوی صاحب نے ''مومن کے اوصاف: قرآنِ کریم میں''، حجازی صاحب نے ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا''، اور مولانا علی حسین سلفی نے ''نماز کی اہمیت وفضیلت'' کے موضوع پر تقریر کی تھی۔

علاقے کے مرکزی ادارہ ''جامعہ محمدیہ''، ڈابھاکیند، جس میں آپ کے کئی تلامذہ تدریسی وتربیتی خدمات انجام دیتے تھے، اور جس کی تعمیر وترقی کے آپ ہمیشہ خواہاں رہتے تھے، اس میں آپ کو ہمیشہ سالانہ اجلاسوں میں بحیثیت صدر دعوت دی جاتی تھی، مگر آپ مشغولیات کی کثرت کی وجہ سے دعوت قبول نہیں کرتے اور معذرت کرلیا کرتے تھے۔ مولانا محمد خالد فیضی، جو جامعہ محمدیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا شفاء اللہ فیضی رحمہ اللہ کے دایاں بازو ہوتے تھے، اور جملہ خطوط ان ہی کے قلم سے تیار ہوتے تھے، لکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ”مولانا شفاء اللہ فیضی مرحوم نے ازہری صاحب رحمہ اللہ کو مجھ سے جامعہ محمدیہ کی تعمیر وترقی کی خاطر راہنمائی لینے کے لئے بیسیوں خطوط لکھوائے، مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ دوسری شخصیت ہیں، جن کے پاس کثرت سے مکتوب بھیجے گئے، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ اور حافظ محمد سلیمان میرٹھی حفظہ اللہ سے ان کے بڑے گہرے مراسم تھے۔ ازہری صاحب کو مرحوم نے کئی بار جلسوں میں صدارت کے لئے بلانے کی کوشش کی، مگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے ازہری صاحب تشریف نہ لا سکے۔ مولانا ہمت ہارنے والوں میں نہیں تھے، ازہری صاحب سے ملاقات کے لئے یہ خود بنارس کا سفر اختیار کر لیتے۔ جب میں مدرسہ سے الگ ہوا، تو ان کو تھوڑی پریشانی ہوئی، حالانکہ مجھ سے بہتر لوگ وہاں موجود تھے، لیکن ان کو تسلی نہیں ہوتی تھی، اور وہ کئی کام میرے پاس لے آتے، جو ان کی موجودگی میں سر انجام دیتا، اور مجھے روحانی سرور بھی ہوتا۔ ایک بار جب وہ بنارس گئے اور ازہری مرحوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگے ٹھیک ہے، صرف فرق یہ آیا ہے کہ خالد الگ ہو گیا ہے۔ پوچھا کب اور کیسے؟، یہ تو برا ہوا، وہ کیوں چلا گیا۔ اس کو جانے کیوں دیا؟، ناظم صاحب نے سارا واقعہ بتا دیا۔ کہنے لگے ٹھیک ہے، مگر اچھا نہیں ہوا، اور بڑی بات یہ کہ وہ ضائع ہو گیا۔ یہ تھے ازہری صاحب، اور اپنے تلامذہ کے سلسلے میں ان کی توجہ! ۔کون کہاں ہے؟، کیا کر رہا ہے؟۔ اس کی خبر بھی رکھتے اور مناسب موقع سے رائے بھی ظاہر فرماتے“۔

جامعہ محمدیہ، ڈابھا کیند کے ایک دو روزہ عظیم الشان سالانہ اجلاسِ عام منعقدہ ۱۹۸۸ء میں آپ کو بحیثیت صدر اجلاس تشریف لانے پر راضی کر لیا گیا تھا۔ آپ کا نام اشتہار کی دو لمبی سطروں میں آپ کی شایانِ شان آداب والقاب کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ میں اس وقت جامعہ کا ابتدائیہ چہارم کا طالب علم تھا، اس لئے پوری دونوں لائنیں تو یاد نہیں، البتہ کچھ جملے یاد ہیں۔ نام سے پہلے لکھا گیا تھا: ”فخر الاماثل، زبدۃ الأفاضل، الأدیب الأریب“ وغیرہ۔ اس اجلاس میں مقررین کی حیثیت سے مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی، خطیبِ بے مثال مولانا ڈاکٹر عبدالسلام اسلم کانپوری، مولانا تبارک حسین قاسمی، مولانا عبدالوہاب خلجی، اور مولانا حافظ محمد سلیمان میرٹھی جیسی عظیم المرتبت شخصیات نے شرکت کی تھی۔ علاقے کے ازہری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے تلامذہ اور دیگر محبان کی شدید خواہش تھی کہ آپ تشریف لاتے، لیکن پہلی بات تو یہ کہ آپ اجلاس کا آدمی نہیں تھے، اور دوسری بات یہ کہ آپ ہمیشہ مشغولیات سے گھرے رہتے تھے، اس وجہ سے آپ تشریف تو نہیں لا سکے، البتہ اپنی نیابت میں استاذِ محترم مولانا احمد مجتبیٰ مدنی رحفظہ اللہ کو بھیج دیا۔ چنانچہ نظم استقبالیہ میں ''مقتدیٰ'' کی جگہ ''مجتبیٰ'' پڑھا گیا، اور وزن بھی نہیں ٹوٹا۔ یعنی وزن میں بھی نیابت ہوگئی۔

اس علاقے میں ایک شاعر مولانا محمد قاسم مخلص گزرے ہیں۔ یہ علاقے میں منعقد ہونے والے ہر اجلاس کے لئے نظم لکھتے تھے، اور خود پڑھتے بھی تھے۔ یہ محترم ازہری صاحب کے ۱۹۵۵ تا ۱۹۶۱ یعنی سات سال (ماہ رمضان میں) ایک ساتھ گزارے ایک مخلص یار تھے، انہوں نے دوسرے جلسوں کی طرح اس اجلاس کے لئے بھی ایک استقبالیہ نظم لکھی تھی، اور ازہری صاحب کے نہ آنے کے باوجود انہوں نے پڑھی تھی، پوری نظم مخلص صاحب کے تذکرہ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

ازہری صاحب جب ۲۰۰۰ء میں تشریف لائے تھے، اور آپ کا قیام جامعہ محمدیہ میں تھا، مولانا محمد قاسم مخلص آپ سے ملنے کے لئے آئے، اور چالیس پینتالیس سال پرانی یادوں کو تازہ کیا، اور ۱۹۸۸ء کے اجلاس کے لئے اوپر مذکور لکھی نظم پڑھ کر سنایا۔ ازہری صاحب کو میں نے دیکھا کہ آپ ہر شعر پر مسکرائے جارہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے بعد میں کہا کہ علم وادب کی چہل پہل سے محروم اس علاقہ میں ایک شخص اس طرح کی کامیاب شاعری کر لیتا ہے، واقعی بڑی بات ہے۔

میرا گاؤں ''ہرلا'' اُس گاؤں سے بہت قریب ہے، جہاں ازہری صاحب تراویح پڑھانے کے لئے آتے رہے، دونوں گاؤں کے درمیان بمشکل ڈھائی کیلومیٹر کی دوری ہوگی۔ ہمارے گاؤں کے جناب عبدالرزاق، جناب بھاتو میاں اور جناب محمد اسماعیل ''ٹوپاٹانڑ'' بوڑھا مولانا حافظ ابوالفلاح عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی کے مصاحبین میں سے تھے۔ ہر دن یہ لوگ گنگوہی صاحب کے یہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ اُن کی مجلس میں ازہری صاحب کو دیکھتے ہوں گے، اور شناسائی بڑھی ہوگی، اور کہے ہوں گے کہ ہمارے گاؤں ''ہرلا'' کے لئے بھی ایک حافظ آئندہ سال سے اپنے ساتھ لیتے آئیے گا، آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس درخواست پر اپنے ہم عصر حافظ ثناء اللہ مدھوبنی والے کو ساتھ لیتے آئے، اور ہمارے گاؤں میں تراویح پڑھانے پر لگا دیا، چوں کہ ازہری صاحب کا تعلق مئو سے تھا، اس وجہ سے ہمارے گاؤں کے اکثر لوگ حافظ ثناء اللہ کو مئو ہی کے سمجھتے تھے، آج بھی ہماری امی بولتی رہتی ہیں کہ مئو کے حافظ صاحب کو میں نے کھانا پکا کر کھلایا تھا، انہوں نے میرا پکایا ہوا کھانا بہت پسند فرمایا تھا۔

استاذِ محترم ازہری صاحب کے جھارکھنڈ سے متعلق ایک اور یادگار لمحہ ہے، اور وہ ہے ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ پاکوڑ کی مجلس استقبالیہ کی صدارت کی ذمہ داری قبول کرنا، اس میں خطبہ استقبالیہ پیش کرنا اور کانفرنس کو کامیاب بنانا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کی ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان ''کتاب وسنت کی دعوت اور انسانیت کے موجودہ مسائل'' ۲۱۔۲۳ر محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۳۔۱۵ر مارچ ۲۰۰۴ء کی تاریخوں میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا صدر آپ کو بنایا گیا، آپ نے اس کانفرنس کو کامیاب کرانے کے لئے کئی مہینہ سے اپنا سارا کام کاج چھوڑ کر ساری تگ ودو صرف کی۔ یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ اس میں ہندوستان کی ہر چہار جانب سے لوگ کشاں کشاں پاکوڑ پہنچے۔ میڈیا کی رپورٹ کے مطابق بیس لاکھ اہلِ حدیثانِ ہند نے شرکت کی تھی۔

محترم ازہری صاحب نے اس کانفرنس میں اپنا بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ آپ کئی کانفرنسوں کی مجلس استقبالیہ کے صدر بنے، مگر سب سے قیمتی اور طویل خطبہ استقبالیہ پاکوڑ کانفرنس کے لئے تحریر فرمایا۔ میرے سامنے خطبہ استقبالیہ کا مطبوع نسخہ ہے۔ یہ اڑتالیس (۴۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خطبہ کی اہمیت ومعنویت اور پاکوڑ کانفرنس کی کامیابی پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا محمد خالد فیضی نے لکھا ہے کہ ''پاکوڑ کانفرنس درحقیقت یہ ایک عالمی اجتماع تھا، جس میں اکناف عالم سے دعاۃ ومبلغین کشاں کشاں پاکوڑ پہنچ گئے۔ میڈیا کی رپورٹ کے مطابق ۲۰ر لاکھ حاضری تھی، خیموں کا ایک شہر بسا ہوا تھا، جلسہ گاہ کا رقبہ حدنگاہ تک جاتا تھا، اس تاریخی اجتماع کی مجلس استقبالیہ کی صدارت ڈاکٹر ازہری صاحب نے فرمائی، ان کا خطبہ استقبالیہ کاروانِ سلف کی تاریخی مدوجزر کا بیان ہے۔ انہوں نے اپنے خطبہ کو رواں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظیات اور مسلسل جملوں کا پیکر عطا کیا۔ وقت کی کمی کے باعث وہ مکمل خطبہ تو نہیں پڑھ سکے، مگر جو کچھ سامعین کے گوش گزار رہوا، اس کی یاد بھی انہیں برسوں تک رہے گی“۔

محترم ازہری صاحب نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اہالیانِ جھارکھنڈ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے شرکاءِ کانفرنس کا جس قدر والہانہ استقبال کیا ہے اور ان کا شکریہ ادا کیا ہے، وہ ان کی محبت واخلاص اور وفورِ جذبات کا عکاس ہے۔ کلماتِ تشکر کا اقتباس بڑا ہی پُر لطف ہے، ’ذرہ نوازی‘ کی ذیلی سرخی کے تحت لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے بے پایاں فضل وکرم سے پاکوڑ کی سرزمین پر مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کا اٹھائیسواں اجلاس عام منعقد ہو رہا ہے، اس یادگار تاریخی موقع پر ہمارے دل جذبات مسرت سے لبریز اور ہماری زبانیں اللہ رب العزت والجلال کی حمد وشکر میں نغمہ سنج ہیں، اہالیان پاکوڑ کو اجلاس عام کی میزبانی کا جو شرف مرکزی جمعیت اہل حدیث نے بخشا ہے، اس کے لئے ہم امیر محترم جناب حافظ یحییٰ صاحب/حفظہ اللہ، ناظم اعلیٰ جناب مولانا اصغر علی امام مہدی/حفظہ اللہ اور جملہ اراکین جمعیت کے بے حد شکر گزار ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے ان اعیان کو اجر جزیل عطا فرمائے، آمین!

اس پُر مسرت تقریب میں اپنی طرف سے، مجلس استقبالیہ کی طرف سے، جھارکھنڈ کی صوبائی جمعیت کی طرف سے اور اہالیان پاکوڑ کی طرف سے ہند وبیرون کے تمام مہمانانِ گرامی، علمائے کرام اور افرادِ ملت وجماعت کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید ومرحبا کہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان حضرات نے اجلاس عام میں شرکت کے لئے سفر کی جو صعوبتیں برداشت کی ہیں، اور اپنے قیمتی وقت کی جو قربانی دی ہے، اس کا بہترین اجر عطا فرما، اور اجلاس کو ہم سب کے لئے باعث خیر وبرکت بنا“۔

[خطبہ استقبالیہ:۴]

مقام انعقاد (جھارکھنڈ) کی اہمیت ومقام اور تاریخ میں ثبت اس کے انمٹ کردار کی طرف سرسری اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند کے بالغ نظر ذمہ داروں نے تنظیم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے اٹھائیسویں اجلاس کے لئے ملک کے 'نو مولود' صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع پاکوڑ کو منتخب کیا ہے، یقیناً ان حضرات کے سامنے اس انتخاب کی ٹھوس بنیاد ہوگی،، جسے وہ اپنے کسی بیان میں واضح فرمائیں گے، لیکن اس انتخاب سے میرے سامنے تنظیم کی روشن تاریخ کا ایک عظیم باب آ گیا ہے، جس کا ہر ورق اپنے اندر عظمت وعبرت کی ایک ٹھوس داستان سمیٹے ہوئے ہے۔ تھوڑے دنوں پہلے تک جھارکھنڈ کا علاقہ معروف صوبہ بہار میں شامل تھا، اور بہار و بنگال کے در و دیوار بلکہ ذرہ ذرہ پر تحریکِ شہیدین کے اراکین ومتوسلین کی اطاعت گزاری وتقویٰ شعاری اور اخلاص وجاں سپاری کی کہانی ثبت ہے، سرحد کے مجاہدین کی معونت وسرپرستی کے لئے علاقہ کے مجاہدین نے جو نظام قائم کیا تھا، اور انگریزوں سے ٹکر لینے میں جس جوش وجذبہ اور جیالے پن کا ثبوت دیا تھا، اس پر ملک کے ہر باشندہ کو ہمیشہ فخر رہے گا، محترم علیم ناصری کے یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

وہ غازی جو وطن کو دین کی خاطر چھوڑ کر نکلے
زن وفرزند کے، دولت کے ناطے توڑ کر نکلے

جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے خدا کے نام کی خاطر
جنہوں نے بیچ دیں جانیں فقط اسلام کی خاطر''

[خطبہ استقبالیہ: ۶۔۷]

مرض ووفات: علم ودعوت کا یہ عظیم سپوت اچانک ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ کو کمر سے لے کر قدم تک شدید درد کا احساس ہوا۔ آپ دہلی کے ایک بڑے اسپتال میں داخل کئے گئے۔ ماہرترین ڈاکٹروں کے علاج کے باوجود آپ کی بیماری بڑھتی گئی۔ شاید آپ کی وفات کا وقت اور رب کا بلاوا آ چکا تھا۔ ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بوقت ۵/بجے شام ڈاکٹروں نے جواب دے دیا، اور صاف بتا دیا کہ اب آپ صرف پانچ چھ گھنٹے تک ہی باحیات رہ سکیں گے۔ آپ کے چھوٹے صاحب زادے ڈاکٹر فوزان احمد (پروفیسر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) اور دیگر رشتہ دار آپ کے ساتھ تھے۔ سبھوں نے آپ کو جلد از جلد وطن عزیز مئو پہنچانا مناسب سمجھا۔ آپ بذریعہ ایمبولینس گھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائے جارہے تھے کہ کانپور میں ۵/ بجے صبح بتاریخ ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ ستر سال، دو مہینہ بائیس دن کی عمر پا کر وفات کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

آپ کی وفات کی خبر آپ کے شاگردوں، جماعتی وغیر جماعتی افراد واشخاص اور مدارس وجامعات کے اساتذہ وطلبہ نے جہاں کہیں بھی سنی، وہیں سے مئو کے لئے روانہ ہو گئے۔ بنارس، مبارکپور، اعظم گڑھ، اور ضلع سدھارتھ نگر، بستی، گونڈہ، سنت کبیر نگر اور نیپال سے دس سے زائد بسیں ریزرو کرا کے لوگ آپ کے جنازہ میں پہنچے۔ آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ جنازہ کی نماز بعد نماز مغرب چھ بجے شام ادا کی گئی۔ نماز جنازہ رئیس الجامعہ، جامعہ سلفیہ، بنارس مولانا شاہد جنید سلفی، بنارسی رحفظہ اللہ نے پڑھائی۔ اور آپ اپنے آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔ دفن کے بعد بھی قبر پر متعدد بار نماز جنازہ پڑھی گئی ؎

عشق تھا دل میں تری جذبات سے
اس لئے ہم بار بار آیا کئے

آپ کے جنازہ اور تدفین میں جھارکھنڈ سے شیخ عبدالعلیم مدنی، اور راقم حروف (اشفاق سجاد سلفی) نے شرکت کی تھی، اور اپنے مؤقر ومحترم استاذ کو پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ کے جملہ حسنات کو قبول کرے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے اہل وعیال، پسماندگان اور احباب وتلامذہ کو آپ کے نقشِ قدم کی پیروی کی توفیق بخشے، آمین!

❁❁❁

(۲۹)۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمہ اللہ

علامہ شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی اور سید احمد بن عرفان بریلوی رحمہما اللہ کے جن خلفاءِ کرام نے جھارکھنڈ کے مختلف علاقوں کے دورے کئے، لوگوں کو ''تحریکِ شہیدین'' اور ''تحریکِ مجاہدین'' سے جوڑا، قریہ قریہ وگاؤں گاؤں گھوم گھوم کر دعوت وتبلیغ کی، اور تحریک کے لئے مالی امداد کی فراہمی کی اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ایک نظام و سسٹم بنایا، مکاتب و مساجد کی تعمیر و بنا پر لوگوں کو ابھارا، اور ان سارے کاموں اور فرائض کی انجام دہی کے لئے اپنے رفقاء اور کارندوں کو بھیجا، جنہوں نے ہمیشہ اس علاقے کو اپنے عمل و کار سے سنوارا، ان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت مولانا ولایت علی عظیم آبادی کی ہے۔

مولانا ولایت علی بن مولوی فتح علی عظیم آبادی کی ولادت ''عظیم آباد'' میں ۱۲۰۵ھ مطابق ۹۱۔۱۷۹۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت عظیم آباد میں حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ گئے اور وہیں پر اکتسابِ علم وفن کر رہے تھے کہ سید احمد بن عرفان بریلوی سے ملاقات ہوگئی، اور ان کی صحبت و ملاقات کا ایسا اثر ہوا کہ آگے کی تعلیم ترک کردی اور سید صاحب کے ساتھ ہو گئے۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ:

''سید صاحب سے تعلق پیدا ہوتے ہی مولانا کی کیفیت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ تعلیم چھوڑ کر سید صاحب کے ساتھ رائے بریلی چلے گئے، اور غالباً مولانا شاہ اسماعیل کی جماعت میں انہیں شامل کر دیا گیا۔ شاہ صاحب سے کچھ کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ اوقاتِ عبادت و تعلیم کے بعد پورا وقت اپنے ساتھیوں کی خدمت میں گزارتے تھے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے۔ غرض کوئی معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی انہیں عار نہ تھی''۔ [سرگزشتِ مجاہدین: ۲۲۶]

مولانا ولایت علی رائے بریلی میں تعلیم و تربیت پا کر وطن ''عظیم آباد'' واپس آئے، تو اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو سید صاحب سے جوڑ دیا، اور پوری محنت ولگن سے دعوت وارشاد کا کام کرنے لگے، پھر آپ نے گھر سے راہِ مہاجرت اختیار کی اور سید صاحب سے جا ملے، مگر انہوں نے ان کو اپنے ساتھ جہاد میں مشغول رکھنے کے بجائے دعوت و تعلیم کے کام پر لگایا، اور انہیں حیدر آباد (دکن) بھیج دیا، جہاں پر وہ بڑی تندہی سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے لگے۔ ابھی آپ نے وہاں چار سال کا وقفہ گزارا تھا کہ بالاکوٹ کا دلدوز اور جاں گسل سانحہ پیش آیا، اور ادھر ان کے والد گرامی کا بھی انتقال ہوگیا تو گھر (عظیم آباد) واپس لوٹ آئے اور اصلاحِ عقائد و اعمال اور جہاد و دعوت کا مقصد پیشِ نظر رکھتے ہوئے بہار، بنگال، اڑیسہ، اور الٰہ آباد میں دعوت و تبلیغ اور وعظ وارشاد کا منظّم عمل شروع کیا۔ ان مقامات پر آپ خود تشریف لے جاتے اور اسی طرح اپنے خلفاء اور دعاۃ کو بھیجتے تھے۔ علاقہ راج محل، سنتھال پرگنہ، اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنگال کے علاقے میں اپنے بھائی مولانا عنایت علی کو بھیجا تھا۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں کہ:

''مولانا ولایت علی نے دکن سے واپس آ کر جماعت کی از سرِ نو تنظیم شروع کی، تو آپ کو (مولانا عنایت علی کو) بنگال کی طرف روانہ کیا، جہاں آپ نے پہلی بار سات برس مسلسل نہایت جانفشانی اور بردباری کے ساتھ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، اور یہ انہیں دوروں کا اثر تھا کہ بنگال کی سرزمین تیس چالیس برس تک مجاہدینِ سرحد کے لئے آدمی اور روپے فراہم کرتی رہی''۔ [ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک: ۴۹]

جب مولانا ولایت علی ''تحریکِ مجاہدین'' کے امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے راج محل، مالدہ، ندیا، مرشدآباد، راج شاہی اور سنتھال پرگنہ میں دعوت و تبلیغ، اور ''تحریکِ مجاہدین'' کے لئے مالی و رجالی تعاون کی فراہمی کے لئے مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی لکھنوی ثم دلالپوری کو بھیجا، جو یہاں ۱۸۴۰ء میں تشریف لائے، یہیں آباد ہو گئے، اور یہیں ۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔ ان کی خدمات کی تفصیل ان کے تذکرہ میں اسی کتاب میں موجود ہے۔ البتہ یہاں ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' کے حوالہ سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں، جس سے ان کے عمل و کار کی اہمیت و افادیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ہنٹر کے حوالے سے اس میں لکھا گیا ہے کہ:

''اس نے (خلیفہ مولانا ولایت علی مولانا عبدالرحمٰن ملیح آبادی نے) دیہاتوں کو مالی علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور ہر علاقے میں ایک محصل ٹیکس مقرر کیا۔ پھر یہ افسر اپنے اعتماد پر ہر گاؤں میں ایک محصل ٹیکس مقرر کرتا اور ان کے جمع کئے ہوئے روپیہ کا حساب بھی لیتا۔ پھر اس روپیہ کو ضلع کے مرکز میں بھیجا جاتا۔ اصولاً ہر گاؤں میں ایک محصل ٹیکس ضرور ہوتا، جہاں آبادی بہت زیادہ ہوتی، وہاں زیادہ آدمیوں کو ملازم رکھ لیا جاتا۔ ایسے مقامات پر ایک امام ہوتا تھا، جو نماز با جماعت پڑھاتا اور چندہ وصول کرتا۔ امام کے علاوہ ایک جنرل منیجر (ناظمِ مالیات) ہوتا، جس کے ذمے جماعت کی مالی ضروریات کی خبر گیری ہوتی تھی، اور ایک اور افسر ہوتا، جو مالی رقوم اور خفیہ و خطرناک خطوط کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ''قاصد'' مہیا کرتا تھا''۔ [علماء ہند کا شاندار ماضی: ۴/۲۵۳]

جھارکھنڈ کے سب سے قدیم ادارہ ''جامعہ شمس الہدیٰ السّلفیہ''، دلالپور بالواسطہ مولانا ولایت علی کی دین ہے۔ مولانا نے اس علاقے کے متعدد دورے کئے۔ حج کے لئے روانگی سے قبل کئی ماہ تک کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دورے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کے اس علاقے کے دوروں کے درمیان پیش آمدہ واقعات میں دو واقعے بڑے اہم ہیں، اور ان میں آج دعوت وتبلیغ کرنے والوں کے لئے سامانِ عبرت وموعظت ہے۔ان واقعات کا اجمالی تعارف ''تذکرہ صادقہ'' کے حوالہ سے ''سرگزشتِ مجاہدین'' میں مذکورایک اقتباس میں یوں کرایا گیا ہے:

''اشاعتِ دین میں آپ کی (مولانا ولایت علی کی) ان تھک کوشش غرب وشرق، شمال وجنوب، کل کو محیط تھی، مجمعوں اور میلوں (مثلاً بہار کا چراغاں) میں بھی بہ غرضِ تبلیغ وپند پہنچتے اور نور بافوں کو کرگہ میں جا کر اور کسانوں کو ان کے کھیتوں پر پہنچ کر اللہ کی اطاعت وبندگی کی ترغیب دیتے اور ان کی بدزبانی اور غصوں کو شربت کی طرح نوش کر جاتے۔آپ اپنے دوروسیر میں قریہ بہ قریہ فروکش ہوتے جاتے، اور اللہ کی باتیں پہنچاتے جاتے، اس لئے اپنے مخصوص مقامات تک پہنچنے میں مہینوں اور برسوں کی آپ کو دیر لگتی''۔[سرگزشت مجاہدین:۲۲۸]

نور بافوں کو کرگہ میں جا کر اللہ کی اطاعت وبندگی کی دعوت دینے اور تکلیف دہ صورت سے دوچار ہونے کے ایک واقعہ کا تذکرہ سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند حافظ محمد یحیٰ دہلوی نے ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' منعقدہ پاکوڑ میں اپنے پیش کردہ خطبہ صدارت میں کیا ہے۔جھارکھنڈ میں کی گئی دعوتی کوششوں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ:

''بہار، بنگال اور جھارکھنڈ کا یہ سنگم بجا طور پر اس بات کا مستحق ہے کہ جماعت اس علاقہ کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرے اور کل جن کے آباء واجداد نے بیرونی طاقت کو ملک سے نکالنے، ملک کو ہمہ جہت ترقی دینے اور کتاب وسنت کی نشرواشاعت کے لئے جو بے پناہ اور عظیم قربانیاں دی ہیں اور پیہم کوششیں کی ہیں۔آج ان کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا مناسب نہ ہوگا''۔

''ہمارے علماء مجاہدین نے دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے جو خدمات انجام دیں، آزادی وطن کی راہ میں جو قربانیاں دیں، ان سے ہماری تاریخ کے ابواب روشن ہیں۔میں یہاں صرف ایک مثال پیش کروں گا۔حضرت مولانا ولایت علی صادق پوری سالارِ مجاہدین، تبلیغ دین کی راہ میں اتنے ہی سرگرم تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک دفعہ کسی بستی میں پہنچے، ایک بزرگ اپنے گھر پر کپڑا بن رہے تھے۔ مولانا ان کے پاس تشریف لے گئے، سلام کیا اور کہا، بھائی ہماری ایک بات سن لو۔ بزرگ اپنے کام میں مصروف تھے، مولانا صادق پوری کی فقیرانہ وضع سے سمجھے کہ کوئی سائل ہے، جیب سے ایک پیسہ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ مولانا نے فرمایا، بھائی! پیسہ اپنے پاس رکھو، بس ہماری ایک بات سن لو، وہ سمجھے کہ سائل کو کچھ زیادہ کی طلب ہے، ایک آنہ کا سکہ نکال کر دینے لگے۔ مولانا نے پھر وہی جملہ دہرایا کہ بھائی پیسے اپنے پاس رکھو، بس ہماری ایک بات سن لو۔ اب بزرگ طیش میں آ گئے، کپڑا کوٹنے والی چھڑی اٹھا کر کھڑے ہو گئے اور چیخ کر بولے، اچھا تو اب ہم تمہیں سناتے ہیں، اس مجاہدِ کبیر اور سالار مجاہدین نے پھر اسی انکساری اور عجز سے کہا، بھائی! اگر مارنا چاہتے ہو تو مار لو، لیکن ہماری ایک بات سن لو۔ بزرگ مولانا کے انکسار اور خود سپردگی کے انداز سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چھڑی ایک طرف رکھ کر بیٹھ گئے اور بولے کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟، مولانا نے بڑے پُر تاثیر لہجے میں فرمایا، بھائی! تم ہمہ وقت دنیا کے کام میں مصروف رہتے ہو، کچھ آخرت کی فکر بھی ہے؟، اب شیخ صاحب چونکے، اب سے پہلے کسی نے ان سے ایسی بات نہیں کہی تھی، ان کے کان دین کی باتوں سے ناآشنا تھے۔ مولانا نے فرمایا: بھائی! تم اپنا کام جاری رکھو، نگاہ کام پر رکھو اور کان ہماری بات پر، اور ہم جو کہیں اسے غور سے سنو۔ چنانچہ شیخ صاحب کے ہاتھ کرگھے پر چلتے رہے اور کان سے مولانا کی باتیں سنتے رہے، مولانا نے انہیں دنیا کی بے ثباتی، موت کی سختی، قبر کی تنگی سے باخبر کیا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو مولانا نے وضو کیا، شیخ صاحب وضو کرنا بھی نہیں جانتے تھے، مولانا نے انہیں وضو کرایا، پھر اپنے ساتھ ظہر کی نماز پڑھائی۔ مولانا نے بستی کے باہر ایک خیمہ لگا لیا تھا، رات کو وہیں قیام کرتے، صبح کو تھوڑے سے ستو پانی میں گھول کر پی لیتے اور پھر بزرگ کے پاس پہنچ جاتے، وہ بزرگ کے مہمان نہیں ہوئے، نہ ان کے دستر خوان پر بیٹھے، پورے چھ ماہ تک انہوں نے بزرگ کی تعلیم و تربیت کی، دین کے تمام ارکان سکھائے، پارہ عم مع ترجمہ کے پورا پڑھایا، جب مولانا صادق پوری مطمئن ہو گئے کہ اب بزرگ دین کو پوری طرح سمجھ گئے ہیں تو ایک دن ان سے کہا، بھائی! ہم نے بہت محنت کی۔ اللہ کا دین تمہیں سکھایا، اب یہ بستی تمہارے حوالے ہے، لوگوں تک اللہ کا دین پہنچاؤ، انہیں شرک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وبدعات سے بچاؤ!۔ ہم نے اپنا کام پورا کر دیا، اب ہم آگے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر مولانا صادقپوری وہاں سے روانہ ہو گئے، اور بزرگ نے واقعی اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کی، اس بستی اور آس پاس کے علاقوں میں دین کی تبلیغ کی، لوگوں کو نماز پڑھنا سکھایا، تمام ارکان دین سکھائے، دینی مدرسے قائم کیے، اور وہ پورا علاقہ اللہ کے دین کی روشنی سے منور ہو گیا''۔[ترجمان، دہلی، جلد:۲۴، ۱۵۔۱۶/اکتوبر۲۰۰۴]

دوسرا واقعہ کسانوں کو دعوت پہنچانے اور اس کی وجہ سے کسان کے برہم ہو کر مارنے کے متعلق میں نے مولانا عبدالسمیع جعفری سے مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)، بنارس میں زمانہ طالب علمی (۱۹۹۳تا۱۹۹۸) کے درمیانی کسی سال میں ایک سیمینار میں ان کے خطبہ صدارت پیش کرنے کے دوران سنا تھا۔انہوں نے سنایا تھا کہ ''ایک بار مولانا ولایت علی عظیم آبادی سنتھال پرگنہ کے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے۔آپ نے ایک کسان کو، جو دین وشریعت کی باتوں سے بالکل ناواقف تھا،صرف نام کا مسلمان تھا،نماز وروزہ اور دیگر عبادات کسے کہتے ہیں، اسے نہیں معلوم تھا، ہل چلاتے ہوئے دیکھا، آپ اس کے پاس گئے اور کہا، بھائی صاحب دو منٹ کے لئے ہل چلانا بند کر کے میری بات سنئے، اس نے کہا، میں کچھ نہیں سننے والا مجھے ابھی کھیت جوتنا ہے۔مولانا نے اس کے پیچھے پیچھے گھومتے ہوئے بار بار اصرار کیا، اور وہ ہر بار انکار کرتا گیا، مگر مولانا نے ہار نہ مانی، اور پھر کہنا شروع کیا، اس پر وہ غصہ ہو گیا، اور غصہ میں آپے سے باہر ہو کر بیل کو ہانکنے کے لئے ہاتھ میں رکھے ڈنڈے سے مولانا کو دو تین بار مارا، مولانا نے نہ اس کے غصہ کا برا مانا، اور نہ پٹائی ان کی دعوت کو روک پائی، بلکہ مار کا جواب مسکراہٹ سے دیا، اور کہا کہ ٹھیک ہے، آپ دو تین منٹ کے لئے اپنا کام نہیں روک سکتے، تو آپ اپنا کام جاری رکھئے اور میری بات سنتے جائیے۔ یہ کہہ کر کسان کے ساتھ گھوم گھوم کر اپنی باتیں رکھنے لگے۔ وہ کسان یہ دیکھ کر کہ اس آدمی کو میں نے مارا تب بھی باز نہیں آ رہا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور کھیت کو جوتنا بند کر دیا اور کہا، مولانا اب اطمینان سے سنائیے!، اور اس طرح انہوں نے اپنی پوری بات اس کے سامنے رکھی اور اسے متبعِ شریعت بنا لیا''۔

مولانا ولایت علی کا انتقال نومبر ۱۸۵۲ء میں ''استھانہ'' کی سرزمین پر ہوا، اور وہیں مدفون ہیں۔

اللہ ان کی تمام کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے، آمین!

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
❁	تقدیم: [ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی، استاذِ حدیث، جامعہ امام ابن تیمیہ]	3
❁	کلماتِ مسرت: [مولانا عبدالرشید شائقی، سابق امیر جمعیت اہل حدیث، جھارکھنڈ]	7
❁	تقریظ: [شیخ احمد مجتبیٰ مدنی، شیخ الحدیث، جامعہ ابی ہریرہ اسلامیہ]	8
❁	کلماتِ تبریک: [شیخ محمد خالد فیضی، مدیر صفا فاؤنڈیشن، دیوگھر]	10
❁	کلماتِ تہنیت: [شیخ نعمت اللہ عمری، جھوم پورہ، اڈیشہ]	13
❁	پیغامِ مسرت: [شیخ محمد کلیم انور تیمی مدنی، مدیر جامعہ امام ابن باز]	15
❁	پیشِ گفتار: [شیخ عبداللہ مدنی، رئیس جامعہ امام ابن باز اسلامیہ]	16
❁	گوشہائے چشمِ التفات: [بقلم: مصنف]	19
	فصلِ اول: جھارکھنڈ کے اصحابِ علم وفضل خدمات و کارنامے	
❁	جھارکھنڈ: مختصر تعارف	32
۱	مولانا احمد حسین ریاضی	36
۲	مولانا محمد ادریس شمسی	44
۳	تلمیذِ شیخ الکل مولانا محمد اسحاق گڈاوی	58
۴	مولانا اسداللہ اثری	59

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵	مولانا محمد ثناء اللہ ٹوپاٹانڑوی	62
۶	استاذِ محترم قاری جمال الدین مظاہری	66
۷	مولانا محمد حاتم [والدِ محترم مولانا محمد ادریس شمسی] (کروا)	69
۸	مولانا محمد سعود سلفی	71
۹	استاذِ حبیب مولانا شفاء اللہ فیضی ''ناظم صاحب''	74
۱۰	مولانا شمس الہدیٰ عبداللہ پوری	83
۱۱	مولانا حافظ ابوالفلاح محمد عابد حسین گنگوہی ثم ٹوپاٹانڑوی	84
۱۲	مولانا عبدالحق رحمانی ریاضی	99
۱۳	مولانا عبدالحنان دلاپوری	102
۱۴	استاذِ مکرم مولانا عبدالخالق جامعی	108
۱۵	مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی ثم دلاپوری	112
۱۶	استاذِ محترم مولانا عبدالستار اثری	116
۱۷	تلمیذِ شیخ الکل مولانا حکیم عبدالعزیز اعظمی ثم مدھوپوری	121
۱۸	مولانا حکیم عبدالغفار مدھوپوری	127
۱۹	مولانا عبدالمنان دلاپوری	131
۲۰	تلمیذِ شیخ الکل مولانا علی حسن بہاری ثم مدھوپوری	133
۲۱	مولانا محمد قاسم مخلص (سیمرگڈھا)	137
۲۲	مولانا مختار عالم ریاضی	143
۲۳	مولانا منشی نورالدین معروف بہ ''نندو مہاشے'' کھڑابری	150

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۴	مولانا وسیم انور سلفی	156
۲۵	مولانا محمد یاسین عادل ریاضی	160
۲۶	مولانا محمد یوسف شمسی گریڈوی [بانی جامعہ یوسفیہ]	166
	فصلِ دوم: جھارکھنڈ میں مہمان داعیانِ حق خدمات واثرات	
۱	تلمیذِ شیخ الکل مولانا ابو محمد ابراہیم آروی [بانی مدرسہ احمدیہ، آرہ]	172
۲	مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	175
۳	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد	182
۴	مولانا امراللہ عارف سراجی	189
۵	مولانا بشیر اللہ اعظمی	197
۶	شیرِ پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری	200
۷	استاذِ محترم مولانا محمد حنیف مدنی	204
۸	مولانا ابوالقاسم خالد العربی	212
✿	مولانا حافظ عبداللہ مئوی [حاشیہ]	221
۹	مولانا محمد داؤد راز دہلوی	222
۱۰	مولانا دیندار خان محمدی	230
۱۱	تلمیذِ شیخ الکل مولانا محمد صالح بندھولوی	233
۱۲	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	235
۱۳	حافظ عبدالحکیم فیضی گونڈوی	242

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۴	مولانا عبدالحمید رحمانی	246
۱۵	نمونہ سلف مولانا عبدالرشید خانجہانپوری	251
۱۶	خطیبِ ہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری	258
۱۷	مولانا ڈاکٹر عبدالسلام اسلم کانپوری	266
۱۸	مولانا عبدالسلام رحمانی	270
۱۹	استاذِ مکرم مولانا عبدالسلام مدنی	274
۲۰	تلمیذِ شیخ الکل مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی	278
۲۱	مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی	287
۲۲	مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری	295
۲۳	قاری عبدالمنان اثری، شنکرنگری [بانی جامعہ رحمانیہ]	296
۲۴	شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری	307
۲۵	مولانا حکیم عبیداللہ رحمانی کشمیری	314
۲۶	مولانا مختار احمد ندوی	317
۲۷	علامہ مصلح الدین اعظمی	323
۲۸	استاذِ کبیر ادیبِ عصر ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	328
۲۹	مولانا ولایت علی عظیم آبادی	367